دوسرا حصّہ
اقابلا
انوار صدیقی
PDFBOOKSFREE.PK

اقابلا...... تاریک اور پراسرار برِاعظم افریقہ کے خوفناک جنگلوں میں آباد، اقابلا دیوی کا پجاری ایک غیر مہذب قبیلہ......
مہذب دُنیا کے چند افراد اس قبیلے کے چنگل میں جا پھنسے تھے...... انور صدیقی کے جادوں بیان قلم کا شاہکار ایک طویل اور دلچسپ داستان

مصنف : انوار صدیقی

آفتاب پبلی کیشنز

ٹبہ بابا فرید، عقب ضلع کچہری، لاہور

خامشی!

''انکا'' کے بعد ''اقابلا'' حاضر خدمت ہے۔

''اقابلا'' کا سلسلہ بھی طویل مدت تک ''سب رنگ ڈائجسٹ'' میں جاری رہا۔ ان دنوں قارئین بڑی شدت سے ''اقابلا'' کا انتظار کرتے تھے...... میں ایسے ہی بے شمار کرم فرماؤں سے واقف ہوں جو بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہونے اور شب و روز اپنے فرائض منصبی میں مصروف ہونے کے باوجود ''اقابلا'' میں دلچسپی کا وقت نکال لیتے تھے...... کچھ ایسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں جو ''اقابلا'' اور ''انکا'' ٹائپ کہانیوں کو سرِ عام اور برملا ''فضولیات'' اور ''لغوِ ادب'' کی فہرست میں شمار کرانے میں پیش پیش نظر آتے ہیں لیکن اپنی خلوتوں میں وہ بھی اسی ٹائپ کی کہانیوں کو بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔

میرا ذاتی خیال ہے کہ شاید یہ ادب نواز بزرگ ''فکشن'' کو ادب جان کو پڑھ تو لیتے ہیں لیکن ادب تسلیم کرنے سے یوں کتراتے ہیں کہ کہیں خود ان پر ''بے ادبی'' کا الزام نہ عائد ہو جائے، بہر حال...... خیال اپنا اپنا...... نظر اپنی اپنی......

''انکا'' کی طرح ''اقابلا'' کو بھی میرے رفیق و محسن جناب غلام کبریا المعروف بیگ صاحب کتابی شکل میں پیش کر رہے ہیں......

''اقابلا'' کی کہانی آپکے لئے نئی نہیں ہے۔ آپ اسے ''سب رنگ'' کے خوبصورت صفحات پر طویل عرصے تک دیکھ چکے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں زمین و آسمان کے قلابے ملانا میرے نزدیک بے سود ہے۔ آپ ایک ذرا اپنی یادداشت کو کریدیں۔ کہانی کا پس منظر اور اس کے کردار از خود واضح ہوتے چلے جائیں گے۔

کسی کتاب کے شروع میں کچھ نہ کچھ لکھنا چونکہ ایک رسم کی صورت اختیار کر گیا ہے لہٰذا بیگ صاحب کا اصرار ہے کہ میں بھی اس رسم کی ادائیگی سے خود کو بری الذمہ نہ تصور کروں چنانچہ اس رسم کی ادائیگی کو فرض سمجھ کر سبکدوش ہونے کی جسارت کر رہا ہوں۔

مجھے خوب یاد ہے کہ ''انکا'' کے سلسلے میں، میں نے ''شکست'' کے عنوان سے کچھ تعارفی باتیں کی تھیں اور چند تلخ حقائق سے پردہ اٹھانے کی کوشش بھی...... لیکن شومئی قسمت کہ میری ''شکست'' بھی ہم عصروں کے بار خاطر پر سخت گراں گزری اور انجام کار...... وہ جو تھوڑی سی راہ و رسم تھی وہ بھی جاتی رہی...... لیکن اس بار ڈرتے ڈرتے میں نے ''خامشی'' کو عنوان کیا ہے۔

یوں بھی بولنے سے بات طول پکڑ لیتی ہے...... بات سے بات نکلتی ہے تو پھر وہ چہرے بھی سامنے آ جاتے ہیں جو کبھی بڑے سادہ پُر خلوص اور رنگا رنگ نظر آتے تھے...... ذہن کی بساط پر یادوں کی لہریں اُبھر کر ایک دائرہ وسیع کرتی ہیں تو اکثر وہ ماحول بھی یاد آ جاتا ہے جو

آلودگیوں سے پاک ہوا کرتا تھا...... جس میں ہر سمت، ہر رُخ پیار ہی پیار تھا...... اپنائیت تھی...... پُرخلوص جذبوں کی فراوانی تھی...... باتوں میں مٹھاس ہوا کرتی تھی...... زباں و دل کے ذائقے یکساں ہوتے تھے...... تضاد برائے نام بھی نہ تھا۔

جو گفتگو ہوتی برملا اور کھل کر ہوتی...... دلوں میں کدورتوں کی گنجائش ہی نہ تھی جو رنجشیں جنم لیتیں...... رشتے بڑے مربوط ہوا کرتے تھے...... ایک دوسرے کے احساسات اور جذبات کو سمجھا جاتا، محسوس کیا جاتا تھا...... انسانی قدروں اور حسب مراتب کو مقدم تصور کیا جاتا...... اور ایسا صرف اس لئے تھا کہ حاشیہ برداروں کو مجال نہ تھی جو مخالفتوں کا بیج بو سکیں...... اسے لوگوں کو پذیرائی کبھی نہیں کی جاتی تھی جو آستینوں میں خنجر چھپا کر محفل میں اپنی چرب زبانی سے جگہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے اور...... ایسا تو پہلے کبھی نہ ہوا تھا کہ محبتوں اور رفاقتوں کے درمیان دراڑیں پیدا ہو جائیں اور یارانِ طریقت ان شگافوں کو بھرنے کے بجائے اس کے حجم کو اور بڑھانے کی کوشش کریں...... لیکن...... ذرا ٹھہریے......

کون صحیح ہے اور کون غلط؟...... اس کا فیصلہ کون کرے گا؟...... اس لئے خاموشی ہی بہتر ہے......!!

انوار صدیقی

عرضِ مکرر۔۔۔۔!

میری سلسلے وار کہانیاں ''انکا'' ۔ ''اقابلا'' ۔ ''سونا گھاٹ کا پجاری'' اور ''غلام روحیں'' گزشتہ چوتھائی صدی سے میرے وہ دوست اور احباب ڈائجسٹ کی صورت میں شائع کرتے رہے ہیں جن سے نہ تو کبھی میرا کوئی تحریری یا قانونی معاہدہ ہوا' نہ ہی مجھے اس کا کوئی معاوضہ ادا کیا گیا۔ سچ یہ بھی ہے کہ میں نے بھی دیرینہ دوستی اور نصف صدی پر محیط تعلقات کی بنا پر نہ کبھی کسی معاہدے کی ضرورت پر غور کیا، نہ ہی کسی معاوضہ کا تقاضہ کیا۔ البتہ متعدد بار اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر ان ناولوں کو مجلد کتابی شکل میں شائع کیا جائے تو میرے پرستار اسے اپنی ذاتی لائبریری کی زینت بنانے میں بھی خوشی محسوس کریں گے۔ لیکن 1980ء سے آج تک میری یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔

بہرحال اب برادرم آفتاب ہاشمی صاحب میرے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے پر آمادہ ہیں چنانچہ میں پہلی بار باقاعدہ تحریری طور پر موصوف کو ''انکا'' ۔ ''اقابلا'' ۔ ''سونا گھاٹ کا پجاری'' اور ''غلام روحیں'' کو شائع کرنے کی اجازت دے رہا ہوں۔ یہ چاروں ناول چونکہ میری خواہش کی تکمیل میں شائع کیے جارہے ہیں اس لئے میں اس کا کوئی معاوضہ نہیں لے رہا۔ البتہ اب چاروں کتابوں کے جملہ حقوق بحق مصنف رہیں گے۔

اس مختصر سی تحریر کے بعد میں ان اداروں سے درخواست کروں گا کہ وہ میرے مذکورہ ناول شائع کرنا فی الفور بند کردیں۔ ان کا یہ عمل بھی میرے لئے قابل تحسین ہوگا۔ اب عمر کی نقدی بھی تیزی سے خرچ ہورہی ہے اور عارضہ قلب کی بیماری بھی مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ کسی قسم کی قانونی چارہ جوئی کے چکر میں الجھوں ورنہ اشاعت کے سلسلے میں جو کچھ ہوتا رہا اس کا ایک ایک ثبوت میرے پاس محفوظ ہے۔

مجھے اپنے پرستاروں سے بھی یہی امید ہے کہ وہ میرے دوسرے ناولوں کی طرح ''انکا'' ۔ ''اقابلا'' ۔ ''غلام روحیں'' اور ''سونا گھاٹ کے پجاری'' کو بھی مجلد کتابی شکل میں ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ اس لئے کہ آج میں جو بھی ہوں اپنے پرستاروں کی پسندیدگی کی وجہ سے ہوں۔

اپنے پرستاروں کی دعاؤں کا طلب

انوار صدیقی

قریسا کا خنجر میرے ہاتھ میں تھا۔ اس کمرے میں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ ایسا معلوم ہوتا، جیسے یہ ایک قبر ہو جس کے ہر طرف پتھر کی دیواریں ہوں۔ ابھی ابھی میں نے قریسا کا ہول ناک واقعہ دیکھا تھا اور میں نے اس کے اور سانپ کے خون سے تیار کیا ہوا' دیوتاؤں کا عظیم جام نوش کیا تھا۔ کاہو اپنے دونوں ہاتھ انتہائی غیظ و غضب کے عالم میں فرش پر مار رہا تھا۔ اس کی خرخراہٹ بپھرے ہوئے شیر کی دھاڑ سے مشابہ تھی۔ میرے کانوں میں اس کی اشتعال انگیز چیخوں سے اس قدر دباؤ پڑ رہا تھا کہ مجھے اپنا ذہن ماؤف معلوم ہونے لگا۔ ایسی صورت میں کوئی مناسب اور نتیجہ خیز فیصلہ کرنا میرے اختیار میں نہیں تھا لیکن اسے سامنے دیکھ کر میرا خون تیزی سے جسم میں گردش کرنے لگا۔ ترام کی پُراسرار موت کے بعد یہ میرا رفیق بندر جو غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک تھا' جزیرہ توری سے اچانک غائب ہو گیا تھا اور سمورال بھی اپنی تمام بزرگی و برتری کے باوجود اسے سزا دینے میں ناکام ہو گیا تھا۔ ترام کی موت کا معمہ ابھی تک میرے لیے پریشانی کا سبب بنا ہوا تھا۔ ترام کی اذیت ناک موت کے ساتھ مجھے اپنے بوڑھے ہندی دوست سرنگا کی بات یاد آئی۔ جس نے کاہو کے سلسلے میں مجھے ہوشیار رہنے کی نصیحت کی تھی، مگر اس سے پہلے کہ میں ابالیش کی طرح اسے بھی ٹھکانے لگاتا۔ وہ میری جھونپڑی اور میری رفاقت چھوڑ چکا تھا۔ اب وہ پھر انتہائی خون خوار نظروں کے ساتھ میرے سامنے موجود تھا۔ میں نے بے اختیار خنجر تانا اور نشانہ باندھ کر پوری قوت سے کاہو کی طرف پھینکا لیکن اس کی حیرت انگیز پھرتی اور مستعدی سے میرا نشانہ خطا ہو گیا۔ خنجر اندھیرے میں کہیں دور جا گرا۔ میں اس کے پیچھے دوڑا لیکن وہ اِدھر سے اُدھر کھسک گیا۔ دیوتاؤں کا جام خاص حلق میں انڈیلنے کے بعد مجھ پر دیوانگی طاری ہو گئی تھی۔ کاہو بار بار اس طرف آ جاتا تھا' جہاں میرے ہاتھ سے مشروب کا طشت گرا تھا میں خنجر دوبارہ اپنے قابو میں کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ کاہو کی چیخیں بلند ہو گئی تھیں اور وہ وحشت ناک انداز میں قلابازیاں کھا رہا تھا۔ پھر اس کے حلق سے ایک کریہہ چیخ بلند ہوئی اور وہ زمین پر لوٹنے لگا۔ وہ کرب کی کیفیتوں سے دوچار تھا۔ میری زبان لڑکھڑا رہی تھی۔ میں نے اسے لرزتی آواز میں مخاطب کیا۔ ''کاہو! میں تیرے انتظار میں تھا بدنصیب چوپائے ...... میں اب تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ تو ترام کا قاتل ہے۔ تو نے میری اجازت کے بغیر میری رفاقت چھوڑی۔ تو نے میرے ساتھ دغا کی۔ مقدس اقابلا کی قسم! تو میرے عتاب میں آ چکا ہے۔''

کاہو نے لوٹتے لوٹتے اچانک پھرتی سے جست لگائی اور ایک ہی جھٹکے میں وہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ خنجر میرے ہاتھ سے جھپٹ لے گیا۔ اس کی پھرتی اور دفاعی انداز سے میری عقل کوئی فیصلہ کرنے سے جھجک رہی تھی۔ اس کی خون خوار نظروں میں اب خوف نمایاں تھا اور اس وقت تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب وہ میرے پیروں میں لوٹنے لگا۔ وہ بار بار نظریں اٹھا کر مجھے دیکھتا، پھر میرے پاؤں چاٹنے لگتا۔ میں چند لمحے اس کے رویے کی تبدیلی اور یہ عجیب و غریب حرکت دیکھتا رہا۔ میں نے شرر بار لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ ''آہ کاہو! میں جانتا ہوں منحوس روح۔ تو میرے قدموں میں کیوں پڑا ہے۔ تو نے سمورال کو مجھ سے دور کر دیا۔ اب تو رحم کا طالب ہے۔ یاد رکھ میں تجھے کسی صورت معاف نہیں کروں گا۔ ترام کی موت کی آگ ابھی تک میرے سینے میں سلگ رہی ہے۔''

''رحم! اے معزز سردار رحم!'' اچانک کاہو کے حلق سے انسانوں جیسی آواز بلند ہوئی۔ ''تم جو کچھ کہہ رہے ہو، وہ درست ہے لیکن مجھے مجبور

کردیا گیا تھا...... میں آج بھی مجبور ہوں۔ اگر تم نے رحم کے دروازے بند کر دیئے تو میری روح ہمیشہ تڑپتی رہے گی۔ مجھے اجازت دو اے معزز سردار، کہ میں دیوتاؤں کے اُس جام خاص کے چند قطرے اپنے حلق میں انڈیل لوں جو قریسا نے تمہارے لیے تیار کیا تھا۔ ایک مدت سے میں اس موقع کا منتظر تھا۔ مجھے ترام سے کوئی بغض نہیں تھا لیکن میں مجبور ہو گیا تھا۔''

پہلی بار مجھ پر یہ راز منکشف ہوا تھا کہ کاہو انسانوں کی طرح بول سکتا ہے۔ ویسے اس کی حیرت انگیز صفات کے متعلق مجھے بہت کچھ علم ہو چکا تھا۔ میں اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ مجھے استعجاب میں ڈوبا دیکھ کر میرے پیر چاٹتے ہوئے کاہو بڑی لجاجت سے بولا۔''فیصلہ کرنے میں دیر نہ کرو۔ یہ لمحات گزر گئے تو پھر کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ میں اسی طرح بھٹکتا رہوں گا۔ مجھ پر رحم کرو۔ مجھے اس مشروب کے چند قطرے چاٹنے کی اجازت دے دو۔ کاہو جب آزاد ہو جائے گا تو اس احساس کے عوض تمہاری معاونت پر ہمیشہ تیار رہے گا۔ تم کیوں نہیں سمجھتے کہ یہاں ہر چیز برتر احکام کی تابع ہے۔ میں مقدس جارا کا کی کھوپڑی کی قسم کھاتا ہوں کہ میں تمہارا وفادار رہوں گا لیکن اپنے حصے میں سے چند قطرے اس آب آزادی کے مجھے عطا کر دو۔''

کاہو کے لہجے میں رقت تھی، وہ بار بار اپنا سر میرے قدموں پر رکھ رہا تھا۔ اب وہ پوری طرح میرے قابو میں تھا۔ میں چاہتا تو اسے ایک لمحے میں اٹھا کر اس کی گردن مروڑ دیتا۔ میں چاہتا تو خنجر سے اس کا جسم کئی حصوں میں منقسم کر دیتا لیکن اس کے رقت انگیز بیان سے میرا غصہ پگھل گیا اور اس کی جگہ تجسس نے لے لی، آخر کاہو اس مشروب کے چند قطرے چاٹنے کے لئے کیوں مصر ہے؟ میں نے اُسے مارنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ آخر وہ کیا راز ہے جس نے کاہو کو میرے قدموں پر لوٹنے کے لیے مجبور کر دیا ہے۔ مجھے اس سے بہت سی باتیں معلوم کرنی تھیں۔ پھر اس نے جارا کا کی مقدس کھوپڑی کی قسم کھا کر میری معاونت کا عہد بھی کیا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر لمحوں میں ایک فیصلہ کیا اور کاہو سے سوال کیا۔''آخر تمہیں کس نے مجبور کیا تھا؟''

''جابر بن یوسف! جزیرہ توری کے معزز سردار! کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تمہیں ان طاقتوں کی شناخت کرا سکتا ہوں جو خود پردہ پوشی کی متمنی ہیں۔ تمہیں اس بات سے آگاہ کرنا ہوتا تو اب تک تمہیں معلوم ہو گیا ہوتا۔ مجھ سے ایسی باتیں پوچھنے سے گریز کرو۔ میں تمہیں کچھ بتا نہیں سکوں گا۔'' کاہو نے فریاد کرتے ہوئے کہا۔

''پھر تم مجھ سے کیوں توقع رکھتے ہو کہ میں ترام کا قاتل ہونے کے باوجود تمہیں اس مشروب خاص کے چند قطرے پینے کی اجازت دے دوں گا۔'' میں نے سخت لہجے میں کہا۔

''تم نقصان میں نہیں رہو گے۔ وہ مشروب تم نے زمین پر گرا دیا ہے جس میں جزیرہ باگمان کی ایک دوشیزہ کا خون شامل ہے، تمہیں جو کچھ پینا تھا، وہ تم پی چکے ہو۔ اتنے سنگ دل نہ بنو۔ تم مہذب دنیا کے ایک فرد اور رحم دل شخص ہو۔ میں بڑی امید سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ تم نے انکار کر دیا تو پھر نہ جانے کب مجھے موقع ملے۔'' کاہو نے لجاجت سے کہا۔

''میرے ہاتھ تمہیں ختم کرنے کے لئے مضطرب ہیں اور تم رحم کی امید رکھتے ہو؟'' میں نے درشتی سے کہا۔

''میں تم سے آخری وقت تک رحم کی درخواست کرتا رہوں گا۔'' کاہو نے میرے قدموں میں اپنا سر رگڑنا شروع کر دیا۔

مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ مجھے ترام کی موت کے سلسلے میں کسی سراغ سے آگاہ نہیں کرے گا اس لیے میں نے آئندہ لمحوں میں کسی نئے

واقعے کے ظہور کی دلچسپی کے لئے اسے بہ اکراہ مشروب چاٹنے کی اجازت دے دی۔ کاہو نے احسان مندانہ نظروں سے میری جانب دیکھا اور اس نے پھرتی سے ایک قلابازی کھائی۔ وہ کچھ دیر تک رقص کے انداز میں دیوانہ وار کمرے میں گھومتا رہا جیسے یہ عمل کسی عبادت کا حصہ ہو، پھر وہ تیزی سے کودتے ہوئے طشت کی جانب بڑھا اور زبان نکال کر بے تابانہ مشروب چاٹنے لگا۔ اس خون خوار بندر کے منہ سے عجیب قسم کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ زمین پر کوئی قطرہ باقی نہیں رہا تو اس نے زمین پر لوٹ لگانا شروع کر دیا۔ اس وقت میرے ذہن میں ایک خیال نے سر اُبھارا کہ کہیں مجھ سے غلطی تو سرزد نہیں ہوگئی؟ وہ جام، جو بطور خاص میرے لیے تیار کیا گیا تھا، اسے میں نے کاہو کو پیش کر کے دیوتاؤں کی حرمت کو کوئی زک تو نہیں پہنچائی، بندر اچھل رہا تھا اور میں اپنی پیش کش پر نادم ہو رہا تھا کہ اچانک میرے سامنے ایک شخص اندھیرے کی اوٹ سے نمودار ہوا۔ وہ جس طرف سے آیا تھا۔ وہاں کی مشعل دم توڑ چکی تھی اور دوسری مشعلیں روشن تھیں۔

''جزیرہ توری کے معزز سردار! کاہو تمہارا احسان مند ہے، اسے اپنے عہد کی زبان یاد ہے۔''

میں نے اسے غور سے دیکھا۔ میری نظروں کے سامنے ایک معمر، دراز ریش حبشی برہنہ بدن کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس کے چہرے کی جھریوں سے تجربے نمایاں تھے۔ اس کے انداز میں وقار اور لہجے میں دبدبہ تھا۔ وہ مقامی زبان میں کسی قدر لرزش کے ساتھ مجھ سے مخاطب تھا۔ اس کی نگاہوں میں مقناطیسی کشش اور سنجیدگی موجود تھی۔ وہ کوئی مذہبی پیشوا لگ رہا تھا۔ کہن سالی دیکھ کر صاف اندازہ ہوتا تھا کہ اس نے زمانے دیکھے ہیں۔ وہ کوئی مدبر اور ذہین شخص ہے۔ سمورال کی طرح اس کے جسم پر بھی درندوں اور پرندوں کی عجیب اشکال مختلف رنگوں سے بنی ہوئی تھیں۔ میں حیرتوں میں غرق تھا کہ اس حبشی نووارد نے بھاری بھرکم آواز میں کہا۔ ''جابر بن یوسف! تم نے کاہو پر ایک عظیم احسان کیا ہے۔ ہر چند کاہو تمہارے احسان کا سزاوار نہیں تھا۔ اگر تم مجھے اپنا بچا ہوا مشروب استعمال کرنے کی اجازت نہ دیتے تو میری روح اسی بندر کے جسم میں مقید رہتی ہے جو اس وقت تمہارے سامنے اچھل کود کر رہا ہے۔ میں تمہارے انتظار میں تھا۔ معزز سردار! مجھے معلوم تھا کہ تم مجھے اجازت دے دو گے؟''

''تمہاری روح!'' میں نے حیرت سے پوچھا۔ ''کیا تم کوئی روح ہو؟''

''ہاں اب میرا کوئی جسم نہیں یہ جسم جو تمہیں نظر آ رہا ہے، اس کا بوجھ اس زمین پر نہیں ہے۔ اب میں صرف ایک ہیولا ہوں۔ جسم ایک فانی چیز ہے۔ یہ ہیولا تمہاری نظر کا فریب ہے۔'' اس نے پُراسرار انداز میں کہا۔

''تم ایک روح ہو۔ میں ایک روح سے ہم کلام ہوں۔ میں تمہارا جسم چھو کر اس کی تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔'' میں اپنا تجسس چھپا نہ سکا۔ میں نے جھپٹ کر اسے دبوچنا چاہا۔ میرے ہاتھ خلا میں معلق ہوگئے اور پھر اپنی جگہ واپس آ گئے ہیں۔ اس کا جسم نہیں چھو سکا تھا۔ حیرت سے میں اپنی جگہ ساکت ہوگیا۔

''تم مجھے چھو نہیں سکتے، یہ میری آمادگی پر منحصر ہے۔'' اس نے اداسی سے کہا۔

''مگر تمہیں کس نے مقید کیا؟'' میں نے مضطرب ہو کر پوچھا۔

''آہ سیّدی جابر! یہ ایک طویل داستان ہے۔ مجھے اپنی زبان بند رکھنی ہوگی۔ ہر چند کہ میں ایک روح ہوں اور میرا رشتہ اس جہان سے

منقطع ہو چکا ہے لیکن مقدس اقابلا نے آسمانوں میں جانے سے پہلے میری روح مقید کر لی تھی کیوں کہ میں اس کا مستحق تھا۔ میں کسی زمانے میں اس عظیم الشان سلطنت کا ایک برگزیدہ شخص تھا۔ کون تھا جو میرے احکام کے سامنے سرتابی کی جرات کرے۔ میں روحانی علوم کا ماہر، اس پُراسرار سرزمین میں مقدس اقابلا کے بعد سیاہ وسپید کا مالک تھا۔ میری یہ برتری مجھے میرے منصب سے محروم کر گئی۔ میرا علم مجھے کھا گیا۔ میرا تدبر مجھے چاٹ گیا۔ میں نے جو سوچا تھا وہ غلط سوچا تھا اور میں نے جو کہا تھا وہ غلط کہا تھا۔ آخر مجھے اپنا جسم چھوڑنا پڑا اور یوں میں اپنی روح بھی اس کے جاہ وجلال، اس کے عتاب کی زد سے نہ بچا سکا۔ اس نے مجھے ایک بندر کے جسم میں مقید کر دیا۔''

کا ہو ایک لمحے کو رکا۔ پھر اس نے دوبارہ کہنا شروع کر دیا۔ ''سیدی جابر! تم ان ہولناک مصائب کا تصور نہیں کر سکتے جن سے میری روح دوچار رہی ہے۔ میں اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ایک زمانے سے اس کے اور اس سے قریب ہر شخص کے اشاروں پر اپنا سر جھکاتا رہا ہوں۔ آج میری جدوجہد کی تکمیل ہوئی اور مجھے آزادی نصیب ہوئی۔ جو سزائیں میرے مقسوم میں لکھ دی گئی تھیں، میں ان سے گزر چکا ہوں، مجھے معلوم تھا کہ تم میری نجات کا سبب بن سکتے ہو۔ میں جزیرہ باگمان کے اندھیروں میں تمہاری آمد کا منتظر تھا اور وہ میرے پیچھے تھا۔ آخر تم آگئے اور میری توقع کے مطابق تمہیں دیوتاؤں کا جام پیش کیا گیا۔ میری ذلت اور خواری کے دن گئے۔ میں نے کالاری جیسے کم تر درجے کے سردار کے ہاں اذیت کے دن گزارے۔ میں ایک حقیر بندر کے ناتواں جسم میں محبوس تھا۔ اقابلا کی سلطنت کے ایک بڑے شخص کو مرنے کے بعد بھی سکون نہیں ملا۔ میری کوشش ہوگی اے معزز سردار کہ میں تمہیں بلاؤں سے دور رکھوں۔ تمہیں جس وقت میری ضرورت ہو، مجھے یاد کر لیا کرو۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا۔ جہاں اس کے مقدس قوانین آڑے آجائیں گے اور جہاں میں یہ محسوس کروں گا کہ تمہاری اعانت میرے لیے مناسب نہیں ہے اور جہاں مجھ پر پابندی عائد کر دی جائے گی، وہاں میں تمہاری اعانت نہیں کر سکوں گا اور سنو، اگر تم نے میری روح کی آزادی کا ذکر کسی اور سے کیا تو میں کبھی تمہاری مدد کو نہیں آؤں گا۔ پھر تم مجھے کبھی نہ پاسکو گے اور میں ہمیشہ کے لئے زمین کو خیرباد کہہ دوں گا۔''

میں اس کی باتیں تجسس، حیرت اور اشتیاق سے سن رہا تھا اور اس سے بہت کچھ پوچھنے، بہت کچھ جاننے کا خواہش مند تھا لیکن وہ میرے سوالات نظر انداز کر کے اپنی بات کہنے پر ہی اکتفا کرتا تھا۔ میں نے پھر اس سے ترام کی موت کا سبب جاننا چاہا۔ وہ پھر گڑبڑ کر گیا۔ میں نے اقابلا کی شخصیت اس کی سلطنت کے اسرار، کاہن اعظم سمورال اور اپنے مستقبل کے بارے میں سوال کیے تو اس نے کوئی واضح جواب نہیں دیا۔ مجھے احساس ہوا کہ ایسے سوالات مجھے سرے سے کرنے ہی نہیں چاہئیں۔ اس کی باتوں سے اتنا اندازہ ہوا کہ وہ کسی زمانے میں اقابلا کی حکومت کا ایک صاحب اثر شخص تھا جو اپنی طاقت اور اثر کے سحر میں کوئی نادانی کر بیٹھا اور نتیجتاً عتاب کا شکار ہو گیا۔ یہاں تک کہ مرنے کے بعد اس کی روح بھی قید کر لی گئی۔ میں اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا اور مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ جزیرہ باگمان میں ایک پُراسرار قوت کی اعانت مجھے حاصل ہو گئی۔ حالانکہ مجھے اس سے کوئی زیادہ توقع نہیں تھی۔ اس لیے کہ اس نے میری مدد کرنے کے لئے اپنی حدود وشرائط کا ذکر تفصیل سے کر دیا تھا۔

''میں صرف ایک چیز پوچھنا چاہتا ہوں معزز کاہو! تم نے اپنے طور پر یہ پیشکش کی ہے کہ تم مصائب میں میرا ساتھ دو گے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ جزیرہ باگمان میں مجھے کس قسم کے حالات سے سابقہ پڑے گا اور میں کب تک یہاں رہوں گا؟'' میں نے اس سے متاثر ہو کر کہا۔

''تاریک براعظم کے اسرار میری نظروں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہیں یہاں کیوں بھیجا گیا ہے۔ تمہیں اس تربیت گاہ میں جن حالات سے دوچار ہونا ہے، وہ بھی میرے علم میں ہیں لیکن جسے بتانا اسے مقصود نہیں، اُسے میں کیسے بتا سکتا ہوں۔ اس علاقے کی روحیں اس کی برتری کی قائل ہیں۔ مجھے افسوس ہے میرے محسن کہ میں تمہیں پیش آنے والے واقعات سے باخبر نہیں کر سکتا لیکن ایک مشورہ ضرور دے سکتا ہوں کہ جن اعلیٰ اوصاف سے تم نے اس علاقے میں اپنے لیے کوئی جگہ بنائی ہے، انہیں مت چھوڑنا۔'' اس نے بے نیازی سے کہا۔

''میرے ذہن پر دُھند چھائی ہوئی ہے، میں ہر چیز جاننے کا خواہش مند ہوں۔'' میں نے بے چینی سے کہا۔

''دُھند صاف ہو جائے گی۔'' اس نے مختصر جواب دیا۔

''میں اپنے ہندی دوست سرنگا کے بارے میں اگر کچھ جاننا چاہوں تو......'' میں نے جھجکتے جھجکتے پوچھا۔

''سرنگا!'' کاہو کا لہجہ سرد ہو گیا۔ ''سرنگا...... وہ ہندی بوڑھا، پر جابر بن یوسف الباقر اس سرزمین پر صرف مقدس اقابلا کی حکمرانی ہے۔ یہاں کسی اور کی برتری کا تصور کرنا جرم ہے، اگر امان چاہتے ہو تو صرف اس کی طرف رُخ کرو، اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو سوچنا بند کر دو یہ کیوں ہوتا ہے، تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ اسے سمجھنے کے لئے اس کا قرب اور اس کے انصاف واکرام کا سایہ ہونا ضروری ہے۔''

''کاہو! مجھے اس کا احساس ہے، میں سب کچھ بھول چکا ہوں۔ اب صرف ایک ہی خواہش ہے کہ......'' میں نے چھت کی طرف گھورتے ہوئے نشیلے لہجے میں کہا۔ ''اس کا حصول...... بس پھر موت ہی میں پناہ ہے۔''

''جابر بن یوسف! میرے محسن میں جا رہا ہوں، اس سے زیادہ گفتگو میرے لیے مہلک ہوگی۔ میری دعا ہے کہ دیوتا تم سے خوش رہیں۔'' کاہو نے مجھے دعا دی اور مزید کچھ پوچھنے سے پہلے وہ اندھیرے کی اوٹ میں کہیں گم ہو گیا۔ وہ بندر ابھی تک اِدھر اُدھر دوڑ کر راستہ تلاش کر رہا تھا۔ راستہ بند تھا۔ ہر طرف پتھر کی دیواریں مجھے سخت آزمائش وابتلا کا خوف دلا رہی تھیں۔ روز ایک انکشاف ہوتا تھا اور روز اقابلا کی طلب کے مقابلے میں مجھے اپنا قد کم ہوتا محسوس ہوتا تھا۔ ہر روز اس کی وسیع وعریض سلطنت کی عظمت وشوکت کا رعب مجھ پر پہلے زیادہ مسلط ہو جاتا تھا۔ جتنا منزل کے قریب جا رہا تھا منزل اتنی ہی دور معلوم ہوتی تھی۔ منزل شوق کا فاصلہ بڑھتا جاتا تھا۔ وہ اور دور ہو جاتی تھی، نئے شخص سے ملاقات کے بعد وہ اور مشکل معلوم ہوتی تھی۔ ایک بار میں نے سوچا کہ مجھے اس کی طلب سے دستبردار ہو جانا چاہئے۔ وہاں تک پہنچنے میں میرے بال سفید ہو جائیں گے اور میرے جسم پر کھال لٹکنے لگے گی لیکن اس کی طلب سے دستبردار ہونا میرے امکان میں نہیں تھا۔ اس کا احساس مجھے جوان رکھتا تھا۔ وہ میرا حوصلہ تھی۔ چاروں طرف سے بند اس کمرے میں، مجھے تلخیوں اور اذیتوں کا احساس سوا ہوا لیکن میں نے سوچا، یہ دیواریں گر جائیں گی۔ کوئی آئے نہ آئے ممکن ہے یہیں میری قبر بن جائے۔ اب مجھے صرف اس کے بارے میں سوچنا چاہئے۔ بندر بار بار میرے خیالوں کی یکسوئی میں حارج ہوتا تھا اور میں اسے ڈانٹ کر خود سے دور کر دیتا تھا۔ وقت کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ مشعلوں کی روشنی سے رات ہی رات نظر آتی تھی۔ ایک نہ ختم ہونے والی رات۔ گھڑیاں بیت رہی تھیں۔ پھر مجھے نیند آ گئی۔ جب میں بیدار ہوا تو کمرے کے ماحول میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہی خاموشی ہر سو طاری تھی لیکن وہاں سے قریبا کی لاش، سانپ کے ٹکڑے، چوبی میز اور طشت بھی غائب تھا۔ اب صرف میں اور وہ بدقسمت بندر ایک دوسرے کو تک رہے تھے۔ وہ ایک طرف

کونے میں سہا ہوا بیٹھا تھا اور میں ایک طرف بیٹھا، آنے والے لمحات کے انتظار میں آنکھیں کبھی کھولتا، کبھی بند کرتا تھا۔

اس تنہائی کی طوالت دنوں اور گھڑیوں میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ روشنیوں کے نشیب و فراز وقت کا تعین کرتے ہیں یا پھر انسانوں نے اسے ناپنے کے لئے گھڑیاں ایجاد کر رکھی ہیں۔ اس کمرے میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی۔ یہاں یکساں روشنی تھی مجھے کوئی اندازہ نہیں کہ کس قدر وقت بیت گیا۔ یہاں کئی دن، میرا خیال ہے، تین چار دن، میری کمر دکھنے لگی اور میرے معدے میں کھولن سی ہونے لگی تھی بندر بھی نیم مردہ ہو چکا تھا۔ بھوک کی شدت سے ہم دونوں شاید ایک دوسرے کی موت کے منتظر تھے۔ نہ پانی تھا اور نہ غذا۔ جتنا وقت گزرتا جا رہا تھا جس میں اینٹھن شدید ہوتی جاتی تھی۔

مجھے یہ یقین ہو چلا تھا کہ میں نے کاہو کی مدد کر کے دیوتاؤں کی منشا میں مداخلت کی ہے اور مجھے اس زنداں میں اس کی سزا مل رہی ہے۔ میں نے خود پر لعن طعن کی، پتھروں کی دراڑوں میں بار بار اٹھ کر راستہ تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن وہاں تو ہر طرف پتھر تھے۔ سنگین دیواریں۔ ایک دردناک موت میرے تصور میں گھوم گئی۔ یہیں پڑے پڑے ایک دن میرے اعصاب جواب دے جائیں گے اور میں ہڈیوں کے پنجر کی شکل میں تبدیل ہو جاؤں گا۔ میری بے احتیاطیوں نے آخر مجھے اپنے انجام تک پہنچا دیا۔

مجھے اپنے آپ پر ہنسی آ گئی۔ میں کتنا بڑا احمق تھا کہ پے در پے مصائب جھیلنے کے بعد بھی میں نے کچھ حاصل نہیں کیا تھا۔ میں نے کیوں آسمان پر پہنچنے کی کوشش کی تھی جب کہ مجھے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو چکا تھا کہ یہ فسوں کار لوگوں کی بستی ہے۔ یہاں کے انسان مختلف، ان کے رسم و رواج جُدا اور ان کے اطوار سربستہ اسرار ہیں۔ میں مر رہا ہوں۔ اس اجنبی کا خاتمہ قریب ہے، جس نے اس سرزمین میں صرف اپنی ذہانت اور شجاعت کے بل پر کوئی حیثیت حاصل کی تھی۔ مجھے وہ سب یاد آ گئے۔ سرنگا، ترام، سمورال اور جمرال۔ میں کہاں کہاں سے گزر کر اور کن کن لوگوں کو مسخر کر کے یہاں تک پہنچا تھا۔ اسی لمحے مجھے سرنگا کی دیوی یاد آئی جس نے سریتا کو محفوظ رکھا تھا۔ اپنا دوست سرنگا۔ نہ جانے وہ کس عالم میں ہوگا۔ جمرال آخر شب میرے پاس کیوں آیا تھا؟ اور زارمے مجھ سے کیوں ملنا چاہتا تھا۔ اشمار۔ وہ لڑکیاں جو میرے اشارے پر جبینیں جھکا دیتی تھیں۔ مگر اب ان سب کے بارے میں سوچنا بے کار تھا۔ تنہائی میں کوئی کیا کیا سوچ سکتا ہے جو شخص ایسے حالات سے دوچار ہو، اس کی ذہنی پراگندگی کے متعلق کوئی کم مایہ شخص ہی تصور کر سکتا ہے۔ ان پریشان کن خیالوں سے نجات پانے کے لئے صرف ایک ترکیب سمجھ میں آئی، جس سے مجھے ایک عجیب فرحت اور توانائی کا احساس ہوا۔ میں نے سوچا۔ یہاں بہتر یہی ہے کہ اس کافر کی یاد میں محو رہا جائے۔ وہ بت طناز، وہ شعلہ بدن، وہ لالہ رُخ، وہ آسمانوں کی کوئی حور جب بھی میں نے اسے یاد کیا' میرا ذہن آسودہ ہوا۔ میں اس کے کیا کیا اوصاف بیان کروں۔ میں اسے کن لفظوں سے پکاروں۔ اقابلا! حسین اقابلا!! ماہ جبیں اقابلا!!! مجھے ندامت ہوئی کہ میں گستاخی کر رہا ہوں اس کے لئے یہ الفاظ مناسب نہیں۔ اس کے لئے تصور کی بے کراں وسعت شرط ہے۔

اس تصور کے ساتھ میں ہپنے حواس کھو بیٹھا۔ وہ بندر میرے قریب آیا اور اس نے میرے قریب خود کو گرا دیا۔ شاید اسے یقین ہو گیا تھا کہ میں اب اس کے لئے کوئی خطرہ نہیں بن سکتا۔ میں آنے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی جانب کھینچ لیا اور اپنے سینے سے لگا لیا۔ ہم دونوں پھر غافل ہو گئے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ کتنا وقت گزرا۔ جب پتھروں میں گرج سی پیدا ہوئی تو میں نے نقاہت سے آنکھیں کھول دیں۔ سامنے کابالو کھڑا تھا۔

اسے دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی۔ ایک بے بس انسان کے ساتھ یہ کیسا دلچسپ مذاق ہو رہا تھا۔ کابالو کے انداز سے بے نیازی ظاہر ہوتی تھی۔ وہ میری ابتر حالت سے قطعی متاثر معلوم نہیں ہوتا تھا۔ ''کیا موت کا حکم سنانے آئے ہو؟'' میں نے طنزاً کہا۔

''مجھے نہیں معلوم، ممکن ہے وہ تمہارے لیے موت کا فیصلہ کر دے یہ اس کے اختیار میں ہے۔ یہاں کی ہر چیز اس کے اختیار میں ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس کے پاس لے چلوں۔'' کابالو نے بیزاری سے کہا۔

میں نے اپنا منتشر جسم اکٹھا کیا اور اپنے رفیق بندر کو گود میں اٹھائے خاموشی سے اس کے ساتھ ہولیا۔ اس مرتبہ بھی کابالو نے ایک عمل سے میری بینائی معطل کر دی تھی۔ کابالو مجھے ساتھ لیے ہوئے چلا۔ میں آگے ہی بڑھتا گیا جیسے اس کمرے میں کوئی دیوار نہ ہو، نہ کوئی دروازہ کھلنے کی آواز آئی، نہ کوئی دیوار ہٹنے کی آہٹ ہوئی۔ آگے چل کر میں نے محسوس کیا کہ میں کمرے سے باہر آ چکا ہوں۔ درختوں اور پتوں کی خوشبو نے میرے نتھنوں میں داخل ہو کر مجھے دوبارہ زندگی کا احساس دلایا۔ میں نے بندر کو چھوڑ دیا۔ وہ بھی میری طرح بھوکا تھا اس لیے نہ جانے کس طرف ہولیا میں اس کے ساتھ چلتا رہا۔ ٹھوکریں کھاتا اور جھنجھلاتا ہوا۔ ''تمہاری منزل آ گئی ہے معزز سردار!'' کابالو کے مخاطب ہوتے ہی میری بینائی واپس آ گئی۔ میں ایک غار کے دہانے پر کھڑا ہوا تھا۔ اسی طرح اندھیرا تھا جیسے برسات کی رات میں کالے بادل، اس اندھیرے میں یوں بھی میں کچھ نہیں دیکھ سکتا تھا، نہ جانے کابالو نے کس مصلحت کے تحت میری بینائی معدوم کر دی تھی۔ ''عظیم لوکاسا کے حضور پہنچنے سے پہلے یہ بات یاد رکھو کہ وہ سخت گیر طبیعت کا مالک ہے۔ وہ اصولوں کا پابند ہے۔ لغزشیں برداشت کرنا اس نے نہیں سیکھا۔ اسے تربیت حاصل کرنے والے افراد کی خودسری سخت ناپسند ہے۔''

میں نے اس کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دی۔ قرب و جوار میں گھنے جنگلات محسوس ہوتے تھے، کابالو غائب ہو چکا تھا، میں نے ایک ثانیے کے لئے کابالو کی ہدایتوں پر غور کیا، پھر بے جھجک غار میں داخل ہو گیا۔ غار کا دہانا تنگ اور راستہ پر پیچ تھا۔ مجھے کوئی دس منٹ تک اپنا سفر جاری رکھنا پڑا۔ اس کے بعد میں ایسے کشادہ اور روشن کمرے میں پہنچ گیا جہاں اعلیٰ قسم کا ساز و سامان بڑے سلیقے سے سجا ہوا تھا۔ وہ کمرہ مجھے کسی قدیم بادشاہ کا ملاقاتی کمرہ لگ رہا تھا۔ تمام چیزیں پتھر کی بنی ہوئی تھیں۔ دیواروں پر عجیب و غریب شکلوں کے انسان بنے ہوئے تھے۔ فرنیچر پرانے طرز کا مگر مصر کی قدیم تہذیب کا معلوم ہوتا تھا۔ میں کمرے کی دیواروں پر منقش تصویریں دیکھ رہا تھا کہ ایک تیز آواز میری محویت کے فسوں کا شیرازہ منتشر کرتی ہوئی اُبھری۔ ''تو وہ تم ہو۔''

میں نے گھوم کر اس سمت دیکھا' جدھر سے آواز آئی تھی۔ ایک پستہ قد گٹھے ہوئے جسم کا حبشی تیکھی نظروں سے میرا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ صورت شکل کے اعتبار سے کسی بے رحم جلاد سے کم نہیں تھا، اس کی آنکھوں سے سفاکی اور درندگی جھلکتی تھی۔ اس کے جسم پر جانوروں کی شکلیں اور بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ گلے میں مالائیں، مردہ جانوروں کی کھوپڑیاں اور کڑے لٹک رہے تھے، اسے دیکھ کر ایک لمحے میں یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ کوئی آسان آدمی نہیں ہے، اس سے محتاط گفتگو کرنی چاہیے۔ پہلی نظر میں اس نے مجھے خاصا دہشت زدہ کر دیا تھا لیکن اپنی ناتوانی، نقاہت اور حیثیت نظر انداز کر کے میں نے اطمینان سے کہا۔ ''میرا نام جابر بن یوسف الباقر ہے۔ مقدس اقابلا نے مجھے خاص تربیت کے لئے بھیجا ہے۔ میں جزیرہ توری کے ایک قبیلے کا سردار ہوں اور جزیرہ باگمان کے ناظم اعلیٰ سے کچھ حاصل کرنے آیا ہوں...... اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو میں اس وقت جزیرہ

باگمان کے ذی مرتبت ناظم اعلیٰ لوکاسا کے روبرو کھڑا ہوں۔''

''تم مہذب دنیا سے تعلق رکھتے ہو...... اوہ تم وہاں کے ایک فرد ہو، تم میرے لیے ایک دل چسپ آدمی ثابت ہو گے۔'' پستہ قد حبشی نے میرے مہذب طرزِ گفتگو پر اپنی تلخ اور درشت آواز سے پانی پھیر دیا۔

''میں اپنے ماضی سے رشتہ منقطع کر چکا ہوں۔ اب میں یہیں کا ایک فرد ہوں۔ صرف میرا نام پرانا ہے لیکن نام سے کیا ہوتا ہے۔ میری کوشش ہوگی کہ تمہارے ایک اچھے شاگرد کی حیثیت میں یہاں سے جاؤں۔'' اس کا لہجہ مجھے گراں گزرا تھا لیکن میں نے محتاط آواز میں کہا۔'' کیا میں دوبارہ یہ دریافت کروں کہ میں مقدس لوکاسا سے ہم کلام ہوں؟''

''تمہارا اندازہ ٹھیک ہے لیکن تمہیں اپنا منصب اس وقت تک کے لئے بھول جانا ہوگا جب تک تم جزیرہ باگمان پر ہو۔ یہاں لوکاسا رہتا ہے۔ یہاں لوکاسا کا حکم چلتا ہے، لوکاسا یہاں کا حکمراں ہے۔'' اس نے رعونت سے کہا۔

''میں تربیت گاہ کے آداب سے واقف نہیں ہوں۔'' میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ ''تاہم مقدس لوکاسا کی خوشنودی میرے لیے باعث افتخار ہوگی۔ میری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔''

''ممکن ہے تم یہاں سے واپس ہو جاؤ ممکن ہے تم یہاں سے کبھی واپس نہ جاؤ۔'' اس کے جملے سے میں تھرا گیا۔'' یہ سب تم پر منحصر ہے۔ اس عظیم و برتر ہستی نے تمہیں یہاں بھیجا ہے جو سب سے محترم ہے، لیکن یہاں بھیجنے سے اس کا مقصد بجز اس کے کچھ نہیں ہوتا کہ اس تربیت گاہ میں آدمی کی سخت آزمائش کی جائے۔ یہاں تمہارا بدن تپ کر جھلس بھی سکتا ہے اور تم اپنے لیے ایک نئی زندگی تخلیق کر سکتے ہو۔ مجھے یقین ہے میرے پاس لانے سے قبل میرے آدمیوں نے تمہیں میرے بارے میں بہت کچھ بتا دیا ہوگا۔ مجھے جھوٹ، غلطی اور حماقت سے نفرت ہے، ان کی سزائیں میرے ہاں بہت شدید ہیں۔ میں اپنے علاقے میں دوسرے علاقے کے افراد کی آمد پسند نہیں کرتا لیکن تم اس سے مستثنا ہو کیونکہ تم خود نہیں آئے ہو۔''

اس کے سخت لہجے سے مجھے بے حد اُلجھن ہوئی۔ یہ بڑبولا شخص مجھے کسی طور اچھا نہیں لگا۔ کوئی اور موقع ہوتا تو میں اس سے نمٹنے کی کوشش کرتا ،اس کے لئے میرے دل میں ایک کینہ پیدا ہو گیا، یہ حقارت اور نفرت کا لہجہ اس کے لئے تکبر اور بے رحمی کا غماز تھا۔'' میں نے تمہاری اطاعت کا فیصلہ کر لیا ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ تمہیں مجھ سے کسی قسم کی شکایت نہ ہو۔'' میں نے بے پروائی سے کہا۔'' یہاں آنے کے بعد ہی مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ مجھے کن سخت مرحلوں سے گزرنا ہوگا۔ پہلے ہی دن جزیزہ توری کے ایک معزز سردار کی جو پذیرائی ہوئی اور اسے دیوتاؤں کے جام کے سوا ہر چیز سے محروم رکھا گیا، اسے بھوکا رکھا گیا۔ اس امر نے مجھے احساس دلا دیا ہے کہ میرے آنے والے دن کتنے اذیت ناک ہوں گے۔'' میں نے شکایتاً کہا۔

''یہ آغاز ہے۔ جزیرہ توری کے اجنبی سردار۔'' میرا جواب سن کر اس کے چہرے کی رعونت میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ وہ خونیں نظروں سے میری طرف گھورتا رہا۔ جیسے ابھی مجھے زندہ ہضم کر لے گا۔ پھر اچانک اس نے اپنے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا ایک خاص انداز سے بلند کیا۔ دوسرے ہی لمحے ایک جوان شگفتہ گداز بدن لڑکی تیز تیز قدم اُٹھاتی کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں ایک تھال اُٹھا رکھا تھا۔ تھال میں جو شے موجود تھی اسے بڑے بڑے پتوں سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ لڑکی لوکاسا کے قریب پہنچ کر کورنش کے انداز میں ذرا سی خم ہوئی، پھر خاموشی سے دو قدم

ہٹ کر لوکا سا کے بائیں ہاتھ کی جانب کھڑی ہوگئی۔ ''تم بھوکے ہو جابر بن یوسف!'' اس نے قہقہہ لگا کر کہا۔ ''مگر تم کسی رعایت کی توقع مت کرنا۔ تمہاری حیثیت یہاں مہمان کی نہیں ہے۔''

''میں اپنی بھوک پر قابو رکھنا جانتا ہوں۔'' میرے منہ سے یہ جملہ نکل گیا۔

اس نے میری چرب زبانی پر گھور کر مجھے دیکھا اور زہر خند سے بولا۔ ''جابر بن یوسف! تمہیں بھوکا نہیں رہنے دیا جائے گا۔ میں نے بطور خاص تمہارے لیے ''لیبغو'' کا تحفہ محفوظ رکھا ہے۔ لیبغو کیا ہے؟ یہ ان نافرمانوں اور کج رو لوگوں کا نام ہے جو کسی حکم کی تعمیل میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا لذیذ گوشت ہے جو جزیرہ باگمان سے فرار حاصل کر کے قریبی علاقے میں گھس جاتے ہیں، جب انہیں پکڑ لیا جاتا ہے تو ان کا لذیذ گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اس گوشت کا ذائقہ سب سے مختلف ہوتا ہے۔ نہایت لذیذ......'' میں نے کچھ کہنے کی کوشش کی تو وہ گرج کر بولا۔ ''نہیں جب تک میں بولتا رہوں، تمہیں زبان ہلانے کی اجازت نہیں ہے۔ تم نے اپنی مہذب دنیا اور جزیرہ توری میں اعلیٰ درجے کی غذائیں کھائی ہوں گی لیکن لیبغو کا ذائقہ......اوہ......اس کا ذائقہ......تم اسے نہیں بھولو گے۔ تمہاری اشتہا بھی شدید ہے۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں۔''

لوکا سا نے اپنا بیان ختم کر کے اشارہ کیا۔ لڑکی ایک بار پھر احتراماً خم ہوئی، پھر اس نے تھال پر سے پتے ہٹا دیئے۔ مجھے جھرجھری آ گئی۔ تھال میں انسانی جسم کا گوشت ٹکڑوں کی شکل میں موجود تھا۔ میرا جی اُلٹنے لگا اور اُبکائی آنے لگی۔ میں ابھی آنے والے لمحات کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ لڑکی نے گوشت کا ایک لوتھڑا تھال سے نکال کر میری جانب اس طرح پھینکا جیسے کسی بھوکے کتے کے آگے بوٹی کا ٹکڑا پھینکا ہو۔ میں احتجاج کرنا چاہتا تھا لیکن لوکا سا نے اس کی مہلت نہیں دی۔ وہ بے رحمی سے بولا۔ ''لیبغو کی طرف سے منہ پھیرنے والا لیبغو جیسا مجرم ہوتا ہے، آگے بڑھو اور اس نایاب تحفے کی سعادت سمیٹو۔''

میرے لیے مفر کی کوئی گنجائش نہیں تھی، میں نے جبراً و قہراً گوشت کا وہ لوتھڑا اٹھایا جس کے اندر سے بڑی کراہت آمیز بو پھوٹ رہی تھی، مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی بھی لمحے میرا دم گھٹ جائے گا۔ ایک تو انسانی گوشت اور پھر یہ تعفن۔ اس وقت مجھ پر کیا گزر رہی تھی' اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ جہاز کی تباہی کے بعد لائف بوٹ کے طویل سفر کے دوران بھوک سے مجبور ہو کر تومغا نے ایک شریک سفر یہودی کو قتل کر کے اس کا کچا گوشت کھایا تھا، تومغا کی دیکھا دیکھی دوسرے مسافروں کے ساتھ میں بھی یہودی کے جسم کی بوٹیاں نوچ کر کھانے پر مجبور ہو گیا تھا، صرف سریتا اور سرنگا اس جرم سے محفوظ رہے تھے۔ اس وقت زندگی بچانے کا مسئلہ درپیش تھا لیکن اِس وقت خالی معدہ ہونے کے باوجود انسانی گوشت چبانا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ لوکا سا سے میری پہلی ملاقات ہی نفرت و اکراہ سے شروع ہوئی تھی۔ میرا انکار اسے میرے خلاف کوئی بھی فیصلہ کرنے پر اُکسا سکتا تھا اور کیا عجب تھا کہ لوکا سا کے حکم کی نافرمانی مجھے باغی قرار دینے کا سبب بن جاتی اور ایک دن مجھے بھی لیبغو کی شکل میں تبدیل کر دیا جاتا۔

میرے دل کی حالت ناقابل بیان تھی، لوکا سا بہت انہماک سے میری ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ گوشت کے تعفن سے میرا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ دل چاہا کہ لیبغو لوکا سا کے منہ پر مار کر وہاں سے بھاگ نکلوں، یہ زندگی کی کیسی آرزو تھی جو انسانوں کے متعفن گوشت کے استعمال پر منحصر تھی۔ پھر میں نے اپنے دل کو سمجھایا، جابر بن یوسف! تم انسان کہاں رہے ہو؟ یہ تمہارا حلیہ' یہ برہنگی، جسم پر یہ نقش و نگار، یہ بڑھے ہوئے بال، تم

نے اسی علاقے میں انسانی خون پیا، تم نے اپنے دوست کا کچا گوشت کھایا، تم وحشی ہو، تم ایک جانور ہو۔ پھر یہ اکراہ کیوں، اُٹھاؤ یہ پارچہ اور اپنے معدے کو درندوں کی غذا کا عادی بنالو، میرا ہاتھ آہستہ آہستہ منہ کی جانب بڑھنے لگا۔ مجھے یہ بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے کہ میں جمال و رعنائی کا جویا، لطافت و نزاکت کا علم بردار، حسین عورتوں کے لمس سے خیال آرائیاں کرنے والا شخص میں۔ میں نے وہ غذا استعمال کی، میرا ذہن مجھ سے بچھڑ گیا۔ میں نے ناک بند کی اور بڑی سرعت کے ساتھ لیبغو اپنے منہ میں رکھ لیا۔ وہ برداشت کا امتحان تھا۔ گوشت منہ میں رکھنے کے بعد اتنا کثیف نہیں تھا جتنا باہر سے معلوم ہوتا تھا مگر میرا خیال ہے مجھے یہ ذکر چھوڑ دینا چاہئے، لوکا سا کے چہرے پر تحیر تھا۔ وہ مجھے تعجب خیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اُسے شاید یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں نے وہ پورا ٹکڑا ہضم کر لیا اور مسکرا کر کہا۔ ''مقدس لوکا سا نے سچ کہا تھا۔ لیبغو کے ذائقے نے مجھے ایک نئی لذت سے روشناس کرایا ہے۔ میں اس مقدس تحفے کے لئے لوکا سا کا شکر گزار ہوں۔''

لوکا سا نے جواب دینے کے بجائے ہاتھ اٹھا کر دوبارہ اشارہ کیا۔ لوکا سا کا اشارہ ملتے ہی لڑکی نے تھال سے گوشت کے دو اور ٹکڑے میری جانب اُچھال دیئے۔ جب ایک ٹکڑا کھا لیا تھا تو دوسرے میں کیا تھا۔ میں نے انہیں اپنے پیٹ کے جہنم کی نذر کر دیا۔ لوکا سا کی آنکھیں فرط حیرت سے کھلی ہوئی تھیں۔ اس نے لڑکی کو باہر جانے کا حکم دیا۔ کمرے میں جب ہم دونوں تنہا رہ گئے تو لوکا سا نے اپنی حیرتوں پر قابو پاتے ہوئے اسی تند و تلخ لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔ ''تمہاری خود اعتمادی اور برداشت کوئی نئی بات نہیں، مگر یہ بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے جزیرہ توری کے قیام کے دوران تم نے وہ علاقہ پورے طور پر قبول کرنے کی جو کوشش کی ہے وہ تمہیں کچھ دنوں اور زندہ رکھے گی۔ لیکن جزیرہ باگمان...... جزیرہ توری سے مختلف ہے۔ یہاں وہی شخص قدم جما سکتا ہے جس کے جسم پر بے شمار آنکھیں ہوں۔''

''اس کی رحمتیں سایہ گستر رہیں، اس کی چاہت دل میں جاگزیں رہے۔'' میں نے اعتماد سے کہا۔ ''میں یہ سب کچھ اس کی نظر میں اپنے لیے کوئی رعایت پیدا کرنے کے لئے کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میری ریاضت رائیگاں نہیں جائے گی۔'' پھر میں نے دل میں کہا۔ ''اگر یہی اس کے قرب کا مقصود ہے تو یہی سہی۔ اگر یہی مقسوم زندگی ہے تو پھر اپنی گردن خم کر دینی چاہئے۔''

''بعض اوقات طالب کو اس کا مقصود زندگی میں نہیں ملتا۔ جزیرہ باگمان پر تربیت کی مدت بڑی طویل بھی ہو سکتی ہے۔'' اس نے نفرت سے کہا۔

''مقدس لوکا سا، اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم مجھے آنے والی آزمائشوں اور وقت کا خوف دلا کر میرے حق میں کوئی مفید کام کر رہے ہو تو میں گزارش کروں گا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم مجھے تربیت کے جملہ کوائف سے مطلع کرو مجھے کیا کرنا ہوگا؟ میرے لیے کیا حکم ہے؟'' میں نے دلیری سے کہا۔

''کوائف!'' لوکا سا نے مجھے جھڑک دیا۔ ''تم کس لہجے میں بات کر رہے ہو۔ یہ دلیری نہیں گستاخی ہے۔ یہ دنیا وہ نہیں ہے جہاں سے تم آئے ہو۔ یہ سارا علاقہ امتحان گاہ ہے۔ ہر وقت ایک آزمائش ہے۔ ہر پل ایک امتحان ہے۔ اس کا انحصار مجھ پر ہے کہ میں کس وقت تمہارے لیے کیا حکم دیتا ہوں۔ مجھے گستاخ لوگ ناپسند ہیں۔''

وہ آدمی نہیں جانور تھا۔ وہ بولتا تھا تو کسی درندے کی خو نظر آتی تھی۔ وہ ذرا ذرا سی بات پر برہم ہو جاتا اور اشتعال میں دیر تک بھبکتا رہتا۔ اس نے مجھے کئی بار مشتعل کر دیا۔ اس کی گردن دبوچنے کے لیے میرے ہاتھوں میں کسمساہٹ ہوئی لیکن میں نے اپنے پیر زمین پر جما لیے اور اپنا

وجود فراموش کر دیا۔ اس کی کینہ توز اور حقارت آمیز نظریں میرے جسم کا طواف کرتی رہیں۔ میری خاموشی پر اس نے برہمی سے کہا۔ ''تمہیں غالباً جزیزہ باگمان اور اس کے ناظم اعلیٰ کے مرتبے کے متعلق تفصیل سے آگاہ نہیں کیا گیا۔''

''مجھے یہاں کے اسرار سے کوئی دلچسپی نہیں۔'' میں نے تنگ آ کر کہا۔

لوکاسا کا چہرہ اور غضب ناک ہو گیا۔ اس کی نگاہیں خون برسا رہی تھیں۔ ''اے شخص! آج تک لوکاسا سے آنکھیں ملانے کی جرات کسی کو نہیں ہوئی۔ لوگ اس کا نام سن کر لرز اٹھتے ہیں۔ روحیں راستہ بدل دیتی ہیں۔''

''شاید مقدس ناظم اعلیٰ کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔ میں اس کی توہین کی جرات نہیں کر سکتا۔ شاید ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مقدس لوکاسا کو جزیرہ باگمان پر میری آمد سے کوئی خوشی نہیں ہوئی؟'' میں اپنے جملوں میں نرمی پیدا کرنے کی کوشش میں ناکام رہا۔

وہ اور برافروختہ ہو گیا۔ ''لوکاسا کو غلط فہمی، لوکاسا کی توہین، لوکاسا کی ناراضی...... کیا تمہاری زبان کھینچ لی جائے؟ کیا تمہارے منہ میں آگ بھر دی جائے۔ اسے ناہنجار شخص! کیا تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔'' لوکاسا نے طیش میں کہا۔ ''وقت بتائے گا کہ تو نے اپنی زبان دراز کر کے عرصہ حیات اپنے اوپر تنگ کر لیا ہے۔ لوکاسا پر طنز۔ اوہ۔ اوہ لوکاسا کی توہین۔''

وہ تلملا کر زمین پر پیر مارنے لگا۔

''یقیناً مجھ سے گستاخیاں ہو گئی ہیں۔ میں اپنے مطمع نظر کی ترسیل مناسب الفاظ میں نہیں کر رہا ہوں لیکن لوکاسا کی عظیم ذات کا عرفان مجھے رفتہ رفتہ ہو رہا ہے۔ مجھے کوئی حکم دیا جائے۔'' میں نے نرمی سے کہا۔

اسے سرد کرنے میں دیر لگی۔ میں نے وہاں غیر معمولی برداشت کا مظاہرہ کیا آخر اس نے مجھے حکم دیا کہ دو دن بعد قصر لوریما میں جو شاندار جشن منعقد ہونے والا ہے میں اس میں شرکت کروں لوریما کے سامنے اطاعت گزاری کا عہد کروں۔ لوریما جو اس علاقے میں ایک عظیم دیوی کی حیثیت سے جانی جاتی ہے۔ ہر عہد میں دیوی کی ترجمان ایک دوشیزہ ہوتی ہے۔ جو دیوی کا پرتو کہلاتی ہے۔ اُسے دیوی کی جانشین سمجھ کر جزیرہ باگمان کا ہر شخص اس کی عبادت اور اطاعت اپنا فرض سمجھتا ہے۔ لوکاسا ایک سردار کی حیثیت سے فعال رہتا ہے اور جزیرے پر اس کا کلی تصرف رہتا ہے۔ لوریما دیوی سردار نامزد کرتی ہے اور پھر خود اسی سے وابستہ ہو جاتی ہے۔ لیکن لوریما کی حیثیت اس سے متاثر نہیں ہوتی۔ وہ جزیرے میں سب سے محترم اور افضل رہتی ہے مجھے لوکاسا نے سرسری طور پر لوریما کے مقدس اور اس کی عظمت کے بارے میں بتایا۔

لوکاسا کی اکھڑی اکھڑی گفتگو سے میں نے جو نتیجہ اخذ کیا وہ یہ تھا کہ وہ اپنے موجودہ عہدے سے کلی طور پر مطمئن نہیں ہے۔ یقیناً لوکاسا اپنی غیر معمولی جرات و شجاعت، اہلیت اور صلاحیت کے بعد ہی جزیرے کا سردار منتخب ہوا ہوگا۔ میں اس سے بہت سے سوال کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے اس موقع پر مزید گفتگو مناسب نہیں سمجھی، ہاں لوریما کو دیکھنے کا اشتیاق میرے دل میں پیدا ہو گیا۔ میں نے جشن لوریما میں شرکت پر اپنی خوشی کا اظہار کیا تو لوکاسا نے سختی سے کہا۔ ''میں کوئی ایسی بات پسند نہیں کروں گا جو مقدس لوریما کی شان کے خلاف ہو۔''

''میں عورتوں کی قدر کرتا ہوں۔'' میری خوش دلی لوٹ آئی۔

''لیکن مقدس لوریما کوئی عورت نہیں ہے، وہ دیوی ہے، لوکاسا کا سر بھی اس کے سامنے جھک جاتا ہے۔''لوکاسا نے تلخی سے کہا۔

''وہ میرے لیے قابل پرستش ہے۔''میں نے تیزی سے کہا۔

''اس کا دیدار بھی ایک امتحان ہے۔ وہاں تمہیں اپنی شجاعت اور ذہانت کے جوہر دکھانے کا موقع دیا جائے گا ممکن ہے کل ہی فیصلہ ہو جائے۔ بہتر یہی ہے کہ تم تکلیفوں سے بچ جاؤ۔ میں سمجھتا ہوں، موت زیادہ آسان طریقہ ہے۔''لوسا کا نے سرگوشی کی۔

''میں سمجھا نہیں؟''میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''تم جا سکتے ہو۔''لوکاسا نے حقارت سے کہا۔ میں نے کسی ایسی مشین کی طرح عمل کیا جس کا کوئی بٹن دبا دیا گیا ہو۔ میں لوکاسا سے اور گفتگو کرنا چاہتا تھا لیکن مجھے اس کا موقع نہیں ملا۔ اس کا اشارہ پا کر میں نے خاموشی اختیار کر لی اور چپ چاپ واپسی کے راستے پر ہولیا۔ راستے میں اندھیروں نے پھر میرا احاطہ کر لیا۔ میں راستہ ٹٹولتا ہوا غار کے دہانے سے باہر آ گیا۔ باہر سرد کھلی ہوا میں سانس لیتے ہی مجھے متلی ہونے لگی اور میں نے حلق میں ہاتھ ڈال کر تمام گوشت لوٹ دیا۔ جی کو کسی قدر سکون ہوا تو میں نے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا، میرا کوئی جادہ نہیں تھا، میری کوئی منزل نہیں تھی۔ ہر سو اندھیرا تھا اور کوئی میرا رہبر نہیں تھا۔ طعام و قیام کا مسئلہ مجھے خود حل کرنا تھا۔ میں ایک درخت کے کنارے ستانے بیٹھ گیا اور دیر تک اپنے خیالوں میں گم رہا۔ گاہے گاہے روشنی کے جھماکے میری نظریں خیرہ کر جاتے تھے، ہر طرف درخت تھے، صرف اندھیروں میں بڑھنے والے یہ درخت اور ان میں رہنے والے جانور میرے ساتھی تھے۔ آبادی دور کہیں بہت دور نظر آتی تھی۔ میں نے سوچا اس طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ رہنے سے کیا ہوگا۔ میں نقاہت سے ختم ہو جاؤں گا۔ مجھے اپنی غذا حاصل کرنی چاہیے، چاہے مجھے آبادی کی طرف جانا پڑے۔ یہ کیسا علاقہ ہے جہاں مجھے کوئی نہیں پوچھتا۔ وہ مجھے قید بھی نہیں کر رہے ہیں، کم از کم غذا اور قیام کے بارے میں بے فکر ہو جاؤں۔ انہوں نے مجھے ایک آوارہ کتے کی طرح چھوڑ دیا ہے جو کونے کھدروں میں اپنی غذا سونگھتا پھرتا ہے۔ پھر مجھے اس بندر کا خیال آیا، پتہ نہیں اسے کیا ملا۔ میں چھ دن تک اس کمرے میں بند رہا تھا۔ لوریما کا جشن ہونے میں دو دن رہ گئے تھے اور فریسا نے مجھے بتایا تھا کہ جشن آٹھ روز میں منعقد ہوگا۔ کمرے کی سیاہی میں رات دن کی تمیز مشکل تھی۔ پانچ دن پانچ راتیں میں اور بندر بھوکے رہے۔ خیال آتے ہی بھوک اور تیز ہو گئی میں نے درخت ٹٹولنے شروع کیے کہ شاید کوئی پھل مجھے مل جائے لیکن وہاں سبز پتوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ میں نے مجبور ہو کر اشار کے سکھائے ہوئے کچھ عمل کیے اور جارا کا کی کھوپڑی کو ایک خاص سمت میں رکھ کر اس سے رہنمائی کی درخواست کی۔ اسی لمحے مالا سے روشنی کی کرن پھوٹی اور میں بستی کی طرف چل دیا۔ مالا کی روشنی نے بستی کی سمت اشارہ کیا تھا۔ میں تیز تیز قدموں چلتا ہوا بستی میں داخل ہو گیا۔ بستی گنجان تھی اور چھوٹی بڑی جھونپڑیوں پر مشتمل دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ انسانی آوازوں کی گونج اور چہل پہل نے میرے اوسان بحال کیے۔ تھوڑی دیر تک میں جھونپڑی کی قطاروں کے ساتھ بل کھاتے ہوئے راستوں پر چلنے لگا۔ کوئی دیا کہیں ٹمٹما رہا تھا تو کہیں بچوں کے ہنسنے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں، آخر ایک نسبتاً صاف، کشادہ اور روشن جھونپڑی میں، میں بے دریغ داخل ہو گیا۔ میرے گلے میں پڑی ہوئی مالا سے روشنی پھوٹ رہی تھی جس سے جارا کا کی کھوپڑی نمایاں ہو گئی تھی۔ اندر پہنچ کر مجھے ایک بوڑھی عورت اور اس کی نوجوان بیٹی نظر آئی۔ وہ میری آمد سے سہم گئیں میں نے جزیرہ توری کی رسم کے مطابق انہیں سلام کیا اور ان سے کہا۔''مجھے کھانا چاہیے۔''

''تم کون ہو؟'' نوجوان لڑکی نے سراسیمہ ہو کر پوچھا۔

''میں ایک بھوکا آدمی ہوں اور اس جزیرے میں اجنبی ہوں۔'' میں نے انکسار سے کہا۔

''اجنبی......اجنبی۔'' اس کی آنکھیں دہشت سے پھیل گئیں۔ ''کیا اس نے تمہیں نہیں دیکھا؟''

''کس نے؟ کس نے اے معصوم لڑکی؟ تم کس سے خوف زدہ ہو۔''

''وہ اجنبیوں کو پسند نہیں کرتا تم یہاں سے چلے جاؤ۔''

''کون؟ مگر میں یہاں مقدس اقابلا کے حکم سے بھیجا گیا ہوں۔''

''مقدس اقابلا۔ مگر تمہیں پہلے اس کے پاس جانا چاہیے۔''

''اگر تمہاری مراد مقدس لوکا سا ہے تو میں اس سے مل چکا ہوں۔ اے پیاری لڑکی۔ تم باتیں بعد میں کرنا۔ مجھے شدید بھوک لگی ہے۔'' میں نے بے چارگی سے کہا۔

''ہم پر عذاب نازل ہوگا۔ ہم تمہیں اس کی اجازت کے بغیر کھانا نہیں دے سکتے۔'' بوڑھی عورت پہلی بار بولی۔

''ایک اجنبی شخص جو بھوکا ہے، تمہارے دروازے پر آیا ہے میں جزیرہ باگمان پر تربیت کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اگر تم نے مجھے کھانا دینے سے انکار کر دیا تو میں خود حاصل کر لوں گا۔ میں جزیرہ توری کے ایک قبیلے کا سردار ہوں۔'' میں نے سختی سے کہا۔

''تم ایک معزز شخص معلوم ہوتے ہو لیکن دیوتاؤں کے لئے ہمیں ایسی باتوں پر مجبور نہ کرو۔ اس کا حکم ہے کہ نافرمانوں اور اجنبیوں کے ساتھ کوئی سلوک مت کرو۔ وہ اپنے اصولوں کا بڑا سخت ہے۔'' بوڑھی عورت نے التجا کی۔

''مجھے معلوم ہے لیکن میں بھوک کی نقاہت میں اب چل بھی نہیں سکتا۔ مجھے کھانا چاہیے۔ میں زبردستی تم سے چھین لوں گا۔ پھر تم کسی عتاب کا شکار نہ ہوگی۔'' یہ کہہ کر میں آگے بڑھا اور میں نے پتھر کے برتنوں پر قبضہ جما لیا۔ اس نے میرا ہاتھ روکا، لڑکی بھی اپنی ماں کی مدد کو آ گئی لیکن میں نے انہیں دھتکار دیا اور بے تحاشا منہ میں آدھ گلا گوشت چبانے لگا میں انہیں دھمکیاں دے رہا تھا کہ میرے گلے میں جارا کا کی کھوپڑی ہے اور میں پُر اسرار علوم سے کسی حد تک واقف ہوں۔ میری دھمکیاں کارگر ہوئیں۔ وہ سہم کر پیچھے ہٹ گئیں اور میں نے اُن سے بے نیاز ہو کر خوب سیر ہو کر کھایا۔ ان کی حالت قابل رحم تھی۔ زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے جبراً کسی دوسرے کی غذا کھائی تھی۔ پیٹ میں غذا پہنچی تو مجھ پر نشہ طاری ہو گیا اور میں بے سدھ ہو کر گر پڑا۔ کوئی اندازہ نہیں کہ میں کس وقت جاگا۔ جب جاگا تو اندھیرا موجود تھا۔ لڑکی کی ماں ایک طرف کونے میں دبکی ہوئی تھی اور لڑکی اس کے پہلو میں خوف زدہ سی بیٹھی تھی۔ میں نے ایک بھرپور انگڑائی لی اور بڑی ملائمت سے لڑکی کا نام پوچھا اس نے جھجکتے جھجکتے اپنا نام نکری بتایا۔ میری آنکھیں غذا اور نیند سے کھل گئی تھیں۔ پہلی بار میں نے اُسے غور سے دیکھا۔ وہ جاذب نظر تھی۔ ہر جوان لڑکی جاذب نظر ہوتی ہے۔ چنانچہ میں نے اسے شیشے میں اتارنے کے لئے اپنے لہجے میں گداز اور اپنے انداز میں وارفتگی پیدا کر لی۔ وہ خاموش خاموش میری باتیں سنتی رہی اور اس نے مجھے تاؤ دلانے کی حد تک جواب سے گریز کیا۔ لیکن وہ ایک غیر مہذب علاقے کی ایک معصوم لڑکی تھی۔ وہ اور اس کی ماں کہاں تک میرے طرزِ عمل

سے متاثر نہ ہوتیں۔ اُن پر لوکا سا کا خوف طاری تھا۔ لوکا سا کوئی مقبول اور پسندیدہ شخص نہیں معلوم ہوتا تھا۔ میں نے یہی کمزوری پکڑ کر اُن سے گفتگو چھیڑ دی۔ آخر مجھے چند باتیں پتہ چل گئیں کہ لوکا سا حال ہی میں سرداری کے منصب پر فائز ہوا ہے اور اس نے آتے ہی سخت قوانین نافذ کر دیئے وہ جسے چاہتا ہے قتل کر دیتا ہے۔ ساری بستی اس کے نام سے لرزتی ہے اس سے پہلے اسٹالا جزیرے کا سردار تھا۔ اسٹالا ایک دن جزیرے سے روپوش ہوگیا۔ لوکا سا سخت تربیت کے بعد اسٹالا کا نائب بن گیا تھا، دوسرے دن قصرِ لوریما سے ایک اعلان ہوا کہ اب اسٹالا کی جگہ لوکا سا سردار ہے۔ نکری سے میں نے جزیرے کے تمام لوگوں کے نام نہایت احترام سے لیے اور ایک بچے کی طرح کارآمد معلومات حاصل کیں۔ مجھے اس کا کوئی خوف نہیں تھا کہ ان معلومات کے عوض نکری پر کیا گزرے گی۔ پھر بھی میں نے تمام احتیاط ملحوظ رکھی اور اسے بچانے کے لئے الٹے سیدھے سوالات کیے اس جزیرے کی سیاست کے متعلق نکری بہت زیادہ معلومات فراہم نہیں کر سکتی تھی لیکن مجھے اس بکھرے ہوئے مواد سے مفروضے قائم کرنے میں مدد ملی۔ مفروضے جن کی بنیاد پر میں آئندہ اپنے لیے کوئی راہ متعین کر سکتا تھا۔ نکری نے میرے جذبات میں ہلچل مچائی لیکن میں اس سے دُور ہی رہا۔ کچھ دیر بعد میں بستی میں گھومنے چلا گیا۔ جشن لوریما کی تیاریاں شباب پر تھیں۔ ہر سال لوریما دیوی کی سالگرہ کا جشن نہایت تزک و احتشام سے منایا جاتا تھا۔ بستی سے نکل کر میں پھر جنگل کی طرف روانہ ہوگیا اور وہاں ایک درخت کی چھاؤں میں بیٹھ کر لوریما کے متعلق سوچنے لگا۔ میرا ذہن اس وقت عجیب پیچیدگیوں میں مبتلا تھا۔ جزیرہ توری کی سرداری کے دوران اور شوالا کو زیر کرنے کے بعد میں اسی قسم کی باتیں سوچتا رہا تھا۔ لوکا سا میرے امتحان کی مدت طویل کر سکتا تھا اور لوکا سا مجھے جلدی یہاں سے روانہ بھی کر سکتا تھا۔ اس منغض اور نفرتی شخص نے مجھ پر کوئی اچھا اثر نہیں چھوڑا تھا۔ نکری کی زبانی اسٹالا کی سرکوبی کی خبر سن کر مجھے لوکا سا کی اہمیت کا اندازہ ہوا۔ لوکا سا نے اسے سازش کر کے ہی ہٹایا ہوگا۔ اسٹالا خود بھی غیر معمولی طاقتوں کا مالک ہوگا۔ بہر حال مجھے یہاں کی سیاست کے پیچ و خم سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میری دلچسپی کا محور تو میں خود تھا جو جلد سے جلد یہاں سے فارغ ہو کر اپنے جزیرے پر پہنچنا چاہتا تھا اور اس کی بارگاہ میں قرب کا جویا تھا، مجھے معلوم نہیں کہ سورج کس وقت چھپا اور کس وقت طلوع ہوا ہوگا، جزیرہ باگمان سے سورج بچ کر چلتا تھا۔ میں نکری کی جھونپڑی میں دھرنا دے کر بیٹھ گیا۔ دوسرے وقت کا کھانا بھی میں نے اسی درندگی اور چھینا جھپٹی میں کھایا۔ وہ میری موجودگی سے سخت ہراساں تھیں۔ نکری خود کوئی بات نہیں کرتی تھی۔

اور پھر وہ وقت آگیا جب لوریما کا جشن سالگرہ منایا جانے والا تھا۔ اس وقت بستی کے لوگ جوق در جوق ایک سمت جا رہے تھے میں بھی ان میں شامل ہوگیا اور بستی سے خاصی دور ایک کھلے میدان کی طرف روانہ ہوگیا۔ وہ ڈھول پیٹتے، کپڑے اُچھالتے، رقص کرتے، گانا گاتے اور شور مچاتے اس طرف جا رہے تھے۔ یہ ان کا مذہبی تہوار تھا۔ افریقی قبائل کے ان تہواروں کو وہاں کی تہذیب میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ جو سنا تھا اس سے کہیں بڑھ کر پایا۔ میدان میں سورج پوری آب و تاب سے طلوع تھا۔ میدان کے باہر اندھیرا تھا۔ عجیب حیرت کا مقام تھا کہ سورج نے زمین کا صرف ایک حصہ اپنی شعاعوں کے لئے منتخب کیا تھا۔ سورج کی روشنی میں آکر جزیرہ باگمان کے لوگ اچھلنے کودنے اور زمین پر لوٹنے لگے۔ جو لوگ سال میں صرف ایک مرتبہ سورج دیکھتے ہوں۔ اُن کا کیا عالم ہوگا۔ اس دھما کہ چوکڑی اور غل غپاڑے کو دیر ہوگئی۔ اُن کے سیاہ جسم سورج کی روشنی میں چمک رہے تھے۔ عورتیں مردوں کے ساتھ دیوانہ وار رقص کر رہی تھیں ان کے انداز میں جارحیت تھی جیسے آج رقص میں وہ اپنے حواس کھو دیں گے۔

ڈھول کی تھاپ، سمندر کی سیپیوں سے بنائے ہوئے باجوں، رنگین جسموں اور ان کے گلے اور ہاتھوں میں پڑے ہوئے کڑوں کی جھنکاروں نے ایک عجیب سماں پیدا کر رکھا تھا۔ پھر غلغلہ ہوا اور میدان میں زور سے نقارے بجنے لگے۔ سامنے پتوں سے بنا ہوا جال کا پردہ ہٹا دیا گیا اور جزیرہ باگمان کے تمام لوگ زمین کو بوسے دینے لگے۔ سب سے پہلے لوکا سا نمودار ہوا اور اس نے ہاتھ بلند کر کے رقص کرتی ہوئی دو نوجوان لڑکیوں کو اشارے سے آگے بلایا۔ لوکا سا کے دائیں طرف پتھر کی بنی ہوئی ایک مورتی نصب تھی۔ وہ ایک عورت کا ایک مجسمہ تھا جس کے ہاتھ میں پھول تھا اور اس کا سارا جسم عریاں تھا۔ اس کی گردن ایک طرف ڈھلکی ہوئی تھی۔ نوجوان لڑکیاں اس مجسمے کے قریب پہنچ گئیں تو لوکا سا نے بڑی پھرتی سے اپنے دونوں ہاتھوں کے خنجر ان کے سینوں میں بھونک دیئے۔ لڑکیاں تیورا کر مجسمے کے قدموں میں گر پڑیں اور بُری طرح تڑپنے لگیں۔ خون چاروں طرف بہنے لگا۔ مجمع کی ہاؤ ہو، شور غل میں اور اضافہ ہو گیا۔ نقارے اور تیزی سے پیٹے جانے لگے۔ پھر چند لمحوں بعد ان دونوں تڑپتی ہوئی لڑکیوں کو مورتی کے قدموں سے ہٹا دیا گیا اور وہاں سبز پتوں، سرخ پھولوں سے ڈھکی ہوئی لڑکیاں جلوہ گر ہو گئیں۔ ان کے کاندھوں پر ایک تخت رکھا ہوا تھا جس پر ایک نازک اندام حسین و جمیل لڑکی تمکنت کے ساتھ رونق افروز تھی۔ وہ یقیناً اشمار اور سار ما کے حسن و جمال کا عکس تھی اور ان سیاہ فام حبشیوں میں سب سے علیحدہ نظر آ رہی تھی۔ اس کی رنگت سرخ تھی اور نقش و نگار حبشیوں سے قطعی مختلف تھے۔ جلد ہی تخت مورتی کے قدموں کے آگے رکھ دیا گیا اور مورتی کا عکس اس کے زہد شکن شباب پر پڑنے لگا۔ وہ لوریما کی جانشین کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ مجھے حیرت ہوئی کہ اتنی حسین لڑکی لوکا سا جیسے کریہہ اور بھدے شخص سے خلوت پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ میں دور کھڑا تھا اور اسے قریب سے دیکھنے کے لئے میرا دل بُری طرح مضطرب ہو رہا تھا۔ ہجوم میں راستہ بناتا ہوا میں اس کے قریب ہوتا گیا اور ایک کونے میں کھڑا ہو گیا۔

وہ اقابلا کی پری جمال دوشیزاؤں کے حلقے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس نے جلوہ گر ہوتے ہی ایک ادا کے ساتھ اپنا ہاتھ بلند کیا۔ ایک خلقت لوریما کے اوصاف کے گن گانے لگی۔ پھر اس نے ہاتھ بلند کر کے انہیں خاموش کر دیا۔ لوکا سا اپنے نائبین، اپنے محافظ دستے اور جزیرے کے سربرآوردہ لوگوں کے ساتھ بڑے طنطنے اور دبدبے سے کھڑا تھا۔

"مقدس لوریما تمہاری مسرتوں میں شریک ہے۔" لوکا سا کی آواز آئی اور مجمع میں ایک کھلبلی سی مچ گئی۔

پھر جزیرے کی ساری آبادی رقص کرتی ہوئی قطاروں کے ساتھ لوریما کے سامنے آتی رہی اور لوریما پر پھولوں کی پتیاں بکھیرتی ہوئی کھلے میدان میں جمع ہوتی رہی۔ لوریما کے خوبصورت ہاتھ ان کی عقیدوں کا بہت آہستگی سے جواب دے رہے تھے۔ میں اس کے اور قریب ہو گیا اور میرا دل ڈولنے لگا۔ مجھے لوکا سا پر رشک آنے لگا۔ اس نازک بدن لڑکی کے سارے حقوق اس کے نام منتقل ہیں۔ اس کے لب پھولوں کی پتیاں، اس کے رخسار جیسے دہکتے ہوئے شعلے، اس کے دانت جیسے یمن کے موتی، اس کی نگاہیں جیسے گہری نیلگوں جھیلیں، وہ سمن بردہ ستم گردہ غارت گر جب نگاہیں اُٹھاتی تھی تو عام شخص لڑکھڑا جاتا تھا۔

"یہ ہے وہ۔" زیر لب میں نے خود سے کہا۔ میں اس کے پاس جانے کے لئے پر تولنے لگا۔ لیکن لوکا سا کی موجودگی میں کسی گستاخی کی سزا مجھے معلوم تھی۔ اسی اثناء میں میدان میں درمیان کی جگہ خالی ہو گئی اور جانوروں کی پیٹھ پر بیٹھا ہوا رنگ برنگا ایک جلوس شور مچاتا ہوا گزرا پھر کچھ ستم رسیدہ

قیدی سامنے لائے گئے۔ ان کے چہرے مسخ ہو چکے تھے اور وہ مجہول انداز میں گرتے پڑتے زنجیروں کے حلقے میں چل رہے تھے۔ انہیں ایک ایک کر کے دہکتی ہوئی آگ میں ہجوم نے بے پروائی سے جھونک دیا۔ ان کی دل دوز چیخوں کا کسی پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ پھر لوکا سا اس کے قریب آ گیا اور اس نے وہاں ایک کاہن کی موجودگی میں غسلِ آتش کیا۔ میری آنکھیں جلنے لگیں۔ لوکا سا آگ میں کود گیا تھا اور دوسری طرف سے صحیح وسلامت نکل آیا تھا۔ اس کے نمودار ہوتے ہی مجمع میں ایک بھنبھناہٹ سی ہوئی۔ لوکا سا قریب آ کر لوریما کے سامنے سربسجود ہو گیا۔ دیوانگی اور وحشت کے کئی اور مظاہرے وہاں ہوئے۔ پھر کھیلوں کے مقابلے، جسمانی کرتب اور وحشیانہ رقص قبیلے کے منتخب نوجوان مجمع کو چیلنج کرتے، کوئی سامنے آتا، ان سے لڑتا اور جو جیت جاتا وہ لوریما کے پہلو میں کھڑا کر دیا جاتا۔ جسمانی طور پر بہادر لوگ ایک دوسرے سے مقابلہ کر کے لوریما کے پہلو میں کھڑے ہوتے تھے۔ لوریما یہ مقابلہ بڑے اشتیاق سے دیکھ رہی تھی۔ اچانک میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی جب ایک دوسرے سے مقابلہ کر کے ایک نوجوان سر بلند قرار دیا گیا تو لوکا سا نے مجمع کو مخاطب کیا کہ اب کوئی اس نوجوان سے مقابلے کا دعویٰ کرنے پر آمادہ ہے؟ میں نے سوچا مجھے آگے بڑھنا چاہئے۔ یہ نوجوان شوالا نہیں ہے پھر بھی اگر میں ہار گیا تو میرے تمام منصوبے خاک میں مل سکتے ہیں۔ بڑی ذلت کا سامنا کرنا ہوگا۔ میں نے نوجوان کے جسم کا جائزہ لیا، وہ ایک بھرپور اور مضبوط شخص تھا میں نے جاراکا کی کھوپڑی ہاتھ میں پکڑی۔ آنکھوں میں اقابلا کا چہرہ گھوم گیا۔ اس وقت مجھے سرنگا بھی یاد آیا۔ زبردست خود اعتمادی کا مظاہرہ کرتے ہوئے میں لوکا سا کے سامنے آ گیا اور میں نے با آواز بلند کہا۔ "میں اس مضبوط نوجوان سے مقابلے کے لئے تیار ہوں۔"

لوکا سا میری جرات پر حیرت زدہ رہ گیا۔ میں نے بہت قریب سے لوریما کے حسین چہرے پر نظر ڈالی۔ اس سے میری نظریں چار ہوئیں تو مجھ پر ایک کیفیت طاری ہوئی۔ اس کی آنکھوں اور چہرے کی سنجیدگی نے مجھے اور کرب میں مبتلا کر دیا۔ میں نے خود کو داؤ پر لگا دیا تھا اور وہی ہوا جو میں چاہتا تھا۔ لوریما کے سامنے مجھے اپنی زبان کی فصاحت اپنے لہجے کی دلکشی اور اپنے اطوار کی شائستگی دکھانے کا موقع مل گیا۔ لوکا سا نے مجھے منع کیا۔ اس نے اصرار کیا۔ میں انکار و اصرار کو طول دینا چاہتا تھا تاکہ میں کسی طرح لوریما کے دل میں اقابلا کی طرف سے آئے ہوئے جزیرہ توری کے سردار کے لئے کوئی گداز پیدا کر سکوں۔ میں کچھ دیر لوکا سا کو اِدھر اُدھر کی باتوں میں اُلجھائے رہا۔ میرے چہرے کے خدوخال، جاذبیت اور میری آنکھوں کی تہذیب نے لوریما کو میری طرف دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ میرا اس سے تعارف کرایا گیا اور لوکا سا نے مجھے ذلیل کرنے کے لئے اس کے سامنے دھمکیاں دیں اور اپنے اثر و اقتدار کی نمائش کی۔ میرا حربہ کامیاب تھا۔ میں خود کو ایک خاص حیثیت سے روشناس کرانے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن جب لوریما نے ہاتھ اُٹھا کر لوکا سا کو خاموش کر دیا اور مقابلے کے آغاز کا اعلان کیا تو یک بارگی میرے اعصاب میں رعشہ سا آ گیا۔ میں نے اس کے ہاتھوں کو بوسہ دینا چاہا لیکن حبشیوں نے مجھے بے دردی سے کھینچ لیا اور میدان میں کسی جانور کی طرح پھینک دیا۔ ابھی میں اُٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ایک بزرگ شخص میرے پاس آیا اور اس نے میرے گلے سے جاراکا کی کھوپڑی اور مالا اُتار لی، نوجوان نہتا تھا۔ اس نے آتے ہی غرا کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں جھکائی دے کر اسے زمین پر گرانے میں کامیاب ہو گیا۔ شوالا سے جنگ جیتنے کے بعد میں کوئی نئی بات محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اس مقابلے کی طوالت کا ذکر میرے خیال سے مناسب نہ ہوگا۔ مختصر یہ کہ میں نے پہلے تو نفسیاتی طریقوں سے اسے دہشت زدہ کرنے کے حربے اختیار کئے۔ پھر مختلف طریقوں سے اس کے وار بچاتا رہا، اسے تھکاتا رہا اور خود مسکراتا رہا، میں اس کے سامنے اس طرح کھڑا ہو جاتا جیسے وہ ایک شیر خوار بچہ ہو۔

جب وہ غصے میں بپھرا ہوا مجھ پر حملہ آور ہوتا تو میں کبھی غیر متوقع طور پر اس کی ٹانگیں پکڑ کر اسے لوٹ دیتا، کبھی سامنے سے ہٹ جاتا اور وہ زمین پر دھب سے گر پڑتا۔ وہ ایک تنومند اور متوسط قد کا فولادی آدمی تھا، سارے مجمع کے لئے یہ کھیل دلچسپ تھا۔ کچھ میرے انداز کے سبب سے اور کچھ آخری مقابلے کی وجہ سے۔ میں درمیان میں ایسے جملے بولتا رہا جو اس کی ہمتیں پست کر سکیں۔ وہ ایک پیشہ ور جسم باز تھا۔ میں اس میدان کا کھلاڑی نہیں تھا لیکن میں عام انداز سے ہٹی ہوئی کشتی لڑ رہا تھا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ اس نے میرا جسم اپنے آہنی ہاتھوں کی گرفت میں لے لیا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ وہ کتنا سخت جان ہے اور میرا خیال ہے اسے بھی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ جابر بن یوسف الباقر نام کا کوئی شخص اس کی گرفت میں ہے، میں نے اسے زور کرنے دیا۔ وہ مجھے ہلا بھی نہ سکا۔ مجھے خود اپنے آپ پر حیرت ہوئی۔ یہ کس بل پہلے تو نہ تھا۔ اس ہنگامے میں خاصا وقت گزر گیا۔ وہ پسینے میں تر بتر ہو گیا میں نے آخر دیوتاؤں کا جام نوش کیا تھا میں نے زور کرنا شروع کیا اور اسے سنبھلنے کا موقع دیے بغیر پے در پے حملے کرنے شروع کر دیئے۔ میں اتنی پھرتی اور اتنی مستعدی سے اس پر وار کر رہا تھا کہ وہ بوکھلا گیا اور ایک جگہ لڑھک کر گر گیا۔ یہی موقع تھا جب میں پورے طور پر اس دیو پر غالب آ گیا۔ کاہن نے مجھے اس سے علیحدہ کیا۔ مجمع میں پھر نقارے بجنے لگے اور نعرہ ہائے داد و تحسین بلند ہوئے۔

کاہن نے میری مالا اور جارا کا کی کھوپڑی واپس کر دی۔ پھر مجھے اس کے روبرو لے جایا گیا۔ اس نے چمکیلی آنکھوں سے میرے سراپا کا جائزہ لیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ چھا گئی۔ اس نے ایک ادائے دلبرانہ سے مجھے دیکھا۔ میں نے جھک کر اس کے قدموں کا بوسہ لے لیا اور اس کے صاف و شفاف پیر اپنی پلکوں سے لگا لیے۔ اس نے مجھے ایک سنہری مالا بطور تحفہ دی۔ میں نے آنکھوں آنکھوں میں اپنی تشنگی کی کئی داستانیں اسے سنا دیں۔ اس نے لوکاسا کو اشارہ کیا۔ لوکاسا نے اپنے گھٹنے زمین پر ٹیک دیئے۔ ''جابر بن یوسف الباقر کو قصر میں پیش کیا جائے۔''

''مقدس لوریما کے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔'' لوکاسا نے کہا۔

کاہن نے مجھے اس کے سامنے سے ہٹا دیا۔ لوکاسا کے چہرے پر خشونت کا اظہار چھپ نہ سکا۔ اس مقابلے کے بعد جانوروں پر قابو پانے کے مقابلے میں پیش ہوئے۔ یہ ایک دل ہلا دینے والا منظر تھا۔ چند آدمی درندوں کے سامنے چھوڑ دیئے جاتے تھے اور وہ انہیں سر کرنے کی کوشش میں ان کا لقمہ بن جاتے تھے۔ آدمیوں کا انتخاب کاہن کرتا۔ وحشی ہاتھی، چیتے، شیر اور گیدڑ۔ میدان میں پہلے گیدڑ چھوڑے گئے اور دس آدمیوں کی ٹولی کاہن نے پسند کر کے انہیں میدان میں چھوڑ دیا لیکن انہوں نے گیدڑوں پر قابو پا لیا۔ پھر ایک مست ہاتھی، پھر ایک چیتا۔ الامان والحفیظ۔ ان لرزہ خیز مقابلوں کی روداد بیان کرنے کا یارا نہیں۔ ہاتھی نے یکے بعد دیگرے کئی آدمیوں کو کچل دیا۔ پھر بھی وہ اس پر قابو نہ پا سکے۔ میدان میں خون ہی خون بکھرا پڑا تھا۔ چیتے کے ساتھ بھی یہی وحشت انگیز خونیں تماشا کیا گیا۔ مجھے خوف تھا کہ کہیں لوکاسا مجھے منتخب نہ کر لے۔ میں درندوں پر حاوی تھا لیکن یہاں میرا کون سا جادو چلتا۔ آخر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ کاہن نے لوکاسا کے اشارے پر میرے سینے پر انگلی رکھ دی اور ناچار مجھے پندرہ آدمیوں کی ٹولی کے ساتھ ایک کھلے ہوئے چیتے کے سامنے جانا پڑا۔ ان سب کے چہرے سفید ہو گئے تھے۔ کاہن نے دوبارہ جارا کا کی کھوپڑی اور مالا میری گردن سے اتار لی تھی میں نے ان سب کو منظم کیا اور کہا کہ وہ ایک ساتھ مقابلہ کریں۔ ہم ایک ساتھ آگے بڑھے۔ مگر چیتے نے ایک دم جست لگائی اور ہمیں زخمی کرتا ہوا دوسری طرف پھلانگ گیا۔ میں نے انہیں پھر حوصلہ دلانے کی کوشش کی اور کہا کہ وہ اس بار چیتے کو ٹانگوں اور دُم سے پکڑنے کی کوشش کریں۔ جب وہ دندناتا ہوا

ہمارے غول کی طرف بڑھا تو وہ اس کی ٹانگیں اور دُم کا پھندنا پکڑنے میں کامیاب ہوگئے۔ لیکن چیتے کی خوفناک غراہٹ سے دہشت زدہ ہو گئے وہ ان کے ہاتھوں سے پھر نکل گیا۔ اس کے پنجوں سے دو آدمی نیم جاں ہو کر زمین پر لوٹنے لگے۔ اب چیتے کا غضب بڑھ گیا تھا اور اس کی آنکھوں میں قہر امنڈ آیا تھا یہ ایک بہت خطرناک کھیل تھا۔ میں نے ان کا عزم جوان کرنے کی کوشش کی۔ چیتا اس بار پھر ہمارے ہاتھوں میں آگیا اور دو چار کو زخمی کر کے دوبارہ گرفت سے آزاد ہو گیا۔ اس خونیں کھیل میں رفتہ رفتہ 9 آدمی ڈھیر ہو گئے۔ چیتا کسی کے قابو میں نہیں آتا تھا۔ سارے ہجوم پر ایک گہری خاموشی طاری تھی اور پھر وہ وقت آگیا جب ہماری تعداد صرف تین رہ گئی۔ جو شخص میدان سے فرار ہونے کی کوشش کرتا۔ لوکا سا کے محافظ اسے اندر دھکیل دیتے اور وہ لرزتا ہوا ہمارے ساتھ شامل ہو جاتا۔ جب تین آدمی رہ گئے تو مجھے تشویش سی ہونے لگی۔ میری تمام ہدایات ضائع گئی تھیں۔ اس لیے باقی افراد میری باتوں پر کوئی توجہ نہیں دے رہے تھے۔ ایسے عالم میں مجھے کاہن اعظم سمورال یاد آیا۔ سرنگا کو میں نے پکارا اور جب ان میں سے کوئی میری مدد کو نہیں آیا تو میں نے کاہو کو آواز دی۔ کاہو کو آواز دیتے ہی میرے بدن میں نہ جانے کہاں سے اتنی طاقت آگئی کہ میں نے بڑی آسانی سے چیتے کی ایک بھرپور جست پر اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے کچھ نظر نہ آرہا ہو۔ میں نے اسے دبوچ لیا تھا اور میرے دو ساتھیوں نے فوراً اس کی ٹانگیں مروڑنی شروع کر دی تھیں۔ چیتے کو زیر دیکھ کر دوسرے زخمی بھی کراہ کراہ اٹھ آئے اور ہم سب اس پر پے در پے ٹوٹ پڑے۔ ہماری لاتوں، گھونسوں اور پے در پے حملوں سے چیتا بے ہوش ہو گیا۔ یہ معرکہ اتنا سخت تھا، اتنا سنسنی خیز تھا کہ میں اب بھی یاد کرتا ہوں تو میرا رواں رواں کانپنے لگتا ہے۔ مجھے دوبارہ لوریما کے سامنے پیش کیا گیا اور اس نے ایک بھرپور نظر ڈال کر مجھے دیکھا۔ میں وہ نظریں پہچانتا تھا۔ حالانکہ اس مقابلے میں مجھے لوریما کی طرف سے ایک اور مالا پیش کی گئی لیکن میرا تحفہ تو اس کی وہ مسکراہٹ تھی جس کا کوئی مول نہیں۔

سورج غروب ہونے لگا اور جزیرہ باگمان کی طویل ترین رات کا آغاز ہو گیا۔ ساری بستی اندھیروں میں ڈوب گئی۔ میں بستی کے لوگوں کے جلو میں سرفراز نکری کے گھر جا رہا تھا۔ نکری بہت خوش نظر آرہی تھی۔ رات کو وہاں چراغاں تھا۔ عام دعوت میں آگ پر مسلم جانور بھونے جا رہے تھے اور شراب انڈیلی جا رہی تھی۔ لوگ بدمست تھے۔

دوسرے دن صبح۔ وہ صبح ہی ہوگی، جزیرہ باگمان میں زندگی اپنے معمول پر آگئی۔ میں نے اُٹھ کر ویران جھونپڑی کی طرف دیکھا۔ نکری اور اس کی بوڑھی ماں دونوں موجود نہیں تھیں، میں ہڑ بڑا کر کھڑا ہو گیا اور اپنے منہ پر پانی کا ایک چھپکا مار کر تیزی سے جھونپڑی سے باہر نکل گیا۔ ساری بستی سوئی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ میں نکری کی تلاش میں بستی سے آگے نکل گیا۔ میرے خدشات درست ثابت ہوئے بستی سے آگے ایک جگہ مشعل روشن تھی اور وہاں نکری اور اُس کی ماں کے سر لٹکے ہوئے تھے۔ مشعل کی روشنی میں ان کے خوں آلود چہرے بڑے بھیانک لگ رہے تھے، ان دونوں کے جسم زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ یہ خوف ناک منظر دیکھ کر صدمے سے میری حالت غیر ہوگئی۔ قتل و خون اذیت ناک سزاؤں اور درندگی کا یہ کھیل یہاں عام تھا لیکن ان دونوں کی گردنیں صرف میری وجہ سے تہہ تیغ ہوئی تھیں۔ انہوں نے مجھ سے اعانت کی بڑی شدید، بہت عبرت ناک سزا پائی تھی۔ میرے دل میں لوکا سا کے لئے نفرت اور غضب کا ایک طوفان اُٹھا۔ میری مٹھیاں بھنچ گئیں اور رگیں تن گئیں میں نے نکری کا سر اُتار کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور تلملا کر بستی سے آگے بڑھ گیا۔ میں کچھ ہی آگے گیا ہوں گا کہ لوکا سا کے محافظوں نے مجھے آلیا۔ کابالو بھی ان کے ساتھ تھا جو میری

کسی بات کا جواب نہیں دے رہا تھا۔ مجھے اندھیرے راستوں سے گزار کر ایک بڑے دروازے تک پہنچا دیا گیا۔ سارے پہرے دار باہر رہ گئے ہیں۔ اکیلا دروازے میں داخل ہوا۔ اندر روشنیاں ہی روشنیاں تھیں، وہ محل میری توقع اور تصور کے مطابق تھا۔ اس کی تعمیر بھی اقابلا کے قصر کی طرح ہوئی تھی اور وہ شان وشوکت کے اعتبار سے جزیرہ باگمان کی حسین وجمیل دیوی لوریما کے عین شایان شان تھا۔ میں تفصیلات سے گریز کر رہا ہوں، صرف اتنا فرق تھا کہ یہاں قصر اقابلا کی طرح سفید فام دوشیزاؤں کے بجائے سیاہ فام لڑکیوں نے میرا استقبال کیا۔ میں مختلف کمروں اور ایوانوں سے گزر کر ایک آراستہ شبستان میں پہنچ گیا۔ پورا ماحول گلاب کی خوشبو سے معطر تھا۔ شاید لوریما دیوی کو گلاب بہت پسند تھا۔ ایسی جاذب نظر دلکش سیاہ فام دوشیزائیں میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں، ان کے انتخاب میں بہت احتیاط برتی گئی تھی، وہ سب کی سب متوازن بدنوں کی تھیں، انہوں نے میرے گرد احاطہ کر لیا اور مجھے جلد ہی مقدس لوریما کی خدمت میں پہنچا دیا گیا۔ اس لوریما کے پاس جو جزیرہ باگمان میں سب سے محترم تھی اور لوریما دیوی کی جانشین کہی جاتی تھی۔ میں نے لوریما کو متاثر کرنے کے لئے رات بھر مختلف طریقے سوچے تھے۔ اس وقت حسن وشباب کی وہ دیوی میرے سامنے تھی۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں اتنی جلد اس کی بارگاہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ وہ ایک بڑے مجسمے کے نیچے تمام تر شکوہ اور رعنائی سے فروکش تھی۔ میں جاتے ہی اس کے سامنے جھک گیا۔ اس کے دل نواز ہونٹوں پر تبسم رقص کرتا نظر آیا۔ میری اس سے نگاہیں چار ہوئیں تو میں نے حسرت سے اس کی طرف دیکھا۔ ''مقدس لوریما نے مجھے شرف باریابی بخش کر ایک اجنبی کو نوازا ہے، اس کے لئے سارے احترام واجب ہیں۔ میں اپنی جان نذر کرتا ہوں۔'' میں نے شائستگی سے کہا۔

''آہا۔ تمہارے بارے میں سچ سنا گیا تھا۔'' اس کے ہونٹ پھول کی طرح کھلے۔ ''جابر بن یوسف! تمہاری شجاعت اور ذہانت نے لوریما کو بہت متاثر کیا۔''

''کون جانتا ہے مگر مقدس لوریما کے علم میں ہوگا۔'' میں نے بلیغ انداز میں کہا۔ ''کہ شجاعت کی تحریک کس کے قرب جمال سے پیدا ہوئی؟''

''اوہ۔ اوہ۔'' وہ مسکرائی۔ ''لطیف۔ خوبصورت۔''

وہ اقابلا نہیں تھی، اقابلا نے آج تک مجھے براہ راست مخاطب کرنے کی سعادت نہیں بخشی تھی، صرف اس کے مخاطب ہونے کی دیر تھی، پہلے میں سمجھ رہا تھا کہ اس کے ہاں بھی ترجمانی کے فرائض کوئی اور انجام دیتا ہوگا۔ چنانچہ مجھے اظہار میں خاصی دقت پیش آئے گی مگر اب میرا کام آسان ہو گیا تھا۔ میں نے شکوہ لفظی اور تاثر انگیزی میں اپنی ساری توانائی استعمال کی۔ جہاں حسن ہو جہاں آمادگی ہو، یوں کہیے کہ مناسب محل وقوع ہو اور پھر جہاں جابر بن یوسف ہو، وہاں کیا کیا کرشمے رونما ہوتے ہوں گے۔ لوکا سا کے مقابلے میں مجھے برتری کا ایک احساس تھا۔ برتری کا احساس کہ میں مہذب دنیا کا ایک فرد ہوں، میں نے اقابلا کا قرب حاصل کیا ہے' اشار جیسی نادر لڑکی میرے تصرف میں رہی ہے، میں نے کاہن اعظم کی لڑکی سمورال کو فتح کیا۔ توشا اور نیری کو اپنے قالب میں ڈھالا، ژولین مجھ سے متاثر ہوگئی اور فلورا جیسی لڑکی آخر مجھ پر ملتفت ہوگئی اور سریتا۔ نہیں نہیں، اس کے بارے میں تو عجب احساسات دل میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ سریتا۔ یہ کیسے موقع پر یاد آ گئی۔ نہ جانے وہ کیسی ہو؟ سرنگا پر کیا گزری ہو؟ مجھے شدت سے اپنا قبیلہ یاد آیا لیکن میں اس وقت مقدس لوریما کے سامنے تھا۔ میں نے شاعری شروع کر دی اور اس سے درخواست کی کہ وہ میری

رہبری کرے اور گاہے گاہے اپنے حسن جہاں تاب سے سیرابی کا موقع عطا کیا کرے، میں نے اظہار وابلاغ کا کوئی گوشہ نہیں چھوڑا چنانچہ مجھے لوریما کے نازک ہاتھوں کا بوسہ لینے کا اعزاز حاصل ہو گیا اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ میں اس کی مخصوص وابستگی کی حدود اور اپنے شوق کی لامحدود وسعت سے ایک کش مکش اُس کے دل میں پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں تو میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ ہم اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ میں نے بہر صورت ایک چنگاری روشن کر دی تھی، یہ چنگاری جو دل نشین پیرائیہ اظہار دلکش برتاؤ اور جرات وذہانت سے بھڑکتی ہے۔ میں دیوانہ وار اس کے ہاتھوں کے بوسے لے رہا تھا۔ اچانک ایک سیاہ فام دوشیزہ مؤدبانہ اندر داخل ہوئی اور اس نے ہمارے انہماک وارتکاز میں خلل ڈال دیا۔ اس نے لوکاسا کی آمد کا اعلان کیا۔ دیوی نے سر کی جنبش سے اپنی آمادگی کا اظہار کر دیا۔ اس اطلاع سے مجھے وحشت ہوئی لیکن میں اس کی اجازت کے بغیر اس کا ہاتھ نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ چند ثانیوں بعد لوکاسا اندر داخل ہو گیا۔ لوریما نے وقار وتمکنت سے اسے دیکھا، جیسے اُسے اس وقت اس کی آمد ناگوار گزری ہو اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور میں اس سے ہٹ کر کسی قدر دور کھڑا ہو گیا۔

''مقدس دیوی!'' لوکاسا کے لہجے میں تلخی چھپی ہوئی تھی یا ممکن ہے کہ یہ صرف میرا گمان ہو، اس نے کہا۔ ''اس نوجوان جابر بن یوسف الباقر کو مقدس اقابلا نے بھیجا ہے۔''

''مجھے معلوم ہے۔'' لوریما نے بے نیازی سے کہا۔

''مقدس دیوی کے علم میں یہ بات بھی ہوگی کہ یہ نوجوان تاریک براعظم میں اجنبی ہے اور دوسری دنیا سے آیا ہے۔ اور اجنبی ہمارے لئے ہمیشہ نحس ثابت ہوتے ہیں۔'' لوکاسا نے نرمی سے کہا۔

''میں اب اجنبی نہیں ہوں۔'' میں نے درمیان میں دخل دیا۔

''میں اس حقیقت سے واقف ہوں لیکن وہ ہم سب سے افضل ہے وہ جانتی ہے کہ کون شخص نحس ہے، کون سعد۔'' لوریما نے وقار سے کہا۔

''وہ محترم ہے۔'' لوکاسا نے سنبھل کر کہا۔ ''تیری بارگاہ میں اس وقت میری حاضری کا مقصد یہی نوجوان ہے۔ اس نے اپنی ابتدائی تربیت مکمل کر لی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب اسے زارشی کی پہاڑیوں پر ریاضت کے لئے بھیج دیا جائے۔'' لوکاسا نے ادب سے کہا۔

''زارشی!'' لوریما نے زیر لب دہرایا اور کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''لوریما کی خواہش ہے کہ یہ شخص مقدس اقابلا کی خدمت میں کامیاب واپس جائے۔''

''یہ سب اس کی مشقت وریاضت پر منحصر ہے۔'' لوکاسا نے جواب دیا۔

''جابر بن یوسف!'' لوریما نے مجھے کنکھیوں سے دیکھا۔ ''اگر تم کامیاب وکامران واپس آئے تو لوریما کو خوشی ہوگی۔''

''مجھے یقین ہے، دیوتا میرے ساتھ رہیں گے۔ میرے دل میں نیکی اور جستجو ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں جلد ہی مقدس لوریما کی قدم بوسی کا شرف حاصل کروں گا۔ میں اس کے جلوے سے سرفراز ہوں گا۔'' میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

لوکاسا کی آمد کے بعد ماحول کا رنگ بدل گیا تھا۔ میری حیثیت ایک غلام کی سی ہو گئی تھی اور مجھے اُلجھن محسوس ہو رہی تھی۔ میں لوریما سے

اور گفتگو کرنا چاہتا تھا لیکن لوکا سا شاید لوریما کے پاس زیادہ دیر میرا قیام پسند نہیں کرتا ہوگا۔ اسی لیے وہ پیچھے پیچھے چلا آیا تھا۔ نکری اور اس کی ماں کی ہلاکت کے بعد مجھے اس سے نفرت ہوگئی تھی۔ اس نے یہاں میری شگفتگی دیکھ لی تھی، لوریما کا اشارہ پا کر مجھے باہر جانے کا حکم دیا گیا۔ دو سیاہ فام کنیزیں مجھے لے کر باہر آگئیں، لوکا سا وہیں ٹھہر گیا۔ کمرہ خاص سے باہر آ کر میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا۔ یہ کس قدر اذیت کی بات تھی کہ دروازہ بند ہو چکا تھا۔ میرے تصور میں لوریما کا خوبصورت چہرہ گھوم گیا...... بستی میں جانے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ میں سوچ رہا تھا۔ یقیناً یہ فیصلہ عجلت میں کیا گیا ہے، زارشی کی پہاڑیوں پر بھیجنے کا فیصلہ لوکا سا نے کہیں کسی خاص مصلحت سے تو نہیں کیا ہے؟ بہر حال میں ایک غلام تھا۔ اس کی اطاعت میں نجات تھی، میں جنگل میں ایک درخت کے کنارے ٹک گیا اور مجھے نیند آگئی۔

☆==========☆==========☆

اور اس کے بعد میری زندگی کے سب سے بھیانک دور کا آغاز ہوگیا۔ انہوں نے دوبارہ مجھے بینائی سے محروم کر کے طویل مسافت کے بعد کسی لاش کی طرح ایک پہاڑی پر ڈال دیا۔ کوئی بیس روز کی مسافت کے بعد میں نے خود کو تپتے سورج کی روشنی میں تاحد نظر لق ودق، بے آب وگیاہ پہاڑیوں پر پایا۔ دُور دُور تک آدمی کا نشان نہیں تھا۔ دُور دور تک کوئی درخت نظر نہیں آتا تھا۔ شدید دھوپ، تیز گرم ہوا اور وحشت ناک تنہائی تھی۔ پہلی ہی ساعت میں مجھے اندازہ ہوگیا کہ یہاں زندگی کی گاڑی کھینچنا ناممکن ہے، بھورے رنگ کی ان چٹانوں میں قبرستان کا سا سکوت طاری تھا۔ وہاں کوئی سایہ نہیں تھا۔ صرف چٹانوں کا سایہ تھا۔ قدرت نے ان چٹانوں کو ہر قسم کی نعمت سے محروم کر دیا تھا۔ ایک نظر ارد گرد دوڑانے کے بعد ہی کوئی شخص حوصلہ ہار بیٹھے۔ یہ ریاضت کی کون سی جگہ تھی اور یہاں مجھے کس نوع کی ریاضت کرنی چاہئے تھی، میں حیران و پریشان تھا۔ مجھے یاد آیا کہ زارشی کا نام سن کر لوریما کے چہرے پر تکدر کے آثار نظر آئے تھے۔ یہ آزمائش گاہ بہت سخت ہوگی مگر اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں ہوگا کہ مجھے آسانی سے ہلاک کرنے کے لئے یہاں ڈال دیا جائے اگر مجھے ختم کرنا ان کا مقصد ہوتا تو وہاں انہیں کس نے روکا تھا۔ میں نے اپنے ذہن کو ہر طرح سمجھایا اور وہاں کے محل وقوع کا جائزہ لینے کے لئے ایک سمت چلنا شروع کر دیا۔ میں چلتا رہا۔ چلتا رہا۔ یہاں ایک ہی بات مجھے اچھی لگی کہ وہ ہول ناک اندھیرا ختم ہوگیا تھا جس کی لپیٹ میں جزیرہ باگمان ہمیشہ رہتا تھا۔ یہاں دھوپ تھی، روشنی تھی، آگے بڑھنے کے ساتھ گرمی کی شدت کی وجہ سے مجھے پیاس لگنے لگی، اب میرا مقصد صرف پانی کی تلاش تھا۔ میں چٹانوں چٹانوں چلتا رہتا تا ایں کہ شام ہوگئی اور حلق میں کانٹے پڑنے لگے۔ پیاس کی شدت نے زیادہ ستایا تو مجھ سے آگے نہ چلا گیا۔ ایک چٹان پر بیٹھ کر میں نے نئے سرے سے حالات پر غور کرنا شروع کر دیا۔ یہاں پانی بھی ہونا چاہئے اور انسان بھی، میں اس نتیجے پر پہنچا کہ ضبط نفس کا امتحان ہے، بے ہوشی اور ناتوانی سے پہلے مجھے اس کا کوئی حل ڈھونڈنا چاہئے آخر میں نے جارا کا کا کی کھوپڑی اپنے سامنے رکھی اور اشمار کے سکھائے ہوئے چند عمل پڑھ کر نتائج کا انتظار کرنے لگا۔ یکا یک مغرب کی سمت سے گرد و غبار اُٹھتا دکھائی دیا۔ میں نے اسے کوئی غیبی اشارہ سمجھ کر اس طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ گرد و غبار کے طوفان میں داخل ہو کر میرا سر چکرا گیا اور مجھے متلی ہونے لگی، میں جارا کا کا کی کھوپڑی ہاتھ میں پکڑ کر کسی اُمید میں آگے ہی بڑھتا رہا۔ میری اُمید بر آئی۔ وہ طوفان تھما تو نشیب کی طرف مجھے پتھر کے چند مکانات نظر آئے۔ میرا دل خوشی سے معمور ہوگیا اور میں نے گرتے پڑتے نشیب کی طرف اپنا وجود گرانا شروع کر دیا۔ یہی صورت وہاں تک جلد پہنچنے کی تھی، مکانات پر سکوت طاری تھا۔ قریب پہنچ کر وہاں سے مجھے انسانوں کی بھنبھناہٹ سی سنائی دی، اندر کئی آدمی تھے جو کورس کے انداز میں کوئی عمل پڑھ رہے تھے وہاں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ تین طرف دیواریں کھڑی تھیں اور ایک طرف سے کھلا حصہ تھا۔ میں بے تحاشا اندر داخل ہوگیا۔ وہ آگ کے گرد بیٹھے تھے۔

''صاحبو!'' میں نے فریاد کی۔ ''مجھے معاف کرو۔ میں تمہاری عبادت میں مخل ہو رہا ہوں، مجھے زندہ رکھنے کے لئے پانی دو۔''

انہوں نے حیران ہو کر مجھے دیکھا اور پھر وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ وہ سب کے سب برہنہ تھے اور بوڑھے تھے، ان کی کھالیں ان کے جسموں سے علیحدہ ہو کر لٹک رہی تھی، چہروں پر خاک ملی ہوئی تھی۔

''صاحبو! اے تاریک براعظم کے برگزیدہ لوگو۔ کیا تم بھی اتنے شقی ہو؟ میری بات سنو، مجھے پانی کی ضرورت ہے، میں مر رہا ہوں۔'' میں نے دوبارہ منت کی۔

اُن میں سے ایک شخص نے اپنے قریب رکھا ہوا برتن جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا اور اپنے ہاتھ جلنے کی بھی پروانہ کی، پھر اس نے پانی سے بھرا ہوا لبالب ہاتھ دراز کیا۔ میں اس کے قریب جانا چاہتا تھا لیکن اس کا ہاتھ دراز ہوتا گیا۔ تاہم میں نے پانی لے کر ان کی طرف بہ نظر استحسان دیکھا اور تمام تر عجلت کے سامنے اسے منہ سے لگا لیا۔ وہ صاف وشفاف خوشبودار اور سرد پانی تھا۔

"تمہارا شکریہ اے مقدس لوگو! جب تم اپنی عبادت سے فارغ ہو جاؤ تو میری طرف توجہ دے لینا۔ میں تمہاری دیوار کے سہارے یہاں لیٹا ہوں، میرے گلے میں جارا کا کی کھوپڑی ہے اور میں نے ہمیشہ نیکیوں کی طلب کی ہے میرا نامہ اعمال صاف ہے اور میں تمہاری مدد کا طالب ہوں۔"

وہ پھر اپنے عمل میں مصروف ہو گئے اور میں دیوار سے باہر چلا آیا اب مجھے کسی قدر سکون تھا کہ میں ایسی جگہ پہنچ گیا ہوں جہاں چند انسان موجود ہیں، ہر چند کہ وہ بوڑھے انسانوں میں شمار نہیں کیے جانے چاہئیں۔ رات ہو گئی اور وہ اپنی عبادت سے فارغ نہ ہوئے۔ میں نے پھر اندر جا کر دیکھا، وہ اسی طرف مصروف تھے جیسے میں نے پہلے انہیں دیکھا تھا۔ میں رات گئے تک ان کی فراغت کا انتظار کرتا رہا۔ انہیں چھیڑتے ہوئے جھجک ہوتی تھی، میں پھر دیوار کے سائے میں چلا گیا اور ان کی آواز پر کان لگائے رہا۔ خاصی رات گزر گئی اور مجھے بھوک نے پریشان کیا تو میں دوبارہ اندر گیا ان کے انہماک واستغراق میں سرمو کوئی فرق نہ آیا تھا۔ میں حیرت سے انہیں تکنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ میری موجودگی سے بے نیاز ہوں، میں نے پھر جرات کر کے کہا۔ "دیوتاؤں کے عظیم فرزندو! کیا مجھے ہم کلامی کا شرف نہیں بخشو گے، مجھے اس علاقے میں ریاضت کے لئے بھیجا گیا ہے مجھے مشورہ دو کہ میں اپنا کام شروع کر دوں۔"

انہوں نے حسب سابق ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور ان کی توجہ پھر آگ کی طرف مرکوز ہو گئی۔

"مجھے بھوک لگی ہے، اپنا مبارک ہاتھ دراز کرو اور اس نفس کے غلام کے جہنم کی آگ بجھانے کی کوئی سبیل کرو۔"

انہوں نے ایک اور برتن آگ میں ڈال دیا اور چشم زدن میں میرے لیے کھانا فراہم ہو گیا۔ میں اپنا کھانا اور پانی لے کر واپس آ گیا۔ وہ ایک لذیذ غذا تھی، میں اس کے مرکبات نہیں گنا سکتا۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کن اجزا کا مرکب تھی، صبح ہوئی، پھر شام ہوئی، پھر رات ہوئی، میں ان کے پاس جاتا اور کھانا طلب کرتا رہا لیکن وہ بوڑھے اپنی جگہ سے ایک انچ ہل کر نہیں دیے۔ یہاں تک کہ ایک ہفتہ گزر گیا۔ یہ مدت کم نہیں ہوتی۔ وہ میری خوشامد میری فریاد اور میری منتوں کے باوجود مجھ سے کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ مجھے میری خواہش پر کھانا اور پانی مل جاتا تھا اور بس، مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ کبھی نہیں اُٹھیں گے، یہ آگ روشن رہے گی۔ وہ اسی طرح عبادت میں مصروف رہیں گے اور میں یوں ہی بیٹھا رہوں گا۔ میں نے راستے کے نشانات متعین کر کے وہاں سے جانے کی ٹھانی۔ میں پتھروں کو ایک خاص ترتیب سے رکھتا ہوا آگے کی طرف بڑھتا رہا۔ کچھ کھانا میں نے بچا لیا تھا اور سیر ہو کر پانی پی لیا تھا۔ میں شام تک چلتا رہا۔ کھانا ختم ہو گیا اور پانی تو میرے پاس موجود ہی نہیں تھا میں اس سمت میں کئی میل سفر کر کے واپس آ گیا۔ دوسرے دن میں نے دوسری سمت پر اسی طرح سفر شروع کیا اور گھاٹیاں عبور کرتا ہوں دور تک چلا گیا۔ وہاں بھی مجھے زندگی کا کوئی نشان نہیں ملا۔ تیسرے دن میں نے جنوب کی سمت اختیار کی اور میری حیرت دو چند ہو گئی جب میں نے بہت دور جا کر چند آدمی اپنی طرف آتے دیکھے، اُن کے ہاتھ میں بڑے بڑے نیزے تھے اور جسموں پر بہت سے تھیلے لٹکے ہوئے تھے جیسے وہ دور دراز کے سفر کے بعد واپس آئے ہوں۔

ان کے جسم سیاہ اور چہرے گرد و غبار سے اَٹے ہوئے تھے میں نے انہیں دُور سے دیکھ کر ہاتھ ہلایا تا کہ وہ غلط فہمی کا شکار نہ ہوں، میرے جواب میں انہوں نے بھی ہاتھ ہلایا مگر نیزے تانے رکھے، جب ہم قریب پہنچ گئے تو میں نے گفتگو میں پہل کی۔ ''دوستو! خوش آمدید۔ اس ویرانے میں زندہ انسانوں کو دیکھ کر مجھے دلی مسرت حاصل ہوئی ہے۔''

''تم کون ہو؟'' ایک دراز قد شخص نے آگے بڑھ کے کہا۔

میں نے اپنا نام' اس علاقے میں آنے کا مقصد اور سب کچھ بے کم و کاست بیان کر دیا اور اس علاقے میں جو کچھ مجھ پر گزری تھی وہ بھی کسی جھجک کے بغیر بتا دیا۔ دراز قد شخص نے اپنی گردن کے ایک چمک دار پتھر پر راکھ ملی اور کچھ پڑھ کر اس میں دیکھنے لگا۔ چند لمحے وہ اس غیر دلچسپ حرکت میں مصروف رہا۔ پھر اس نے کہا۔ ''تو اس نے تمہیں یہاں بھیجنے میں عجلت کی۔ وہ ذلیل شخص، دیوتا اسے کبھی معاف نہیں کریں گے۔ اس نے جزیرہ باگمان پر ہر جگہ دُکھ بو دیئے ہیں۔''

''تمہاری مراد کس سے ہے؟'' میں نے معصومیت سے پوچھا۔

''جزیرہ باگمان پر ایک شیطان کی حکومت ہے، کیا لوکاسا کسی ابلیس سے کم ہے؟'' اس شخص نے غصے سے کہا۔

''تم کون لوگ ہو؟ کیا یہ بھی میرا کوئی امتحان ہے؟ مجھے اس کی ناراضی کی سزائیں معلوم ہیں، از راہ کرم مجھ سے اس کے بارے میں کچھ نہ پوچھو۔'' میں نے خوف زدگی کا احساس دلایا۔

''ہم اس کی دسترس سے دور ہیں، اسٹالا پہلے ہی اس کی سازشوں سے زارشی چلا آیا تھا، زارشی جو مصیبت زدوں کی پناہ گاہ ہے، اسٹالا دیوتاؤں کو راضی کرنے میں کامیاب ہو جائے گا اور اُس سازشی سے بھیانک انتقام لے گا۔'' اس نے گرج کر کہا۔

''اسٹالا؟'' میں نے حیرت سے کہا۔ ''میں نے یہ نام سنا ہے، سنا ہے وہ لوکاسا سے پہلے جزیرہ باگمان کا ناظم اعلیٰ تھا۔''

''میں اسٹالا ہوں۔'' اس نے دلیری سے کہا۔

''تم اسٹالا ہو؟ مقدس اقابلا مجھ پر رحم کرے، کیا یہ سچ ہے؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''تم جزیرہ توری کے سردار جابر بن یوسف؟ میں نے تمہارے بارے میں سنا تھا اگر لوکاسا سازش نہ کرتا تو تم میرے پاس آتے اور میں تمہیں بہت کچھ سکھاتا۔'' اس نے تاسف سے کہا۔

''کیا تم واقعی اسٹالا ہو؟'' میں نے تجسس سے پوچھا۔ ''مگر تم اس ویرانے میں کیا کر رہے ہو؟''

''میں دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے اپنی راتیں، اپنے دن قربان کر رہا ہوں، معتوب لوگوں کے لئے زارشی ہی ایک جگہ ہے۔''

''اقابلا تمہارا سہارا بنے۔'' میں نے جلدی سے کہا۔ ''اگر تمہارے ساتھ کوئی زیادتی ہوئی ہے تو تم نے دیوتاؤں سے مدد کیوں نہیں چاہی، کیا وہ نہیں دیکھ رہی ہے، اس کی آنکھیں بڑی اور اس کے کان لمبے ہیں۔''

''دیوتا۔ کاش وہ ہر معاملے میں دخل دیا کرتے، میرا اعتماد میری غلطی تھی۔ مقدس اقابلا کے لئے یہ انقلاب ایک تماشے کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں اندھا ہو گیا تھا میری آنکھیں عقب کی طرف نہیں دیکھ رہی تھیں اسی لئے اس نے مجھے وہاں سے علیحدہ ہو جانے اور یہاں ٹھوکریں کھانے پر

مجبور کر دیا ہے، میرے ساتھ میرے وفادار ساتھی بھی چلے آئے، وہ نہ طاقت میں مجھ سے زیادہ تھا نہ علم میں، لیکن اس نے مجھے اعتماد میں لے کر میرے نادر تحائف پر قبضہ کر لیا جو مجھے سخت ریاضت کے بعد دیوتاؤں کی طرف سے ملے تھے۔ پھر اس نے مجھے انہی کے ذریعے پریشان کیا۔ میں دیوتاؤں کے تحائف کی حفاظت نہ کر سکا اور مقدس لوریما اس کے قبضے میں چلی گئی۔"

"کاش میں تمہاری کوئی مدد کرتا۔ مجھے ایک لڑکی نکری کے ذریعے اشارتاً یہ اندازہ ہوا تھا کہ تم وہاں کے مقبول و محبوب ناظم اعلیٰ تھے۔" میں نے یہ یقین کر کے کہا کہ وہ واقعی اسٹالا ہے۔

"تم اپنی تربیت مکمل کر لو۔ ہم انہی ویرانوں میں تم سے ملتے رہیں گے۔ یہاں دیوتاؤں کے نائب ہوتے ہیں، یہاں کی ریاضت بڑی سخت ہے تم جس جگہ سے آ رہے ہو، ایسی بہت سی جگہیں اس علاقے میں ملیں گی، جاؤ ان کے پاس واپس چلے جاؤ اور ان کے اشاروں پر سر جھکانا سیکھو، ممکن ہے تمہاری تربیت ختم ہونے سے پہلے ہی میں جزیرہ باگمان واپس ہو جاؤں ورنہ تم مجھے یہیں ڈھونڈ لو گے۔ میرا کوئی ایک ٹھکانا نہیں ہے میں ان سب کے پاس جا رہا ہوں اور نہ جانے یہ سفر کب ختم ہو۔"

"مگر وہ مجھ سے بات نہیں کرتے۔ وہ شب و روز اپنے عمل میں مصروف رہتے ہیں، میں ان سے جو چیز طلب کرتا ہوں، مجھے مل جاتی ہے، چاروناچار تین دن سے تین سمتوں کی طرف گھوم رہا ہوں، میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔" میں نے بیزاری سے کہا۔

"تم ان کے ساتھ عمل میں شامل ہو جاؤ اور اسی طرح ریاضت کی عادت ڈالو۔ یہ ایک سخت کام ہے لیکن اس نے تمہیں اسی مقصد سے یہاں بھیجا ہے، یوں تم ایک خوش نصیب شخص ہو۔"

"میری ریاضت کی یہ مدت کب ختم ہو گی؟" میں نے بے تابی سے پوچھا۔

"کسے پتہ ہے۔ بس تم جاؤ اور دیوتاؤں کے ان مقربین کی خدمت کے لئے وقف ہو جاؤ۔"

میں اسٹالا اور اس کے ساتھیوں سے کچھ اور پوچھنا چاہتا تھا لیکن وہ اتنی باتیں کر کے آگے بڑھ گئے اور میں اس دیوقامت، عجیب شخص کے بارے میں عجیب خیالات لیے ہوئے واپس چلا آیا۔ میری منزل پھر وہی پُراسرار مکان اور اس کے مکین تھے جو نہ جانے کب سے آگ کے گرد بیٹھے دیوتاؤں کو خوش کر رہے تھے، دور سے وہ مکان دیکھ کر اس شدید گرمی میں سردی سی محسوس ہونے لگی۔ میں نے سوچا جابر بن یوسف! تمہاری ایک زندگی اُسی وقت ختم ہو گئی تھی، جب تم بیروت سے روانہ ہوئے تھے یہ تمہاری دوسری زندگی ہے جو تمہارے بس میں نہیں ہے، خود کو حالات کے سپرد کرو اور سوچنا چھوڑو، وہ شخص مر چکا ہے جو بیروت میں تھا۔ جابر بن یوسف تو ایک اور شخص ہے میں نے دیوتاؤں کا خاص جام نوش کیا ہے یہ سوچ کر میری آنکھیں سرخ ہو گئیں، اسٹالا کو اِن ویرانوں میں عبرت ناک حالت میں دیکھ کر کچھ اور اداسی طاری ہوئی مجھے خیال آیا کہ وہ کبھی واپس نہ جا سکے گا کیونکہ لوکاسا بہت مضبوط اور چالاک ہے۔ پھر میرے دل میں کہیں سے یہ مذموم خیال آیا۔ "اگر میں اسٹالا کی گردن لوکاسا کی خدمت میں پیش کروں۔ تو......" بوڑھوں کی اقامت گاہ قریب آ گئی تھی۔ میں تیزی سے مکان میں داخل ہو گیا۔ آگ روشن تھی اور وہ بوڑھے گدھ حلقہ بنائے اسی طرح بیٹھے تھے جس طرح میں انہیں چھوڑ گیا تھا۔

☆==========☆==========☆

میں ایک دیوار کے سہارے اُن کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی۔ زارشی کے صحراؤں کے وہ برگزیدہ بوڑھے حسبِ معمول گردوپیش سے بے نیاز ہوکر رقص کرتے ہوئے شعلوں کے سامنے اپنی عبادت و ریاضت میں مصروف تھے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ ان کی عبادت کب ختم ہوگی۔ یہ آگ کب تک روشن رہے گی؟ اس بے آب و گیاہ سرزمین میں کوئی کسی کا پُرسانِ حال نہ تھا۔ اس زمین پر انسانوں کی پیداوار نہیں ہوتی تھی۔ جزیرہ باگمان کا سابق ناظمِ اعلیٰ اسٹالا اور اس کے جاں نثار یہاں کی تپتی جھلستی دھوپ میں دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کی جستجو میں بھٹک رہے تھے۔ تاحدِ نظر نامہربان زمین تھی۔ ریت ہی ریت، دھول ہی دھول، اونچے نیچے ٹیلے۔ نہ کوئی منزل نہ منزل کا نشان۔ میں دیر تک بوڑھوں کی لرزہ خیز ریاضت دیکھتا رہا۔ ان کے قریب جا کر اور اس مکان کی ہیبت دیکھ کر مجھے اپنی ٹانگوں میں لرزش سی محسوس ہونے لگی۔ کیا مجھے ان میں شامل ہوجانا چاہئے؟ میں کوئی فیصلہ نہ کرسکا۔ میں نے ایک بار پھر انہیں اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا اور باآوازِ بلند کہا۔ ''میں پھر تمہارے مقدس مسکن میں آگیا ہوں، اے نیک باطن لوگو! کچھ میری طرف توجہ کرو! مجھ خستہ حال کو تمہاری رہنمائی کی ضرورت ہے۔ مجھے آگے کا راستہ نظر نہیں آتا۔ یا پھر مجھے اجازت دو کہ میں بھی تمہارے ساتھ اس مقدس آگ کے گرد ریاضت کرنے کی سعادت حاصل کرسکوں؟''

شاید اُن تک میری آواز نہیں گئی۔ اُن کے جمود میں کوئی فرق نہیں آیا۔ میں نے دوبارہ ان سے فریاد کی لیکن ان کے جسموں میں کوئی ارتعاش پیدا نہیں ہوا۔ پھر میں نے عاجزی سے کہا۔

''اے مقدس نفس کشو! دوسرے کے نفس کا خیال تو کرو۔ اس نیکی سے تمہارے حساب میں اور اضافہ ہوگا۔''

میرے خیال تھا کہ میں اپنی چیخ، پکار اور داد و فریاد سے انہیں اپنی طرف متوجہ کرسکوں گا۔ میری بات پر اُن میں سے ایک بوڑھے نے حسبِ سابق آگ میں ہاتھ ڈال دیا۔ میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اس کا ہاتھ آگ سے نکل کر مجھ تک دراز ہوا اور زمین پر خوانِ نعمت اور آبِ شیریں رکھ کر مختصر ہوتا گیا۔ انہوں نے میری کیا خوب دادرسی کی تھی۔ انہوں نے اپنے در پر بھونکنے والے کتے کو راتب فراہم کردیا تھا۔ میں کھانا چھوڑ کر دیوار کی پشت پر چلا آیا۔ دیوار کے سائے میں کچی زمین پر سر کے نیچے پتھر رکھ کر میں نے خود کو گرادیا۔ اس تنہائی اور بے یقینی کے عالم میں میرے دل میں کئی طوفان آئے اور گزر گئے۔

اُدھر اندر ایک ابدی آگ روشن تھی۔ اِدھر میرے دل میں چنگاریاں سلگ رہی تھیں۔ میرے انتشار نے مجھے کئی راستے دکھائے۔ میں کہیں اور جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا کیونکہ ان شفیق بوڑھوں کی موجودگی میں زندہ رہنے کی کوئی صورت تو نظر آتی تھی۔ اسٹالا کی ہدایت کے مطابق ان میں شامل ہوجانے میں ایک خوف مانع تھا۔ ان کی ناراضی سے بچنے کے لئے اجازت لینی ضروری معلوم ہوئی تھی۔ مجھے ان کی بزرگی اور سریت کا اندازہ تھا، مگر انہوں نے میرا کوئی استفسار درخورِ اعتنا نہیں سمجھا۔ وہ اپنے کام میں مشغول رہے۔ اپنے ذہن میں ابھرتے ہوئے بہت سے جوابوں کی نفی کرکے مجھے حاصل میں ایک ہی جواب ملا کہ مجھے ان کے قریب جانا چاہئے اور خطرہ و اندیشہ کا یہ وتیرہ چھوڑنا چاہئے، اگر وہ اسے ناپسند کریں گے تو جھڑک دیں گے۔ اگر وہ کوئی مزاحمت نہ کریں گے تو میں اس ابدی آگ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہوجاؤں گا۔ پھر پتہ نہیں کیا ہو؟ ممکن ہے میں کوئی...... لیکن میں نے مستقبل کی خوش فہمیاں پاس نہ پھٹکنے دیں اور خود کو اس آگ کے سپرد کرنے کے لیے تیار ہوگیا۔

جب میں دوبارہ اندر داخل ہوا تو مجھے کنارے پر وہ غذا نظر آئی جو انہوں نے تھوڑی دیر پہلے مجھے عطا کی تھی۔ خیال آیا کہ بہتر ہے آگے بڑھنے سے پہلے، یہ غذا جزو بدن بنائی جائے۔ اگر وہ ناراض ہو گئے تو میں اس سے بھی محروم ہو جاؤں گا۔ میری حریصانہ نظریں پتھر کے اس برتن پر پڑیں جس میں لذت بخش غذا موجود تھی۔ ساتھ ہی پانی کا ایک قدح بھی۔ اس ریگ زار میں پانی دیکھ کر آنکھوں میں تراوٹ آجاتی تھی۔ میں نے اسے اُٹھا کر اپنا حلق تر کرنا چاہا، دفعتہً مجھے احساس ہوا، یہ کم ہمتی اور نرم دلی کی بات ہے۔ جھنجلاہٹ اور غصے میں میں نے اسے زمین پر پھینک دیا۔ پانی فوراً پیاسی زمین میں جذب ہو گیا۔ پھر میں نے غذا کے برتن کو ٹھوکر مار کر الٹ دیا اور مڑ کر ان بوڑھوں کی طرف دیکھا۔ وہ میرے ہر ہیجان اور ہذیان سے بے نیاز تھے اور زیرِ لب کوئی عمل پڑھنے میں ہمہ انہماک مستغرق تھے۔ ان کی ملی جلی آوازوں کا شور سن کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کہیں دُور پہاڑ کی چوٹی سے آبشار گر رہا ہے۔ ان کے چہروں اور جسموں کی لٹکی ہوئی کھالوں میں اسرار پنہاں تھے۔ میں نے جارا کا کی کھوپڑی اور کاہن اعظم سمورال کی دی ہوئی مالا چومی اور اشمار کا سکھایا ہوا ایک ورد پڑھ کر پورے جوش سے آگے بڑھا۔ وہ لوگ آگ کے گرد بہت کم درمیانی فاصلے سے فیصلے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں اُن کے درمیان کسی طرح نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ جب میں حلقے کے نزدیک پہنچا تو میں نے ایک بار پھر انہیں مخاطب کیا۔ ”تاریک براعظم کے عظیم اور مقدس بزرگو دیوتاؤں کے لئے میری بات سنو، میں تمہارے حلقہ ارادت میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ اب جو بھی ہو، مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ وہ دیکھ رہی ہے کہ یہ سب میں کس کے لیے کر رہا ہوں، وہ اتنی ہی حسین اور عظیم ہے کہ اس کے ارادت مند بے خوف و خطر آگ میں کود پڑیں۔“

میں ان کے استغراق میں کوئی خلل نہ ڈال سکا۔ انہوں نے میری پیش قدمی پر کوئی مزاحمت بھی نہیں کی۔ میں حلقے کے قریب بیٹھ کر غور سے ان کی زبان سے نکلنے والے الفاظ ذہن نشین کرنے لگا۔ وہ زبان میری سمجھ سے بالا تھی اور چونکہ وہ یک زبان ہو کر اپنا عمل دہرا رہے تھے اس لیے مجھے اور دشواری ہو رہی تھی۔ اپنی سماعت اور ذہن کی تمام صلاحیتیں میں نے ان کے الفاظ سمجھنے پر مرکوز کر دیں۔ وہ ایک طویل عمل تھا۔ ان کی آوازیں اس قدر گتھی ہوئی اور گندھی ہوئی تھیں کہ کئی ساعتیں بیت گئیں، میں کچھ نہ سمجھا۔ اسی لیے میرے اور ان کے عمل میں ہم آہنگی پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ میرے خیالات بھی بہک بہک جاتے تھے۔ میں انہیں سمیٹتا تھا اور وہ بکھر جاتے تھے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو رہی تھی۔ اس وقت نہ جارا کا کی کھوپڑی کوئی مدد دے رہی تھی نہ اشمار کے سکھائے ہوئے چھوٹے موٹے عمل، نہ سمورال کی مالا۔ اس کشمکش میں لرزہ براندام کر دینے والی کئی کیفیتیں مجھ پر طاری ہوئیں اور میں نے تیزی سے ان کے الفاظ کی تکرار شروع کر دی۔ پھر میں نے انہیں علیحدہ علیحدہ حصوں میں تقسیم کر کے یکے بعد دیگرے ایک ایک حصہ ازبر کر لیا۔ اب ان کی بلاغت، ہم آہنگی صوتی نشیب و فراز ذہن میں منتقل کرنا رہ گیا تھا۔ دوسرا کام پہلے کام سے زیادہ مشکل نہیں تھا جب میں نے دوسری صبح تک اس پر بھی عبور حاصل کر لیا تو مجھ پر فتح مندی کا سا نشہ چھا گیا۔ میں ان کے حلقے کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا، ان کی بے خبری اور عدم مزاحمت سے میرا جنون کچھ اور سوا ہوا۔ میں نے حبشیوں کے مخصوص انداز میں ایک چیخ ماری۔ ایک فلک شگاف نعرہ۔

”مجھے جگہ دو اے شریف انسانو!“ میں نے عزم کے ساتھ کہا اور پہلی بار ان کے لب ساکت ہوئے۔ ان میں سب سے معمر شخص نے وظیفہ توڑ کر اپنے دوسرے ساتھیوں سے کچھ کہا جس پر انہوں نے اس کے ہاتھ چومے اور پھر اچانک کسی تاخیر کے بغیر وہ شخص اُٹھا۔ اس کی کھال بدن پر جھول رہی تھی۔ دوسرے بوڑھوں نے پھٹی پھٹی آوازوں میں ہذیان بکنا شروع کر دیا۔ ان کا سب سے معمر ساتھی دیکھتے ہی دیکھتے آگ میں کود گیا۔

آگ کے گرد بوڑھوں کا دائرہ ٹوٹ چکا تھا اور شاید وہ سب اپنے ساتھی کا جشنِ مرگ منا رہے تھے، وہ اپنے ہاتھ بار بار بلند کرتے تھے اور اپنے ماتھے چھو کر ہاتھ ٹانگوں تک لے آتے تھے۔ مجھے اپنی ناک بند کرنا پڑی، لاش کی چرائند سے دماغ ماؤف ہوا جاتا تھا۔ لاش لمحوں میں جل بُھن کر آگ میں شامل ہو گئی۔ اسی وقت ایک بوڑھے نے اپنی آگ اگلتی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھ کر اشارہ کیا۔ میں سمجھ گیا کہ اب حلقے میں بیٹھنے کے لئے میری جگہ خالی ہو چکی ہے۔ میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور انہوں نے کوئی دم لیے بغیر اپنا عمل جاری کر دیا۔ اس بار ان کی آوازوں میں میری آواز بھی شامل تھی۔ آگ کی تمازت اور حدت جلد ہی میری بینائی پر بوجھ بننے لگی۔ شروع شروع میں میری توجہ اس طرف مرکوز رہی لیکن یہ سلسلہ زیادہ دیر جاری نہ رہ سکا۔ بے شمار وسوسے یکسوئی میں حارج ہونے لگے۔ میں وہیں بیٹھے ہوئے کبھی جزیرہ باگمان پہنچ جاتا اور کبھی جزیرہ توری۔ لوریما، لوکاسا، کاہو اور اسٹالا، ان سب کی صورتیں اپنے پس منظر کے ساتھ پردہ ذہن پر نمودار ہوتیں اور مجھے کچھ کرنے پر اُکساتیں، میری آنکھیں بار بار کھلتی اور بند ہو جاتیں۔ زبان بار بار رکتی پھر ورد شروع کر دیتی۔ کچھ دیر پورے دھیان اور توجہ سے میں بوڑھوں کے ساتھ عمل پڑھتا، پھر لمحوں میں وحشتیں دوبارہ مجھ پر غالب آ جاتیں۔ میں خود سے سوال کرتا۔ ''جابر بن یوسف! تمہارے اندر حوصلہ نہیں ہے تو تم بھی آگ میں کود جاؤ۔ کسے معلوم ہے کہ یہ ریاضت کب ختم ہو اور کس نے وقت مقرر کر دیا ہے۔ تمہاری کھال بھی جھول جائے گی۔ یہ جنون نہیں تو اور کیا ہے۔ اس جنون سے بہتر موت ہے، اگر اس ریاضت کا کچھ مآل نہ نکلا تو تم نے اذیتوں میں وقت ضائع کر دیا۔ ہو سکتا ہے صدیاں بیت جائیں۔ تمہارے چہرے کے نقوش بھی آگ کی تپش سے تپ کر بھر بھرا جائیں۔ ممکن ہے کل تم بھی ان بوڑھوں کی طرح اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی سکت کھو بیٹھو۔''

لیکن یہ صرف منتشر اور پراگندہ خیالات تھے جن کی آمد پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جا سکتی تھی۔ آدمی کا سب سے بڑا دوست اور سب سے بڑا دشمن اس کا ذہن ہے۔ اس ضدی، خودسر، حساس، نازک مزاج اور خوف زدہ چیز کے بغیر آدمی درختوں کی طرح خوش رہتا اور پتھروں کی طرح مطمئن زندگی گزارتا۔ دل چاہتا تھا کہ وہاں سے اٹھوں اور دور بھاگ جاؤں۔ مگر بھاگ کر کہاں جاؤں گا۔ اس امتحان گاہ میں کامیابی سے پہلے چھٹکارا پانا محال تھا۔ سو میں نے خود کو بھلا دیا۔ ان سب کے چہرے بھلا دیے جو مجھ سے متعلق تھے۔ صرف ایک چہرہ یاد تھا۔ وہ غیرت ناہید چہرہ۔ میں نے خود کو زمان و مکاں کی فکر سے آزاد کر کے حالات کے سپرد کر دیا۔ اول اول کچھ پریشانی ہوئی۔ پھر میں پوری طرح ڈوب گیا اور مجھے شب و روز اور زمین کی گردش کا احساس نہ رہا۔ بھوک پیاس کی حس مٹ گئی کسے ہوش تھا کہ میں کتنی مدت تک جذب کی کیفیتوں سے دوچار رہا۔ کتنے ہفتے، کتنے مہینے، کتنے سال ان بزرگوں کی معیت میں اور اس آگ کے گرد میں نے گزارے؟ مجھے کچھ ہوش نہیں تھا۔ ہاں مجھے اس وقت کچھ احساس ہوا جب ایک دن میری طرح ایک شخص نے اس مکان میں داخل ہو کر ہم سے مدد طلب کی۔ اس کی پژمردہ آواز پر میرے ہاتھ خود بخود قریب رکھے ہوئے برتنوں پر گئے اور میں نے آگ میں انہیں ڈال دیا۔ لمحوں بعد مشینی انداز میں، میں نے آگ کے اندر ہاتھ ڈال کر وہ برتن نکالے۔ برتن غذا اور پانی سے بھرے ہوئے تھے۔ میں نے اس شخص کی طرف اپنا ہاتھ بلند کیا۔ میرا ہاتھ دراز ہوتا گیا اور تھکے ہوئے مسافر کو غذا پہنچا کر اپنی اصل حالت میں آ گیا۔ اس کے بعد وہ مسافر میرے قریب آ کر بیٹھ گیا اور بوڑھوں کے متحرک لب خاموش ہو گئے۔ ان کی بھنبھناہٹ رُک گئی۔ ان سب کی نظریں میرے چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔ جیسے میں اب بھی ان کے لئے اجنبی ہوں۔ وہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اُچھلنا شروع کر دیا۔ ماحول میں ایک بار

پھر زندگی کے آثار نمودار ہوئے۔ پھر ایک بوڑھے نے اپنے ہاتھ میں ایک شعلہ اٹھایا اور اسے میری ہتھیلی پر رکھ دیا۔ یہ دہکتا ہوا انگارا میری ہتھیلی پر آتے ہی آناً فاناً ایک چمکدار موتی کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ میں ریاضت میں اس وقفے کے متعلق کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ایک بوڑھا اپنی نیم جاں آواز میں پہلی بار مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''تم یہاں سے جاؤ۔ تمہارا کام پورا ہو گیا۔''

میں بے اختیار سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکا۔ ''مقدس بزرگ! میں اپنا کام پورا ہو جانے کے بعد بھی یہاں سے نہیں جانا چاہتا۔ یہاں بڑا سکون ہے۔ اس ریاضت کے بعد مجھے احساس ہوا ہے کہ ترک لذت اور ضبط نفس میں کیا لطف اور کیسا نشہ ہے۔ میرا ذہن تازہ اور میرے حواس اس تمام عرصے میں سکون سے رہے ہیں اور میں نے اس عالم میں ان گنت دنیاؤں کی سیر کی ہے۔ مجھے اپنے ساتھیوں میں شمار کرو۔ تمہیں دیوتاؤں کا واسطہ، مجھے اس سرفراز آگ میں جھونک دو مگر باہر مت بھیجو۔''

''نہیں نہیں۔'' اس نے پھٹی ہوئی آواز میں کہا۔ ''وہ آ گیا ہے۔ اب یہاں تمہاری کوئی ضرورت نہیں رہی۔ وہ ہمیشہ کے لئے آیا ہے۔ تم عارضی قیام کے لئے آئے تھے۔ تمہارے پاس شپالی ہے جو تمہاری کامیابی اور اقبال مندی کی ضمانت ہے۔ تم یہاں سے جاؤ اور اس بوڑھے کو یہاں بیٹھنے دو جس نے بقا کا فیصلہ کیا ہے۔''

میں نے اس معمر اجنبی کی طرف دیکھا جو شکل وصورت سے کوئی بہت برگزیدہ شخص معلوم ہو رہا تھا۔ وہ حسرت سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے اسے میرے اٹھنے کا انتظار ہو۔ بوڑھا صرف ایک بات کی تکرار کر رہا تھا کہ مجھے جلد از جلد یہ جگہ چھوڑ دینی چاہئے۔ اس سے پہلے کہ میں اس سے کوئی اور سوال کرتا اس نے اجنبی شخص کی طرف اشارہ کیا، وہ تیزی سے ان کے رقص میں شامل ہو گیا میں بھی اس بے ہنگم رقص میں ان کی تقلید کرنے لگا۔

اچانک وہ بیٹھ گئے اور میری جگہ پر تیزی سے اجنبی شخص نے قبضہ جما لیا۔ نہ جانے مجھے کیا ہو گیا تھا کہ اب میں زندہ لوگوں کی بستیوں کی طرف جانا نہیں چاہتا تھا۔ میں حیران پریشان اسے دیکھتا رہا۔ اب وہاں میرے بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔ انہوں نے اپنا صبر آزما عمل دوبارہ شروع کر دیا تھا۔ میں کچھ سمجھتے اور کچھ نہ سمجھتے ہوئے گومگو کے عالم میں حلقے سے باہر آ گیا۔ میں نے ایک بار پھر اپنے راستے' امتحان اور رہنمائی کے لئے چیخ چیخ کر کہا لیکن وہ میری کسی بات کا جواب نہ دے سکے اور مجھے گردن جھکائے مکان سے باہر واپس آنا پڑا۔ میرے ہاتھ میں وہ نادر ہیرا موجود تھا جسے بوڑھے نے شپالی کا نام دیا تھا۔ مکان کے احاطے سے نکل مجھے اندازہ ہوا کہ میں نے خاصا بڑا وقت ان لوگوں کے ساتھ گزار دیا ہے۔ میری داڑھی بے تحاشا بڑھی ہوئی تھی اور میرا جسم خاک اور دھول میں اٹا ہوا تھا۔ بالوں میں اتنی خشکی اور گرد جمی ہوئی تھی کہ مجھے اپنا سر ایک وزنی بوجھ کی طرح محسوس ہوتا تھا۔ میری کھال ان بوڑھوں کی طرح نہیں جھول رہی تھی لیکن اس میں کھردرا پن آ گیا تھا۔ مجھے اپنے اس حلیے سے وحشت سی ہونے لگی۔ اپنی رُوح اس بدنما جسم سے علیحدہ کرنے کی خواہش شدت سے میرے دل میں جاگزیں ہوئی لیکن اس تمام وحشت ناک حلیے کے باوجود ایک توانائی تھی جو مجھے اپنے اندر محسوس ہوتی تھی۔ میں انگڑائیاں لیتا ہوا ایک سمت چل پڑا۔ کچھ ہی دور گیا ہوں گا کہ شدید دھوپ نے میرا جسم جھلسانا شروع کر دیا۔ جو ایک عرصے تک آگ کے گرد بیٹھا رہا تھا۔ اس دھوپ سے بچنے کے لئے چار سو دوڑنے لگا۔ مگر وہاں کوئی سایہ نہیں تھا۔

یہ سب کیا ہوا؟ وہ تو بے ہوشی کا زمانہ تھا۔ میں کچھ عرصے کے لئے مر گیا تھا۔ دوبارہ زندہ ہوگیا۔ میں تندور میں سویا ہوا تھا۔ یہ کیسی مشقت تھی جس کی کمائی کا مجھے احساس تک نہیں؟ کیا اتنے دنوں کی بے ہوشی کا معاوضہ صرف ایک شعلۂ آتش تھا؟ کیا میں نے اپنی زندگی کے لمحات کم کر لیے؟ میں ان بوڑھوں کے متعلق سوچتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ ممکن ہے میرے نفس کی آزمائش کا دور ختم ہوگیا ہو اور حسین اقابلا کے ربط خاص کی وجہ سے مجھے اذیتوں کا احساس ہی نہ ہوا ہو۔ کاش میری ابتلا کا یہ زمانہ اب ختم ہو جائے۔ وہ میرا دل چیر کر دیکھ لے۔ اس میں صرف وہ موجود ہے۔ اُس کے سوا کوئی احساس نہیں ہے پھر یہ رسمی امتحان و ابتلا کیوں؟ وہ سب کچھ جانتی ہے تو اسے بار بار میرے باطن کا ثبوت کیوں مطلوب ہے؟ یہ کیسا مذاق ہے جس نے ایک سلجھے ہوئے شخص کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔

بے سمت، بے راہ گھومتے ہوئے مجھے تین دن ہوگئے بھوک کب تک نہ لگتی؟ اب میں عالم بیداری میں گرفتار تھا۔ شپالی ابھی تک میری مٹھی میں بند تھا۔ مجھے اس کی طاقتوں کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ جب میں تھک کر نڈھال ہوگیا تو میں نے اپنا پُر اسرار تحفہ آزمانے کی کوشش کی۔ سورال کی مالا جس سے روشنی کی کرنیں پھوٹنے لگتی تھیں، بوڑھوں کی خانقاہ میں ماند پڑ گئی تھی لیکن اب بوڑھوں کی اقامت گاہ بہت دور نکل گئی تھی۔ میں نے یہ اسلحہ آزمایا تو میری خواہش کے مطابق کاہن اعظم کے عطیے نے میری مدد کی۔ میں ایک سمت ہولیا۔ اسٹالا ابھی ان تین دنوں میں مجھے کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ مجھے گمان گزرا کہ کہیں معزول اسٹالا جزیرہ باگمان واپس نہ پہنچ چکا ہو۔ اگر یہ بات درست ثابت ہوئی تو جزیرہ باگمان سے میری واپسی جلد ممکن ہو سکے گی، بصورت دیگر بدقماش اور ظالم لوکا سا میری واپسی پر کسی خوشی کا اظہار نہیں کرے گا۔ میرے ذہن میں ایک بار یہ خیال بھی آیا تھا کہ اگر میں اسٹالا کو زیر کر کے اس کا سر لوکا سا کی خدمت میں پیش کروں تو اس کی مہربانیوں کے دروازے مجھ پر کھل جائیں گے لیکن یہ غیر شریفانہ بات ہوتی۔ جابر بن یوسف الباقر خود سے ایسے کردار کی توقع نہیں کر سکتا تھا۔ اسٹالا سے جزیرہ باگمان کے عوام بہت خوش معلوم ہوتے تھے۔ سب سے افسوس ناک اور تکلیف دہ بات یہ تھی کہ لوریما کے نازک اندام سراپا پر لوکا سا جیسے کریہہ شخص کا تصرف تھا۔ یہ امر مجھ جیسے شخص کے لئے سخت ناقابل برداشت تھا۔ طویل راستوں پر میں منصوبے بناتا اور انہیں رد کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ دل میں ایک کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ اس براعظم کے افسوں میں زندگی گزارنا ہی مقدر ہے تو پھر ایسی زندگی گزار دی جائے کہ یہاں کے لوگ یاد رکھیں، ایک شخص مہذب دنیا سے آیا تھا، اس کا نام جابر بن یوسف الباقر تھا۔ اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔ اس نے سب کچھ حاصل کیا اور ایک انقلاب برپا کر دیا۔

مگر یہ بعد کی باتیں تھیں، اس وقت پیٹ کی اشتہا مٹانے اور راستہ ڈھونڈنے کا مسئلہ تھا۔ میں ٹیلوں اور غاروں میں زندگی کے آثار تلاش کرتا ہوا چلتا ہی رہا۔ خاصی دور جانے کے بعد اچانک میری بائیں جانب گرد و غبار کا بڑا طوفان اُٹھنے لگا۔ یہ طوفان کسی ہنگامے کا پیش خیمہ تھا۔ اس سے پہلے بھی یہی ہوا تھا۔ میرا دل متزلزل ہونے لگا۔ یقیناً اسٹالا اس طوفان سے برآمد ہوگا۔ میں نے طوفان کی سمت بھاگنا شروع کر دیا۔ لمحوں کی دیر تھی کہ گرد و غبار کے اس انبوہ نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میرا دم گھٹنے لگا۔ مٹی کے ذرات آنکھوں اور نتھنوں میں گھس رہے تھے۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ دونوں ہتھیلیاں چہرے پر جما لیں۔ میری داڑھی دو طرف پھیل گئی تھی۔ ہوا کے جھکڑ اتنے شدید تھے کہ مجھے اپنے پیر جمانے مشکل ہوگئے۔ دو تین بار میں نے خود کو سنبھالا مگر پھر میرے قدم اکھڑ گئے۔ ہوا کے ایک زبردست ریلے نے پوری شد و مد سے آ کر مجھے زمین سے اٹھا لیا اور میں کسی

حقیر تنکے کی طرح ہوا کے اشاروں پر ناچنے لگا۔ سنگلاخ پہاڑیوں پر لڑھکنے سے مجھے جو اذیت ہوئی، اس سے میری چیخیں نکل گئیں کچھ لمحوں بعد طوفان کی شدت کم ہوئی تو میں نے خود کو نشیبی علاقے میں پڑا پایا جہاں دُور ایک جھونپڑی نظر آ رہی تھی اور فضا میں ایک ماتم سا برپا تھا۔ کسی عورت کے رونے کی آواز طوفان کی آواز سے مل کر دل دہلائے دیتی تھی۔ ہر سمت سے گریہ وزاری کی آواز اُبھر رہی تھی۔ کوئی بہت ہی دردناک انداز میں رو رہا تھا۔ اس طوفان اور ریگزار میں جھونپڑی دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں میں جلدی سے اُٹھا اور اسی جانب چل دیا۔ ایک ڈیڑھ فرلانگ آگے جانے کے بعد آہ وزاری کی سمت کا تعین کرنے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ میں کسی جھجک کے بغیر جھونپڑی میں داخل ہو گیا اور میرے قدم منجمد ہو گئے۔ جب میں نے وہاں ایک چڑیل کی سی شکل کی عورت دیکھی اور ایک شیر خوار بچہ اس کی آغوش میں پڑا دیکھا بچہ ماں سے بُری طرح چمٹا ہوا تھا۔ عورت ہڈیوں کا پنجر نظر آتی تھی۔ اس کے برعکس شیر خوار بچہ خاصا صحت مند اور خوب صورت نظر آتا تھا۔ اس چھوٹی سی جھونپڑی میں ان کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا۔ عورت کمر جھکائے بیٹھی بُری طرح بین کر رہی تھی۔ اس نے میری طرف جلتی ہوئی آنکھوں سے دیکھا۔ اس کی ہڈیوں میں پہلو بدلنے سے کڑکڑاہٹ کی آواز بلند ہو کر صحرا میں کہیں گم ہو گئی۔ اس کی نظریں اندر کی جانب دھنسی ہوئی تھیں لیکن ان میں پُراسرار چمک تھی۔ میں ان نظروں کی تاب نہ لا سکا۔ مجھے جھرجھری آ گئی۔ اسی لمحے عورت کی نحیف ونزار آواز اُبھری۔ اس نے روتے ہوئے کہا۔ ''اوہ۔ تو اُس نے مجھے معاف کر دیا۔ اجنبی مجھ پر رحم کرو۔ مجھے جلد از جلد اس عذاب سے نجات دلاؤ۔ کتنے سال گزر گئے۔ ڈیڑھ سو سال سے زیادہ۔ تم نے آنے میں بہت دیر کر دی۔ میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔''

''تم کون ہو؟'' میں نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''میں ایک گنہگار ہوں۔ مجھے معلوم تھا کہ ایک دن تم آؤ گے اور مجھے سزاؤں سے نجات دلاؤ گے۔ جلدی کرو اے مقدس شخص!'' اس نے چیختے ہوئے کہا۔ ''اب مزید برداشت محال ہے۔''

''تم کیا چاہتی ہو؟'' میں نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

''میں تم سے ظلم کی خواہش مند ہوں، اس ظلم میں میری عافیت ہے۔ یہ میرا گناہ ہے۔ تم اسے قتل کر کے اس کے خون کے چند قطرے میرے حلق میں ٹپکا دو۔ مجھے سکون آ جائے گا۔'' اس نے وحشت زدگی سے کہا۔ ''یہی دیوتا چاہتے ہیں۔''

''کیا یہ تمہارا بچہ ہے؟'' میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

''ہاں۔'' اس نے مختصر جواب دیا اور مجھ سے چیخ چیخ کر مطالبہ کرنے لگی کہ میں اس کے بچے کو قتل کر دوں۔ وہ دیوتاؤں کا واسطہ دے رہی تھی۔ اتنے چھوٹے سے بچے کو قتل کرنے کا تصور بھی میرے نزدیک گناہ تھا۔ میں اب ایک غیر مہذب دنیا کا باشندہ تھا لیکن اتنا شقی القلب نہیں تھا۔ میری ہچکچاہٹ اور تردد دیکھ کر وہ عورت پھر رونے لگی۔ جانے یہ کیا راز تھا۔ میرے لیے یہ لمحات بڑے جاں گسل تھے۔ عورت مسلسل بین کر رہی تھی۔ اگر یہ کوئی امتحان تھا تو یہ تمام امتحانوں سے سخت تھا۔ میری فہم وبصیرت سخت تردد سے دوچار تھی۔ میں اس معصوم بچے کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے کے لئے تیار نہیں تھا لیکن عورت جارا کا کا، مقدس اقابلا اور دیوتاؤں کا واسطہ دے رہی تھی۔

''تم مجھ سے کوئی اور مدد چاہو۔ میں ایک معصوم بچے کو قتل نہیں کرسکتا۔''میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''اقتدار کے لئے جبر اور ظلم کی خو لازم ہے اے نیک آدمی۔''عورت نے یہ فلسفیانہ نکتہ مجھے تعلیم کیا۔

''میں تم سے کوئی بحث کرنا نہیں چاہتا۔ چند باتوں کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔''میں نے تشویش سے کہا۔

''میں نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے تم تاخیر کر کے میرا عذاب سوا کر رہے ہو اور خود اپنے لیے کانٹے بو رہے ہو۔''عورت نے مکروہ آواز میں کہا۔''کیونکہ یہ کام تمہارے ہی لیے تفویض کیا گیا ہے۔''

''میرے لیے؟''میں نے حیران ہو کر کہا۔''میں تمہاری بات کا یقین کیسے کرلوں؟ ممکن ہے تم مجھے فریب دینا چاہتی ہو۔''

''تمہاری زارشی میں موجودگی اس بات کا ثبوت ہے کہ تم اپنی فہم و فراست سے کوئی فیصلہ کرنے پر قادر ہو۔''عورت نے ایک چبھتی ہوئی بات کہی۔

میں تذبذب سے دوچار ہوگیا اور مجھے اسے بلائے ناگہانی سے نمٹنے میں دیر ہوگئی۔ میں نے سوچا کا ہو کہ آواز دوں لیکن مجھے ناکامی ہوئی شاید دیوتاؤں نے میرا فیصلہ کسی رائے سے آلودہ نہ ہونے کے لئے پہلے ہی اس کا انتظام کر دیا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ عورت نے مجھے جارا کا اور مقدس اقابلا کے ناموں کا واسطہ دیا ہے۔ اب فیصلے میں کیا دیر ہے۔ یہ عورت اور یہ بچہ مر جائے گا تو کائنات کی حرکت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا۔ میرے تنفس کی رفتار تیز ہوگئی۔ یہ ایک اذیت ناک فیصلہ تھا۔ یہ صاف صاف قتل تھا۔ ہر چند کہ جزیرہ توری پر قدم رکھنے کے بعد انسانی جانوں کی ہلاکت میرے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ انسان وہاں بڑے ارزاں تھے۔ میں نے بلکتی اور تڑپتی ہوئی اس عورت سے کہا۔''اے اجل رسیدہ! اس ویرانے میں بے شک تیرے لیے موت بہتر ہے میں بھی تین دن سے بھوکا ہوں۔ تو اس ریگ زار میں نہ جانے کب سے زندگی بسر کر رہی ہے۔ میں تیری خواہش پوری کرنے پر آمادہ ہوں۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ مجھے اپنے اس اقدام کا انجام نہیں معلوم۔''

''تم میری ہلاکت میں کوئی تاخیر نہ کرو۔ مجھے تمہاری باتیں گراں گزر رہی ہیں۔ یہ بچہ موت کا منتظر ہے۔ آہ اس کے بعد میں اس جسم کی قید و بند سے آزاد ہو جاؤں گی۔''اس بار اس کے لہجے میں مسرت تھی۔

میرے سارے جسم پر لرزہ طاری تھا۔ میں نے ایک نوکیلا پتھر اُٹھایا اور تمام تر شقاوت اور درندگی کے ساتھ پتھر کی نوک بھرپور انداز میں بچے کے پیٹ میں بھونک دی۔ خون کی ایک لکیر کے ساتھ بچے کی کرب ناک چیخ اُبھری۔ میں نے لرزتے ہوئے قدموں کے ساتھ اس کے خون سے ایک چلو بھر کر عورت کے کھلے ہوئے منہ میں ٹپکا دیا۔ وہ بُری طرح تشنہ اور بے قرار نظر آ رہی تھی۔ اس کی بات درست ثابت ہوئی۔ خون کا قطرہ منہ میں پڑتے ہی اس کا بدن ڈھلک گیا۔ بچہ ایک ہی ضرب میں ہلکان ہوگیا تھا۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ زندگی کے لئے اس کی تڑپ زیادہ دیر جاری نہ رہ سکی۔ میں ان دونوں کو چھوڑ کر بہت عجلت کے ساتھ جھونپڑی سے باہر آ گیا۔

میری طبیعت مکدر ہو چکی تھی۔ اب بھوک بھی غائب ہو چکی تھی۔ ذہن منتشر تھا۔ اعصاب ٹوٹ رہے تھے۔ میں اسی عالم میں زمین پر گر گیا۔ پتھر اُٹھا کر اپنا کام تمام کرنا چاہا کہ اسی وقت ایک عجیب الخلقت شخص میری طرف بھاگتا ہوا آیا۔ اس کا سر بہت چھوٹا تھا اور ٹانگیں پتلی پتلی تھیں۔ چہرے پر صرف آنکھیں نظر آتی تھیں جسم پر کوئی بال نہیں تھا۔ اسے دیکھ کر میں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔

''آؤ آؤ مقدس بزرگ! سناؤ میرے لیے کیا حکم ہے؟ کیا تم بھی موت کے خواہاں ہو۔'' میں نے طنز کیا۔ ''میرے ہاتھ میں پتھر ہے۔''

''دیوتا تم سے خوش رہیں، جابر بن یوسف الباقر! تمہاری واپسی جلد ہو سکتی تھی لیکن تم ابھی تمام اعلیٰ صفات اپنے اندر پیدا نہیں کر پائے ہو۔'' اس نے سرد مہری سے کہا۔

میں نے اپنی زبان کو لگام دی اور اپنا لہجہ بدل کر حیرت زدہ انداز میں پوچھا۔ ''محترم شخص! میں نے جو کچھ کیا وہ میرے ارادوں کا تابع تھا۔ میں نے جو مناسب سمجھا وہی کیا۔''

''اسے وہ لوگ ناپسند ہیں جو اس کی طلب ترک کر کے آسمانوں کی طرف کوچ کر جاتے ہیں۔'' اس نے اپنے انداز میں تبدیلی پیدا نہیں کی۔

''مجھے بتایا جائے کہ مجھے اور کن مراحل سے گزرنا ہوگا؟ یہ زمین میرے لیے اجنبی ہے۔ کیا مجھے کوئی رعایت نہیں دی جا سکتی؟'' میں نے کسی قدر درشتی سے کہا۔

''کیا یہ رعایت کم ہے کہ تمہیں یہاں بھیجا گیا ہے۔ تمہیں خود کو اعلیٰ مناصب کا اہل ثابت کرنا ہوگا۔ تم نے دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کی ہے۔ تمہارے پاس درخشاں شپالی ہے۔ جاؤ اندر جا کر اس منحوس عورت کی ہڈیاں اپنے گلے میں ڈال لو اور اسے مایوس کرنے کی کوشش مت کرو جس نے تمہیں فضیلتیں بخشی ہیں۔'' اس شخص نے تلخی سے کہا۔

''فاصلہ روز بروز بڑھ رہا ہے۔ شاید وہ یہ بتانا چاہتی ہے کہ وہ کتنی عظیم ہے اور میں نے اس کی طلب کر کے کیسی نادانی کا ثبوت دیا ہے۔ روز اس کی عظمتیں مجھ پر منکشف ہو رہی ہیں اور میں اس سے دور ہو رہا ہوں۔ میں جس قدر اس کے قریب جاتا ہوں وہ مجھ سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ مجھے نہیں معلوم میں نے عمر کا کتنا حصہ بوڑھوں کی خانقاہ میں گزارا ہے۔ میری زندگی اسی تگ و دو میں گزر جائے گی میرا سب کچھ مجھ سے چھوٹ گیا۔ میں نے یہاں کے ماحول میں رچ بس جانے اور خود کو اس علاقے کا محبوب شخص بنانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے لیکن وقت تیزی سے گزر رہا ہے۔ موت ہر لمحے میرے تعاقب میں رہتی ہے۔ مجھے اس کی قربت کے دن اگر نصیب ہوئے تو بہت کم ہوں گے۔''

''جابر بن یوسف! آہ تمہیں ابھی تک اس کے جلال کا عرفان نہیں ہے۔'' اس نے افسردگی سے کہا۔ ''اس کے ہاتھ میں وقت کی تکیل ہے۔ وہ چاہے تو تمہیں مشروب حیات بخش سکتی ہے۔ وہ تمہاری روح پابند کر کے ایک دن اپنا غلام بنا سکتی ہے۔''

''بے شک میرے لیے اس کی قربت کے چند لمحے بھی بہت ہوں گے۔'' میں نے عالم شوق میں کہا۔ ''محترم بزرگ! تمہاری آمد مژدہ جاں فزا ہے۔ میں تمہارے سامنے شرمسار ہوں۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ میرے ذہن و دل پر گاہے گاہے میری گزشتہ زندگی کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ میں وہ باتیں کرنے لگتا ہوں جو کسی طور اس ماحول سے موزوں نہیں ہوتیں۔ میری فکر میرے گزشتہ دنوں کی سازش سے کبھی کبھی آلودہ ہو جاتی ہے۔ میں آئندہ محتاط رہنے کا عزم کرتا ہوں۔'' میں نے ندامت سے کہا۔

''جاؤ ان ویرانوں میں تمہارا نصیب چھپا ہوا ہے۔'' عجیب الخلقت بوڑھا جس طرف سے آیا تھا۔ اُسی طرف دوڑ گیا۔ میں اسے آوازیں دیتا رہا اور وہ میری نظروں سے میرے شکوک کی طرح دور ہوتا گیا۔

☆==========☆==========☆

جھونپڑی کے اندر دونوں لاشیں اس مختصر وقفے میں ہڈیوں میں تبدیل ہو چکی تھیں۔ میں نے انہیں یکجا کیا اور جھونپڑی کے باہر لگی ہوئی پتاور سے انہیں ہار کی شکل میں باندھ کر اپنے گلے میں ڈال لیا۔ اب میری گردن میں جارا کا کی کھوپڑی، سمورال کی مالا، لوریما کی دو مالائیں اور ہڈیوں کا ہار تھا۔ میں نے شپالی کو لوریما کی مالا میں سمو لیا۔ بوڑھے سے گفتگو کے بعد میں نے اپنے مایوس ارادوں کی گرد اپنے ذہن سے جھاڑنا چاہی۔ اس کی باتیں خاصی حوصلہ افزا تھیں۔ مجھے اس صحرا میں ریت کے کسی ذرے کی طرح خود کو چھوڑ دینا چاہئے تھا۔ اب مجھے اسٹالا کی تلاش تھی۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں نے بھوک اور پیاس کے عالم میں ایک دن کس طرح گزار دیا۔ میں ایک دن تک مسلسل چلتا رہا اور آخر ایک غار پر جا کر میرا سفر کہیں ختم ہوا۔ یہ غار خاصا وسیع معلوم ہوتا تھا اندر جانے کے بجائے میں نے اس کے دہانے پر ٹھہرنے کا ارادہ کیا اور مجھے وہاں پانی کے گرنے کی آواز آئی۔ پانی کی بو سونگھ کر مجھ سے وہاں رُکا نہ گیا۔ میں اندر تک چلا گیا۔ اندر دیواریں پانی سے گیلی تھیں میں نے اپنی زبان ان دیواروں سے لگا دی اور بمشکل تمام اس ٹھنڈے پانی سے اپنا دہن سیراب کیا۔ پانی پی کر مجھ پر غنودگی طاری ہوگئی اور میں نے غار کے دہانے پر آ کر ایک پتھر سے اپنا سر ٹکا دیا۔ مجھے گہری نیند آگئی۔ شاید دیوتاؤں کو میری غفلت پسند نہیں تھی۔ کون تصور کر سکتا تھا کہ لق و دق صحرا میں اس غار کے اندر صحرائی درندے بھی موجود ہوں گے۔ وہ ایک قد آور جانور تھا جو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں اسے کوئی نام نہیں دے سکتا اور نہ ہی لفظوں کے ذریعے اس کی شکل کا کوئی خاکہ کھینچ سکتا ہوں۔ غار کے اندر سے جب اس کی ہول ناک گرج سنائی دی تو میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ چیختا چنگھاڑتا ہوا غار کے دہانے کی طرف آ رہا تھا۔ میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ ایسے نازک لمحے میں میرے ذہن میں ایک ترکیب اُجاگر ہوئی۔ بھوک انسانوں کی عقل تیز کر دیتی ہے۔ میں باہر آ کر غار کی اوٹ میں ہو گیا۔ خوں خوار درندہ طوفانوں کی طرح دہانے پر آیا اور ناک کی سیدھ میں بھاگتا ہوا چلا گیا۔ دور جا کر وہ برق رفتاری سے واپس ہوا۔ اس عرصے میں ایک ٹیلے پر چڑھ چکا تھا۔ وہاں پتھروں کی بہتات تھی۔ اتنی اونچائی پر وہ کوئی جست نہیں لگا سکتا تھا۔ نشیب میں غار کے دہانے پر وہ غضب ناک انداز میں کھڑا اپنے اگلے پنجے زمین پر کھرچ رہا تھا۔ میں اس درندے سے پندرہ فٹ اوپر تھا۔ میں نے اس پر پتھر پھینکنے شروع کر دیئے لیکن یہ طریقہ کچھ زیادہ سود مند ثابت نہیں ہوا۔ وہ ایک موڑ کاٹ کر کسی بھی لمحے اوپر آ سکتا تھا۔ میں اتنی تیزی سے نیچے نہیں کود سکتا تھا۔ اس نے وہی کیا۔ وہ اُوپر کی طرف چڑھنے لگا۔ اب اوپر سے نیچے کودنے کے سوا نجات کی کوئی راہ نہ تھی۔ میں نے نیچے چھلانگ لگا دی۔ پتھروں پر جب میرا تنومند جسم گرا تو کئی جگہ ٹیسیں اٹھنے لگی۔ میں جلد ہی اُٹھ کر آڑ میں ہو گیا لیکن اس نے مجھے پوری طرح گھیر لیا تھا۔ اس نے ایک دہاڑ کے ساتھ مجھ پر چھلانگ لگانے میں کوئی وقت نہیں لیا۔ میں اس کے جسم کے ساتھ زمین پر آ رہا اور مجھے خود اپنے جسم پر حیرت ہوئی کیونکہ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کی مدد سے اسے اوپر اٹھا لیا اور پھر نیچے پھینک دیا۔ اتنا وزنی، اتنا خطرناک، اتنا پھرتیلا درندہ میرے قابو میں اس طرح آ جائے گا؟ مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔ سمورال کی مالا کے دانے بکھر گئے اور جارا کا کی کھوپڑی سے بندھی ہوئی مضبوط ڈوری اس دھینگا مشتی میں ٹوٹ چکی تھی۔ میں نے چشم زدن میں تمام عطیات نوچ کر ایک پتھر پر رکھ دیئے اور چونکہ مجھے پہلے حملے میں اپنی طاقت کا اندازہ ہو چکا تھا اس لیے اس بار میں نے اسے دبوچ لیا۔ ایک بلی انسان سے بہت کمزور ہوتی ہے مگر اس کی پھرتی، اس کے پنجوں سے ایک خاصے معقول آدمی کو خوف آتا ہے۔ میں تفصیل بیان کرنے سے گریز کر رہا ہوں کہ میں نے اسے اٹھا کر کہاں پٹکا اور اس نے مجھے کہاں؟ اس کے پنجے جگہ جگہ میرے جسم میں چبھ کر خراش پیدا کر گئے۔

جابر بن یوسف الباقر پہلے اتنا طاقت ور نہیں تھا۔ میں اپنی طاقت دیکھ کر ششدر رہ گیا اور اس مسرت میں دیوانہ ہو کر میں نے اس بڑے درندے کو کئی حصوں میں منقسم کر دیا۔ اس کی دہاڑوں سے صحرا میں گونج پیدا ہو رہی تھی۔ اس کے خون سے میرا جسم سرخ ہو گیا تھا۔ میں نے اس کی کھال ادھیڑ پھینکی اور اس کا کچا گوشت اپنے دانتوں سے چبانا شروع کر دیا۔ اندر پانی موجود تھا۔ میں اس غذا سے دو تین دن آسانی سے گزار سکتا تھا۔ میں نے اس کا گرم گوشت اس طرح کھایا جس طرح وہ میرا کھاتا۔ اس کے نوکیلے سینگ علیحدہ کر کے میں نے اپنے پاس رکھ لیے۔ یقیناً جب یہ سینگ میرے گلے کا ہار بن جائیں گے تو لوگوں کو معلوم ہوگا کہ مجھ میں کس قدر طاقت ہے۔ اس کے بعد میں نے سمورال کی مالا کے دانے زمین سے اُٹھا لیے اور انہیں پرو کر دوبارہ اپنی گردن میں ڈال لیا۔ میرے گلے میں اس درندے کے سینگوں کا اور اضافہ ہو چکا تھا۔

اس واقعے کے بعد زارشی کا صحرا میری نظروں میں زیادہ مشکل نہیں رہا۔ میں نے سینہ سپر ہو کر زور آزمائی کی۔ میں اس غار کے دوسرے جانوروں کو زندگی بخش کر آگے بڑھ گیا اور بڑھتا ہی رہا۔ میری آنکھوں نے حیرت انگیز منظر دیکھے۔ میں خود سے لڑتا جھگڑتا دندناتا آگے کی زمینیں روندتا ہوا مسلسل بڑھتا رہا۔ دھوپ، تھکن، بھوک پیاس، میں نے ایک عرصے تک اپنے حال پر قانع رہنے کے لئے تجربے کر لیے تھے۔ میں بظاہر انسان تھا مگر بباطن ایک صحرائی درندہ تھا۔ انسان کسی ویرانے میں انسانوں سے دور ہو تو پھر وہ انسان کہاں رہتا ہے؟ انسان انسانوں میں پہچانے جاتے ہیں وہ اعمال و افعال اور اپنی سماجی زندگی سے بحیثیت انسان ممتاز ہوتے ہیں۔ اس ویرانے میں میری سوچیں، میرے عزائم، میرے تصورات سب صحرا کی ریت اُڑا کر لے جاتی تھی۔ میں نے سوچنا بند کر دیا تھا۔ میں جس قدر سوچتا، مسائل الجھ جاتے۔ ایک انکشاف سے مسئلوں کا ایک سلسلۂ لانیخل کھڑا ہو جاتا تھا۔ بڑھی ہوئی داڑھی، خون آلود کھال' گلے میں طوق آراستہ۔ یہ شخص۔ ایک عرب نوجوان تاریک براعظم کے نامعلوم علاقے زارشی میں نامعلوم منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ وہ غاروں میں بے دریغ گھس جاتا اور اندر چیختے ہوئے جانوروں کو پکڑ لاتا۔ انہیں صحرا کی تپتی ریت پر لا کر بھونتا اور کبھی کچا ہی چبا جاتا۔ کبھی اسے پانی نصیب نہ ہوتا تو وہ ان کا خون پی لیتا۔ لیکن جہاں جانور ملتے وہاں پانی کسی نہ کسی نشیب میں مل ہی جاتا تھا۔ اس کے ارادے فولاد کے اور اس کا دماغ دنیا کی ہر فکر سے مبرّا تھا۔

زارشی کے صحرا میں مجھے بھٹکتے ہوئے کئی ماہ گزر گئے۔ مشقتوں، اذیتوں، آزمائشوں کا یہ سلسلہ ہر قدم پر جاری رہتا۔ میں اپنے کسی تحفے سے مدد نہیں لیتا تھا۔ میرا کام چلتا تھا اور اس دوران انوکھے واقعات سے نمٹتا تھا۔ زارشی میں مجھے اس کے بعد کئی بلاؤں سے واسطہ پڑا۔ انہوں نے میرے صبر و ضبط کا ہر طرح امتحان لیا۔ راتوں کو میرے قریب بلاؤں نے گھیرا ڈالا۔ عجیب و غریب چہروں اور حلیوں کے لوگوں نے مجھے آ کر ستایا لیکن میں راز کی بات سمجھ چکا تھا۔ میں نے انہیں ہر بار خود سے دور کر دیا۔ آخر کئی ماہ گزرنے کے بعد مجھے ایک کارواں نظر آیا۔ وہ اسٹالا کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا۔ اس بار میں اس کی طرف نہیں بھاگا بلکہ اپنی جگہ ٹھہر کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ نظروں کی زد میں آیا تو میں نے دیکھا، ان کی تعداد کم ہو چکی تھی، وہ بہت تھکے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ ان کا جسم گرد و غبار سے اٹا ہوا تھا، چہروں پر اُداسی چھائی ہوئی تھی، اسٹالا کی گردن اپنے جسم پر نہ ٹھہرتی تھی۔ قریب آنے پر اس نے مجھے پہچانا تو مسرت سے اس کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔

''اسٹالا۔ جزیرہ باگمان کے عظیم فرزند!'' میں نے مسرت سے کہا۔ ''یہ تم نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے؟ تمہارا قافلہ بھی مختصر ہو گیا؟''

''اے معزز سردار جابر بن یوسف! تمہیں دوبارہ دیکھ کر مجھے عرصے بعد خوشی ملی ہے۔'' اس کے پژمردہ چہرے پر تازگی سی پیدا ہوئی پھر وہ تاسف سے بولا۔ ''میں نے اپنی گم شدہ عظمت کے حصول کے لئے اپنی راتیں اپنے دن قربان کر دیئے مگر انہیں اپنا ہم نوا بنانے میں ابھی تک کامیاب نہ ہو سکا۔ میں اب بھی معتوب ہوں اور اس صحرا میں اپنی غفلتوں کی سزائیں بھگت رہا ہوں۔ شاید یہیں میری موت لکھی ہے لیکن تم۔ تم جابر بن یوسف! یہ صحرا تمہیں راس آ گیا ہے، برکتیں تمہارے کاندھوں پر ہیں عظمتیں تمہاری جلو میں ہیں۔ تم کب جزیرہ باگمان واپس جا رہے ہو؟''

''اسٹالا۔ آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ۔ ایک عرصے سے میں انسانی گداز کو ترس رہا ہوں۔ یہ تم ہی تھے جس نے مجھے بوڑھوں کی خانقاہ میں آگ کے گرد بیٹھنے کا مشورہ دیا تھا اور یہ میں ہی ہوں جس کے دل میں یہ مذموم خیال آیا تھا کہ مجھے تمہارا سر لوکاسا کی خدمت میں پیش کر دینا چاہئے۔ اپنی ریاضت سے فارغ ہو کر میں نے خود پر لعن طعن کی۔ کاش میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا۔''

''تم نے جو سوچا تھا، وہ صحیح تھا۔ میرا سر اب بہت ارزاں ہے تم میرے لیے دیوتاؤں سے سفارش کرو۔ میں اب باگمان میں اقتدار کا خواہش مند نہیں۔ میں وہاں ایک باشندے کی طرح رہنا چاہتا ہوں۔'' اسٹالا نے رقت انگیز لہجے میں کہا۔

''آہ اسٹالا! میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ تمہاری آنکھوں میں آنسو ہیں اور تمہارے پاؤں میں استقلال نہیں۔ تم اتنے دل برداشتہ کیوں ہو گئے؟''

''معزز سردار! اب مجھے ہر سو اندھیرا نظر آتا ہے۔ میرا یہ جسم میرے ان چند وفادار ساتھیوں پر بوجھ بنا ہوا ہے۔ میں صحرا صحرا گھوم آیا۔ میں نے ایک زندگی خود کو ایک معزز اور سربلند شخص بنانے میں گزار دی۔ جب میں اپنے ہم عصروں کو شکست دیتا ہو مسند اقتدار تک پہنچا تو میرے ایک وفادار نائب لوکاسا کی ریشہ دوانیاں مجھے جلد ہی کھا گئیں۔ اس کے بعد سے میں یہاں بھٹک رہا ہوں۔ تم مہذب دنیا کے ایک شخص ہو۔ شاید تمہاری دنیا میں عفو و درگزر، رحم اور رعایت کی مدیں زیادہ ہیں۔ تم مجھ سے اتنی ہمدردی کا اظہار کر کے مجھے اور ناتواں کیے دیتے ہو۔'' اسٹالا کے لہجے سے شکست خوردگی کے آثار نمایاں تھے۔

''اسٹالا۔ میرے عزیز اسٹالا! میرے دل میں اُس بدکردار اور ظالم شخص لوکاسا کے لئے کبھی کسی اُنس کا جذبہ بیدار نہیں ہوا۔ تم وہ دوسرے یا تیسرے آدمی ہو جس نے شگفتگی سے مجھے خوش آمدید کہا۔ مجھے تم سے چند ضروری باتیں کرنی ہیں۔ پہلے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے بوڑھوں کی خانقاہ میں کتنا عرصہ گزارا ہے؟''

''تم سے میری ملاقات ہوئے چھ سال سے زائد ہو گئے۔ کیا تمہیں مقدس بوڑھوں نے حکم دیا تھا کہ تم ان کا حلقہ توڑ دو۔'' اسٹالا نے جواب دیا۔

''ہاں۔'' میں نے اس علاقے کے برسوں اور اپنے برسوں کا حساب لگاتے ہوئے کہا۔ اسٹالا کی بتائی ہوئی مدت ہمارے ہاں کے دو برسوں سے کچھ اوپر ہوتی تھی۔ وقت کا احساس ہوا تو مجھے جزیرہ توری میں رہنے والے بہت سے چہرے یاد آ گئے۔ سرنگا، سریتا اور دوسرے لوگ۔ میں نے اسٹالا سے پوچھا۔ ''کیا تم بتا سکتے ہو کہ میں جزیرہ باگمان کب واپس جاؤں گا؟ کیا میری آزمائش کے تمام مرحلے ختم ہو گئے؟''

''یہ سوال خود میں نے تم سے کیا تھا۔ میرے دردمند سردار! اس علاقے میں ہر قدم پر ایک آزمائش ہے۔ جزیرہ باگمان ہی کیا۔ سلطنت اقابلا میں قدم قدم تمہیں آزمائشوں سے گزرنا ہوگا۔ مگر میں دیکھ رہا ہوں۔ تمہارے گلے میں تابندہ شپالی موجود ہے جو عظمتوں کی نشانی ہے اور میں ڈگمی کے سینگ دیکھ رہا ہوں جو تمہاری شجاعت کا مظہر ہیں۔ میں تمہارے گلے میں انسانی ہڈیاں سجی ہوئی دیکھ رہا ہوں جو تمہاری قوت فیصلہ اور دیوتاؤں کی خوشنودی کی علامت ہے۔ تمہارے گلے میں مقدس لوریما کی دو مالائیں، جارا کا کا کی کھوپڑی اور کوئی بہت متبرک مالا پڑی ہوئی ہے۔ اتنی چیزیں بہت کم لوگوں کے حصے میں آتی ہیں۔ اصولاً تمہیں اب واپس جانا چاہیے لیکن یہ سب ان بزرگ و برتر روحوں پر منحصر ہے۔ تم چلتے رہو۔ چلتے رہو۔ مجھے یقین ہے کہ بہت جلد تم باگمان پہنچ جاؤ گے اور تمہاری نظر سے باگمان کا وہ طلسمی اندھیرا چھٹ جائے گا جو وہاں کے باشندوں پر دیوتاؤں نے مسلط کیا ہے۔ میں تمہیں زارشی کی سرحدوں تک چھوڑ سکتا ہوں۔ مگر تم اُس وقت تک وہاں داخل نہیں ہو سکتے جب تک انہیں منظور نہ ہو۔''

''استالا'' میں نے اس کے طویل بیان سے متاثر ہو کر کہا میں کچھ اہم باتیں جاننا چاہتا ہوں۔ مجھے تمہارے مشوروں کی ضرورت ہے۔ یہ شپالی کیا چیز ہے؟ اس سے کیا کرشمے رونما ہوتے ہیں؟''

''شپالی تمہاری غیر معمولی طاقت اور عظمت کی امین ہے۔ کاش تم میرے ساتھ رہتے اور کاش دیوتاؤں کا عندیہ ہوتا تو میں تمہیں بہت کچھ سکھاتا'' اس نے مختصر جواب دیا۔

میں اس سے کیا کام لے سکتا ہوں؟'' میں نے تجسس سے پوچھا۔

''یہ صرف تمہارے حریف کو خبردار کرنے کی نشانی ہے کہ تم نے زارشی کی خانقاہ میں ریاضت کر کے اپنا باطن منور کیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شجاعت میں تمہارا درجہ بلند ہے۔ اس کی موجودگی خیر ہے۔ اس کی بے حرمتی باعث ابتلا ہے۔''

''میں سوچتا ہوں استالا'' میں نے اسے ٹٹولا۔ ''میں سوچتا ہوں کہ میں نے بہت سے تحائف حاصل کر لیے ہیں لیکن میں جزیرہ توری کے کاہن اعظم سورال اور اپنے دوست سرنگا جیسے بلند مقام پر نہیں پہنچ سکا جو دل کی باتیں سونگھ لیتے ہیں اور جن کی آنکھیں ان کی عقب میں بھی موجود رہتی ہیں، جن کی سماعت وسیع اور جن کی بصارت لامحدود ہے۔''

''وہ ایک مشکل اور پیچیدہ عمل ہے تم نے سوجھ بوجھ تدبر اور سیکھنے کا عمل جاری رکھا تو تمہارے جسم پر کئی آنکھیں پیدا ہو جائیں گی۔ یہ آنکھیں اور یہ کان اپنے باطن کو جلا دینے سے اُگتے ہیں۔'' استالا نے کہا۔

''مگر یہ کس طرح ہوگا؟ کیا جزیرہ باگمان اور زارشی آنے کا مقصد میرے باطن کی تطہیر نہیں تھا؟'' میں نے اُلجھتے ہوئے کہا۔

''کوئی شبہ نہیں کہ تم نے اپنے کردار و اطوار سے فاصلے گھٹا دیئے ہیں، لیکن معزز سردار! یہ تمہاری روحانی بالیدگی کا آغاز ہے۔ تمہارے ساتھ یہ دلچسپ حادثہ ہوا ہے کہ تمہیں سری علوم سے آگاہی بتدریج نہیں ہوئی۔ تم نے یہاں کے عبادت گزاروں کی طرح اپنی زندگی کا بڑا حصہ ارتکاز و استغراق میں نہیں گزارا، کسی بلند مرتبت اتالیق نے تمہاری باقاعدگی نگرانی نہیں کی اور ہوا یہ کہ تمہیں اپنی خوش قسمتی کے سبب سے بعض فضیلتیں لازمی مراحل گزارنے سے پہلے مل گئیں۔ اب تم ایک ایسے آدمی ہو جس نے اپنی دوسری غیر معمولی صفات کے بل پر بڑا منصب حاصل کر لیا ہے لیکن یہ

مناصب حاصل کرنے کے لئے تم نے یہاں کے مروجہ اور مسلمہ مراحل عبور نہیں کیے۔ یہی ایک خلا رہ گیا ہے۔ درمیان کی کڑیاں غائب ہیں جو تمہاری پریشانی کا سبب بن سکتی ہیں۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں استالا لیکن میں خلا پُر کرنے کا عزم رکھتا ہوں۔ میں اپنے تحائف سے پوری طرح فائدہ اٹھاؤں گا۔ تم سچ کہتے ہو۔ میرے سامنے اس وقت جزیرہ توری کے کاہن اعظم سموراں کے لڑکے جمراں کا چہرہ ہے۔ اس کی بہن ترام سے میری شادی ہوئی تھی۔ میں نے ان دونوں کو علوم باطنی کی باقاعدہ تربیت حاصل کرتے دیکھا ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ جمراں کو ایک طویل عرصہ گزارنے کے بعد یہ تحائف نصیب ہوں گے جو میرے پاس ہیں لیکن وہ اُس وقت کتنا مکمل اور جامع شخص ہوگا۔" میں نے کہا۔

میرے اور استالا کے درمیان گفتگو ایک خاص حد سے آگے نہ بڑھ سکی۔ جہاں انکشاف کا کوئی موقع آتا اور میں اس سے پردے اُٹھانے کے لئے کہتا وہ بڑی خوبصورتی سے گفتگو کا رُخ کہیں اور موڑ دیتا۔ وہ قبل از وقت مجھے کوئی بات بتانے سے گریز کر رہا تھا۔ اس لیے کہ وہ ایک معتوب و معزول آدمی تھا اور کوئی کمزور بات کہہ کر اپنے مصائب میں اور اضافہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس شخص کی خوش سلیقگی، خوش اطواری اور اس کی حالت زار دیکھ کر میرے دل میں اس کے لئے محبت کے جذبات اُبھرے۔ پہلی اور دوسری ملاقات میں استالا میں ایک واضح فرق نظر آتا تھا۔ وہ مجھ سے گفتگو کرتا ہوا پھر صحرا میں کہیں گم ہوگیا اور میں آنے والے مشکل دنوں کے استقبال کے لئے تنہا ایک سمت چل پڑا۔ میرے دل میں جزیرہ باگمان اور پھر جزیرہ توری واپس جانے کی خواہش ابھری اور میں نے صحرا کی فضاؤں کو بلند آواز میں مخاطب کیا۔ "دیوتاؤں کے مسکن۔ اے عظیم صحرا! تو نے دیکھ لیا جابر بن یوسف الباقر نے تجھے ہر مرحلے پر شاد کام کیا۔ اور تو دیکھ رہا ہے کہ اس کے ہاتھوں میں پہاڑوں کا سینہ کاٹنے کی جرات پیدا ہوگئی ہے اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ وہ کس کا طلب گار ہے اور کون اس کی زندگی کا مطلوب و مقصود ہے۔ پس اب اسے اجازت دے اس کے قدم باگمان جانے والے راستوں پر ڈال دے اور یقین کر تیری یہ رعایت رائیگاں نہیں جائے گی۔"

صحرا میں میری پکار کا کوئی ردعمل نہیں ہوا۔ مجھے خود پر ہنسی آگئی اور میں دیوانوں کی طرح خود کلامی کرتا ہوا غاروں ٹیلوں، ریت کے تودوں میں دن گزارتا رہا۔ پھر کئی دن گزر گئے۔ غیر اہم حادثوں اور چھوٹے واقعوں کا ذکر بے معنی ہے۔ صحرائے زارشی کے روزنامچے میں بہت سے دن یکساں اہمیت کے حامل تھے۔ تمام دنوں کا احوال کیا لکھا جائے۔ وہی تپش وہی کڑی دھوپ، وہی ریت اور وہی میں۔ مجھے یقین تھا کہ میں ایک دن جزیرہ باگمان کے راستے پر گامزن ہو جاؤں گا، چنانچہ وہاں جانے کے بعد میرے ذہن میں بڑے معرکے اور دلکش منصوبے تھے۔ آخر وہ دن بہت جلد آگیا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ میں باگمان کا راستہ خود تلاش کروں گا اور کسی ایک سمت دور تک جانے اور واپس آنے یا مڑنے کے بجائے اسی سمت چلتا ہوں گا۔ یقیناً وہ راستہ کسی نہ کسی جگہ ختم ہوگا۔ یہ ایک تھکا دینے والا فیصلہ تھا لیکن مجھے اس میں پہلی ہی بار کامیابی نصیب ہوگئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں میرے ارادے سے زیادہ ان طاقتوں کا دخل ہوگا جو اب زارشی میں میری موجودگی کی ضرورت نہیں سمجھتی تھیں۔ جب پہلی بار میں نے ایک اونچے ٹیلے سے درختوں کے جھنڈ دیکھے اور وہاں کی لطیف اور خشک ہواؤں نے میرے جسم و جاں کا احاطہ کیا تو میری مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ اتنے عرصے بعد زندگی کے آثار دیکھ کر میرے منہ سے خوشی کی ایک چیخ نکل گئی اور میں نے زارشی پر ایک الوداعی نظر ڈال کر اس کی خاک سے اپنے بدن کو

غسل دیا اور تیزی سے نیچے اترنے لگا۔ اس وقت میری ٹانگوں میں فولاد کی توانائی آ گئی تھی زمین پر پاؤں پڑتے ہی نہیں تھے۔ مجھے شبہ گزرا کہ یہ زارشی ہی کا کوئی حصہ نہ ہو مگر زارشی تو خود جزیرہ باگمان کا ایک ویران حصہ تھا۔ اسٹالا نے مجھے بتایا تھا کہ باگمان کی تاریکی کا طلسم میری ریاضت کی وجہ سے ٹوٹ چکا ہے۔ اب وہاں دھوپ نظر آ رہی تھی۔ میں نیچے اترتا چلا گیا اور ایک لمبی مسافت کے بعد میں نے درختوں کے جھنڈ میں اپنا سر ٹکا دیا۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے میں اپنے وطن واپس آ گیا ہوں۔ میں نے درختوں کی شاخیں چھو کر اور پتے توڑ کر اس امر کا یقین کر لیا کہ میں کوئی خواب نہیں دیکھ رہا ہوں۔ میں مستی میں ایک عربی نغمہ گنگناتا اندر کی طرف بڑھتا گیا۔ یہ نخلستان شاداب درختوں سے بھرا ہوا تھا۔ یہاں جزیرہ توری جیسا گھنا جنگل تو نہیں تھا لیکن درختوں کا درمیانی فاصلہ کچھ زیادہ دور بھی نہیں تھا۔ ایک جگہ پانی دیکھ کر میں نے اپنے جسم سے لپٹی ہوئی دھول اور خاک گھٹنوں میں صاف کی۔ میرے بال جکڑے ہوئے تھے، انہیں صاف کیا اور آگے بڑھنے سے پہلے ایک گھنے درخت کے سائے میں پتے بچھا کر دراز ہو گیا۔ میں بہت گہری نیند سویا۔ جس وقت میں اٹھا، رات ہو چکی تھی۔

میرا ارادہ تھا کہ سب سے پہلے لوکا سا کو حیرت زدہ کروں گا کہ اس کی امیدوں کے برخلاف میں باگمان واپس آ گیا ہوں۔ ابھی میں فاصلے طے کر رہا تھا کہ مجھے انسانی سرگوشیوں کی گونج سنائی دی۔ میں نے آگے بڑھ کر دیکھا۔ چند تنگ دھڑنگ سیاہ فام لوگ نیزے اور مشعلیں تانے میری سمت بڑھ رہے تھے۔ ان میں لوکا سا کا نائب کابالو بھی موجود تھا۔ کابالو کو دیکھ کر میرے دل میں نفرت کا احساس بھڑک اٹھا لیکن میں نے ایک ضدی شرارتی بچے کی طرح اپنے گال پر ایک چپت لگائی۔ اس وقت میری سرخوشی کا عالم عجیب تھا۔ میں خود سے داد وصول کر رہا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ لوگ جلد ہی میرے قریب آ جائیں۔ میں ان کی نظریں دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے شپالی نمایاں کر لی۔ میں اپنی جگہ رُک گیا۔ یہ خودنمائی اور انانیت، یہ محبوبیت اور یہ ناز و ادا۔ میری حالت کسی ایسی حسین عورت کی سی تھی جو اپنے عاشقوں کی نظروں سے اپنے حسن و جمال کا تخمینہ لگا رہی ہو۔

کابالو میرے قریب آیا تو اس کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں وہ مجھے یوں حیرت سے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا تھا جیسے اسے میرے وجود پر شبہ ہو۔ کابالو کے ساتھی بھی محوِ حیرت تھے۔ چند لمحوں تک وہ مجھے متجسس نگاہوں سے تولتے رہے۔ ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔ پھر کابالو نے میرے سینے پر سجے ہوئے عطیات حرص کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''مقدس جابر بن یوسف! مجھے مقدس لوکا سا نے تمہاری پذیرائی کے لئے بھیجا ہے۔ میں تمہیں جزیرہ باگمان میں واپسی پر خوش آمدید کہتا ہوں۔''

''اوہ'' میں نے مسکرا کر کہا۔ ''تو اسے علم ہو گیا ہے؟''

''اسے باگمان میں ہونے والی ہر جنبش کا علم رہتا ہے، وہ جاننا چاہے تو پتوں کی حرکت کا بھی پتہ چلا سکتا ہے۔'' کابالو نے اپنے سردار کے بارے میں مبالغے سے کام لیا۔

''میں اسے دیکھنا پسند کروں گا۔'' میں نے دانستہ اپنے لہجے میں تبدیلی پیدا کر لی تھی۔ ''میرے لیے مقدس لوکا سا کا کیا حکم ہے؟''

''وہ تمہیں کسی وقت بھی طلب کر سکتا ہے۔ فی الحال تمہیں بستی میں منتقل کر دیا جائے گا اور تمہیں موقع دیا جائے گا کہ تم کچھ دن اطمینان و آرام سے گزارو۔'' کابالو نے کہا۔

''اور اگر میں معزز کابالو سے یہ درخواست کروں کہ وہ مجھے ابھی لوکاسا کی خدمت میں پیش کر دے تو اس کا کیا جواب ہوگا؟''

''اس کا جواب نفی میں ہوگا۔'' کابالو نے کہا۔

''شاید معزز کابالو اس حقیقت سے ناواقف ہے کہ میں زارشی سے واپس آرہا ہوں۔ صورتحال میں کچھ تبدیلی ہوگئی ہے۔'' میں نے تمکنت سے کہا۔

''کابالو اپنے سردار کا تابع دار ہے۔ سردار کے احکام بجالانا اس کے فرائض میں داخل ہے۔'' کابالو نے کسی جذبے کے بغیر کہا۔

''یوں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں معزز کابالو کی مجبوریوں سے واقف ہوں۔'' میں نے اسے اپنے قالب میں ڈھالنے کے لئے کہا۔

کابالو نے کوئی جواب نہیں دیا اور تھوڑی دیر بعد بولا۔ ''بستی تک مجھے تمہاری آنکھوں پر اندھیرا طاری رکھنا ہوگا۔''

''کابالو'' میں نے تلخی سے کہا۔ ''کیا اس بات کی بھی ضرورت ہے؟ جب کہ باگمان کا طلسمی اندھیرا ابھی میری نگاہوں سے اوجھل ہو چکا ہے۔''

''یہ میرے سردار کا حکم ہے وہ اس جزیرے کا حاکم اعلیٰ ہے اور تمہاری حیثیت ابھی تک ایک طالب علم کی ہے۔''

''کابالو۔ یہ باتیں توہین اور دل آزاری کے ذیل میں آتی ہیں تمہیں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ میں مقدس اقابلا کا فرستادہ ہوں۔''

میں کابالو اور اس کے تمام ساتھیوں کو بیک وقت اٹھا کر زمین پر پٹخ سکتا تھا لیکن یہ بات مصلحت کے خلاف تھی۔ میں نے لوریما سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تو کابالو نے معذوری ظاہر کر دی۔ زارشی میں میں نے بہت سے فیصلے کیے تھے۔ ان فیصلوں کے مطابق یہ ضروری تھا کہ میں اپنے لیے نفرت کے بجائے محبت کے جذبات پیدا کروں۔ میں نے اکراہ کے ساتھ کابالو کا ناپسندیدہ حکم مان لیا۔ چلتے چلتے یہ ضرور اس سے کہا کہ'' کابالو میں تمہیں منع کرنے کی قوت رکھتا ہوں۔ تم جانتے ہو کہ میں منقلب ہو کر آیا ہوں۔''

میری آنکھوں پر کابالو کے ایک ہی عمل سے اندھیرا چھا گیا۔ راستے میں خاموشی رہی لیکن میں بولتا رہا اور دانستہ کابالو کو صحرائے زارشی کے پُراسرار واقعات سناتا رہا۔ وہ میری باتوں کے جواب میں خاموش رہا۔ میں ایک دوستانہ فضا چاہتا تھا۔ پھر میں نے کہا۔ ''کابالو! تمہاری فرماں برداری دیکھ کر میرا دل چاہتا ہے کہ کاش جزیزہ توری میں پیدا ہوتے اور میرے نائب ہوتے۔ کیا تم نے جزیرہ توری کے باشندوں میں میری اصلاحات کا واقعہ نہیں سُنا؟''

''سنا ہے معزز سردار!'' اس نے مفاہمت کے انداز میں کہا۔ ''لیکن یہاں کیا نہیں ہے؟ یہ جزیرہ ہر اعتبار سے روحانی نعمتوں سے آسودہ ہے۔''

''میں نے تمہارا نام اپنے دل پر نقش کر لیا ہے۔'' میں نے کہا۔ بستی آگئی تھی۔ چاروں طرف مشعلیں ایستادہ تھیں۔ میں ایک شان بے نیازی وقلندری سے بستی میں داخل ہوا۔ مجھے بھی وہ منظر رات کا محسوس ہوتا تھا اس لیے کہ وہ وقت رات کا تھا لیکن جزیرے کے عام باشندوں کے ہاں ہمیشہ مشعلیں جلتی رہتی تھیں کیونکہ انہیں ہر وقت اندھیرا نظر آتا تھا۔ صرف جشن لوریما پر ایک دن کے لئے ایک مخصوص مقام سے یہ اندھیرا چھٹ جاتا تھا اور پھر ایک نہ ختم ہونے والا اندھیرا طاری ہو جاتا تھا۔ جب میں آبادی میں جھونپڑیوں کے قریب سے گزرا تو لوگوں نے روشنی کے جھماکوں میں مجھے دیکھا وہ کابالو کی موجودگی کے باوجود میرے قریب آئے۔ شپالی کسی ہیرے کے مانند میرے سینے پر چمک رہی تھی۔ میں ان کی نظریں پہچانتا تھا۔ ان میں تحیر

تجسس اور خوف تھا۔ اپنی شخصیت سے دوسروں کے خوف زدہ ہونے کا احساس کتنا طمانیت بخش ہے۔ میرا خیال ہے محترم المقام لوگوں کی پہچان یہی ہے کہ لوگ ان سے خوف زدہ رہیں۔ میں خندہ پیشانی سے مسکراتا، ہاتھ ہلاتا بستی سے نزدیک ہی ایک بڑی جھونپڑی میں پہنچا دیا گیا۔ اس جھونپڑی کے باہر کئی نیزہ بردار سیاہ فام موجود تھے۔ کابالو مجھے وہاں چھوڑ کر چلا گیا۔ میرے سامنے لذیذ ترین غذاؤں کے خوان اور مشروبات پیش کردیئے گئے۔ بہت دنوں بعد میں نے سیر ہو کر کھایا اور کھانا کھا کر ٹہلنے کے لئے بستی میں نکل گیا۔ میں نے بستی کے بہت سے لوگوں سے بات کی۔ اگر میں کسی ایک کو منتخب کرتا تو نکری کی طرح دوسرے دن بستی کے باہر اس بدنصیب کا سر کٹا ہوا ملتا۔ اس لیے میں نے کسی ایک شخص سے رابطہ قائم نہیں کیا۔ جزیرہ توری کے لوگوں کی عادات، ان کے اطوار سے میں واقف تھا۔ مجھے تجربہ تھا کہ وہ کن باتوں سے خوش ہوتے ہیں۔ میں لوگوں کو اپنی طرف راغب کرنے کے نفسیاتی نکات سے آگاہ تھا مجھے ہجوم کی نفسیات بھی معلوم تھی اور ہجوم میں ایک قائد کے کردار بھی تو ڑا بہت جانتا تھا۔ صد حیف کہ میں آکسفورڈ کا ایک ذہین طالب علم ان حبشیوں کے درمیان گھر گیا تھا۔ اس کی واپسی کا کوئی امکان نہیں تھا۔ یہی اس کی دنیا تھی اور یہی لوگ اس کے ہم وطن تھے۔

اُس رات جزیرہ باگمان کی پہلی پُر سکون شب میں معدے کی سیری کے بعد کچھ قربتوں کو جی چاہنے لگا۔ عرصے بعد ترشے ہوئے بدن، جوان بدن دیکھے تھے۔ اسی مقام پر میں نے جشن لوریما کے دن اپنی برتری منوائی تھی۔ ان کے لئے میں کوئی اجنبی شخص نہیں تھا۔ میرا ایک اشارہ باگمان کی کئی دوشیزاؤں کو گردن کٹانے پر مجبور کرسکتا تھا۔ مگر یہ خون ناحق تھا۔ اس رات میں تشنہ لب، تشنہ بدن، تشنہ جذبہ سو گیا۔

دو دن تک لوکاسا نے مجھے طلب نہیں کیا لیکن یہ دو دن میرے لیے بڑے کام کے ثابت ہوئے۔ میں بستی کے لوگوں کے درمیان ایک عام آدمی کی حیثیت میں ان سے ربط ضبط پیدا کرتا رہا۔ میرے پاس زارشی کے اور اپنی دنیا کے اتنے واقعات انہیں سنانے کے لئے تھے کہ وہ تھک جاتے اور میرا بیان ختم نہ ہوتا۔ یہ دو دن بڑے اطمینان سے گزر گئے۔ دو دن بعد کابالو نے آکر اطلاع دی کہ مجھے اسی وقت لوکاسا نے اپنی خدمت میں طلب کیا ہے۔ میں اسی لمحے کا منتظر تھا۔ میری تیاری میں کیا دیر تھی۔ وہ مجھے ساتھ لیے ہوئے بستی سے باہر آئے اور حسب دستور کابالو نے میری بینائی چھین لی۔ میں نے اس بار کوئی مزاحمت نہیں کی۔ میری آنکھیں دوبارہ دیکھنے کے قابل ہوئیں تو میں ایک اندھیری سرنگ سے تنہا گزر رہا تھا۔ جلد ہی میں لوکاسا کے مخصوص کمرے میں پہنچ گیا۔ اس نے آج اپنا جسم خوب رنگ رکھا تھا۔ مختلف قسم کے کڑے اور ہار اس کی گردن میں جھول رہے تھے۔ اس نے مجھے سر سے پیر تک دیکھا اور اپنی حیرت مجھ سے چھپانے میں ناکام رہا۔ مجھے جلد بازی کے کسی مظاہرے سے پرہیز لازم تھا لیکن وہ اعتماد جو میری ذات کا ایک حصہ بن گیا تھا، اس کا اظہار ہو ہی جاتا تھا۔ لوکاسا نے اپنے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا اٹھایا، فوراً ایک نوجوان لڑکی اندر داخل ہوگئی، لوکاسا نے اسے پھر اشارہ کیا۔ اس بار وہ ایک طشت کے ساتھ آئی تھی جس میں ایک گلاس رکھا ہوا تھا۔ قریب آنے پر لوکاسا نے اس لڑکی کے سینے پر انگلی رکھ دی۔ وہ تکلیف سے چیخ اٹھی۔ اس کے سینے سے خون ابلنے لگا۔ خون لوکاسا نے گلاس میں انڈیل لیا اور دوبارہ سینے پر انگلی رکھ دی۔ میں یہ منظر دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ خون بند ہو گیا تھا لیکن لڑکی بری طرح مضطرب نظر آتی تھی۔ لوکاسا نے اُسے جانے کا اشارہ کیا اور ایک گھونٹ پی کر مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''زارشی سے تمہاری کامیاب واپسی پر جزیرہ باگمان کا ناظم اعلیٰ اپنی محبوب کنیز کے تازہ خون کا جام پیش کرتا ہے، یہ جام کئی اور مشروبات کا مرکب ہے۔''

میں سمجھ گیا کہ لوکاسا نے یہ بے وقت مظاہرہ کس احساس کے تحت کیا ہے۔ میں نے بڑھ کر وہ گلاس لے لیا اور آنکھ بند کر کے ایک ہی گھونٹ میں اسے ختم کر گیا۔ ایسے واقعات پہلے بھی میرے ساتھ پیش آ چکے تھے اس لیے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ ''مقدس لوکاسا کی مسرت میرے لیے باعث عزت ہے۔ شکر ہے لوکاسا نے ایک سردار کے ساتھ سرداروں کا سا رویہ اختیار کیا۔'' میں نے ادب سے کہا۔

''اُف۔ یہ زبان کے فتنے۔ میں ان سے بیزار ہوں۔'' اچانک لوکاسا کا لہجہ سرد ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے سفا کی جھلکنے لگی۔ ''تمہیں پہلے ہی یہ باور کرا دیا گیا تھا کہ جب تک تم اس علاقے میں ہو، تمہاری حیثیت ایک زیر تربیت شخص کی رہے گی۔''

''مجھے یہ فرمان ازبر ہے۔ کیا مجھ سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہوئی ہے جو میرے خلاف فرد جرم کے طور پر استعمال کی جا سکے؟''

''نافرمانیوں سے یہاں خون بہتا اور آگ لگتی ہے۔ ہر طالب علم کے لئے ناظم اعلیٰ کی اطاعت لازمی ہے جن کے دل میں کینہ ہے ان کے لئے یہ زمین قہر ہے، جن کے ارادوں میں خباثت ہے ان کی روحیں جسم سے بے وفائی کرنے میں عجلت کر رہی ہیں۔'' لوکاسا نے سرد مہری سے کہا، پھر اس کا لہجہ رفتہ رفتہ اشتعال انگیز ہوتا گیا۔ میں اس کی زبان گدی سے کھینچ لیتا لیکن مسکرا کر بڑے اعتماد سے اس نانجار کی زہر بیانی برداشت کرتا رہا۔

''دیوتاؤں کا واسطہ، میں جانتا ہوں کہ تم سے غلطیاں ہو سکتی ہیں، زارشی سے واپسی کے بعد بھی ایک طالب علم کو یہ ثابت کرنا پڑتا ہے کہ وہ ایک مکمل انسان بن کر لوٹا ہے اور خشک ہوائیں اور سبزے اور لوگوں کے ہجوم اور غذائیں اور مشروبات اس کی تربیت میں کوئی رخنہ نہیں ڈالتے۔ اس میں وہی خوبیاں موجود رہتی ہیں جن کا ثبوت اس نے زارشی میں دیا ہے۔'' لوکاسا کی گفتگو سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ اس نے میری واپسی کس طرح محسوس کی ہے۔

''میں لوکاسا کی ہدایت اپنے دل میں منتقل کر رہا ہوں۔ کیا مقدس ناظم اعلیٰ کو اس میں کوئی شبہ ہے؟'' میں نے جرات سے کہا۔

''شبہ؟'' وہ کسمسا کر بولا۔ ''کیا لوکاسا کو حقیقتوں کا علم نہیں۔'' شبہ؟ کیا یہ لفظ توہین اور گستاخی کے زمرے میں نہیں آتا؟ کیا لوکاسا اتنا بے پروا اور جاہل شخص ہے۔ میں کہتا ہوں جابر بن یوسف۔ تمہاری زبان بہک جاتی ہے، اسے ایک خامی کہا جا سکتا ہے۔ سنو! اگر تم نے غلط اندازے قائم کئے اور تمہاری روش سے نافرمانی کی بو آئی تو تمہاری تربیت کو اس وقت تک طول دیا جا سکتا ہے جب تک تم اطاعت اور برداشت کی تمام خوبیاں نہ پیدا کر لو۔ تمہیں جزیرہ توری واپس جانے اور ایک مکمل مرد ثابت کرنے کے لئے جزیرہ باگمان میں محتاط رہنا ہو گا۔''

لوکاسا نے بہت تحقیر آمیز انداز اختیار کر لیا تھا میری خاموشی پر اس نے کہا۔ ''پھر میں جزیرہ توری پر تمہاری واپسی کے احکام جلد صادر کر سکتا ہوں۔''

''مجھے یہاں سے جلدی جانے کی آرزو نہیں ہے۔ میں اپنی تربیت مکمل کر کے ہی واپس جانا چاہتا ہوں۔'' میں نے دبے ہوئے لفظوں میں کہا۔ ''میں ابھی مقدس لوریما کی قدم بوسی کے لئے تڑپ رہا ہوں۔ اسے اطلاع دی جائے کہ اس کا غلام سعادتیں سمیٹنا چاہتا ہے۔ اس سے کہا جائے کہ زارشی میں ہر جگہ میں نے اس کے عطیات دل و جان سے سنبھال کر رکھے ہیں۔ مقدس لوکاسا! میں اس سے کب مل سکتا ہوں؟'' میں نے اشتیاق سے پوچھا۔

میں نے دیکھا کہ لوکاسا کی پیشانی پر بل پڑ گئے، اس نے بے تابی سے اپنا سر جھٹکا اور اپنا خنجر نکال کر سامنے کی دیوار پر زور سے پھینک

دیا۔ اگر کوئی اور موقع ہوتا تو یہ خنجر میرے جسم میں پیوست ہوتا۔ پھر اس نے اپنا انگوٹھا گھمایا، نوجوان لڑکیوں کا ایک طائفہ اندر آ گیا اور وہ اس کا بدن دبانے لگیں۔ ''تم جا سکتے ہو۔ تمہیں مطلع کر دیا جائے گا کہ تم کب مقدس لوریما سے مل سکتے ہو۔ اس کی آمادگی شرط ہے لیکن ایک بار تمہیں ضرور موقع دیا جائے گا۔'' اس نے نفرت سے کہا۔ میں واپس جانے کے لئے مڑا تو وہ کسی قدر نرم لہجے میں مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''جابر بن یوسف! ہوش مندی سبب فضیلت ہے۔'' پھر ٹھہر کر کہنے لگا۔ ''ان میں کوئی لڑکی تمہیں پسند ہو تو عطا کی جا سکتی ہے۔''

میں نے ایک طائرانہ نظر سے ان کا جائزہ لیا۔ وہ سب نشیلی آنکھوں اور کسے ہوئے بدن کی شگفتہ لڑکیاں تھیں۔ میں انتخاب مشکل سے کر پاتا لیکن لوکاسا کی سخت باتوں سے بددل سا ہو گیا تھا۔ ''میں ان کی ضرورت نہیں سمجھتا، یوں اس کرم کا جابر بن یوسف تہہ دل سے شکر گزار ہے۔''

لوکاسا کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ مجھے جانے کی پہلے ہی اجازت مل گئی تھی۔ اس لیے میں وہاں سے فوراً چل دیا۔ طبیعت میں سخت تکدر تھا۔ ہر چند لوکاسا کی ملاقات سے کوئی خوش آئندہ توقع مجھے وہاں جانے سے پہلے نہ تھی لیکن یہ شخص طبعاً ایک بدخو اور ظالم شخص تھا۔ وہ میری تربیت کا زمانہ طویل کر سکتا تھا اور مجھے ہر وقت پریشان کر سکتا تھا۔ اس لیے کہ میں اس کے علاقے میں مقیم تھا۔ اپنی جھونپڑی میں واپس پہنچنے کے بعد میں نے تمام پہلوؤں پر غور کرنا شروع کر دیا۔ لوریما سے ملے بغیر میری پناہ محال تھی۔ اس سے جلد از جلد ملاقات ضروری تھی اور لوریما کو دیکھنے کے لئے آنکھیں ترس گئی تھیں۔ میں آئندہ چند دنوں میں بہت محتاط رہا لیکن میں نے بستی والوں سے اپنا رابطہ قائم رکھا۔ ایک مہینہ گزر گیا لیکن لوکاسا یا اس کے کسی نائب نے میری خبر نہ لی۔ البتہ وہ میری نگرانی ضرور کر رہے ہوں گے۔ جب دل بہت گھبراتا میں بستی سے دور نکل جاتا۔ آخر ایک دن مجھے خیال آیا کہ میں خود ہی لوریما سے ملنے کی کوشش کیوں نہ کروں؟ یقیناً لوکاسا کو پتہ چل جائے گا لیکن مقدس لوریما کو اس پر ہر طرح برتری حاصل ہے۔ مجھے کسی صورت اس کے پاس پہنچنا چاہئے۔ پھر اس سے بڑی آسانی سے تحفظ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بہت غور و فکر کے بعد جب میں ایک دن بستی سے بہت دور چلا گیا تو میں نے سمورال کی مالا سے لوریما کی اقامت گاہ کی سمت رہنمائی طلب کی۔ جاراکا کی کھوپڑی ہاتھ میں لے کر میں مغرب کی طرف روانہ ہو گیا۔ دُور تک راستے میں مجھے کوئی نہیں ملا۔ وہ گھنے درختوں سے ڈھکا ہوا کوئی حصہ تھا۔ میں ہر غار میں سمورال کی مالا سے مدد لیتا مگر اس کے دانے کہیں نہ چمکے۔ غار تلاش کرتا ہوا، آخر ایک جگہ سمورال کی مالا کے دانے روشن ہو گئے۔ میں اس غار میں جانا چاہتا تھا کہ ایک نیزہ بردار شخص نے کہیں سے میری طرف آ کر میرا راستہ روک لیا۔ اس نے مجھے اندر جانے سے منع کیا۔ میں نے مقدس لوریما سے ملنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس نے لوکاسا کا حوالہ دیا۔ کوئی کب تک برداشت کرتا؟ سلسلہ پھر نہ جانے کب ختم ہوتا۔ جب اس نے مجھے اجازت دینے سے انکار کر دیا تو میں نے ضد کی، مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ وہ مجھ سے نبرد آزما ہونے میں پہلو تہی کر رہا ہے۔ میں اسے دھکیلتا ہوا اندر بڑھ گیا۔ اس نے اُٹھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا، میں نے اپنا سیدھا ہاتھ بھرپور قوت سے اس کے جبڑوں پر مارا، وہ دور جا گرا میں نے مڑ کر اسے دیکھنا ضروری نہیں سمجھا اور تیزی سے غار میں داخل ہو گیا۔ کچھ ہی دور اندر جا کر مجھے محسوس ہوا کہ آگے سارے راستے پر آگ لگی ہوئی ہے۔ تصدیق کے لئے میں نے پھر اپنی مالا سے مدد لی یہ وہی غار تھا۔ جس کے راستے پر لوکاسا نے آگ بچھا دی تھی۔ اسی وقت مجھے بوڑھوں کی خانقاہ کا عمل یاد آیا۔ میں یہ عمل دہراتا ہوا دارانہ آگ میں گھس گیا۔ جس جگہ سے میں گزرتا تھا آگ سرد ہوتی جاتی تھی پھر یہ آگ خود بخود ماند پڑ گئی اور نیزہ برداروں کا ایک غول وحشیانہ چیخ پکار مچاتا غار میں داخل ہوا۔ وہ غار میں باہر

کی طرف سے آرہے تھے۔ میں نے آگے کی سمت دوڑنا شروع کر دیا۔ کاش میں آگ بجھانے کے بجائے آگ جلانے پر بھی قادر ہوتا۔ اندھیرے میں دوڑتے ہوئے میں ایک بڑے پتھر سے ٹکرایا۔ آگے راستہ بند تھا ایک بڑا پتھر درمیان میں حائل تھا۔ میری آنکھوں میں تارے ناچ گئے۔ سر سے خون بہنے لگا۔ پیچھے وہ حبشی آرہے تھے۔ پتھر کی جسامت کا اندازہ لگا کر میں نے کچھ نہ کرنے سے کچھ کرنا بہتر سمجھ کر اس پر زور لگایا۔ مجھے خود کو داد دینے کا موقع نہ مل سکا۔ میرے بدن کی غیر معمولی طاقت سے پتھر کا وہ بڑا پاٹ پیچھے کھسکنے لگا جو ایک دروازے کی شکل میں تھا، یہ انسانی طاقت سے ماورا کوئی طاقت تھی پھرتی سے میں اندر داخل ہو گیا اور اندر جا کر میں نے اسے دوبارہ بند کر دیا۔ اس بار میں آگے کی طرف سے چوکنا ہو کر قدم بڑھا رہا تھا۔ میں نے آواز لگائی۔ ''مقدس لوریما میں تیرے پاس آنا چاہتا ہوں۔ مجھے امان دے۔''

میری آواز کے ساتھ ہی دور کہیں مجھے روشنی کی ایک کرن نظر آئی اور میں جلد ہی ان راہداریوں سے گزرنے لگا جو قصر لوریما کے درمیان پڑتی تھیں۔ اندر مجھے کسی نے نہیں روکا۔ چند سیاہ فام دوشیزائیں مجھے ایک بڑے سجے ہوئے کمرے میں لے گئیں۔ کمرے میں جل ترنگ بج رہے تھے۔ ایک سیاہ فام دوشیزہ نے مجھے لوریما کی آمد سے مطلع کیا۔ میری آنکھیں کمرے کا طواف کرنے لگیں۔ اس سراپا جمال، سراپا تمکنت کی آمد آمد کا غلغلہ تھا۔ وہ آرہی تھی۔ وہ آنے والی تھی۔ وہ اقابلا کے حسین طائفے کی خوبصورت بلا۔ وہ اشار کی طرح حسین تھی۔ وہ اقابلا کے حسن و جمال کا پرتو تھی۔ لوریما ایک پھول تھی۔ جزیرہ باگمان کا واحد خوبصورت پھول۔ اسے سینے سے لگانے کو جی چاہتا تھا۔ میں اڑھائی سال کے عرصے کے بعد اس کے جلوے سے منور ہو رہا تھا۔ اسے دیکھنے کے لئے میری رگوں میں سنسنی دوڑ گئی۔ اس نے مجھے زیادہ پریشان نہیں کیا۔ وہ دو سیاہ فام دوشیزاؤں کی معیت میں سُرخ پھولوں سے ڈھکی ہوئی وہاں نمودار ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں شوخی، لبوں پر تبسم اور انداز میں اظہار شوق تھا۔ پتوں اور پھولوں کی چادر سے اس کا جسم جھانک رہا تھا۔ اس کے بال سینے پر لہرائے ہوئے تھے۔ اسے وہاں میرے روبرو چھوڑ کر دونوں خادمائیں رخصت ہو گئیں میں اور وہ اس شبستان رنگ و نور میں تنہا رہ گئے۔ اب میری باری تھی۔ مجھے اس بے مثال حسن کی داد دینی تھی اور اپنی دیوانگی کا اظہار کرنا تھا۔ یہ دونوں کام مجھے خوب آتے تھے۔ میں ایک ہنرمند حسن پرست، میرے دل کی طرح میری زبان بھی بڑی تھی۔ زارشی کے صحرا میں، میں نے جو منصوبہ بنایا تھا، اس پر عمل کرنے کا وقت آگیا تھا۔ مگر تاب جمال کس میں تھی؟ اور پھر وہ شخص جو ایک عرصے تک رعنائی و نکہت سے دور رہا ہو، اس کا کیا عالم ہوگا؟ تمام آداب بالائے طاق رکھ کر اس کے بدن کے پھول نوچنے کی وحشت طاری تھی۔ میں نے بولنے کی کوشش کی، لفظ زبان پر اٹک گئے۔ پھر میں احتراماً جھکا اور میں نے کہا۔ ''میری وحشتیں درگزر کی جائیں کیونکہ میں عالم ہوش و حواس میں نہیں ہوں۔ جابر بن یوسف لوریما کی عظمتوں کے سائے میں پھر پناہ گزیں ہے۔''

اس نے ایک ادائے دلبرانہ سے مجھے دیکھا تو میری ہمت دو چند ہو گئی۔ میں نے دوبارہ کہا۔ ''زارشی کی فضائیں گواہ ہیں کہ میں نے کہاں کہاں اُس کے قرب کی تمنا کی ہے۔ میرے سینے کے یہ اعزازات اس کے سوا کیا ہیں کہ مجھے دوبارہ اس کی بارگاہ میں واپس آنے اور اس کے جمال دل افروز سے سیر ہونے کی آرزو تھی۔ میرے دل میں ایک اضطراب برپا ہے۔ اے مقدس لوریما۔ تجھ سے میرا حال مخفی نہ ہوگا میں اپنا سینہ چاک کروں؟''

اس کے لب سے پھول جھڑے۔ ''تمہیں دوبارہ باگمان میں دیکھ کر خوشی ہوئی۔ یہ ایک بڑا اعزاز ہے جو اس سرزمین میں کم ہی لوگوں نے حاصل کیا ہے۔''

مجھے اپنی بلاغت پر ناز ہے۔ چند ہی لمحوں میں میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ لوریما کے تیوروں میں میرے لیے اثبات کی جھلک ہے اور جہاں یہ ذرا سی رعایت بھی مجھے مل جائے تو میری زبان نہیں رکتی۔ میری آنکھیں میری زبان کا ساتھ دیتی ہیں۔ میں نے اس کی آنکھوں کی چمک میں اضافہ کر دیا۔ اس کے تیوروں میں گداز آ گیا۔ یہی وہ لمحہ تھا جہاں مجھے آگے بڑھنا تھا۔ بڑے اعتماد سے میں نے اس کا نرم و لطیف ہاتھ اپنے کثیف ہاتھوں میں لے لیا۔ میں نے ایک بوسے پر اکتفا نہ کیا۔ میں انہیں چومتا ہی رہا۔ ''تم نے لوریما کو مایوس نہیں کیا۔'' اس کی آواز میں تاثر تھا۔ ''مجھے تمہاری شجاعت اور ذہانت سے یہی امید تھی۔''

''میں نے سوچا تھا میری گردن اعزازات سے جھک جائے کہ میں اس کے روبرو اعتماد سے اپنے دل کا احوال کہنے کی جسارت کر سکوں، لیکن......لیکن......'' میں کہتے کہتے رُک گیا۔

''لیکن کیا......؟'' اس نے وفورِ شوق سے پوچھا۔ وہ میری گفتگو میں تحلیل ہوئی جا رہی تھی۔

''لیکن جب میں جزیرہ باگمان کے ناظم اعلیٰ کے بارے میں سوچتا تھا تو میری ہمتیں پست ہو جاتی تھیں۔ میں نے اپنی سرفرازی کا عہد کر لیا تھا۔ پھر جب میں یہاں آیا تو ناظم اعلیٰ نے مجھے ملنے سے منع کر دیا۔ اس نے میرے راستے میں دیواریں حائل کر دیں۔ اس نے اس راستے پر آگ لگا دی جس سے گزر کر ایک طالب کو اپنے مطلوب کے پاس پہنچنا تھا۔''

وہ خاموش رہی۔ میں نے لوکاسا کے زہریلے رویے کے متعلق تمام باتیں اس کے گوش گزار کر دیں۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کے چہرے پر بیزاری کی علامتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ ''مقدس اقابلا کے ایک فرستادے، زارشی کے زائر، جزیرہ توری کے ایک قبیلے کے سردار جابر بن یوسف کی اس جزیرہ پر جو پذیرائی ہوئی ہے وہ انصاف کی رو سے جائز تھی؟'' میں نے جواب طلب نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''لوکاسا'' اس نے زیرِ لب کہا۔ ''وہ یہاں کا ناظم اعلیٰ اور یہاں کا سب سے طاقت ور شخص ہے۔ اسی لئے لوریما نے اسے فضیلت کی سند دی ہے لیکن اس کے تمام احکام لوریما کی منظوری کے دست نگر ہیں۔ اس کی کوئی فضیلت لوریما کے تقدس سے ماورا نہیں ہے۔''

''بلاشبہ وہ سب پر قادر ہے لیکن اسے کسی طور محترم و مقدس لوریما پر بالادستی حاصل نہیں ہے۔ اگر وہ کسی کو اس قسم کا تاثر دیتا ہے تو وہ ان مروجہ اصولوں کی نفی کرتا ہے جو اس جزیرے کے نظام کی بنیاد ہیں۔ میں سمجھتا ہوں میرے ساتھ لوکاسا کا رویہ میرے مفادات کے حق میں نہیں ہے۔ مجھے مقدس لوریما کی امان چاہئے اور میں اسی بنا پر اس سے ملنے کے لئے بے تاب تھا۔'' میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

''تم لوریما کی امان میں ہو کیونکہ تم مقدس اقابلا کی طرف سے بھیجے گئے ہو۔'' اس نے والہانہ طرز میں کہا۔ میں اس کے ہاتھوں پر بوسے ثبت کر رہا تھا۔

''کیا مجھے مقدس لوریما کو پوجنے کی اجازت ہے؟'' میں نے پوچھا۔

یقیناً، وہ بھی تم سے متاثر ہوئی ہوگی۔'' اس نے کہا۔ ''تم ایک آتش بیان اور آتش خصال مرد ہو۔''

''اے مقدس دیوی! میرے سینے میں آگ لگی ہوئی ہے۔ میرے ہاتھ تیرے جسمِ اطہر سے مس ہونے کی سعادت کے لئے تڑپ رہے

ہیں۔ میرا رواں رواں لرز رہا ہے مجھے اجازت دے کہ میں تجھ سے اپنی بے پایاں محبتوں اور عقیدتوں کا اظہار کرسکوں۔''

میں نے اس کی آنکھوں میں سرخی دیکھی اور اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر اس کے بالوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ وہ خاموش رہی۔ یہ اعتماد کبھی اقابلا کی بارگاہ میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ میں نے اس کے بدن سے پھول توڑنے شروع کر دیئے۔

اس کی از خود رفتگی نے رفتہ رفتہ احترام و تقدس کے وہ بُت ڈھانے شروع کر دیئے جو اسے ایک دیوی اور مجھے ایک خادم کی حیثیت دیتے تھے۔ مگر لوریما اچانک مچل کر میرے پہلو سے نکل گئی۔ اس نے جلتی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور حاکمانہ انداز سے بولی۔ ''جابر بن یوسف! تمہاری قربت میں بڑی آسودگی ہے لیکن یہ میرے اور تمہارے دونوں کے لئے مضر ہوسکتی ہے۔ تم ایک سحر کار مرد ہو لیکن تم مجھ سے کبھی وابستہ نہیں ہوسکتے۔ میں مقدس اقابلا کے حکم کے تحت صرف لوکاسا کو اپنے تصرف میں رکھ سکتی ہوں۔''

اس منتہائے شدت میں ہوش کی یہ باتیں آدمی کو پاگل کر دیتی ہیں۔ مجھے اندازہ تھا کہ آخر یہی ہوگا لیکن میں اسے یہاں تک لانے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ یہی بات کافی تھی۔ میں حواس باختہ سا ہوگیا لیکن میں نے خود کو سنبھال لیا اور اس کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر کہا۔ ''مجھے اس کا احساس ہے۔ ہاں میں اس کا اہل نہیں ہوں۔'' میں نے اُداسی سے کہا۔ ''میں مقدس لوریما سے معذرت خواہ ہوں کہ مقدس دیوی کی ساری نوازشیں لوکاسا کے لئے محفوظ ہیں...... مگر اے عظیم المرتبت دیوی! کیا مجھے یہ پوچھنے کی اجازت ہے کہ ایک ناظم اعلیٰ، دوسرے ناظم اعلیٰ کو اقتدار کس طرح منتقل کرتا ہے؟''

لوریما اسی طرح پُر وقار نظر آرہی تھی جیسے وہ پہلے تھی۔ اس نے میرے سوال پر حیرت سے مجھے دیکھا اور کہنے لگی۔ ''جب ایک ناظم اعلیٰ کے اعصاب جواب دینے لگیں اور وہ خودکسی کو نامزد کر دے یا اسے کوئی زیر کرنے کا دعویٰ کرے اور زیر کر بھی دے یا اس کی موت واقع ہو جائے اور اقتدار کے طالب لوگوں میں جو بھی مقابلے میں کامیاب ہو جائے، وہی اس کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔''

''مگر اسٹالا کے ساتھ تو یہ نہیں ہوا۔'' میں نے جھجکتے ہوئے کہا۔

''اسٹالا......'' لوریما نے کچھ دیر توقف کیا۔ پھر بولی۔ ''اسٹالا اقتدار چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اس کے بعد اس کا نائب ہی اقتدار کا اہل تھا کہ اس سے مقابلے پر کوئی آمادہ نہیں تھا۔''

''مقدس لوریما غیر معمولی روحانی قوتوں کی امین ہے۔ اسٹالا اچانک کیوں چلا گیا تھا، اس کے علم میں ہوگا۔'' میں نے جرات سے کہا۔

میرے سوال پر لوریما نے کوئی جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تو میں نے جوشیلے لہجے میں کہا۔ ''میں مقدس لوریما کے قرب کے لئے فنا ہونا چاہتا ہوں۔ کیا مجھے اس کی اجازت مل جائے گی کہ میں لوکاسا سے اقتدار حاصل کرنے کے لئے اسے مبارزت کی دعوت دوں؟''

لوریما نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ ''تم۔ تم۔ نہیں...... نہیں تم جابر بن یوسف الباقر۔ جزیرہ توری کے شریف سردار۔ تمہیں مقدس اقابلا نے بھیجا ہے۔ بہتر ہے تم اپنی تربیت مکمل کر کے یہاں سے چلے جاؤ اور اپنے لوگوں کی خبر لو۔''

لیکن میں نے انکار کر دیا۔ میں نے اسے لوکاسا کے ظالمانہ اور جارحانہ سلوک کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ میں نے کہا کہ جزیرہ باگمان

کے لوگ اس سے ناخوش ہیں۔ میں نے مصلحتاً استالا سے ملاقات کا واقع اسے نہیں بتایا۔ وہ بے چارہ زارشی کی گرم دھوپ میں آوارہ پھر رہا تھا۔ لوکا سا سے مجھے جتنی نفرت ہوگئی تھی میں نے وہ سب لوریما کے گوش گزار کردی۔ میرے طویل بیان پر اس نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا۔ کوئی بھی لوکا سا کو کسی وقت چیلنج کرسکتا تھا۔ میرا مطالبہ ناجائز نہیں تھا۔ لوریما اسے رد کرسکتی تھی۔ اس نے مجھے لوکا سا کی طاقت اور اس کے ساحرانہ اوصاف کے بارے میں خبردار کیا لیکن میں جما رہا۔ پھر اس نے مجھے سوچنے کا موقع دیا۔ میں نے اس غنیمت لمحے سے فائدہ اٹھا کر اس کی بارگاہ میں کسی رکاوٹ کے بغیر گاہے گاہے حاضری کی اجازت حاصل کرلی۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ انکار نہیں کرے گی کیونکہ میں ان تمام لوگوں سے مختلف تھا جو اس جزیرے پر بستے تھے۔ میں ان کے لئے ایک عجوبہ تھا۔ میرے نقش ونگار ترشے ہوئے اور میری زبان سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔

میں نے لوریما کے سامنے ایک بہت بڑا دعویٰ کردیا۔ میں جو پہلے سے ایک جزیرے کا سردار تھا اب دُوسرے جزیرے پر حکمرانی کا جال بچھا رہا تھا۔ مجھے اپنی اس جرات میں ناکامی کی سزا موت کی صورت میں ملنی تھی۔ جھونپڑی میں واپس آنے کے بعد میں نے اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار لانے کا فیصلہ کرلیا۔ میں نے سرنگا کو یاد کیا اور کاہو کی روح کو طلب کیا۔ وہ روح جب اپنے بوڑھے جسم کے تخیل میں نمودار ہوئی تو میں نے اسے سارا منصوبہ بتا دیا۔ کاہو کے خدشوں اور وسوسوں کے باوجود میں نے اصرار کیا کہ وہ میری مدد پر کمربستہ رہے اور باقی کام مجھ پر چھوڑ دے۔ پھر اس رات میں نے اقابلا کے حضور بھی اپنی کامیابی کے لئے فریاد کی۔ دوسرے دن صبح مجھے پھر لوکا سا کے دربار میں طلب کیا گیا اور لوکا سا نے سخت نفرت اور اشتعال کے عالم میں میری روانگی کے احکام صادر کردیئے۔ میں نے چلتے وقت لوریما سے ملنے کی درخواست کی جسے جبراً وقہراً منظور کرلیا گیا۔ اس بار مجھے رسمی طور پر لوریما سے ملوایا گیا۔ اس آخری ملاقات کے لئے جب جزیرہ باگمان سے کوئی طالب علم کامیاب ہوکر جزیرے میں جاتا ہے۔ اس مرتبہ لوریما سے میری کوئی بات نہیں ہوسکی۔ میں نے رقت کے ساتھ اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اس وقت لوکا سا ہم دونوں کے درمیان موجود تھا۔ لوریما تخت پر متمکن تھی۔ اس کے اردگرد کنیزوں کا ہجوم تھا۔ لوکا سا اس کے پہلو میں پورے طنطنے سے کھڑا ہوا تھا۔ رخصت ہونے سے کچھ دیر قبل میں نے لوریما کے دربار میں اس کی کنیزوں نائبین اور لوکا سا کی موجودگی میں یہ اعلان کیا کہ سلطنت اقابلا کا ایک فرد، جابر بن یوسف الباقر جزیرہ باگمان کے اقتدار کے لئے لوکا سا سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔

میرے اس ڈرامائی اعلان پر لوریما کے سوا تمام افراد حیرت زدہ رہ گئے۔ لوکا سا نے مجھے قہر آلود نظروں سے دیکھا۔ میں ان تمام افراد کے ردِعمل سے بے نیاز لوریما کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ لوریما نے اپنے کاہن کی طرف اشارہ کیا جس نے اپنی سپاٹ آواز میں مجھ سے کہا۔ ''جابر بن یوسف! مقدس لوریما ازراہ ہمدردی تمہیں اپنے دعویٰ پر نظرثانی کا حکم دیتی ہے۔''

''اس کا حکم میرے لیے باعث فخر ہے۔'' میں نے تمام تر احترام سے کہا۔ ''لیکن میں نے یہ دعویٰ پورے ہوش وحواس میں کیا ہے۔'' باگمان کے کاہن نے لوریما کا عندیہ پا کر دربار میں رسمی طور پر اعلان کیا۔ ''جزیرہ طوری کے سردار جابر بن یوسف الباقر کو باگمان کے ناظم اعلیٰ لوکا سا سے مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے۔ یہ مقابلہ باگمان کے تمام باشندوں کے سامنے حسب دستور پانچ یوم بعد منعقد ہوگا۔ دونوں حریفوں کے مقابلے سے دست بردار ہونے کے لئے ایک دن دیا جاتا ہے۔''

اس اعلان کے ساتھ ہی لوریما چلی گئی۔ اور میں اس کے خصوصی دستے کی امان میں اپنی جھونپڑی میں واپس پہنچا دیا گیا۔ لوکاسا کے نگراں اٹھالیے گئے۔ میں اس بات سے بے خبر نہیں تھا کہ لوکاسا بہت فتنہ جو حیلے باز اور کمینہ شخص ہے۔ مقابلے سے قبل وہ مجھے خوف زدہ کرنے، ڈرانے، دھمکانے کی کسی کوشش سے باز نہیں رہے گا۔ مجھے وہ بدبخت کم ہی نقصان پہنچا سکتا تھا، اسلیے کہ میرے گلے میں خاصی چیزیں دفاع کے لئے موجود تھیں۔ ادھر میں نے کاہو کو اپنی نگرانی کے لئے مقرر کر دیا۔ میں اس مقابلے میں اپنے تمام اسلحہ سے کام لینا چاہتا تھا۔ لوکاسا سے محض جسمانی طاقت کا مقابلہ نہیں تھا۔ میرے پاس کاہو موجود تھا۔ میرے گلے میں شپالی، جارا کا کی کھوپڑی اور سمورال کی مالا تھی۔ وہ پُر اسرار علوم کا تربیت یافتہ تھا۔ اگلے چار دن مجھ پر بہت بھاری گزرے۔ میں اس دوران غیر معمولی خطرات میں گھرا رہا۔ میری جھونپڑی میں زہریلے سانپ بلوں سے اُبلنے لگے اور حشرات الارض کا ایک اژدہام جمع ہو گیا۔ میرے لیے پیال کے بستر پر سونا محال ہو گیا مجھے ہر وقت خوفناک آوازیں سنائی دیتیں۔ میرے کھانے میں زہر ملا دیا گیا تھا۔ میں زہریلی چیونٹیوں اور بچھوؤں کے بستر پر سو گیا۔ کاہو کی روح وہاں منڈلا رہی تھی۔ وہ بھول رہا تھا کہ وہ مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ میں اس دوران شدید طور پر مصروف رہا۔ مجھے بستی میں آنے جانے کی آزادی تھی۔ ان لوگوں کے چہرے میرے اعلان سے دمک رہے تھے لیکن اب وہ میرے قریب آتے ہوئے ڈرتے تھے میں انہیں اپنا ہم نوا بنا کر اور مقابلے کے موقع پر اپنے حق میں ان سے نعرے لگوا کر لوکاسا پر نفسیاتی اثر ڈالنا چاہتا تھا۔ وہ میرے قریب نہیں آتے تو میں خود ان کے پاس پہنچ جاتا۔ میں نے اپنا کھانا چھوڑ دیا۔ میں ان لوگوں کا لقمہ ہاتھوں سے چھین لیتا۔ اس بات سے وہ خوش ہوتے۔ وہ سب دلی طور پر دیوتاؤں سے میری کامیابی کے لئے دُعا کر رہے ہوں گے اور دیوتاؤں کو لوکاسا کی ناپسندیدگی کا اندازہ ہو گا۔ نکری، اس کی بوڑھی ماں، اسٹالا اور نہ جانے کتنے لوگ لوکاسا کے قہر و غضب کا ہدف بن چکے تھے۔ اس کی موت تک کوئی اسے چیلنج کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ یہ صرف میں ایک اجنبی تھا جس نے ایک دھماکہ کر دیا تھا۔ وہ انگلیاں اٹھا کر میری طرف اشارہ کرتے تھے۔ ''یہ ہے وہ۔''

اور یہ شخص جو آپ سے مخاطب ہے، اسے اپنے حال پر بعض اوقات بڑی ہنسی آتی تھی۔ وہ تاریک براعظم میں آ کر کتنا بدل گیا تھا وہ یہاں ایک اجنبی کی حیثیت سے وارد ہوا تھا۔ اس میں کتنی انقلاب انگیز تبدیلیاں آئی تھیں۔ زندگی بھی عجیب چیز ہے۔ اسے باقی رکھنے کے لئے آدمی کیا کچھ کر گزرتا ہے۔ ایک ذرا کہیں زندگی کی اُمید پیدا ہوتی ہے تو وہ ایک نقطے سے کتنی پھیل جاتی ہے۔ حرص و ہوس کا کیسا لامتناہی سلسلہ ہے جو کہیں ختم نہیں ہوتا۔

پانچویں روز حسب اعلان اسی جگہ جہاں جشن لوریما منعقد ہوا تھا' ساری بستی موجود تھی۔ کیا اس مقابلے کی روداد تفصیل سے لکھی جائے...... نہیں، یہ مقابلہ کسی طرح بھی اقابلا کے دیدنی ناگفتنی جلوے کے رُو بہ رُو ہونے والے مقابلے سے زیادہ تہلکہ خیز نہیں تھا۔ مگر اس کی نوعیت بڑی سنگین تھی۔ میں نے خود کو داؤ پر لگا دیا تھا۔ لوریما نے میرا یہ مطالبہ مسترد کر دیا کہ یہ رزم آرائی محض جسمانی طاقتوں تک محدود ہے۔ اس درخواست سے میرا مقصد اپنے حریف لوکاسا کو اپنی جسمانی طاقت سے متاثر کرنا تھا۔ شوالا سے مقابلے اور جشن لوکاسا کو اپنی جسمانی طاقت سے متاثر کرنا تھا۔ شوالا سے مقابلہ اور جشن لوریما پر ہونے والے مقابلوں کا ذکر میں تفصیل سے کر چکا ہوں۔ مگر یہ بے حد سنسنی خیز تھا۔ اس سے جزیرہ باگمان کے نظام حکومت میں انقلاب برپا ہو سکتا تھا۔ لوریما اپنے خاص تخت پر مشتاق نظروں سے ہم دونوں کو میدان میں دیکھ رہی تھی۔ اس معرکے کا علان ہوا تو میں

نے کاہو کو مستعد رہنے کا اشارہ کیا۔ کاہو تمام مقابلے میں میرے ساتھ رہا۔ تفصیل کسی اور وقت کے لئے اُٹھا رکھتا ہوں۔ رنگے ہوئے جسم کا لوکا سا کوئی معمولی شخص نہیں تھا۔ اس نے اپنی حیرت انگیز پُر اسرار طاقتوں کا مظاہرہ جس شان اور جس اعتماد سے کیا، میں اس میں کسی طرح کامیاب نہیں ہوسکتا تھا لیکن میرے پاس درخشاں شپالی تھی اور میرے پہلو میں کاہو تھا جو کسی کو نظر نہیں آ رہا تھا، آگ کے شعبدے، درندوں کی یلغار ایک ساتھ کئی خنجروں کے بھرپور وار، بینائی ختم کر دیتا۔ رسیوں سے مکمل طور پر جکڑ دینا۔ غرضیکہ ان پُر اسرار کرشموں کی تعداد بیان کرنے کے لئے ایک وقت چاہئے۔ میں جو چھوٹے موٹے عمل جانتا تھا۔ وہ لوکا سا کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ میں نے خود کو مشق ستم کے لئے آزاد چھوڑ دیا تھا۔ کاہو نے مجھے یہی مشورہ دیا تھا۔ صرف ایک مرتبہ ایسا ہوا جہاں مجھے اُسے دُوبدو جنگ کا موقع ملا۔ وہ طاقت میں میرا ہم سر نہیں ہوسکتا تھا اس لیے کہ زارشی میں میرا بدن جیسے فولاد میں ڈھال دیا گیا تھا۔ میں خانقاہ کی بھٹی میں تپ کر آیا تھا۔ اسی ایک موقع پر میں نے اسے ہوش نہیں لینے دیا اور سارے مجمع پر اپنی جسمانی برتری کی دھاک بٹھا دی۔ لوگوں نے دیکھ لیا تھا کہ اس کے بہت سے حملے ناکام ہو چکے ہیں۔ میں نے خود کوئی حملہ نہیں کیا لیکن وہ میرا کچھ بگاڑ نہیں سکا تھا۔ اس جنگ نے خاصا طول کھینچا جزیرہ باگمان کا مضبوط ناظم اعلیٰ جس سے باگمان کا ہر باشندہ لرزتا تھا۔ وہ ایک اجنبی شخص کو زیر کرنے کی ہر ممکن کوشش میں تلملاتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ ہم دونوں کے لئے یہ زندگی اور موت کا سوال تھا۔ کاش، میں پہلے مقابلوں کی رُوداد بیان نہ کرتا اور اس لرزہ خیز معرکے کا نقشہ کھینچتا۔ اب تک میں اپنا دفاع کر رہا تھا، سہ پہر کے قریب جب لوکا سا اپنے مسلسل حملوں کی ناکامی سے زچ ہونے لگا تو میں اپنی جگہ سے آگے بڑھا اور میں نے اس کے سینے پر ایک زبردست لات رسید کی۔ وہ اس حملے کے لئے تیار نہیں تھا۔ گر گیا اور گر کر فوراً اُٹھ گیا۔ اس نے مجھ پر جھپٹنے کی کوشش کی۔ میری دوسری لات سے اس کی کوئی پسلی ٹوٹ گئی اور وہ بلبلا کر زمین پر ڈھیر ہونے لگا۔ لیکن جب وہ شدید درد اور نقاہت کے عالم میں دوبارہ زمین سے اُبھرا تو مجھے احساس ہوا وہ شوالا نہیں ہے، اس کی پھرتی اور طاقت یقیناً شوالا سے کہیں زیادہ تھی۔ اس نے مجھے اپنے پیروں پر کھڑا رہنا دوبھر کر دیا۔ مجھ سے تخمینے کی غلطی ہوگئی۔ میں نے جزیرہ توری کی سرداری بھی کھوئی اور اقابلا کے حصول کا ارمان میرے دل میں ہی رہ گیا۔ یہ میں نے کیا کیا۔ یقیناً یہ میری خود اعتمادی کی سزا ہے۔ اب اُس کی باری تھی۔ وہ مجھے سنبھلنے کا موقع نہیں دے رہا تھا، جیسے اس پر کوئی شیطان سوار ہوگیا ہو۔ میں اس رزم گاہ کا احوال اختصار سے بیان کرنے کی زیادتی کر رہا ہوں۔ جزیرہ باگمان کے مقتدر شخص لوکا سا نے کئی بار مجھے یہ احساس دلایا کہ ایک ناظم اعلیٰ کو کتنی قوت اور دوسروں پر کتنی فوقیت کا حامل ہونا چاہئے۔ اس نے ایسے بھرپور وار کیے کہ کاہو اگر میرے ساتھ نہ ہوتا تو میں خوف و دہشت سے حوصلہ کھو بیٹھتا۔

لیکن یہ مقابلہ حیرت انگیز طور پر اتنی جلد اور اچانک ختم ہوگیا جس کی توقع کسی کو نہ ہوگی۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے خود کو ہزیمت کے لئے تیار کر لیا تھا لیکن میں ایک مرد آدمی کی طرح آخر دم تک اپنا دفاع کرنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ اس وقت دوبارہ ایک ایسا لمحہ آیا جب مجھے دُوبدو لوکا سا سے جسمانی قوت آزمائی کا موقع ملا اور میں نے غصے کے عالم میں اُسے اُٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ اُسی لمحے کاہو نے مجھے اشارہ کیا۔ ''جابر بن یوسف! تم حوصلہ کھو رہے ہو۔ جلد از جلد اپنے گلے سے شپالی اتار کر اس کے بدن پر پھینک دو۔ اور یہ عمل مسلسل دہراؤ۔ چنانچہ اس کے اُٹھنے سے پہلے میں نے شپالی اس کی طرف اُچھال دی۔ نہ جانے اس چھوٹے سے ہیرے میں کون سی حدت تھی کہ لوکا سا تڑپنے لگا۔ اس کے جسم پر داغ پڑ گیا۔ میں نے دوبارہ

شپالی اٹھا کر اس پر دے ماری اپنے داغ داغ جسم کے باوجود ایک دفعہ اس نے شپالی اپنے ہاتھ میں پکڑ لی لیکن دوسرے ہی لمحے بلبلا کر چھوڑ دی۔ کاہو نے بھی مجھے نصیحت کی کہ میں اسے ہر حال میں ختم کر دوں۔

میں اس پر ٹوٹنے کے لئے جست لگا ہی رہا تھا کہ میرے قدم ایک خاص جگہ آ کر رک گئے۔ جیسے انہیں کسی نے جکڑ لیا ہو۔ لوکاسا نے اپنا آخری وار بھی کیا تھا۔ میں آگے بڑھ ہی نہیں سکتا تھا۔ ایک دیوار میرے آڑے آ گئی تھی۔ کاہو نے ان خنجروں، اُن پتھروں اور نیزوں کی طرف میری توجہ مبذول کرائی جو لوکاسا نے میری طرف پھینکنے تھے۔ میں نے اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے ان سے لوکاسا کا جسم چھید دیا اور لوکاسا، جزیرہ باگمان کے ناظم اعلا، ایک شیطان ایک فرعون اور ایک سنگ دل شخص نے وہیں دم توڑ دیا۔ اس نے خوب مقابلہ کیا۔

دُوسری طرف کاہن نے اعلان کیا۔ ''دیوتا اس کے گواہ ہیں۔ جزیرہ باگمان پر لوکاسا کا تسلط ختم ہوا۔ اب جزیرہ توری کا سردار جابن بن یوسف الباقر جزیرہ باگمان کا ناظم اعلیٰ ہے۔ کاہن اعظم کا آخری جملہ ہجوم کے شور غل میں کہیں گم ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ انہوں نے اس اعلان کے ساتھ ہی دیوانگی کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ وہ زمین پر قلابازیاں کھانے لگے۔

ان کے باجے کا شور ایک دم بڑھا اور وہ مستانہ وار جہاں کھڑے تھے وہیں اچھلنے لگے میں نے ان کی سمت دیکھ کر ان کے نعرہ ہائے تحسین کے جواب میں اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے زور زور سے ہلانے شروع کر دیئے۔ میرے اس طرز عمل سے وہ اپنا دائرہ توڑ کر میری طرف بھاگے اور انہوں نے میرے ہاتھوں کو بوسہ دینا شروع کر دیا۔ یہ سلسلہ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا اس لیے کہ کاہن نے پھر انہیں اپنی اپنی جگہ واپس جانے کا حکم دے دیا تھا۔ باگمان کے انتظامی معاملوں سے متعلق لوگ بڑھتے ہوئے ہجوم کو پیچھے ہٹا رہے تھے۔ ہجوم کا رُخ لوکاسا کی لاش کی سمت تھا۔ جب مجمع میرے گرد سے چھٹ گیا تو میں نے ایک نظر لوکاسا کے جسم پر ڈالی۔ اس کا جسم نیزوں سے چھلنی کر دیا تھا۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا اور خون سے اس کا سارا جسم سرخ ہو گیا تھا۔ مجھے اس کی یہ عبرت انگیز حالت دیکھ کر ذرا بھی ترس نہیں آیا۔ میں اس کے جسم پر ٹھوکریں مارنا اور اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے درندوں کے حوالے کرنا چاہتا تھا۔ یہ مقابلہ صحرائے زارشی کے عظیم تحفے شپالی کی وجہ سے اچانک ختم ہو گیا تھا۔ اس کی گردن مروڑنے اور اپنے ہاتھوں سے اس پر ضربیں لگانے کا موقع مجھے نہیں مل سکا تھا۔

کاہو مجھے مبارک باد دے کر آسمان کی طرف کوچ کر گیا تھا اور اب میری نظریں لوریما کی طرف مرکوز تھیں۔ لوریما پھولوں کی ملکہ، اس کی آنکھوں میں غیر معمولی چمک اور لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ میرے سامنے بیٹھی ہوئی وہ حسین ترین پری پیکر لڑکی اب میری تھی جب میں اس کے نزدیک پہنچا تو کاہن نے میرا بازو پکڑ لیا اور مجھے ایک طرف کھڑا کر دیا۔ اس نے ایک دیوار کے سامنے ہاتھ اٹھائے۔ اس کے ہاتھ اٹھاتے ہی سفید دیوار سیاہ ہو گئی اور کاہن کے مسلسل عمل پڑھنے اور اس پر تواتر کے ساتھ کچھ پھینکنے کے بعد ایک مبہم سا ہیولا نمودار ہوا اور مجھے حیرت ہوئی کہ اس میں حرکت سی پیدا ہوئی۔ اس نے اپنی جگہ بدلی اور پھر وہ ایک جگہ ٹھہر گیا۔ میں اسے کوئی نام نہیں دے سکتا تھا۔ مگر وہ کسی جانور سے مشابہ تھا۔ یہ غالباً ایک شگون تھا۔ اس دلچسپ کام سے فارغ ہو کر کاہن نے پتھر کی ایک رکابی میرے سامنے کی۔ رکابی پر عقاب کی شکل کا ایک پرندہ گردن جھکائے بیٹھا تھا۔ اس نے مجھے اشارہ کیا کہ میں اسے ہاتھ میں لے کر بوسہ دوں مجھے کچھ ہوش نہیں تھا۔ میں نے اسے جھپٹ کر اٹھا لیا، وہ میرے ہاتھوں میں آ کر شدت سے پھڑ پھڑانے اور

مچلنے لگا۔ لیکن میں نے اسے اپنی گرفت سے نہیں چھوڑا۔ میں اس کے دو ٹکڑے کر دینا چاہتا تھا کیونکہ وہ بہت کریہہ صورت پرندہ تھا۔ اس کی آنکھیں انگاروں کے مانند تھیں۔ چاروناچار میں نے اس کے پروں کو بوسہ دیا۔ کاہن نے اسے میرے ہاتھ سے چھین کر ہوا میں اچھال دیا۔ وہ پھرتی کے ساتھ لوریما کے بُت کے شانے پر بیٹھ گیا اور کاہن نے ایک طشت میں جلتی ہوئی آگ سے لوہے کی سلاخ نکال کر میری بائیں ران میں گھسیڑ دی۔ درد کی شدت سے میری چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ میں نے اپنی کراہ حلق میں قید کر لی تھی۔ میری ران پر ایک سرخ نشان پڑ گیا تھا لیکن میں مضبوطی سے اپنے قدموں پر کھڑا رہا پھر کاہن نے میرا چہرہ اوپر اٹھایا اور کچھ پڑھ کر پھونکا اور میری آنکھیں کھول کر ان میں کوئی سفوف جھونک دیا مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میری آنکھوں میں مرچیں جھونک دی گئی ہوں۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ کاہن اسی طرح عمل دہراتا اور میرے ضبر وضبط کا امتحان لیتا رہا۔ میں یہ تمام ستم خاموشی سے سہتا رہا۔ اس وقت میں خود اپنی نظروں میں تماشا بنا ہوا تھا۔ وہ باگمان کی مسند سنبھالنے سے پہلے مقدس رسمیں ادا کر رہا تھا اور میری تطہیر ہو رہی تھی۔ آخر میں اس نے ایک بڑا اژدہا مروڑ کر میرے گلے میں ڈال دیا جو اس کی انگلی کے ایک اشارے سے میرے گلے میں آتے ہی ٹھوس لکڑی کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ ان حیرت انگیز اور صبر آزما مراحل سے گزر کر مجھے لوریما کے سامنے آنے کا موقع ملا۔ میں نے احتراماً اپنے گھٹنے زمین پر ٹیک دیئے لوریما کی آنکھوں میں خون تھا۔ ایسی سرخی اور ایسی وحشت جو میں نے آج تک کسی انسانی آنکھ میں نہیں دیکھی تھی۔ میری نظریں خود بخود جھک گئیں اور میں نے اس کے مرمریں پاؤں کا بوسہ لے لیا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں نے اپنے ہونٹ آگ پر رکھ دیئے ہوں۔

"جابر بن یوسف!" کاہن کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ میں نے سر اٹھایا۔ جزیرہ باگمان کے ناظم اعلیٰ!" اس نے کہا۔ "تمہیں مقدس لوریما کی سرپرستی حاصل رہے۔ تم اس وقت تک اس جزیرے کے حکمران ہو جب تک باگمان میں تمہارا ہم سر کوئی دوسرا فرد نہیں ابھرتا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور حسرت ویاس سے ایک بار پھر لوریما کو دیکھا۔ اب تک سارا مجمع خاموشی سے کاہن کے عجیب وغریب ٹونے ٹوٹکے دیکھ رہا تھا۔ جب لوریما نے کھڑے ہو کر اپنے گلے سے ایک ہار اتار کر میرے گلے میں ڈال دیا تو مجمع میں پھر شور گونج اٹھا۔ میں نے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کاہن کے اشارے پر لوریما کی سواری، باد بہاری، اس بت سمیت اٹھا لی گئی جس کے پہلو میں وہ قتالہ بیٹھی ہوئی تھی چلتے وقت میں نے مسکرا کر اسے مشتاق نظروں سے دیکھا۔

وہ رخصت ہوئی تو شراب کے برتن کھل گئے اور ہجوم سرمستیاں کرنے لگا۔ پھر کوئی نظم نہیں رہا۔ پھر آدمی کی پہچان مشکل ہو گئی۔ ان کے لئے یہ سارا منظر اندھیرے کا تھا، ہر طرف مشعلیں جل رہی تھیں مگر میری آنکھوں سے باگمان کا طلسمی اندھیرا دور ہو چکا تھا۔ ان کے لئے ہر ساعت رات تھی۔ میری آنکھیں شب و روز کے طلوع وغروب دیکھنے پر قادر تھیں۔ وہ بے قابو ہو کر عجیب عجیب قسم کی چیخیں منہ سے نکال رہے تھے۔ لوکاسا کی لاش کے گرداب ایک ہجوم اکٹھا تھا۔ وہ نیزوں سے اس کے جسم کے ٹکڑے کر رہے تھے اور اسے پیروں سے روند رہے تھے جس کے ہاتھ میں گوشت کا لوتھڑا آ جاتا وہ ایک نعرہ لگا کر اسے گیند کی طرح ہجوم میں کسی شخص کی طرف پھینک دیتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے اس کی آنکھیں نکال لیں اور انہیں مشعلوں کی نذر کر دیا۔ میدان میں لوکاسا کی لاش کی جگہ اب کچھ بھی نہیں تھا۔ انہوں نے اس کے جسم کے چیتھڑے اڑا کر نہ جانے کہاں کہاں بکھیر دیئے تھے۔ جب میں ان کے درمیان سے گزرا تو باگمان کی عورتیں مردوں کی آغوش سے نکل کر میری طرف لپکیں اور انہوں نے میرے جسم کے ہر

حصے پر بوسے نچھاور کرنے شروع کردیئے۔ میرے لیے آگے بڑھنا مشکل ہوگیا، میں انہیں چھیڑتا اور مسکراتا ہوا کابالو کے ساتھ آگے آگیا۔ میرے پیچھے لوکاسا کے تمام نائبین تھے۔ میں اس وقت ان سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں بری طرح تھکا ہوا تھا اور سکون سے سوچنے کے لئے کچھ وقت درکار تھا میں نے کابالو کو آواز دی۔ وہ میرے سامنے زمین پر گر گیا۔ ''معزز جابر! تمہارا غلام تمہارے حکم کا منتظر ہے۔''

اس کے بدلے ہوئے لہجے سے میرے چہرے پر مسکراہٹ چھا گئی۔ ''معزز کابالو! مجھے میری قیام گاہ لے چلو مگر کیا تم اب بھی میری بینائی معدوم کردو گے؟''

''آہ معزز جابر! تم نے ہم پر اپنی برتری ثابت کردی ہے۔ کابالو اس گستاخی کی جرات نہیں کرسکتا۔ میں تمہارا غلام ہوں۔ وہ لوکاسا کا حکم تھا اور ناظم اعلیٰ کا حکم ماننا میرے فرائض میں داخل ہے۔'' کابالو نے پشیمانی سے کہا۔

''ہاں کابالو! میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ''جس کے پاس طاقت ہے، تمام چیزیں اس کی محکوم ہیں۔ زندگی طاقت کا کھیل ہے۔ موت طاقت کا زوال ہے۔ میں تم سے کوئی جواب طلبی نہیں کررہا ہوں۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ تم اپنے نئے آقا کو اپنا دوست سمجھ سکتے ہو۔ میں نے اس جزیرے پر ظلم وستم اور خوف وہراس ختم کرنے کے لئے یہ قدم اٹھایا ہے، حالانکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی۔ میں پہلے ہی ایک قبیلے کا سردار ہوں لیکن لوکاسا جیسے بدطینت اور ظالم شخص کو زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہنا چاہئے تھا۔''

''کابالو معزز جابر کے لیے ہر قربانی کو تیار رہے گا۔'' کابالو نے نیازمندی سے کہا۔

یہی طاقت واقتدار کی فوقیت، اس کا نشہ ہے کہ لوگ اس کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں۔ آنکھیں اور انداز بدل جاتے ہیں۔ طاقت کی سرخوشی خوشامد میں ہے، جس کی سب سے زیادہ خوشامد کی جائے وہ طاقت ور ہے۔ مجھے جلد ہی ناظم اعلیٰ کی اقامت گاہ پر پہنچا دیا گیا۔ ایک غار کے اندر کمروں کا ایک طویل سلسلہ تھا۔ عمارتی اعتبار سے یہ مکانات اتنے شان دار تو نہیں تھے مگر جزیرہ توری کے سرداروں کی جھونپڑیوں سے نسبتاً بہتر تھے۔ میں اندر داخل ہوا تو یکایک میں نے اپنے پیچھے آنے والوں کی طرف مڑ کر دیکھا اور پھر ایک خفیف سی مسکراہٹ کے بعد انہیں رخصت کردیا۔ مختلف کمروں میں جگہ جگہ پتھر کی مورتیاں اور عجیب شکل کے جانوروں کی شبیہیں دیواروں پر سجی ہوئی تھیں۔ میں اس وسیع مکان کا ایک چکر لگا کر اس کمرے میں آگیا جہاں لوکاسا آرام کرتا تھا۔ اس سے ملحق ہی وہ کمرہ تھا جہاں لوکاسا ظلم کرتا تھا اور پھر ایک عبادت گاہ تھی۔ اس مکان میں دن ہونے کے باوجود اندھیرا تھا۔ سارا مکان خالی تھا اس لیے کہ ہر شخص بستی میں نئے سردار کے جشن میں شریک تھا۔ میں انہیں چھوڑ کر چلا آیا تھا۔ مجھے سکون کی ضرورت تھی۔ اقتدار کا بوجھ میرا سر بوجھل کیے ہوئے تھا۔ میں زمین کے اس حصے پر لیٹ گیا جسے لوکاسا نے اپنے بستر کے طور پر استعمال کیا ہوگا۔ سر زمین پر رکھتے ہی میرے جسم میں ہلکا ہلکا درد ہونے لگا اور ذہن عجیب عجیب خیالوں سے گھر گیا۔

لیکن ابھی میری آنکھیں بند ہی ہوئی تھیں کہ مجھے کمرے میں مختلف جانوروں کی چیخ وپکار سنائی دی اور یہ دیکھ کر میرا دماغ پھٹنے لگا کہ دیواروں پر ایستادہ جانوروں کی پتھر اور لکڑی کی مورتیاں متحرک ہوگئی ہیں۔ دیواروں پر بنی ہوئی شبیہوں نے حرکت شروع کردی تھی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا، مشعل کی لو مدہم پڑ گئی تھی اور مجھے ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے کئی سائے میری طرف بڑھ رہے ہوں۔ ان کے ہذیانی قہقہے لحہ بہ لحہ میرے قریب ہو

رہے تھے۔ دیوار پر ایستادہ ناگوں کے مجسمے اب اصل سانپوں میں تبدیل ہو گئے تھے۔ لنگور خوف ناک نظروں سے مجھے گھور رہا تھا اور کئی نیولے بیک وقت میری طرف بڑھ رہے تھے۔ چاروں طرف میرے گرد دائرہ تنگ ہو رہا تھا۔ لوکا سا کے اس مخصوص کمرے میں ہر طرف اس کے طلسمی حلیف اپنے مردہ آقا یا اس کی روح کی ایما پر میری ہلاکت کے درپے تھے۔ میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ اگر ان کی تعداد کم ہوتی تو میں انہیں یکے بعد دیگرے ختم کر سکتا تھا میری قوت فیصلہ ختم کیے دے رہے تھے۔ میں نے مضبوطی سے جارا کا کا کی کھوپڑی اور اپنے گلے میں پڑے ہوئے تمام مالاؤں کو پکڑ لیا، پھر میں نے انہیں اپنی تمام قوت مجتمع کر کے للکارا۔ ''اے لوکا سا کے شیطانی فتنو! خبیث رُوحو! تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ بہتر ہے کہ تم اپنی جگہ واپس چلے جاؤ۔ اب وہ مر چکا ہے اور یہ مکان میرا ہے اور میں یہاں کا ناظم اعلیٰ ہوں۔''

میری آواز پر ان کی چیخ و پکار میں اضافہ ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ جب وہ میرے بہت قریب آ گئے تو مجھ پر حملہ کرنے سے جھجکنے لگے۔ شپالی تیزی سے چمک رہی تھی اور میرے گلے میں پڑا ہوا سانپ کا چوبی ڈھانچا اب ایک بڑے اژدھے کی صورت پھن اٹھائے میرے سینے پر لہرا رہا تھا۔ یہ سانپ آج ہی باگمان کے کاہن نے میرے گلے میں ڈالا تھا۔ اس کی پھنکار سے میری ہمت بڑھی اور میں نے بڑھ کر ایک نیولے کو پکڑ لیا اور اس کے سرے اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر پوری طاقت سے مروڑ دیئے اسے ایک مڑی ہوئی لکڑی کی صورت میں تبدیل ہوتے دیر نہیں لگی۔ اسی لمحے میں نے انہیں پھر مخاطب کیا۔ ''اب تم میری امان میں آ جاؤ ورنہ لوکا سا کی طرح تمہارا حشر بھی خراب ہو گا۔ اپنی اپنی جگہوں پر واپس جاؤ اور نئے سردار کی اطاعت قبول کر لو۔ میری فضیلت اور لوکا سا کی ہزیمت کی علامت ہے اور اگر یہاں لوکا سا کی شکست خوردہ روح موجود ہے تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ برگزیدہ کاہو کی رُوح کسی وقت بھی طلب کی جا سکتی ہے کیا آسمان میں بھی وہ سکون سے رہنا نہیں چاہتا۔ جابر بن یوسف الباقر پر مقدس جارا کا کا کی روح کا سایہ ہے اور مقدس اقابلا کی برکتیں اس کے ساتھ ہیں۔ میں چند لمحوں کے اندر کمرے کے پُرسکون دیکھنا چاہتا ہوں۔ ورنہ میں شپالی کے کام لوں گا اور میرے سینے پر یہ لہراتا ہوا اژدھا سب کو غارت کر دے گا۔''

لیکن ان کے قہقہوں میں کوئی کمی نہیں آئی۔ نتیجتاً میں نے اژدھا زمین پر چھوڑ دیا اور شپالی چاروں طرف گھمانی شروع کر دی۔ میرے اس عمل سے وہ پیچھے ہٹ گئے۔ میں نے جھک کر مشعل اپنے ہاتھ میں لے لی اور اسے ان کے جسموں پر مارنے کے ارادے سے اِدھر اُدھر دوڑنے لگا۔ ادھر جس سمت اژدھا رینگ رہا تھا وہ وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ لمحوں میں میرے ان پے در پے حملوں سے وہ اپنی جگہوں پر واپس ہونے لگے۔ ان کے شور میں اسی رفتار سے کمی آتی گئی اور کمرہ دفعتاً پُرسکون ہو گیا۔ میں نے ایک گرہ دے کر شپالی اپنے گلے میں ڈال لی اور کسی خوف کے بغیر اژدھے کو پکڑ کر اپنی گردن کے گرد لپیٹ لیا۔ ''اب تمہارا کام ختم ہوا۔'' میں نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ ''تم کاہن باگمان کے اشارے کی طرح اپنے جسم تبدیل کر لو۔'' میرے یہ کہتے ہی اژدھا لکڑی کی شکل میں تبدیل ہو گیا جس میں وہ تھوڑی دیر پہلے تھا۔ یہ میرے توانا اعصاب کی فتح تھی۔ باگمان کی سرداری کی اہمیت میری نظروں میں دوچند ہو گئی۔ یہ کھلونے جو دیوار پر اب مجسموں کی صورت میں لٹکے ہوئے تھے، انہیں دیکھ کر میرا سینہ فخر سے تن گیا اور مجھے یہ سب بہت دلچسپ بہت عجیب سا محسوس ہوا۔ یہ طلسمی کھلونے کسی سردار کی فوج ہیں، انہیں کسی وقت بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس طلسم خانے کی کسی بات پر حیرت کا اظہار بے معنی تھا۔ میں نے یہ سب مظاہرے جیسے وہ نظر آتے تھے، جوں کے توں قبول کر لیے تھے۔ میں ہر لمحے

کسی بھی عجیب وغریب کرشمے کی توقع کرتا تھا اور اپنی سرسراہٹ اور پتوں کی جنبش سے محتاط رہنے کا عادی ہوتا جارہا تھا۔ کیوں، کیا اور کیسے کا کیا سوال تھا؟ سرنگا نے مجھے ایک بار مشورہ دیا تھا کہ جو کچھ نظر آئے اُسے قبول کرلو اور یہ سوچنے کی کوشش چھوڑ دو کہ وہ کیوں ہے؟ اس لامحدود کائنات میں کیوں کا جواب انسانی ذہن کے لئے موزوں نہیں ہے۔ انسان اس جواب کا متحمل نہیں ہو پاتا، اس کا دماغ پھٹ جاتا۔

اس ہولناک واقعے پر زیادہ کچھ سوچنے کی بجائے میں نے دوبارہ آنکھیں موندلیں اور اطمینان سے اپنے پیر پھیلا دیئے۔ میرے ذہن پر اس کا غلبہ تھا اور میں خود سے سوال کررہا تھا۔ جابر بن یوسف الباقر عزیز من، کیا تو نے سوچا کہ وہ تیری اس جرات اور فتح یابی سے خوش ہوگی؟ کیا اس بلند اقبالی کے بعد اس تک رسائی آسان ہوجائے گی؟ کیا اس تنگ دل فتنے کے دل میں کوئی گوشہ تیری سمائی کے لئے ابھر آئے گا؟ وہ جانتی تو ہوگی کہ تو نے خود کو اس کی نظروں میں ممتاز کرنے اور اس کے گردوپیش لوگوں کے درمیان خود کو ہر اعتبار سے برتر قرار دینے کے لئے ہی یہ قدم اٹھایا تھا۔ اسے طاقت اور مردانگی کے کھیل پسند ہیں۔ یہ مبازرت اس کی نظر میں قابل تحسین تو ہوگی۔ اسے احساس تو ہوگا کہ جہاں میری آسودگی کا امکان تھا۔ وہاں میں نے اس کی خاطر ترک خواہش اور ضبط نفس کا وتیرہ اختیار کیا۔ میں نے قناعت کے بجائے جدوجہد کو اپنا مقصد بنایا۔ یہ میں نے کیوں کیا؟ اسے مردانہ روش اور میرے عاشقانہ اوصاف کا پتہ ہوگا؟ یا مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی؟ بہر حال اب مجھے جلد سے جلد اپنے جزیرے کے لیے روانہ ہوجانا چاہیے۔ نہ جانے اس ہندی بوڑھے سرنگا کا کیا حال ہو اور سریتا پر کیا گزر رہی ہو اور میرے جزیرے کے لوگ کیسے ہوں؟ انہی یادوں میں فلورا بھی ذہن کے پردے پر نمودار ہوئی۔ وہ، میری محبوبہ، جو ابھی تک شوالا کے قبضے میں تھی۔ یہ سوچ کر میری طبیعت بے چین ہوگئی، مگر ایک خاص مدت تک میرا یہاں ٹھہرنا ضروری تھا کیوں کہ میں نے لوکاسا کے خلاف ایک باقاعدہ منصوبے کے تحت بغاوت کا علم بلند کیا تھا۔ اس میں میری تسکین کے کئی پہلو موجود تھے، اپنے ماضی و حال پر سوچتے سوچتے مجھے نیند آگئی اور میری آنکھ اُس وقت کھلی جب ایک سراپا شباب سیاہ فام دوشیزہ میری گردن سہلا رہی تھی۔

وہ لوکاسا کی سب سے محبوب کنیز رہی ہوگی۔ اسے لوکاسا کے کمرہ خاص میں آنے کی اجازت تھی۔ اس کا نام دارژی تھا۔ میں دارژی کے بدن کے سہارے اٹھا۔ اس نے سب سے پہلے ایک آتشیں مشروب مجھے اپنے ہاتھ سے پلایا جسے حلق میں انڈیل کر میرے جسم و جان میں پھرتی آگئی۔ پھر اس نے اپنے ہاتھوں سے میرے جسم کے گرد آلود حصے دھوئے۔ انہیں جگہ جگہ سے رنگا، پھر اس نے میرے بال دھوئے اور اپنی انگلیوں سے ان میں کنگھی کی۔ میں جزیرہ باگمان کی سرداری کے لطف کا آغاز اس رسیلی لڑکی کی دل نشیں صحبت سے کرسکتا تھا لیکن یہ لوریما کی توہین ہوتی، چنانچہ میں ضبط کیے پڑا رہا۔

میں انہیں سرسری نظروں سے دیکھتا ہوا اس کمرے میں آگیا جہاں لوکاسا فیصلے صادر کیا کرتا تھا۔ اس کی مخصوص جگہ بیٹھ کر میں نے بے اختیار لوکاسا کی طرح اپنی ران پر زور سے ہاتھ مارا۔ ایک لمحے کی مدت میں ایک لڑکی میرے سامنے حاضر ہوگئی۔ میں نے اس کی اچانک آمد پر حیرت کا اظہار کیے بغیر کہا۔ ''کابالو کو حاضر کیا جائے۔''

اس کے چلے جانے کے بعد میں نے دیوار پر لگی ہوئی مختلف اشکال کی اشیاء دیکھیں جو کسی وقت بھی متحرک ہوسکتی تھی اور جادو ٹونے سے تعلق رکھتی تھی۔ میں نے مسکرا کر ایک عصا پر ہاتھ پھیرا۔ ''تم میرے کام آؤ گے''۔ میں نے زیرلب کہا۔ تھوڑی دیر میں کابالو حاضر ہوگیا۔ میں نے

اپنی جگہ بیٹھ کر اس سے پوچھا۔ ''قصر لوریما میں اطلاع دی جائے کہ جابر بن یوسف الباقر باریابی کا خواہاں ہے۔''

''ناظم اعلیٰ کے لیے قصر لوریما کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔ البتہ یہ امر مقدس لوریما پر منحصر ہے کہ وہ کس وقت ناظم اعلیٰ سے ملنا پسند کرے۔'' کابالو نے مودبانہ جواب دیا۔

''عزیز کابالو!'' یکا یک میں نے اپنا لہجہ بدل کر کہا۔ ''میں تم سے چند باتیں پوچھنی چاہتا ہوں۔ قصر لوریما کے آداب سے مجھے کچھ زیادہ آگاہی حاصل نہیں ہے۔ اس سلسلے میں کچھ اور معلومات میرے لیے مفید ہوں گی۔''

''میں اپنے آقا کے سوالات کا منتظر ہوں۔''

''کابالو۔ کیا یہ ضروری ہے کہ باگمان کا ہر سردار مقدس لوریما کے متبرک بدن سے حظ اٹھائے۔ فرض کرو اگر وہ نہیں چاہتا تو کیا اس میں مقدس لوریما کی توہین کا کوئی پہلو نکلتا ہے؟'' میں نے تشویش سے پوچھا۔

''یہ تم کیا کہہ رہے ہو سردار؟ اس کا بدن ایک سعادت ہے...... اس کا قرب راحت جاں ہے۔ وہ دیوتاؤں کی نمائندہ اور برتر طاقتوں کی امین ہے۔ کیا تم اس کے متبرک بدن سے فیض حاصل کرنا نہیں چاہتے؟ کیا تم اس مقدس اختلاط سے بہرہ یاب ہونا نہیں چاہتے؟ جارا کا کی روح تم پر رحم کرے۔ یہ میں کیا سن رہا ہوں؟'' کابالو نے حیرت سے کہا۔

وہ خاموش ہوا تو میں نے کہا۔ ''تم اپنا بیان جاری رکھو۔''

''معزز جابر۔ سنو یہ مقدس لوریما پر منحصر ہے کہ وہ تمہیں کس وقت اس امر کی اجازت دیتی ہے اور کب انکار کر دیتی ہے۔ دیوی کے رُو بہ رُو ایک سردار کی حیثیت ماتحت کی سی ہوتی ہے، ایک کنیز کی سی ہوتی ہے وہ جس طرح چاہے اسے استعمال کر سکتی ہے۔ ہر سردار اس کے اشاروں کا تابع ہے۔ اگر دیوی تمہارے جسم سے اپنا جسم اطہر مس کرنے پر آمادگی کا اظہار کرے تو تم کیسے انکار کر سکتے ہو؟'' کابالو نے سراسیمگی سے کہا۔

''میں تمہیں کیا بتاؤں کابالو۔ ایک طویل داستان میرے پس منظر میں ہے لیکن میں ......'' الفاظ میرے حلق میں اٹک گئے۔ ''مگر میں واقعی مقدس لوریما کے سامنے کسی گستاخی کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔''

''معزز جابر۔ تمہاری دانش بلاشبہ سب سے بالا ہے لیکن مجھے حیرت ہے کہ باگمان کا ہر شخص جس کے حصول کا آرزو مند ہے تم اس سے دور رہنا چاہتے ہو۔ تم اپنے لیے مصیبتیں پیدا کر لو گے۔ دیوی کے سامنے اس کی اطاعت لازم ہے۔ اطاعت ایک ایسا جوہر ہے جس میں کبھی نقصان نہیں ہوتا۔ دیوی اپنے سردار کو عزیز رکھتی ہے کیوں کہ وہ سب پر فوقیت رکھتا ہے لیکن دیوی سب سے مقدم ومحترم ہے۔''

''آہ کابالو۔ کاش میں تمہیں بتا سکتا کہ میرا مطلوب...... کون ہے میں نے جس کی طلب میں اپنا ماضی دفنا دیا ہے۔ کون ہے جو مجھے اس شدت سے سرگرم اور سرگرداں رکھے ہوئے ہے۔ وہ کون ہے جس نے ایک اجنبی کا سکون لوٹ لیا ہے۔'' میں نے جذباتی ہو کر کہا۔

کابالو نے مجھ سے پوچھا نہیں کہ وہ کون غارت گر ہے۔ میں ایک آہ بھر کر اٹھا اور میں نے تھکے ہوئے انداز میں اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ خوف زدہ ہو کر میری صورت دیکھنے لگا۔ آج تک کسی سردار نے یقیناً یہ اعزاز اپنے نائب کو نہیں بخشا ہوگا۔ وہ بے چین ہو کر بولا۔ ''معزز

جابر! تمہارا دل بہت وسیع ہے۔ تم انسانوں کو اپنے قابو میں کرنا جانتے ہو۔ میں اپنی زندگی میں چوتھے سردار کی نیابت کے فرائض انجام دے رہا ہوں، تم ان سب میں منفرد ہو۔"

"آہ مجھے قصر لوریما لو چلو۔"

☆==========☆==========☆

رات ہو چکی تھی۔

میری آنکھیں کھلی ہوئی تھی۔ کابالو مجھے میرے غار سے نکال کر ایک تنگ راستے پر لے گیا۔ میرے دل کا عالم عجیب تھا۔ ناظم اعلیٰ کے مکان سے لوریما کا قصر زیادہ دور نہیں تھا۔ مجھے ایک غار کے دہانے پر چھوڑ کر کابالو مسکراتا ہوا رخصت ہو گیا۔ راستے میں کسی نے مزاحمت نہیں کی۔ وہاں کوئی موجود ہی نہیں تھا۔ جب میں ایک بڑے دروازے کے نزدیک پہنچا تو وہ میرے قدموں کی آہٹ سے کھل گیا اور پری چہرہ نازنینوں کے ایک طائفے نے میرے جسم پر عطریات اور پھولوں کی بارش کر دی۔ آج یہاں پذیرائی کا انداز ہی اور تھا۔ جس نازنین کو دیکھو، وہ لچک کو دہری ہوئی جاتی تھی۔

کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ عورتیں اتنے آگے بڑھ کر اظہار کر سکتی ہیں۔ لوریما تک پہنچتے پہنچتے مجھ جیسے آتش مزاج شخص کے جذبات میں بھونچال آ چکا تھا۔ میں سب کچھ بھول رہا تھا۔ میں بھول رہا تھا کہ میں نے ابھی کابالو سے کیا گفتگو کی تھی۔ میرے اندر بیٹھے ہوئے ایک ایسے شخص نے بیدار ہونا شروع کر دیا تھا۔ جو بینائی سے محروم ہوتا ہے، جو سوچنا اور سنتا نہیں جانتا، جو صرف محسوس کرتا ہے، جس کی سرشت میں اشتعال ہے اور جس کے افعال میں جارحیت جو سامنے نظر آنے والے شخص سے بہت مختلف ہے۔ دروازے پر وہ سراپا ناز کھڑی ہوئی تھی .... "میں اپنی مقدس دیوی لوریما کے حضور جزیرہ باگمان کے ناظم اعلیٰ کے طور پر حاضر ہوں۔" میں نے کہا۔

"جابر بن یوسف۔" وہ ایک ادا سے بولی "تم نے لوریما کو مایوس نہیں کیا۔ تمہاری شجاعت اور ذہانت نے لوریما کو خوش کیا ہے۔"

میں اسے ہاتھوں سے اٹھائے پتھر کی نشست گاہ پر لے آیا۔ آسمان پر تارے جھلملا رہے تھے۔ خوبصورت درخت اور پھول ہمارے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ مشعلیں درختوں کے درمیان خالی زمین پر اس طرح ایستادہ تھیں جیسے زمین سے روشنیاں پھوٹ رہی ہوں۔ یہ باغ، یہ دل کش منظر، یہ رات، یہ گداز، کوئی اور ہوتا تو پاگل ہو جاتا، میں نے اسے پہلو میں بٹھا لیا۔ میرے دل و دماغ میں زبردست کش مکش جاری تھی۔

جابر بن یوسف دو اشخاص میں منقسم تھا اور دونوں ایک دوسرے کو قائل کرنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ کیا میں خود کو اس کے سپرد کر دوں؟ اس کی تحویل میں جانے کے بعد میرے مقدر میں کیا لکھا ہے؟ کیا اس سے آلودگی کے بعد اقابلا سے میرے ربط میں کوئی رخنہ پڑ جائے گا؟ مگر اس علاقے کی اقدار مختلف ہیں۔ یہ تو طلسم کا کارخانہ ہے۔ یہاں جنس کی وہ قدریں نہیں ہے جو میرے معاشرے میں موجود ہیں۔ میں ابھی تک انہی پیمانوں سے خود کو ناپتا ہوں۔ میرے احساسات وہی ہیں۔ لوریما پر میرا قانونی حق ہے لیکن میرا قیام یہاں عارضی ہے۔ مجھے بہر حال اگلی منزلوں کی طرف سفر کرنا ہے۔ ہاں مجھے اس کا بدن تاراج کر دینا چاہئے۔ مجھے اسے فتح کر لینا چاہئے۔ ایک دیوی میرے ہاتھوں میں ہے اور میں بہت مضطرب ہوں۔ مجھے مقدس لوریما کی توہین نہیں کرنی چاہئے۔ مگر یہاں جنس کی کوئی قدر موجود نہیں ہے تو عشق کا وہ تیور بھی نظر نہیں آتا جو میرے دل

میں اپنے مقصود کے لیئے ہے۔ عشق کا تقاضا ہے کہ صرف اُس کی تمنا کی جائے۔ عشق کی انا صرف ایک ذات سے وابستہ رہنے میں ہے۔ عشق مصلحت میں نہیں ہوتا۔

مگر خود اس نے اشار کو میری آسودگی کے لئے بھیجا تھا۔ لوریما بھی اشار کی طرح حسین ہے۔ میں اپنی کامیابی پر اسے اقابلا کی طرف سے کوئی دوسرا تحفہ جمال کیوں نہ سمجھوں۔ ممکن ہے یہ صحرائے زارشی کی گرم فضاؤں میں بے شمار اذیت ناک دن گزارنے کا کوئی انعام ہو۔ اشار کے ساغر کی طرح لوریما کے جام سے بھی یہاں کا شربت پیا جاسکتا ہے۔ لوریما ایک ضرورت ہے۔ لوریما ایک بھوکے شخص کی غذا ہے۔ عشق تو جنس سے ماورا ہے۔ پیٹ کی اشتہا بھی دوران عشق بجھائی جاتی ہے کیا عجب کہ لوریما کے وصال کے بعد اس ستم گر کی طلب میں اور تڑپ ہو۔ میں نے اس کے لبوں پر انگلیاں رکھ دیں اور کوئی فیصلہ کرنے کے لئے اسے دلکش باتوں میں الجھائے رکھا۔ میں نے اشتیاق سے کہا۔ ''اے مقدس لوریما! یہ حقیقت کتنی عجیب اور نا قابل یقین ہے کہ تو میرے آغوش میں ہے۔ جزیرہ باگمان پر آنے والا ایک نیم جان اجنبی یہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ لیکن یہ تیرا حسن و جمال تھا جو پہاڑ میرے قدموں سے لرز گئے۔''

''جابر بن یوسیف! تمہاری فتح لوریما کے لئے باعث وسکون ہے تمہاری شکست سے لوریما کو دکھ ہوگا۔ لوریما کا ایک زمانے سے مختلف سرداروں کے ساتھ رابطہ رہا ہے۔ اعزاز یہ ہے کہ پہلی بار لوریما کسی کی آغوش میں اس کے اختیار سے بیٹھی ہے۔'' لوریما نے شوخی سے کہا۔

''میں اس اعزاز کے لئے مقدس لوریما کا شکر گزار ہوں۔'' مقدس لوریما کو علم ہوگا کہ اس کے قرب میں میرے جذبے پرستش کے سوا بھی کچھ ہیں۔ یہ سوچ کر میں اداس ہو جاتا ہوں کہ مجھے ایک دن یہاں سے رخصت ہونا ہے۔ جزیرہ باگمان پر میرے قیام کی مدت بڑی مختصر ہے۔''

''کیا تم جلد واپس جاؤ گے؟ مگر جزیرہ تو ری پوری طرح محفوظ ہے۔ لوریما نے تمکنت سے کہا۔

''ہاں۔'' میں اس کی بارگاہ میں حاضری دینا چاہتا ہوں جس نے ایک اجنبی کو یہ مقام عطا کیا ہے جس نے مجھے اس مبارک سفر کے لئے روانہ کیا ہے۔ میری منزل کہاں جا کر ختم ہو؟ یہ مجھے خود نہیں معلوم۔ ممکن ہے اس کے احکام میری آمد کے منتظر ہوں۔ میں اس وقت تک سکون سے نہیں رہ سکتا۔ جب تک اس کے پاس واپس نہ پہنچ جاؤں۔'' میں نے بے تابی سے کہا۔

''مقدس اقابلا'' اس نے عقیدت سے کہا۔ ''تم جس طرح اس کا تذکرہ کر رہے ہو، وہ تمہاری مزید کامیابیوں کی نشانی ہے۔ وقت اس کے ہاں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ میں تمہیں اپنے حصے سے مشروب حیات کے چند قطرے پلاؤں گی۔ اس کی تاثیر تمہارے ذہن سے گزرتے ہوئے وقت کا احساس ختم کردے گی۔ وقت مقدس اقابلا کے سامنے ٹھہر گیا ہے۔ وہ مرنے اور پیدا ہونے والے انسانوں کے لئے ماہ و سال کا حساب رکھتی ہے اور شاید وہ اس بات پر شادماں رہتی ہوگی کہ اس کے سامنے وقت گزر رہا ہے مگر اس کے پہلو سے بچ بچ کر.......... اور ابھی تو تم نے جزیرہ باگمان کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے یہاں کے اقتدار کا لطف بھی نہیں اٹھایا ہے۔ تم اتنی جلدی کیوں واپس جانا چاہتے ہو؟''

میں اسے کیا بتاتا کہ جس کے لئے وقت کوئی حیثیت نہیں رکھتا وہ وقت کی قدر کیا جانیں؟ میں لمحوں کا عذاب بھگت رہا ہوں۔ میں اسے یہ کیسے باور کراتا کہ میرے سینے میں اس کے نام کے ساتھ ایک ہوا اٹھتی ہے۔ میں اُسے کس طرح سمجھاتا کہ اقتدار، طاقت، سیاہ علوم، گلے میں آویزاں

یہ تحائف، میرے لیے اس کی طلب کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں۔ میں نے اس کی زلفیں چوم کر کہا۔ ''میں اپنے مختصر وقت میں بہت سے کارہائے نمایاں انجام دینا چاہتا ہوں کیونکہ اس کی خوشنودی حاصل کرنے کا یہی ایک ذریعہ مجھے نظر آتا ہے۔ میں پھر واپس آؤں گا۔ جزیرہ توری کی طرح باگمان بھی اب میرا علاقہ ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ میں اپنا نائب مقرر کر کے کچھ مدت کے لئے یہاں سے روانہ ہو سکتا ہوں۔ کیا ایسا ممکن نہیں ہے؟''

''تمہیں اس کی اجازت ہے۔'' لوریما نے مضمحل لہجے میں کہا۔

''اور جب میں واپس آؤں گا تو تاریک براعظم کے بہت سے اسرار مجھ پر وا ہو چکے ہوں گے اور میرے متجسس ذہن کو شاید بہت سے سوالوں کا جواب مل چکا ہوگا۔ پھر یہ سحر گاہ شاید میرے لیے اتنی پُر اسرار نہ ہوگی۔ جتنی کہ اب ہے۔'' میں نے کہا۔

''اوہ جابر!'' لوریما تیزی سے بولی۔ ''یہاں کے باشندے یہ نہیں سوچتے کہ یہ سحر گاہ کیا ہے؟ یہ فسوں گری، یہ افسوں بینی ان کی عادت ہے اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم زمانوں پر پھیلے ہوئے اس علاقے کے اسرار سے آگاہ ہو جاؤ گے تو یہ تمہاری بھول ہے یہ امر صرف مقدس اقابلا پر منحصر ہے کہ وہ تمہیں بعض جوابات سے نوازے یا تمہارا شمار تاریک براعظم کے عام ناواقف باشندوں میں کرے۔''

''اور مجھے اس کے قرب ہی کے لئے اس کے پاس اس کے قریب رہنا ضروری ہے۔ اسی لئے میں واپس جانا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''یہ جسمانی بعد اس کے لئے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ وہ کہیں بھی قیام کر سکتی ہے اور کہیں بھی تمہیں اپنی بارگاہ میں طلب کر سکتی ہے۔'' لوریما نے مچل کر کہا۔

''میری تربیت کا کام ختم ہو چکا ہے۔ اب مجھے اس کے احکام کے مطابق اپنی منزل کی طرف لوٹ جانا چاہئے۔ میں جزیرہ توری میں جا کر میں اسے باریابی کی زحمت دے سکتا ہوں۔''

اس گفتگو کے بعد بھی میں یہ فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ مجھے کس حد تک اپنے مشتعل حواس پر قابو پانا چاہئے۔ میں ابھی تک یہ سوال حل نہیں کر سکا تھا کہ کیا مجھے خود کو اس کے سپرد کر دینا چاہئے؟ وہ ہر لمحے ایک دعوت تھی اس کے دہکتے ہوئے رخسار۔ اس کی شعلہ نفسی، میں اس کی طرف سے نظریں چرا چرا کر اسے اپنی ماضی کی داستانیں سنانے لگا اور میں نے صبر وضبط کے بے شمار حسین لمحے گزار دیئے، ہم دونوں اپنی حدیں بڑھاتے رہے، ہمارے جسم پھنک رہے تھے۔

ہم ساحل کے کنارے بیٹھے رہے۔ کئی طوفان آئے، مگر میں نے ان کا رخ موڑ دیا۔ کوئی نہیں، کوئی نہیں۔ کوئی شخص بھی لوریما کے آتشیں تیور سے محفوظ نہیں رہ سکتا تھا لیکن جابر بن یوسف الباقر کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اپنی تشنہ دہنی اپنے حق اور بے خود کر دینے والے اس فسوں کار منظر کے باوجود وہ مقدس اقابلا کی ایما کا منتظر رہا۔ اس کی منشا کا ایک خفیف سا اشارہ بھی مجھے مل جاتا تو میں لوریما کی ہڈیاں تک کھا لیتا۔ میری زبان خشک ہوگئی تھی اور میری آنکھیں جلنے لگی تھیں ایک قیامت خیز رات وحشتوں میں گزر گئی۔ صبح ہوئی تو میں نے خوف زدہ انداز میں اس سے اجازت چاہی۔ میں نے اپنی دانست میں اسے یہ محسوس نہیں ہونے دیا تھا کہ میرے ذہن میں کیسا آتش فشاں کھول رہا ہے؟ اس رات میں نے اسے اپنی فصاحت سے اپنی ماضی کے قصوں اور باگمان کے ناظم اعلیٰ کے فرائض کے متعلق گفتگو میں مصروف رکھا۔ میں اسے دنیا بھر کے واقعات سناتا رہا۔ صبح کے وقت اس

کے چہرے پر ایک اضطراب سا تھا۔ شاید اس نے میرے اجتناب پر میرے گریز کا اندازہ لگایا تھا۔ شاید وہ سمجھ گئی تھی کہ میری جھجک اور دوری میں کون سا خوف شامل ہے۔ یوں بھی اسے ایک دیوی کی حیثیت حاصل تھی اور اقابلا کے حسین خانوادے سے اس کا تعلق تھا۔

علی الصباح بوجھل قدموں کے ساتھ میں وہاں سے واپس آ گیا اور میں نے فیصلہ کیا کہ اس کرب سے نجات پانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ میں جلد از جلد باگمان سے روانہ ہو جاؤں۔ نہیں تو لوریما کے علاقے میں اس سے دور رہنے میں ایک عذاب سا ذہن پر مسلط رہے گا۔ مگر میں اتنی آسانی سے کیسے جا سکتا تھا؟ اپنے مکان پر واپس آ کر میں نے اپنے تمام نائبین کو طلب کیا اور ان سے باگمان کے متعلق ایک غیر رسمی بات کی۔ کم از کم ہفتہ میں باگمان میں خود کو مقبول بنانے کے لئے صرف کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے ہفتہ جشن کا اعلان کر دیا۔ میں نے اپنے نائبین کو لوکاسا کے حرم کی بعض نادر روزگار لڑکیاں تحفے کے طور پر پیش کر دیں۔ میں نے کابالو کو اعتماد میں لے کر لوکاسا کے خصوصی مقربین اور پسندیدہ مصاحبوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور انہیں برطرف کر دیا میں آبادی میں جا کر عام لوگوں کے ساتھ جشن میں شریک ہوا اور جزیرہ توری کی طرح میں باگمان میں بھی عام لوگوں کے درمیان بیٹھا اور میں نے ان کی جھونپڑیوں کے درمیان گلیوں کی تنگی اور غلاظت دور کرنے کے لئے نئے سرے سے فاصلہ رکھ کر جھونپڑیاں بنانے کا منصوبہ پیش کیا۔ وہ بہت معمولی عیوب تھے جو ذرا سی توجہ سے سدھر سکتے تھے لیکن انہیں ان باتوں کا علم نہیں تھا۔ میں نے انہیں یہ باتیں بتائیں۔ اس ایک ہفتے میں ایک بار بھی لوریما سے نہیں ملا میں باگمان کے لوگوں میں گھر ارہا۔ حالانکہ دل لوریما سے ملنے کے لئے سخت بے تاب تھا۔ میرے سامنے جشن کے زمانے میں بازاروں اور گلیوں میں کھیل تماشے ہوتے رہے۔ وہ ناچتے گاتے، شراب پیتے اور نئے سردار کے لئے درازی عمر کی دعائیں مانگتے رہیں، ایک ہفتہ گزر گیا تو میں نے اپنے بارے میں ہر طرح کا اطمینان کر لینے کے بعد کاہوکی روح کو طلب کیا تا کہ وہ زارشی کے صحراؤں میں جا کر اسٹالا کو باگمان واپس آنے کی دعوت دے۔

تین بعد ایک شام میری حرم سرا کی لڑکیاں مجھے گھیرے ہوئے تھیں اور میرا جسم دبا رہی تھیں۔ ان کے لئے یہ نیا سردار یقیناً عجیب طبیعت کا تھا جو انہیں کبھی دعوت عمل نہیں دیتا تھا اور کبھی ان کے ساتھ درندگی کا سلوک نہیں کرتا تھا، اس وقت مجھے وارثی نے آ کر اطلاع دی کہ کابالو ملاقات کا طالب ہے۔ میں نے مسکرا کر سرمست لڑکیوں کو علیحدہ کیا اور کابالو کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ کابالو تنہا نہیں تھا بلکہ اس کے پیچھے سر جھکائے ناتوان و نیم جاں جزیرہ باگمان کا سابق ناظم اعلیٰ اسٹالا بھی تھا۔ ''اوہ اسٹالا!'' میں اس کی طرف تپاک سے بڑھا۔ ''تم آ گئے؟ مجھے تمہارا انتظار تھا۔'' کابالو نے میرا تپاک حیرت سے دیکھا۔

''معزز جابر بن یوسف!'' اسٹالا زمین پر گر گیا۔ ''تمہارا پیغام جیسے ہی مجھے ملا۔ میں نے دیوتاؤں کی خوشنودی چھوڑ دی اور کشاں کشاں تمہارے پاس چلا آیا۔ تم نے لوکاسا کو ختم کر کے ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔''

''اسٹالا۔ اسٹالا۔'' میں نے اسے اشتیاق آمیز نظروں سے دیکھ کر کہا۔ ''مجھے معلوم تھا کہ تمہارے ساتھ ظلم ہوا ہے۔ زارشی میں تمہارے حسن سلوک اور تمہاری بے بسی دیکھ کر میں نے فیصلہ کیا تھا کہ میں باگمان واپس جا کر لوکاسا سے مقابلہ کرنے کے بارے میں غور کروں گا اُٹھو۔ اٹھو اسٹالا۔ زمین سے اُٹھو۔ تم میرے دوست ہو اور جسے مہذب دنیا کے لوگ ایک بار دوست کہہ دیتے ہیں، اس سے دوستی نبھاتے بھی ہیں۔''

جابر بن یوسف! تم عظیم ہو۔ تمہارے اندر دیوتاؤں کی صفات ہیں۔ میرا چہرہ دیکھ رہے ہو؟ کابالو اس بات کا گواہ ہے کہ میرے جسم نے میرے ساتھ کس قدر بے وفائی کی ہے۔ میں بری طرح تھک گیا ہوں، معزز جابر! باگمان واپس بلا کر تم نے مجھے ایک نئی زندگی دی ہے۔''

''میں جلد یہاں سے جانا چاہتا ہوں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں، میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ معزز جابر بن یوسف نے اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیا ہے۔'' اسٹالا نے شستہ لہجے میں کہا۔

''سنو اسٹالا اور کابالو تم بھی۔ اب مجھے یہاں آئے خاصا عرصہ گزر چکا ہے، مجھے جلد از جلد توری پر پہنچ کر وہاں کی ذمے داریاں سنبھالنی ہیں۔ میں نے اسٹالا کو اس لیے طلب کیا ہے کہ میں اُسے اپنی عدم موجودگی میں باگمان میں اپنا نمائندہ مقرر کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیا؟''......اسٹالا تقریباً چیختے ہوئے بولا۔ ''نہیں نہیں، میں تم سے تمہارا اعزاز چھیننا نہیں چاہتا۔''

''میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔'' میں نے ہنس کر کہا۔ ''ارے تمہاری آنکھوں میں آنسو ہیں۔ تمہارے استقبال کو کیا ہوا؟ میں نے تو تمہارے بارے میں بہت کچھ سنا تھا۔''

''معزز جابر۔ کیا تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو؟'' اسٹالا نے ندامت سے کہا۔

''نہیں میں وہ اقتدار تمہیں سونپنا چاہتا ہوں جو تمہارا حق ہے اور تم جس کے اہل ہو مگر اصولاً یہ اقتدار میرے نام پر ہوگا۔ میرے باگمان واپس آنے تک تم میرے نمائندے کی حیثیت سے کام کرتے رہو گے۔ تمہارے اختیارات ایک ناظم اعلیٰ کے اختیارات ہوں گے۔ میں باگمان کا اقتدار ایک امانت سمجھتا تھا جو تمہیں لوٹا رہا ہوں۔''

''میں دیکھ رہا ہوں کہ تم تاریک براعظم میں کوئی بڑا منصب پاؤ گے میں خود کو باگمان کا ناظم اعلیٰ نہیں سمجھتا، تم نے لوکا سا سے یہ قوت یہ اقتدار حاصل کیا ہے، میں تمہارے حکم پر اپنا سر جھکاتا ہوں، لیکن میں تمہارا غلام ہوں، یہ تمہاری امانت ہے۔'' اسٹالا نے مضبوط لہجے میں کہا۔

''تم میرے دوست ہو، دوست غلام نہیں ہوتے، مجھے تمہارے تجربے اور مشوروں کی ضرورت ہے۔ جزیرہ توری واپس جانے سے پہلے تم مجھے پُراسرار علوم سے آگاہ کرو گے۔ تمہیں یاد ہوگا کہ زارشی میں تم نے مجھ سے خود اس خواہش کا اظہار کیا تھا، میں یہ اشیا جو دیواروں پر منقش ہیں، ان کا استعمال جاننا چاہتا ہوں۔ اسٹالا آج سے تم یہیں رہو اور میں خود کو تمہاری شاگردی میں دیتا ہوں۔ آب آؤ میرے گلے لگ کر تجدید دوستی کرو۔''

''معزز جابر!'' اسٹالا رقت انگیز انداز میں مجھ سے لپٹ گیا حیرت زدہ کابالو خاموش کھڑا ہماری گفتگو سن رہا تھا۔ ''تم نے سب کچھ سن لیا کابالو؟'' میں نے پوچھا۔

''کابالو تمہاری عظمت کا معترف ہے، میں نے جو کچھ سنا ہے۔ اس سے میرے کان پہلی بار آشنا ہوئے ہیں۔ اسٹالا ایک نیک شخص ہے۔ میں حسب سابق اسے اپنی وفاداری کا یقین دلاتا ہوں۔''

''میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔'' اسٹالا نے تعریفی انداز میں کابالو سے کہا۔

آؤ اس خوشی میں رقص کا اہتمام کرتے ہیں۔ ارے کابالو ذرا انہیں آواز دینا، اسٹالا بہت تھکا ہوا ہے۔ اسے گداز کی ضرورت ہے۔ ان

سے کہو کہ وہ اس کے گرد جمع ہو جائیں اور اسے شراب میں نہلا دیں۔'' میں نے جوش مسرت سے کہا۔

شام کو میں لوریما سے ملا۔ اس دن لوریما کے ہاں وہ اضطراب نہیں تھا جس کا میں نے پہلی ملاقات میں مشاہدہ کیا تھا۔ شاید یہ میرا گمان ہے کہ اس کی آنکھوں میں، میں نے ایک حسرت سی محسوس کی۔ اس کے حسن کا وہی عالم تھا۔ آج اس کے بدن پر پھول نکلے ہوئے تھے، میں نے اُسے اپنے فیصلے سے آگاہ کیا تو اس نے کسی تعجب کا اظہار نہیں کیا، اسے پہلے ہی علم ہو گیا تھا کہ اسٹالا میری طلبی پر آج صبح باگمان آ چکا ہے۔ اس نے میرے فیصلے کی توثیق کر دی۔

آبادی میں میرا اعلان حیرت سے سنا گیا۔ اسٹالا پہلے ہی اس علاقے میں مقبول تھا، لیکن گزشتہ دس گیارہ دن میں، میں نے جو مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ وہ اسٹالا کا سکہ دوبارہ جمانے میں حارج ہو رہی تھی۔ اسی روز سے میں نے اپنے مکان پر اسٹالا سے پُراسرار علوم کی تربیت حاصل کرنی شروع کر دی۔ اسٹالا تاریک براعظم کی تاریخ کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا، اسے صرف ایک بات معلوم تھی کہ جو کچھ اب ہے وہ ہمیشہ سے ہے۔ چند برگزیدہ ہستیاں لافانی ہیں۔ انہیں دیوتاؤں کا درجہ حاصل ہے۔ اگر کوئی برگزیدہ ہستی اس دُنیا کو خیرباد کہہ دیتی ہے تو وہ روح کی شکل میں کسی وقت بھی آ کر اپنے لوگوں کی رہنمائی یا تادیب وتبدیدکرتی ہے۔ وہ بحث کرنا نہیں جانتا تھا۔ وہاں کوئی دو رائیں نہیں ہوتیں۔ میں نے ابتدائی ٹونے ٹوٹکے اشامر سے سیکھ لیے تھے، لیکن اسٹالا نے ایک ماہ کی مدت میں صبح وشام کی محنت سے مجھے ایسے عمل سکھائے کہ اگر میں انہیں نہ سیکھتا تو ان علاقوں میں مجھے قدم قدم پر مشکلیں پیش آتیں۔ دوربینی اور پیش بینی ایک مشکل عمل تھا۔ اس کے لئے باقاعدہ ریاضت اور وقت کی ضرورت پڑتی تھی۔ اسٹالا مجھے وہ تو نہ سمجھا سکا لیکن لوکا سا کے کمرے میں سجے ہوئے مختلف مجسمے متحرک کرنا اور انہیں اپنے اشاروں پر چلانا مجھے آ گیا۔ جادو کی دنیا بڑی حیرت انگیز ہے۔ کئی مرکبات سے کوئی جادوئی عمل وجود میں آتا ہے اور یہ ایک پیچیدہ سلسلہ ہے۔ کسی پر وار کرنے کے لئے اور اسے مستقل پریشان کرنے کے لئے اسٹالا نے مجھے ایسا عمل سکھایا جس میں غلیظ ترین مرحلوں سے گزرنا پڑتا تھا۔ جادو میں نفاست، خوش طبعی، باطنی سلیقہ، نرمی اور حلم کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ خون، گندگی، سڑی ہوئی چیزیں، شقاوت، ارادہ اور یکسوئی جادو کے مرکبات ہیں۔ جب کوئی شخص مسلسل انھی اعمال میں مصروف رہتا ہے تو اس کے اندر ایک عجیب وغریب قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے ہاتھ کے اشارے نادیدہ چیزوں کو وجود میں لے آتے ہیں۔ اسٹالا نے مجھے سمورال کی مالا اور جارا کا کا کی کھوپڑی کے نئے استعمالات بتائے اور ڈگبی کے سینگوں کا سحر، لوریما کی مالاؤں کی قوت اور اس اژدھے کے اسرار کے متعلق تفصیل سے باتیں کیں۔ جو عمل یاد نہیں رہے۔ میں نے سیاہی بنا کر اور خشک ٹہنیوں سے قلم تراش کر انہیں لکھ لیا۔ میرے لکھنے کا عمل اسٹالا حیرت سے دیکھتا رہا۔ میں نے ایک ماہ کے دوران میں اپنے ہاتھوں کی خفیف سی جنبش سے کئی شعبدے کرنے سیکھ لیے اور جادو کے توڑ کے کئی عمل بھی جان لیے۔ میری انگلی کے اشارے پر اب اندر کی کوئی کنیز حاضر ہو جاتی تھی۔ اسٹالا کے کہنے کے مطابق میرے پاس ایسے تحائف تھے جن سے مجھے کام لینا ہی نہیں آتا تھا، شپالی ان سب میں حیران کن تحفہ تھا، ایک ماہ کی مدت میں نہ لوریما نے مجھے طلب کیا اور نہ میں نے اس سے ملنے کی کوشش کی۔ جب میں اسٹالا کی مدد سے بنیادی جادوئی چیزوں کے بارے میں خوب طاق ہو گیا تو میں نے اپنی واپسی کا اعلان کر دیا۔

دوسرے دن اشک بار اسٹالا، کاہن، کابالو، دوسرے نائبین اور جزیرہ باگمان کے تمام لوگوں نے ڈھول تاشوں، باجوں، گاجوں، رقص اور

ہاؤ ہو کے ساتھ میری کشتی سمندر میں اتاری، انہوں نے اس پر اتنا سامان لاد دیا تھا جو کئی آدمیوں کے لئے بہت تھا کئی لڑکیوں نے میرے ساتھ جانے کے لئے خود کو پیش کیا۔ دارثی نے کشتی میں آ کر میرا بوسہ لیا اور کاہن نے میری سلامتی کے لئے دیوتاؤں کے حضور ایک طویل دعا مانگی۔ میری کشتی ایک سمت لگا دی گئی۔ اس پر نہ کوئی بادبان تھا اور نہ وہ اتنی بڑی تھی کہ سمندر کی تیز لہروں کا مقابلہ کر سکتی۔ لیکن اس میں مختلف طلسماتی چیزیں رکھ دی گئی تھیں۔ لوریما کی طرف سے میرے گلے میں پھولوں کا ایک بھاری ہار ڈالا گیا اور میں اپنے ایک ملک جزیرہ باگمان سے اپنے دوسرے ملک جزیرہ توری کے سفر پر لہروں کے دوش پر روانہ ہو گیا۔

میں آنے والے دنوں کے تصور میں گم سمندر کی موجوں میں آگے بڑھنے لگا۔ میری کشتی اپنی سمت میں تیزی سے گامزن تھی۔ میں ایک مدت بعد جزیرہ توری واپس جا رہا تھا۔ میرے دل پر ایسے احساسات غالب تھے جیسے میں اپنے وطن، اپنے والدین کے پاس جا رہا ہوں۔ دور تک جزیرہ باگمان کا کنارہ نظر آتا تھا اور پھر وہ سب میری نظروں سے اوجھل ہو گئے اور میں کشتی میں لیٹ گیا۔

تیسرے دن رات کو میری کشتی اچانک ڈولنے لگی، چاروں طرف گہری تاریکی تھی اور سمندر کی طوفانی لہریں شور مچاتی ہوئی کشتی سے کھیل رہی تھیں۔ لہریں اتنی شدید تھیں کہ کشتی ایک دم اوپر اٹھ جاتی تھی اور جب موجوں کے ساتھ واپس نیچے آتی تو اس کا توازن بگڑ جاتا تھا۔ اس بلائے ناگہانی سے نمٹنے کے لئے میں نے اپنے چند جادوئی عمل آزمائے اور ایک متبرک عصا اٹھا کر سمندر کی نذر کر دیا۔ عصا پھینکتے ہی مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں تنہا نہیں ہوں بلکہ کچھ اور لوگ بھی میرے ساتھ ہیں۔ میں ان کی آوازیں نہیں پہچان سکا لیکن رفتہ رفتہ وہ بلند ہوتی جا رہی تھیں سمندر کے اس طوفان میں میں نے دیکھا کہ میرے سر پر روشنی کے جھماکے ٹکرا گئے ہیں اور کچھ ایسی چنگاریاں آپس میں اُلجھ رہی ہیں جو کسی چیز کی رگڑ سے عموماً پیدا ہوتی ہیں اور ایک شور بپا ہے، ایک مبہم سا شور یقیناً سمندر کے ہولناک طوفان سے ہٹ کر کوئی مظہر تھا۔ کچھ سمجھنے کے لئے میں نے جاراکا کی کھوپڑی اٹھائی اور اسے ایک خاص عمل سے گزارا۔ کشتی کے گرد اڑنے والی چنگاریاں دور ہو گئیں لیکن اس قیامت خیز شور میں اضافہ ہو گیا جو سمندر کی لہروں سے زیادہ طاقت ور تھا۔ میری ناک ایک عجیب قسم کی بو سے پھٹی جا رہی تھی۔ میں نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ لیکن اس طرح میں کسی وقت بھی اچھلتی ہوئی کشتی سے سمندر میں گر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے دوبارہ کشتی مضبوطی سے پکڑ لی۔ میرا تمام سامان سمندر کی نذر ہو چکا تھا۔ تمام متبرک چیزیں سمندر نے ہڑپ کر لی تھیں۔ اب میں ایک ہاتھ سے اپنے گلے کے تحائف سنبھالے اور دوسرے ہاتھ سے کشتی تھامے طوفانی لہروں میں اپنے سر پر منڈلاتے ہوئے ہیولوں اور چنگاریوں کی زد پر تھا۔ یک بارگی میرے ذہن میں ایک ناقص خیال آیا کہ یہ مصیبت کہیں لوریما کی توہین کی سزا تو نہیں ہے؟ چنانچہ میں نے چیخ کر فضاؤں سے کہا۔ ''وہ میرے سامنے ہے وہ جو اس سارے علاقے کی حکمران ہے۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ جابر بن یوسف کی موت میں ابھی بہت دن ہیں۔ میں اس کی دید سے پہلے نہیں مر سکتا۔ تم اپنے لیے تباہیاں مول لے رہے ہو۔''

میری آواز شور میں دب گئی جیسے کسی کو اس کی پروا نہ ہو چنگاریوں کا رقص اور تیز ہو گیا۔

پھر مجھے اتنی فرصت بھی نہیں ملی کہ میں حواس مجتمع کر کے اپنے بچاؤ کے لئے کسی اور چیز کے بارے میں سوچتا۔ وہ شور متعدد آوازوں کا تھا اور اس کی کوئی ایک سمت متعین نہیں تھی۔ یہ اتنا ڈراؤنا اور لرزا دینے والا منظر تھا کہ میں خاصا دہشت زدہ ہو گیا۔ حالانکہ میں نے طلسمی معرکوں میں

حوصلہ برقرار رکھا تھا۔قریب تھا کہ میری کشتی سمندر میں اُلٹ جاتی اور میں اس کی پہنائیوں میں گم ہو جاتا اور پھر کبھی کوئی میری کہانی۔ میری الم انگیز رو داد نہ جان پاتا کہ رفتہ رفتہ یہ نادیدہ فساد کم ہوتا گیا۔ساتھ ہی سمندر بھی پرسکون ہو گیا۔ میں نے کشتی سے پانی اُلیچنا شروع کر دیا اور نیند اور تھکن سے ہار کر سپر ڈال دی۔ میں سو گیا۔صبح صادق کے وقت مجھے اپنے سر پر پرندے اڑتے نظر آئے میں نے حیران نظروں سے سمندر کی تمام سمتوں پر نظر ڈالی۔ خشک قریب آ رہی تھی اور میرا دل دھڑک رہا تھا۔

جلد ہی میری کشتی کنارے لگ گئی۔ سامنے درختوں کی قطاریں تھیں۔ یہ جزیرہ توری نہیں تھا،کوئی اور جگہ معلوم ہوتی تھی۔ کشتی اندر تک خشکی پر کھڑی کر کے میں نے اسے درختوں میں چھپا دیا اور اس جگہ پر ایک دائرہ کھینچ کر اسے طلسمی طور پر محفوظ کر دیا۔ مجھے یقین تھا کہ اب وہ میرے سوا کسی کو نظر نہیں آئے گی۔اس کام سے فارغ ہو کر میں درختوں کے جھنڈ میں داخل ہو گیا۔ایک گھنا جنگل میرے سامنے تھا۔ میں کچھ ہی دور آگے گیا ہوں گا کہ ننگ دھڑنگ حبشیوں کی ایک جماعت نے مجھے گھیرے میں لے لیا لیکن وہ مجھ سے دور ہی رہے۔

''تم کون لوگ ہو؟'' میں نے جرات سے کہا۔

''انگروما کے لوگ تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔'' اُن میں سے ایک آگے بڑھ کر بولا۔

''انگروما۔مگر میری منزل جزیرہ توری تھی۔شاید میری کشتی غلط راستے پر آ گئی۔'' میں نے جھلا کر کہا۔

''تمہاری کشتی صحیح راستے پر آئی ہے۔انہوں نے تمہیں آزاد کرا دیا ہے۔'' اس نے اعتماد سے جواب دیا۔

''آزاد کرا دیا؟ مگر میں کس کا غلام تھا؟'' اور مجھے کس نے آزاد کرایا؟''

''ہم تمہیں گروٹا کے پاس لیے چلتے ہیں۔'' انہوں نے جواب میں کہا۔

''گروٹا؟ یہ کون شخص ہے؟''

''گروٹا انگروما کا محافظ ہے۔''

''مگر میری منزل انگروما نہیں ہے۔میں جزیرہ توری واپس جانا چاہتا ہوں۔ میں کسی گروٹا سے ملنا نہیں چاہتا۔'' میں نے انہیں ٹٹولنے کے لئے کہا۔

''ہم تمہیں زبردستی لے جائیں گے۔'' انہوں نے بیک زبان کہا۔

''کیا تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ کیا تم میرا سینہ نہیں دیکھ رہے ہو؟ بہتر ہے مجھے واپس جانے دو۔''

''گروٹا کے حکم کے بغیر تم واپس نہیں جا سکتے۔''

''مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ میں واپس جا رہا ہوں۔'' میں نے سمندر کی طرف اپنے قدم بڑھا دیئے۔ جب میں نے گھیرا توڑنا چاہا تو وہ مجھ سے لپٹ گئے۔ وہ تعداد میں دس تھے۔ میں نے اپنی ٹانگوں، ہاتھوں اور سر کی ضرب سے دو تین کو وہیں گرا دیا اور ان میں سے ایک کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ میں نے شپالی ان کے جسموں سے مَس کرنی شروع کر دی۔ وہ چیختے ہوئے مجھ سے دُور ہو گئے۔ دوبارہ جب میں ساحل کی سمت بڑھا تو میں

نے حبشیوں کا ایک ہجوم اپنی طرف آتے دیکھا۔ میرے قدم رُک گئے اور میں ان کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ ایک فاصلے پر آ کر ٹھہر گئے تو ان کے درمیان سے ایک خمیدہ کمر لیکن تنومند شخص آگے آیا۔ اس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں اور چہرے پر لاتعداد جھریاں پڑی ہوئی تھیں۔

''جابر بن یوسف الباقر! گروٹا، انگرو ما میں تمہارا منتظر تھا۔ باگمان جاتے ہوئے بھی تمہیں اس جزیرے پر روکا جا سکتا تھا مگر ہمیں لائق لوگوں کی ضرورت ہے۔ صحرائے زارشی میں تربیت کے بعد تم ہمارے بہت کام آؤ گے۔''

''تم گروٹا ہو؟'' میں نے جرات سے کہا۔ ''کیا تم نہیں جانتے کہ تم تاریک براعظم کی سب سے محترم ہستی مقدس اقابلا کے فرستادہ کو روک رہے ہو جو جزیرہ باگمان اور جزیرہ توری کا سردار بھی ہے۔''

اس نے ایک قہقہہ لگایا۔ ''اقابلا...... مجھے سب کچھ معلوم ہے تم کہاں سے آئے ہو اور کہاں جا رہے تھے۔ ہم نے اس بلا سے تمہیں محفوظ کر لیا ہے۔ اقابلا۔'' اس نے پھر ایک قہقہہ لگایا۔ ''اقابلا کا سحر یہاں کارگر نہیں ہوتا۔ دیوتاؤں نے یہ علاقہ اس بلا سے محفوظ قرار دے دیا ہے۔ یہاں وہ برگزیدہ لوگ موجود ہیں جنہوں نے اس سے تنگ آ کر اس علاقے میں پناہ لی ہے۔''

شاید یہ بھی میرا امتحان ہے اور اس سے میرا ربط خاص آزمانے کا کوئی حربہ ہے۔ میں نے سوچا اور گروٹا سے کہا۔ ''اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں ان برگزیدہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا جنہوں نے اس سے تنگ آ کر یہاں پناہ لی ہے تو تمہارا خیال غلط ہے اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم مجھے زبردستی یہاں روک لو گے تو میں تمہیں بتاؤں کہ تمہیں ناکامی ہو گی۔''

اس کا قہقہہ اُبل پڑا۔ ''ہم نے تمہیں سمندر سے کھینچ لیا ہے۔ ہم تمہیں یہاں بھی روک سکتے ہیں۔ تمہیں انگرو ما، گروٹا اور یہاں کے بڑے لوگوں کے متعلق کچھ جانے بغیر زیادہ باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ تم ہمارے مہمان ہو، میرے ساتھ آبادی میں چلو۔ میں تمہیں بتاؤں گا کہ ہم کتنے زمانوں سے اس کے قہر کا نشانہ بن رہے ہیں۔''

میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ آسانی سے میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ گروٹا کے بیان کے مطابق انہوں نے میری کشتی کا راستہ بدل دیا تھا۔ مجھے محتاط ہونے کی ضرورت تھی۔ میں نے کہا۔ ''تمہاری باتیں دلچسپ ہیں اور مجھے یہ پاگلوں کی بستی نظر آتی ہے لیکن میں تمہاری باتیں سنوں گا۔''

''اور جب تم ان لوگوں سے ملو گے جن کے گلے میں تمہارے تحائف سے زیادہ تحائف لٹک رہے ہیں اور جو اس کے معتوب ہیں تو تم فیصلہ بدل دو گے۔ ایک یہی راستہ تمہیں اپنی دنیا میں لے جانے کا بھی ہے، اگر تم نے ہمارا ساتھ دیا تو نقصان میں نہیں رہو گے۔'' گروٹا نے سنجیدگی سے کہا۔

گروٹا کا انداز معنی خیز تھا۔ انگرو ایک سرسبز و شاداب جزیرہ معلوم ہوتا تھا۔ یہ گھنے درختوں کے درمیان ایک میدانی علاقہ تھا، جہاں جگہ جگہ پتھر کے انسان نصب تھے اور جھونپڑیوں کا ایک طویل سلسلہ دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ آبادی میں مجھے ایسے لوگوں کی کثیر تعداد نظر آئی جن کے گلے میں بے شمار ہار اور مالائیں جھول رہی تھیں۔ ان کے چہروں پر سنجیدگی تھی اور تدبر تھا اور ایک اضطراب پایا جاتا تھا مجھے ایک جھونپڑی میں ٹھہرا کر میرے سامنے عمدہ مشروبات اور لذیذ غذائیں پیش کی گئیں۔ رات کو مجھے ایک میدان میں لایا گیا جہاں مشعلوں کی روشنی میں ایسے لوگوں کا اجتماع تھا جو گروٹا کے قول کے مطابق غیر معمولی صفات کے حامل تھے۔ ان کے چہروں پر تدبر اور عزم تھا۔ مجھے ان کے درمیان کھڑا کر کے گروٹا ان سے مخاطب ہوا۔

''اے بزرگ و برتر لوگو! ہم نے جابر بن یوسف الباقر کو حاصل کر لیا ہے اور یہ ہمارے برگزیدہ لوگوں میں ایک اضافہ ہے۔ جابر بن یوسف، شجاعت، ذہانت، برداشت اور علم میں یکتا ہے، مگر وہ اقابلا کے عتاب و عذاب، اس کے ظلم وستم، اس کے سحر وافسوں، اس کی فتنہ گری و غارت گری سے ناواقف ہے۔ جابر بن یوسف، ہم میں بہت سوں کی طرح اس کا طلب گار ہے۔ اسے نہیں معلوم کہ وہ ایک سراب ہے۔ ہم میں سے کتنے اس کی فسوں خیزی کے شکار ہوئے ہیں اور ہم میں سے کتنے اس کی زد سے بچ آئے ہیں۔ میں نے اسے اس جزیرے کے فضائل و خصوصیات کے متعلق بتا دیا ہے۔ وہ ایک نئے آنے والے کی طرح گریز کر رہا ہے مگر اسے نہیں معلوم کہ وہ اس وقت کاہنوں، سرداروں اور تاریک براعظم کے جلیل القدر لوگوں کے درمیان موجود ہے۔''

گروٹا اپنی بات کہہ کر بیٹھا تو ایک بوڑھا شخص اٹھا۔ ''کتنے زمانے گزر گئے'' وہ بولا۔ ''اب ہمارے پاس کسی چیز کی کمی نہیں۔ اب اس کا زوال قریب ہے۔ جابر بن یوسف کو معلوم ہونا چاہئے کہ اسے مزید تربیت کے لئے یہاں بلایا گیا ہے اور اس نے دیکھ لیا ہے کہ ہمیں راستہ بدلنا آتا ہے۔ ہم نے جب اس جزیرے پر قدم رکھا تھا، اس وقت یہاں کچھ نہیں تھا لیکن قرنوں میں ہم نے اپنی تعداد بڑھالی۔ افسوس کہ جابر بن یوسف نے مشروب حیات نہیں پیا لیکن ہم اس کے زوال اعصاب سے پہلے اور اس کی تربیت کے بعد اسے پتھر میں محفوظ کر لیں گے اور جس وقت مناسب ہوا اسے متحرک کر لیں گے۔''

میرے جسم پر لرزہ طاری ہوا۔ یہ سب معمولی لوگ نظر نہیں آتے تھے۔ ان کے لہجے میں بڑا اعتماد تھا اور آنکھوں سے یقین جھلکتا تھا۔ میں ہمت کر کے کھڑا ہوا اور میں نے کہا۔ ''کیا اِن صاحب عرفان لوگوں کے سامنے مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہے؟''

''ہاں ہاں کہو۔ یہاں اشتراک ہے۔ یہ اقابلا کی سلطنت نہیں ہے، جہاں اس کے جاہ جلال اور عظمت و شوکت سے خوف وہراس پھیلایا جاتا ہو۔ یہاں زبانیں کاٹی نہیں جاتیں۔ یہاں ہر شخص کی بات سنی جاتی ہے اور ہر شخص کو ایک مکمل شخص بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔'' گروٹا نے کہا۔

میں نے شائستگی سے کہا۔ ''اے اہل علم، اے ستم رسیدہ بزرگو! میری سمجھ میں تمہاری بات نہیں آتی۔ میں ایک سیدھا سادہ شخص ہوں جہاں تک میرا تعلق ہے اس مقدس ذات سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ سنا ہے اجنبیوں کو اس کا علاقہ راس نہیں آتا لیکن مجھے ہر نوازش سے سرفراز کیا گیا۔ میں کس بنیاد پر اس سے اختلاف کروں؟ اگر تم لوگ میری بات سننا چاہتے ہو تو سنو۔ تم یہ خیال چھوڑ دو کہ تم اُس پر کسی طور غالب آسکتے ہو۔ تاحد خیال اس کی سلطنت پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے ناخن لمبے اور اس کے دانت نوکیلے ہیں۔ اس کے پاس ایسی طاقتیں ہیں جو تمہارے ارادوں کو کبھی پایہ تکمیل تک نہیں پہنچنے دیں گی۔'' میری بات ختم ہوئی تو میں نے محسوس کیا کہ وہ ہنس رہے ہیں اور میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔ ان کی ہنسی سے میں جھینپ گیا۔

''عزیز جابر بن یوسف الباقر! تم بھول رہے ہو کہ تمہارے تمام ساتھی یکے بعد دیگر ختم کر دیئے گئے۔ تمہاری محبوبہ فلورا چھین لی گئی۔ سریتا اغوا کی گئی۔ تمہارا بوڑھا ہندی دوست سرنگا اب بھی آبادی سے دُور توری کے جنگلوں میں مارا مارا پھر رہا ہے۔ تم نے ابھی کچھ نہیں دیکھا۔ ان بزرگوں کے چہروں پر نظر ڈالو۔ ان کے چہروں پر داستانیں لکھی ہوئی ہیں۔ یہ وہ افضل و اشرف لوگ ہیں جنہوں نے اس کے ساتھ زمانے گزارے ہیں اور اپنے آپ کو بھول کر اس کی طلب میں تمہاری طرح دیوانے ہو گئے تھے۔ انہیں حسب معمول اس کے عتاب سے گزرنا پڑا۔ کیا میں جابر بن یوسف

البا قر سے ہر شخص کا تعارف کراؤں کہ یہاں کون لوگ بیٹھے ہیں؟''

''تم نے غلط قیاس کیا۔ میں اقتدار، بزرگی اور طاقت کا طلب گار نہیں ہوں۔ میں تو اس کا غلام رہنا چاہتا ہوں۔ وہ ایک حسین۔ کائنات کی سب سے حسین عورت ہے۔ میں اس کا قرب چاہتا ہوں چاہے وہ ایک بار نصیب ہو۔ اس کے بعد میں زندہ رہنے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا۔'' میں نے با آواز بلند کہا۔

وہ بری طرح ہنسنے لگے۔ اندھیرے میں ان کے سفید دانت ایک ساتھ چمکے تو مجھے عجب خوف سا محسوس ہوا۔ وہ بوڑھا کھڑا ہوا جس نے گروٹا کے بعد مجمع سے خطاب کیا تھا۔ اس نے کہا۔ ''جابر بن یوسف ایک جذباتی نوجوان ہے۔ اسے بتایا جائے کہ جن لوگوں کو ہم پسند کر لیتے ہیں ہمیں انہیں اپنے سانچے میں ڈھالنا آتا ہے۔ اس جزیرے پر اقابلا کی نہیں، ہماری حکمرانی ہے۔ ہم نے جابر بن یوسف کی فلاح کے یہ قدم اٹھایا ہے۔ اسے آگاہ کیا جائے گا کہ ہم کون ہیں۔ ہم انسانوں کو پتھروں میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ ہم سمندر کی دیوزاد لہروں کا رخ موڑ دیتے ہیں۔ ہم پانی میں آگ لگا دیتے ہیں۔ ہماری آنکھیں اقابلا کی سلطنت کے تمام افعال واشغال یہیں بیٹھے بیٹھے دیکھ لیتی ہیں۔ اس سے کہہ دیا جائے کہ اس فتنے کی سلطنت عارضی ہے۔ سلطنتیں شب وروز میں نہیں بدلا کرتیں۔ ہمارے ساتھ وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہیں قرن گزر گئے ہیں۔ اس سے کہہ دیا جائے کہ صرف اقابلا ہی جارا کا کا کی مقدس روح کی نمائندہ نہیں ہے، ہماری نگاہیں بھی اسی طرف ہیں۔'' اس کی آواز میں دھیرے دھیرے جوش پیدا ہوتا گیا۔

''مگر وہ بہت حسین ہے میرے دوستو! اس پر فنا ہونے کو جی چاہتا ہے۔'' میں نے بذلہ سنجی کی۔

''جابر بن یوسف کو ہمارے تجربوں کی ضرورت ہے۔ ہم اسے یہاں ہر طرح خوش رکھیں گے۔ یہاں اعلیٰ درجے کی شراب اور خوبصورت عورتیں موجود ہیں۔ یہاں ملازموں کی کثرت ہے جنہیں ہم نے اس کی سلطنت سے اغوا کیا ہے۔'' بوڑھے نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔ ''یہاں جابر بن یوسف کے لئے اقابلا کے سوا سب کچھ ہے جو کسی کو نہیں ملتی۔ کوئی عجب نہیں کہ کل سرنگا کو ادھر آنے کا راستہ مل جائے اور ہم اس کی لڑکی سریتا اور فلورا کو بھی یہاں لانے میں کامیاب ہو جائیں۔ ہمارے ہاتھ لمبے ہیں اور ہمارا قد مسلسل بلند ہو رہا ہے۔'' بوڑھے نے یقین کے لہجے میں کہا۔

ان کی گفتگو رات گئے تک جاری رہی اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہاں سے میرے فرار کی ہر کوشش بے سود ہوگی۔ میں نہ جانے کتنے طویل عرصے کے لئے یہاں قید ہو گیا ہوں۔ وہ اپنی بات منوانا جانتے تھے۔ میں پتھر کے ان انسانوں کی قطاریں دیکھ رہا تھا جنہیں انہوں نے محفوظ کر دیا تھا، وہ کسی وقت بھی انہیں متحرک کر سکتے تھے۔ وہ کسی وقت بھی مجھے پتھر میں تبدیل کر سکتے تھے۔ میں اپنی اقامت گاہ میں بے سُدھ ہو کر گر گیا۔ میں نے ان کی طرف سے پیش کی ہوئی نوجوان لڑکی، مشروبات اور غذاؤں پر کوئی توجہ نہیں دی۔ آہ میں نے کیا سوچا تھا، کیا ہو گیا۔ جب اسے یہ معلوم ہوگا کہ میں اس کے دشمنوں کے علاقے میں ہوں اور وہ مجھے اس کے خلاف ساز باز میں شریک کر رہے ہیں تو اس کا کیا عالم ہوگا؟ ان گدھوں نے میری زندہ لاش کو گھیر لیا ہے میں لامحدود عرصے کے لئے اپنا جسم پتھر میں تبدیل کرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں جلد مرنا چاہتا تھا۔

☆==========☆==========☆

میزبان لڑکی میری بذیاتی حالت دزیدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی اور طرح طرح سے پہلو بدل رہی تھی۔ اس کے سراپا میں کوئی خاص خوبی نہیں تھی، اس کے سوا کہ وہ جوان تھی۔ رات خاصی ڈھل چکی تھی۔ میں نے اسے سونے کا حکم دیا اور اضطراب کے عالم میں پتھر کے قدح میں رکھا ہوا سارا مشروب حلق میں انڈیل لیا۔ اسے پیتے ہی مجھے اپنے سینے میں ایک کاٹ سی محسوس ہوئی۔ آنکھوں میں تپش سی ہونے لگی۔ نزع و انتشار کی اس کیفیت میں، میں نے پتھر کا وہ خوان اُلٹ دیا جو غذاؤں، پھل اور مشروبات سے پُر تھا اور پتھر کے اس کمرے سے باہر نکل آیا۔ باہر ہر طرف خاموشی تھی۔ رات کی دبی ہوئی خاموشی میں پرندوں کی سسکیاں اور حشرات الارض کی سرسراہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ رات ختم ہونے والی تھی۔ بھیانک سناٹا ہر طرف مسلط تھا۔ ہر طرف اندھیرے، درخت اتنے اُونچے اور گھنے تھے کہ چاند کی روشنی زمین پر کسی بدمست ہوا کے جھونکے کی وساطت ہی سے نیچے اُتر سکتی تھی۔ ٹھنڈی ہوا لگی تو خمار اور بڑھ گیا۔ خمار بڑھا تو انتشار سوا ہو گیا۔

میں اقابلا کے بارے میں سوچنے لگا، نہ جانے وہ میرے بارے میں کیا سوچ رہی ہوگی؟ جزیرہ انگروما کے سبزہ زار زارشی کے صحرا میں تبدیل ہو جائیں گے، یہ سب برگزیدہ لوگ، یہ ساری آبادی عذابناک تباہی سے دوچار ہوگی، وہ کب تک ان کی سرکشی برداشت کرے گی؟ وہ جو تاریک براعظم میں طاقت کا منبع اور مرجع ہے، جسے اس جلیل منصب پر دیوتاؤں نے فائز کیا ہے، اس کے اسرار بے پناہ ہیں۔ کیا وہ خاموش بیٹھی رہے گی؟ مگر...... مگر شاید مشروب نے میرے ذہن پر نقاب ڈال دی تھی۔ اب میں ایک مجسمے کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کی تختی سے جب میرے احساس کی آنکھ کھلی تو انگروما کی سرزمین پر مجھے اپنا بوجھ نظر آیا۔ میں ایک بڑے چوہے دان میں قید تھا۔ ساری خوش فہمیاں کافور ہو گئیں۔ حقیقت کیا تھی؟ حقیقت یہ تھی کہ اب میں انگروما میں تھا اور تاریک براعظم کی مطلق العنان ساحرہ اپنی تمام فسوں کاریوں اور کرشمہ سازیوں کے باوجود جزیرہ انگروما کو نیست و نابود نہیں کر سکتی تھی۔ یہ جزیرہ ایک زمانے سے موجود تھا اور وہ ایک زمانے سے اسے بڑھتا اور پھیلتا ہوا دیکھ رہی تھی۔

توری، باگمان، زارشی اور اب انگروما میں...... اپنے وطن سے بچھڑنے کے بعد میرے ساتھ تسلسل سے حیرت انگیز واقعات پیش آ رہے تھے۔ میں ربڑ کی ایک گیند تھا جو اِدھر سے اُدھر لڑھک رہی تھی، جن پر ضربیں پڑ رہی تھیں۔ جو بار بار فضا میں اُٹھ کر پھر زمین پر آ جاتی تھیں۔ انہوں نے رات اپنے جلسے میں کہا تھا کہ وہ لامحدود عرصے سے یہاں مقیم ہیں اور ساعت بہ ساعت اپنی تعداد میں اضافہ کرتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے سلطنت اقابلا کے جوہر اس سے چھین لیے تھے۔ وقت کا انہیں کوئی خیال نہیں تھا چونکہ وقت ان کے جسموں میں مقید ہو گیا تھا۔ وہ دیوتاؤں اور اقابلا کے اتنے قریب پہنچ چکے تھے کہ انہیں مشروب حیات نوش کرنے کی سعادت بخشی گئی تھی۔ ان کی عمر ٹھہر گئی تھی اور جو اس نعمت سے محروم رہے تھے وہ پتھروں میں تبدیل کر دیئے گئے تھے تاکہ انہیں متحرک کر کے بوقت ضرورت ان سے کام لیا جا سکے۔ میں ابھی اس کے قرب کی منازل طے کر رہا تھا اور دیوتاؤں کے اتنے قریب نہیں پہنچا تھا کہ مجھے مشروب حیات سے نوازا جاتا۔ میں اسے پینے کا خواہش مند نہیں تھا۔ میرے لیے اس کا قرب ہی حیات آفریں تھا۔ وہ ایک لمحہ لطیف، وہ ایک ساعت گداز ہی میرے لیے بہت تھی۔ اس کے بعد زندہ رہنے کی آرزو فضول تھی۔ اس تمام جدوجہد کے باوجود عظمت و فضیلت میں انگروما کے بہت سے بزرگوں کی بہ نسبت میرا مقام پچھلی قطار میں تھا۔ ان میں سے جس کا سینہ دیکھیے نوادر سے آراستہ نظر آتا تھا۔ ان لوگوں کی نگاہوں سے بچ کر جزیرہ توری واپس جانے کا خیال ایک خواب کی طرح تھا۔ فرار کی کوئی کوشش کامیاب ہوتی نظر نہیں آ رہی

تھی۔ ہر طرف پہرے تھے مگر جس شخص نے اپنی آنکھوں سے اقابلا کے جاہ وجلال کے تیور دیکھتے ہوں، وہ کس طرح یقین کر لیتا کہ کسی دن ان باغیوں کی کوششیں بارآور ہوں گی۔ میں جہاں سے چلا تھا وہیں آ گیا۔ انہوں نے مجھے پیچھے کی طرف لوٹا دیا اب پھر وہی کیفیت موجود تھی جو اس وقت محسوس ہوئی تھی جب جزیرہ توری پر ہم چند بدنصیبوں نے قدم رکھے تھے ہم نے اپنے مقدر پر قناعت کر لی تھی اور سوچ لیا تھا کہ ہمارا ماضی سمندر میں ہمارے لباس کے ساتھ بہہ گیا۔ ہم دوبارہ پیدا ہوئے ہیں۔ عجیب بات تھی کہ مہذب دنیا کو بھلانے میں دیر نہیں لگی تھیں لیکن جزیرہ توری کا ماضی فراموش کرنا مشکل معلوم ہو رہا تھا میں تیسری مرتبہ پیدا نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اسے بھولنا آسان نہیں تھا۔ ان کے عشق میں کوئی خامی ہوگی جو اسے بھلا بیٹھے، نہ جانے میرے ان رقیبوں میں سے کتنوں نے حالات سے مجبور ہو کر ان سے مفاہمت کر لی ہو۔ ایک میں تھا کہ میں نے اس کے لئے کہاں سے کہاں تک سفر کیا تھا۔ اب مجھ میں اس کے حریفوں کا ہم نوا ہونے کی طاقت نہیں تھی۔ میرے پریشان خیال مجھے کچوکے لگاتے رہے۔ پتھر کا آدمی خاموش کھڑا تھا۔ میں نے اسے جھنجوڑنا شروع کر دیا اور اپنی پوری طاقت سے چنگھاڑ کر کہا۔ ”سن اے بدقسمت شخص! کیا تو اس گمان میں ہے کہ تجھے ایک دن متحرک ہو جانا ہے مگر وہ دن...... وہ دن کبھی نہیں آئے گا۔ یہ شکست خوردہ اور اعصاب زدہ لوگ اسے کبھی شکست نہیں دے سکیں گے۔ تو زمین پر اپنے بے شمار ساتھیوں کے ساتھ اسی طرح لیٹا رہے گا۔ تیرے اندر شگاف پڑ جائیں گے اور پرندے تیرے جسم پر غلاظتیں بکھیریں گے، پتھر کا یہ خول زمانے کے حوادث اور اس کے عتاب سے گل جائے گا۔

میری آواز صرف میرے کانوں نے سنی۔ میں چیختے چیختے اس مجسمے کے قدموں میں گر پڑا۔ جس سے مخاطب تھا اور ہوش کھو بیٹھا۔ شور سے میری آنکھ کھلی تو دن نکل آیا تھا۔ میرے سرہانے انگروما کا نگراں گروٹا کھڑا تھا۔ اس نے مجھے اپنے بازو کے سہارے اٹھایا اور نرمی سے کہنے لگا۔ ”جابر بن یوسف! اٹھو، اٹھو، اے معزز شخص تم نے انگروما کی ایک سرد رات پریشان خیالی میں گزار دی۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ تم جتنی جلد، کل، سے رشتہ منقطع کر لو گے، اتنے ہی سکون سے رہو گے۔ تم اپنے قیمتی دن کیوں ضائع کر رہے ہو؟ تمہیں یہاں...... ہم لوگوں میں شامل ہو جانا چاہئے۔ تمہاری عمر مختصر ہے۔ تمہارے باطن کو اور آسودہ کرنے کے بعد ہم تمہیں پتھروں میں تبدیل کر دیں گے اور پھر تم اس وقت جاگو گے جب ہمارے پاس مشروب حیات موجود ہوگا۔“

”گروٹا!“ میں نے نحیف آواز میں اُسے مخاطب کیا۔ ”رات کی باتیں میرے ذہن سے محو نہیں ہوئی ہیں۔ جو کچھ میں نے رات کہا تھا۔ میں اب بھی اسی پر قائم ہوں۔“

”یہ گریز نہ ہوتا تو ہمیں تم پر شک ہوتا۔“ گروٹا مسکرانے لگا۔ ”لیکن یقین کرو کہ تمہیں بعد میں پشیمانی ہوگی کہ تم کتنے قابل قبول حقائق جھٹلا رہے تھے۔“

”گروٹا! میں تمہارے جذبوں سے واقف ہو گیا ہوں۔ فرض کرو اگر میں تمہارا ساتھ دینے سے انکار کرتا ہوں تو تم کیا کرو گے؟“ میں نے جرات سے پوچھا۔

”ہم تمہیں سمجھاتے رہیں گے، ہمارے پاس وقت کی کمی نہیں ہے۔“

''اور اگر تمہاری باتوں نے پھر بھی مجھے متاثر نہیں کیا۔ تو؟''

''یہ ناممکن ہے۔ تمہاری آنکھیں کچھ عرصے بعد سیاہ و سفید دیکھنے کی عادی ہو جائیں گی اور تم بھی ایک دن اس کے خلاف ایک پرجوش مبلغ بن جاؤ گے اور طاقت بڑھاتے رہو گے تاکہ اس کے زوال کا سبب بن سکو۔'' گروٹا نے عزم سے کہا۔

شاید تم میری بات نہیں سمجھ رہے ہو۔ میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ تم مجھے منقلب کرنے میں ناکامیاب ہو سکو گے یا نہیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تم جابر بن یوسف کو اپنے قالب میں ڈھالنے میں کامیاب ہو گئے تو کیا کرو گے؟''

''تم ایک انہونی بات کہہ رہے ہو۔'' گروٹا نے تندی سے کہا۔

''یہ میری بات کا جواب نہیں ہے۔''

''جابر بن یوسف، مجھے معلوم ہے ایسا وقت نہیں آئے گا لیکن اگر ایسا ہوا تو ہم تمہیں اس زمین سے آسمان پر بھیج دیں گے۔''

''گروٹا!'' میں نے جوشیلے لہجے میں کہا۔'' میں یہی بات کہلوانا چاہتا ہوں۔ تو سنو انگروما کے نگراں معزز گروٹا! یہ خیال دل سے نکال دو کہ جابر بن یوسف اس کی طلب سے دستبردار ہو جائے گا، جس گل بدن کے لئے میں نے اپنے بازوؤں میں سنگ و آہن کی صفات پیدا کی تھیں۔ کیا حالات کی ستم ظریفی مجھے اس کے مخالفین میں محصور کر دینے میں کامیاب ہو جائے گی؟ تم اپنا وقت ضائع مت کرو۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو جبری اطاعت قبول کر لیں اور اپنے محبوب سے کنارہ کش ہو جائیں۔ اپنا شعار بدل لیں۔ تم ابھی سے یہ فیصلہ کر لو کہ تمہیں ناکامی کی صورت میں جابر بن یوسف کو سزائیں دینی ہیں۔ میرے لیے ابھی فیصلہ کر دو، میں موت پسند کرتا ہوں۔ مجھے موت دے دو۔''

میری بات سن کر گروٹا زور سے ہنسا، اس کی اندر دھنسی ہوئی آنکھیں اور چہرے کی لاتعداد جھریاں متحرک ہو گئیں۔

''موت کا وقت آئے گا تو فیصلے میں دیر نہیں ہوگی۔ معزز جابر! ذرا انگروما کی سیر کرو۔ میں نے کہا تھا کہ یہاں تمہاری تواضع کے لئے سب کچھ موجود ہے، تم یہاں آزاد ہو، تم ان برگزیدہ لوگوں کی صحبت میں بیٹھو گے تو اپنے علم و فضل میں اضافہ کرو گے۔ رہائی کا خیال دل سے نکال دو۔''

''میں تم سے رحم کی درخواست کرتا ہوں۔'' میں نے عجز سے کہا۔

''تم مجھ سے انگروما کی سرداری طلب کرو۔ دیوتاؤں کی قسم۔ میں تمہاری خواہش کا احترام کروں گا مگر جزیرہ انگروما سے تمہاری واپسی ناممکن ہے۔ ایک دن تم دیکھو گے کہ اقابلا کا طائفہ تمہارے قدموں میں ہوگا۔ وہ روشن دن ضرور آئے گا۔ اسے ہزیمت لازماً نصیب ہوگی۔''

''یہ تمہارا خیال ہے۔''

''میرا نہیں۔ جزیرہ انگروما کے تمام عبادت گزار بزرگوں کا یہی خیال ہے۔ اس بے وفا سے عاجز آ کر ہی انہوں نے اس کے ستم کے خلاف آواز اٹھانے کا عزم کیا ہے۔'' گروٹا کے لہجے میں کوئی ارتعاش نہیں تھا۔ میرا خیال تھا کہ میری شیریں بیانی اسے اپنے موقف سے ہٹانے میں کامیاب ہو جائے گی لیکن وہ پتھروں سے زیادہ ٹھوس تھا۔

جزیرہ انگروما کے نگراں کی حیثیت اعزازی سی تھی۔ وہ ایک طرح کا منتظم تھا اور جزیرے کے سربرآوردہ لوگوں کے سامنے اپنے احکام و

اعمال کے سلسلے میں جواب دہ تھا۔ اس کا انتخاب اتفاق رائے سے عمل میں آتا تھا۔ بڑے فیصلے جزیرے کے فاضل لوگ مل بیٹھ کر کرتے تھے۔ تاریک براعظم کے دوسرے مقدمات کی طرح یہاں بھی جنس پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ یہاں چہل پہل تھی اور یہ علاقہ باگمان اور توری سے زیادہ مہذب اور سرگرم نظر آتا تھا۔ انہوں نے لاشعوری طور پر کام کی تقسیم بھی کر لی تھی۔ کئی جگہ جزیرے کی تمام آبادی کے لئے کھانا پکایا جاتا تھا اور جس کا جو جی چاہتا' جتنا چاہتا، کھاتا اور پیتا تھا۔ اس سرسبز علاقے میں فطرت نے فیاضی سے کام لیا تھا۔ شام کو مشعلوں کے ساتھ رقص ہوتا اور صبح تمام آبادی عبادت کے لئے مختلف مقامات پر جمع ہو جاتی۔ یوں ایک پُرسکون، خوش گوار اور مثالی علاقہ تھا۔ یہاں ہر جگہ اشتراک نظر آتا تھا۔ عام آدمیوں کے ساتھ ان کا سلوک بے حد اچھا تھا۔ گروٹا میرے کاندھے تھپتھپاتا ہوا ایک عجیب طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ چلا گیا۔ میں جنون کی کیفیت میں بے ارادہ ایک سمت نکل گیا اور سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ کسی نے میرا تعاقب نہیں کیا۔ سامنے ساحل پر آتی ہوئی اچھلتی کودتی لہروں کا ایک نہ ختم ہونے والا کھیل جاری تھا۔ میرے زخموں میں ٹیس اٹھنے لگی۔ ایک ٹیلے پر بیٹھ کر میں نے سمندر میں کود جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن موت کا انتہائی اقدام کرنے سے پہلے میں نے سوچا، مجھے کاہوکی ہمدرد رُوح کو طلب کرنا چاہیے۔ میری آوازیں پانی کے شور میں کھو گئیں۔ کاہوکی رُوح سامنے نہیں آئی۔ پھر میں نے سمورال کی دی ہوئی مالا سے رہنمائی چاہی لیکن اس کا کوئی دانہ روشن نہیں ہوا۔ میرے تمام تحائف میرے ارادوں کے دشمن ہو گئے تھے۔ شپالی کی چمک دمک ماند نہیں ہوئی تھی لیکن اس کا سحر کارگر نہیں ہو رہا تھا۔ میں اپنی کشتی ڈھونڈنا چاہتا تھا۔ سمندر کی اشتعال انگیز لہریں دیکھ کر میرے سینے میں طوفان سا اُٹھنے لگا۔ مجھے اپنے دماغ کی رگیں ٹوٹتی پھوٹتی محسوس ہونے لگی اور میں نے چار دن تک کوئی تیں بار سمندر کی سمت کوچ کیا اور میلوں تک جزیرے کی سمتوں میں پیدل سفر کرتا اور روزانہ رات کو تھکا ہارا فرار کے ہر منصوبے میں ناکام ہو کر اپنی جھونپڑی میں واپس آ جاتا جہاں روز ایک نئی لڑکی میری منتظر ہوتی۔ غذاؤں اور مشروبات سے بھرا ہوا خوان موجود ہوتا۔ میں جھپٹ کر اس میں سے گوشت کے پارچے اُٹھا لیتا اور مشروبات کے ساتھ پی کر سو جاتا۔ لڑکی میری وحشتیں دیکھتی۔ میرے قریب آنے کی کوشش کرتی اور میں اسے دھتکار کر سو جاتا۔ چار پانچ روز میں میری حالت پاگلوں کی سی ہو گئی تھی۔ میں ان کی مشترکہ عبادت میں اب تک شریک نہیں ہوا تھا اور نہ ہی میں نے اس دوران میں کسی سے ملاقات کی تھی۔ انہوں نے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ انہوں نے سوچ لیا ہوگا کہ آخر مجھے ان کے فیصلوں کے آگے جھک جانا ہوگا۔ وہ میرا صبر آزما رہے تھے مگر میں نے بھی طے کر لیا تھا کہ میں ان کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالوں گا۔ یہ سلسلہ زیادہ دنوں تک نہیں چل سکتا تھا۔ ان کے علاقے میں میری حیثیت ایک قیدی کی تھی۔ نہ جانے کب تک میری حالت یہی رہتی کہ ایک رات جب میں طویل سفر سے نڈھال اپنی جھونپڑی میں واپس آیا تو میں نے وہاں اقابلا کے خانوادے کی ایک حسین لڑکی کو اپنا منتظر دیکھا۔ وہ اشمار، ژولین اور لوریما کی طرح حسین تھی۔ اس کے خدوخال وہی تھے جو قصر اقابلا میں جلوہ فگن لڑکیوں کے لئے مخصوص تھے۔ اس کی سانسوں میں خوشبو اور بدن میں سحر انگیز کشش تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ سراپا ناز، سراپا التفات اپنے مخصوص انداز میں مسکرائی، وہ پھولوں اور پتوں کے بستر پر دراز تھی۔ اس کے ہاتھ میں جام تھا اس نے وحشت کے عالم میں گلاس اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور اسے اپنے حلق میں انڈیل لیا۔ میری سانس بحال ہوئی تو میں نے تشویش کے ساتھ اس سے پوچھا ''تم کون ہو؟''

''میں.....'' اس نے ایک ادا سے کہا۔ ''میں ایک شراب ہوں جو آج رات تمہاری تشنگی بجھانے کے لئے بھیجی گئی ہے۔''

''کیا..... کیا اس علاقے میں خانوادہ اقابلا کی حسین ترین لڑکیاں موجود ہیں۔ کیا انہوں نے تمہیں بھی اس کے شبستان حسن و جمال سے چھین لیا ہے؟'' میں نے حیرت اور تشویش سے کہا۔

''اقابلا..... اقابلا'' وہ زیرلب بڑبڑائی۔ ہاں یہ نام میں نے سنا ہے۔ سنا ہے وہ کوئی بہت جابر اور سنگ دل ملکہ ہے۔ سنا ہے اس کے پہلو میں دل نہیں ہے۔ وہ بہت حسین ہے۔ کیا وہ مجھ سے زیادہ حسین ہے؟ اس نے بے نیازی سے پوچھا۔

''تم.....'' میں نے ایک پھیکی مسکراہٹ سے کہا۔ ''بلاشبہ تم ایک حسین لڑکی ہو، اس لیے کہ تمہارا تعلق یقیناً اسی قبیل سے ہے جہاں قدرت نے خصوصی توجہ سے کام لیا ہے۔ تمہارے لہجے کی شگفتگی اور شیرینی اس کی مرہون منت ہے۔ اس کا نام ادب سے لو۔ اس کے کان بڑے ہیں۔''

وہ ہنسی' گھنٹیاں سی بج اٹھیں، اس کے سفید دانت موتی کی طرح مشعل کی روشنی میں دمکنے لگے۔ ''میں نے اپنی ماں سے اس کا نام سنا ہے۔ وہ اس کا تذکرہ بڑے اشتیاق سے کرتی ہے کیونکہ وہ وہیں سے آئی تھی، میری ماں بھی میری طرح حسین ہے۔ اس نے جاوداں عمر پائی ہے۔ میں اس کی عمر میں بوڑھی ہو جاؤں گی یا ممکن ہے اس سے پہلے ہمیں مشروبات جات کا ذخیرہ مل جائے اور ہم سب دوامی عمر حاصل کر لیں۔''

''یہ ایک خواب ہے، اے حسین لڑکی! انہوں نے کتنے فریب کھائے ہیں۔ تمہارا یہ پھول سا بدن مرجھا جائے گا لیکن وہ کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوں گے۔''

''میں کبھی نہیں مرجھاؤں گی۔ انہوں نے میری نوجوانی محفوظ کر لی ہے۔ آج ایک عرصے بعد شاید تمہارے لیے انہوں نے مجھے متحرک کیا ہے۔ میں ایک عرصے سے پتھر میں محفوظ تھی۔ انہیں جب میری ضرورت پڑتی ہے وہ مجھے پتھر کے خول سے باہر لے آتے ہیں اور وصل کے حسین لمحے گزارنے کے بعد مجھے اسی خول میں واپس کر دیتے ہیں۔ کئی بار ایسا ہوا ہے۔'' اس نے بے پروائی سے کہا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' مجھے اس کی ذات میں دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔

''کیشا..... میرا نام کیشا ہے۔ کیشا دیوتا کے نام پر۔ جو ہمارے قبیلے پر مہربان ہے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جابر بن یوسف!'' ..... اس کے لہجے میں تلخی تھی۔ ''میں نے آج تک تم جیسا شخص نہیں دیکھا۔ معزز گروٹا نے تمہاری خوشی کے لئے میرا اعادہ کیا ہے۔ تمہارے سینے پر آویزاں تحائف اس بات کی علامت ہیں کہ تم ایک غیر معمولی شخص ہو۔ تم یہ کیسی باتیں کر رہے ہو؟''

''میں اس کے پاس واپس جانا چاہتا ہوں کیشا! میں اس سے منحرف نہیں ہو سکتا، میں یہاں سے ضرور واپس جاؤں گا۔''

''تم دیوتاؤں کی مرضی کے بغیر یہاں سے نہیں جا سکتے۔''

''تو پھر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ میں نے زارشی میں ضبط نفس کے کئی سال گزارے ہیں، وہ مجھے میری موقف سے نہیں ہٹا سکتے جاؤ لڑکی..... کیشا جاؤ۔ گروٹا سے کہہ دو کہ میں نے تمہیں واپس بھیج دیا ہے۔'' میں نے اسے اپنے جسم سے علیحدہ کرتے ہوئے کہا۔

وہ میرے غیر متوقع رویے پر حیران رہ گئی۔ میں نے اس کا سراپا ایک نظر دیکھا اور اسے چھوڑ کر تیزی کے ساتھ جھونپڑی سے نکل آیا۔

میری وحشت زدگی، اس وقت انتہا کو پہنچ گئی۔ جب مجھے جزیرہ انگرو ما پر بے سروپا، بے مقصد گھومتے ہوئے چھ ماہ سے زیادہ گزر گئے۔ وہ

بار بار مجھے اپنے روبرو طلب کرتے اور میں انکار کر دیتا، چھ ماہ میں جزیرے کی مختلف لڑکیاں میری جھونپڑی میں آئیں پھر ان کی آمد بند ہوگئی اور میں ایک تنہائی سی محسوس کرنے لگا۔ اس عرصے میں انہوں نے مجھے کوئی اذیت نہیں پہنچائی تھی۔ وہ نرم لہجے میں ہی مجھے ہدایتیں دیتے رہتے۔ میں ایک آہوئے آوارہ۔ مجسموں کے درمیان، کبھی ساحل سمندر پر، کبھی درختوں میں، کبھی آبشار پر، کبھی پہاڑوں، نہروں اور دریاؤں پر گھومتا رہتا اور جب چھ ماہ گزر گئے تو ایک دن کسی نے میرے اندر سرگوشی کی۔'' جابر بن یوسف! تم نے دیکھ لیا کہ تم نجات حاصل کرنے میں ناکام ہو گئے؟ تم اپنے یقین سے ہٹ گئے ہو۔ اب تم کبھی واپس نہیں جاسکو گے۔ بہتر ہے کہ انہی میں شامل ہو جاؤ۔ وہ تمہیں مرنے بھی نہیں دیں گے۔ ہر سمت نادیدہ نگاہیں تمہارے ساتھ گھومتی ہیں۔ تمہیں اپنے تحائف سے بھی کوئی مدد نہیں مل رہی ہے۔ چلو ان کی عبادت میں شامل ہو جاؤ۔ اس کا خیال دل سے نکال دو، اس کی یاد دل سے جھٹک دو۔''

جب میں پریشان ہو کر سمندر کی طرف جاتا تھا تو مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے انگروما کی ساری آبادی مجھ سے کہہ رہی ہو۔'' وہ ایک فریب ہے وہ ایک سراب ہے۔ جابر بن یوسف! ہماری طرف آجاؤ۔''

اور میں چاروناچار ایک دن ان کی طرف مڑ گیا۔ اس دن معمول کے مطابق تمام برگزیدہ لوگ ایک جگہ جمع تھے۔ ان کے سر اس نیولے کے گرد جھکے ہوئے تھے جسے گروتا نے اپنے سر پر بٹھا رکھا تھا۔ نیولا عظیم جاراکاکا کی علامت ہے، نیولے کی خوں خوار آنکھیں ایک سمت لگی ہوئی تھیں اور وہ بیک زبان کہہ رہے تھے۔

''جاراکاکا، ہمیں برتری عطا کر...... ہمیں اس پر فوقیت دے...... ہم تیرے ہر امتحان میں پورے اُترے ہیں۔ جاراکاکا۔ ہمیں اور زمین دے تاکہ ہم اور پھیل سکیں۔ ایسی زمینیں، جن میں اچھی نسلیں اور فصلیں پیدا ہوتی ہیں۔ ہمارے سر آسمانی بلاؤں کے مقابلے میں تیرا تحفظ چاہتے ہیں۔ عظیم جاراکاکا، تیری یہ کھیاں غول کی شکل میں تیرے احسان فراموشوں پر جھپٹنے کے لئے برقرار ہیں۔ تو نے اسے بہت وقت دیا، کچھ وقت ہمیں بھی عطا کر کہ ہم یہ خطہ ارض تیری آگ سے روشن کر سکیں۔'' ان کی دعاؤں کی گونج سے میرا دل بیٹھنے لگا۔ ان کے سر جنونی انداز میں کسی پھر کی کی طرح متحرک تھے اور دونوں ہاتھ مقدس نیولے کے سامنے اُوپر اُٹھے ہوئے تھے۔ میں ان سب کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ یکایک ان میں انتشار پیدا ہوا اور بیک وقت ان سب نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ بہت سی نگاہیں حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ میرے چہرے پر جم گئیں۔ میں نے ان نگاہوں کی تاب نہ لاتے ہوئے خفت سے سر جھکا لیا۔ میں صرف ان کے چمکتے ہوئے چہرے دیکھ سکا، اسی لمحے گروتا کی مرتعش آواز اُبھری۔

''عظیم جاراکاکا! اس کی آمد تیری خوشنودی کی بشارت ہے آخر وہ سچائی کی طرف آ گیا ہے وہ دیکھو، وہ سب سے پیچھے کھڑا ہے مگر اس کی جگہ وہ نہیں ہے۔''

پھر اس نے بلند آواز میں مجھے مخاطب کیا۔'' جابر بن یوسف! اے محترم شخص! ادھر آ، جاراکاکا کے پہلو میں، اور برکتیں سمیٹ۔''

اس کا بیان ختم ہوتے ہی لوگوں نے اِدھر اُدھر ہٹنا شروع کر دیا اور میں ان کے درمیان سے گزرتا ہوا گروتا کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے اپنے سر سے نیولا اتار کر میرے سر پر رکھ دیا اور مجمع میں ایک بھنبھناہٹ سی ہوئی۔

''انگروما کے معزز لوگو!'' گروٹا حلاوت سے بولا۔ ''ہماری تعداد میں ایک اور شخص کا اضافہ ہوا۔ جابر بن یوسف کوئی ایک آدمی نہیں ہے۔ وہ اپنی اعلیٰ صفات کی وجہ سے کئی آدمیوں کے برابر ہے۔ ایک دن وہ تنہا رہ جائے گی۔ بے دست و پا۔ پھر ہم اس کی روح مقید کرلیں گے اور اس کا بدن جاراکا کی روشن آگ کے سپرد کردیں گے۔ جابر بن یوسف آج سے ہمارے برگزیدہ لوگوں میں شامل ہے۔ میں اسے تمہاری ایما سے بوڑھے گورمے کے حوالے کرتا ہوں۔ وہ جابر بن یوسف میں اپنی فضیلتوں کی روشنی منعکس کرے گا۔ وہ اُسے مسلح کرے گا۔ وہ اسے اسرار سے واقف کرے گا۔'' میں ان کی باتیں خاموشی سے سنتا رہا۔ آوارگی کے چھ ماہ گزارنے کا تجربہ میرے لیے بہت تلخ ثابت ہوا تھا۔ میں نے اپنے لب سی لیے تھے اور میں ان کی زبان کا زہر پیتا رہا۔ ایک شخص مرگیا تھا، ایک شخص پیدا ہوا تھا، اس دوسرے شخص کا نام اتفاق سے جابر بن یوسف تھا۔ جابر بن یوسف ایک سرکش، ضدی اور جذباتی نوجوان تھا۔ اس کی اپنی انا تھی۔ میرے ذہن میں اپنے اس نئے اقدام کی تائید میں طرح طرح کے جواز پیدا ہورہے تھے۔ گورمے اگلی صف میں کھڑا ہوا تھا۔ وہ مجمع سے نکل کر گروٹا کے پاس آیا اور اس نے میری دائیں ہتھیلی سرخ شعلے سے داغ دی۔ میں نے کوئی سسکی نہیں بھری، داغ لگ چکا تھا۔ اقابلا کے مخالفوں کا ساتھ دینے کا داغ، گورمے نے جہاں میں کھڑا تھا، زمین پر اپنی انگلی سے کوئی شبیہہ بنائی اور میرے پاؤں کے گرد ہالا سا کھینچ دیا۔ میرے گلے میں لٹکا ہوا لکڑی کا سانپ اپنی اصلی حالت میں آگیا اور پھن کاڑھ کر گورمے کی طرف رُخ کرنے لگا، میری سر پر نیولا تھا۔ سمورال کی دی ہوئی مالا کے دانے چمک رہے تھے اور مجمع میں سرگوشیاں اُبھر رہی تھیں۔ آخر یہ سرگوشیاں اس وقت انتہا کو پہنچ گئیں جب سانپ نے میرے کاندھے پر لہرا کر نیولے کے سامنے اپنا منہ جھکا دیا، نیولے نے کسی اشتعال کا مظاہرہ نہیں کیا۔ ان دونوں کے منہ بوس و کنار کے انداز میں قریب آئے اور سانپ نیچے اتر کر میری گردن پر جھول گیا۔ یہ ایک حیرت انگیز مظاہرہ تھا، گورمے نے طشت میں رکھی ہوئی آگ میں کچھ جھونک دیا۔ آگ کے شعلے تیزی سے بھڑکے۔ گورمے نے میرا ہاتھ پکڑ کر میری کھال کی ایک چٹکی بھری۔ گورمے کی چٹکی کسی خنجر کی طرح میری جلد میں پیوست ہوگئی اور خون رسنے لگا۔ خون کے چند چھینٹے اس تابندہ آگ کے اوپر نچھاور کردیئے گئے اور کچھ قطرے نیولے کے سامنے عقیدت سے پیش کیے گئے۔ نیولے نے وہ قطرے گورمے کی ہتھیلی سے چاٹ لیے اور میں نے دیکھا کہ آگ اچانک بھڑک اٹھی ہے اور اس کے شعلوں نے واضح طور پر انسانی شکل اختیار کرلی ہے۔ یہ انسانی شکل بتدریج اتنی واضح ہوتی گئی کہ میری آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ میری آنکھیں دھوکا نہیں کھاسکتی تھیں۔ وہ اقابلا کا ہیولا تھا۔ جو دھوئیں اور شعلوں میں بگڑتا سنورتا نمودار ہوا۔ اس کا حسین سراپا، شدید کرب و اضطراب کے عالم میں مبتلا تھا۔ میرا جی چاہا کہ میں اپنے سارے جسم سے خون نکال دوں اور وہ آگ سرد کردوں لیکن میرے قدم ہل بھی نہیں سکے۔ میں ششدر تھا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ مجمع پر ایک جوش طاری تھا۔ ایک خوشی حاوی تھی۔ گورمے کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ سانپ اور نیولا مضطرب نظر آتے تھے۔ اقابلا کا ہیولا دیکھ کر ان کا شور اور بلند ہوگیا لیکن بہت جلد آگ کے شعلے دھیمے پڑگئے اور سارے مجمع پر ایک سکون سا چھا گیا۔ جب میں وہاں سے ہٹا تو میرے قدموں کے گہرے نشان زمین پر ثبت ہوچکے تھے۔ نیولا سر پر بیٹھا ہوا تھا اور مجھے ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے وہ کوئی بہت وزنی شے ہے۔

''آؤ، میرے ساتھ۔'' بوڑھے گورمے نے شفقت سے کہا۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ چلنے لگا۔ گورمے نے نیولے کو اپنے کاندھے پر بٹھا لیا اور میری گردن میں لٹکے ہوئے سانپ کو انگلی کا اشارہ کرکے لکڑی کے ایک دائرے میں تبدیل کردیا۔ اس نے نیولے کی جلد کو بوسہ دے کر

اسے فضا میں اچھال دیا، میں اسے خاصی دُور تک دیکھ سکا۔ پھر وہ میری نگاہوں کے دائرے سے نکل گیا۔ میرے ساتھ اور بہت سے لوگ بھی چل رہے تھے۔ گروٹا بھی ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ لیے ہمارے ساتھ گامزن تھا۔ یہ تمام لوگ تعداد میں بے شمار تھے۔ ان میں سے بیشتر زیادہ عمر کے لوگ تھے۔ لوگ آگے جا کر منتشر ہونے لگے پھر میں اور گورمے تنہا رہ گئے۔ راستے میں ہم دونوں نے ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں کی۔ گورمے جب اپنے پتھر کے مکان میں داخل ہوا تو میری آنکھیں چندھیا گئیں۔ میں ٹھٹک کر رُک گیا۔ کوئی اندازہ تک نہیں کر سکتا تھا کہ پتھر کے اس بند مکان میں ایک مہ کامل موجود ہوگا۔ اس کی روشنی سے وہ سخت سیاہ سنگی دیواریں روشن نظر آتی تھیں۔ یہ مبالغہ نہیں ہے اور نہ حسن کے معاملے میں میرے اظہار کا کوئی شاعرانہ پیرایہ ہے۔ میں یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ وہاں کشیا جیسی شکل کی ایک سفید فام حسین وجمیل لڑکی موجود تھی۔ اس نے میری طرف بہت غور سے دیکھا، ایک لمحے کے لئے اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ پھر معدوم ہوگئی۔

''جابر بن یوسف۔'' گورمے نے میری طرف اشارہ کر کے اسے مخاطب کیا۔ ''یہ ہمارا مہمان ہے۔ میں اس کے علم کی پرورش کروں گا اور اسے پارسا لوگوں میں سب سے بڑا پارسا بناؤں گا۔ میں اسے مقدس جانوروں کے خون سے غسل دوں گا اور یہ ہمارے لیے اس کے خلاف ایک زبردست ڈھال ثابت ہوگا۔''

دوشیزہ جمال وجلال نے اس کی باتوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ وہ ایک محویت کے ساتھ میری طرف دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھیں نیلی تھیں۔ بال سیاہ تھے اور چہرہ اتنا پاکیزہ، اتنا دلکش تھا کہ یہ اقابلا کی خاص کنیزوں ہی کا طرۂ امتیاز تھا۔ وہ ایک مکمل لڑکی تھی۔ کیشا اور اس میں بظاہر کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اس کے سوا کہ اس کی آنکھوں میں ذہانت کی چمک زیادہ تھی اور اس کے اطوار باوقار تھے۔ میں مبہوت سا اسے دیکھا کیا اور قریب رکھے ہوئے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے شیریں لب کھولے۔ ''تم بھی وہیں سے آئے ہو، تم بھی اسے بھول گئے؟'' میں نے اس کے لہجے میں درد محسوس کیا۔

''ہاں اے دوشیزہ آسمان! میں بھی کبھی وہاں تھا لیکن میری درخواست ہے کہ مجھ سے ماضی کے متعلق سوالات نہ کرو۔''

''خوب، خوب۔'' گورمے مسکرایا۔ ''یہ ذہنی صحت مندی کی علامت ہے، جارا کا نے اسے قبول کر لیا ہے اور اس نے انگروما کے شریف لوگوں کا ساتھ دے کر ہماری طاقت میں اضافہ کیا ہے۔''

''بلاشبہ یہ ایک اضافہ ہے۔'' وہ اپنا طنز چھپا نہ سکی۔ ''اس کا قد بڑا کرنا ضروری ہے۔''

''ہاں۔ یہ ہمارا مہمان ہے۔ ہم نے تمہاری بیٹی کیشا کو اس کی آسودگی کے لئے بھیجا تھا مگر اس نے ہماری مہمان نوازی سے لطف نہیں اٹھایا۔ اس نے ہمارے پاس آنے میں تامل سے کام لیا۔ جابر بن یوسف ایک مستقل مزاج، جذباتی اور متکبر شخص ہے، میں اسے مشورہ دوں گا کہ وہ یہ خصائص ترک کر دے۔'' گورمے نے سنجیدگی سے کہا۔

''وہ شخص مر گیا۔ اب جابر بن یوسف تمہارے احکام کا تابع ہے اور تمہارے جزیرے کے ہر فرد کا غلام ہے۔ اس کی اپنی کوئی ذات نہیں ہے وہ تمہارے ہاتھ کا اسلحہ ہے، وہ تمہارے لیے بہترین گھوڑا ثابت ہوگا، اس کی لگام تھامے رکھنا تمہارا کام ہے۔ یقین کرو یہ جانور تمہارا بہترین

معمول ثابت ہوگا۔ گورمے سچ سچ بتاؤ کیا میں نے پہلے جابر بن یوسف کا گلا نہیں گھونٹ دیا ہے۔؟'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''تم سچ کہتے ہو لیکن یاد رکھو جو پیش گوئیاں تمہارے ذہن میں محفوظ ہیں، جزیرہ انگروما میں آ کر ان کی سمت بدل گئی ہے۔ ہم نے اپنے مقدر سے لڑنا سیکھا ہے۔ ہم نے فیصلے بدل دیئے ہیں۔'' گورمے کسی قدر تیز لہجے میں بولا۔

''گورمے سچ کہتا ہے۔'' نیشا ایک سرد آہ بھر کر بولی۔

''میں تمہاری اصلاح کروں گا اور تم دیکھو گے کہ زمین کیسا رنگ بدلتی ہے۔ جزیرہ انگروما کا ہر خطہ تمہارا ہے، اس کے درخت تمہارے، اس کے پھل تمہارے، اس کے لوگ تمہارے اور اس کی عورتیں تمہاری ہیں۔ انگروما کی یہ عورت تمہاری خواہش پر پیش کر دی جائے گی تا کہ ہوس تم پر غلبہ نہ پا سکے اور تم یک سُو ہو کر اسرار و رموز کے علم میں مستغرق ہو جاؤ۔ میں نیشا کو تمہاری آنکھوں کی جلن دُور کرنے کے لئے پیش کرتا ہوں۔ نیشا نے اس علاقے کے پُر جلال افراد کو شادماں کیا ہے۔ اسے اقابلا کا قرب خاص حاصل رہا ہے۔ یہاں آ کر اس نے کیشا اور کیشا جیسی بہت سی لڑکیوں کو پیدا کیا ہے جنھوں نے ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ نبرد آزما ہونے سے دور رکھا۔ ہم نے ان لڑکیوں کے شباب کی عمر طویل کرنے کے لئے انہیں پتھروں کی شکل دے دی ہے۔ اگر تم اس کے بدن کی یکسانی سے اکتا جاؤ تو اس کی حسین لڑکیوں میں سے کسی ایک کو کسی وقت متحرک کیا جا سکتا ہے۔'' گورمے کے لہجے میں سنجیدگی اور شفقت شامل تھی۔

میں نے گورمے کی موجودگی میں آگے بڑھ کر نیشا کے خوبصورت مرمریں ہاتھوں کو بوسہ دیا اور گورمے مسکراتا ہوا وہاں سے رخصت ہو گیا اور ہم دونوں اس کمرے میں تنہا رہ گئے۔ تھوڑی دیر خاموشی کا لطف رہا۔ میری دیوانگی میں اور تشدد آ جاتا لیکن اس وقت نیشا کی آواز گونجی۔

''ٹھہرو!'' اس نے حکمیہ انداز میں کہتے ہوئے اپنے سر کا ایک بال توڑ کر آنکھوں کے سامنے کیا اور اسے پھونک ماری۔ اس کی پھونک سے بال جلنے لگا اور کمرے میں عجیب قسم کی چراند پھیل گئی۔ چاروں اطراف نگاہ دوڑا کر اس نے شان استغنا سے کہا۔ ''وہ اب شاید کسی کو معاف نہیں کریں گے تم نے اچھا کیا کہ ان کی باتیں قبول کر لیں، اس کے سوا تمہارے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔''

''میں اب اس موضوع پر گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔ وہ جانتی ہو گی کہ میں نے ان گنت صبحیں اور شامیں انکار و استرداد میں کاٹ دیں۔ میں نے اپنا جسم خشک رکھا۔ میں اس کی توجہ کا منتظر رہا۔ پھر مجھے یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ مجھے خود کو آئندہ دنوں کے حوالے کر دینا چاہئے۔ تم دیکھ رہی ہو کہ میرے سینے پر تحائف جھول رہے ہیں۔ یہ یہاں بے کار ہو گئے ہیں۔ میں نے ان کے لئے کئی بار اپنی زندگی داؤ پر لگائی لیکن یہ میرے کسی کام نہ آئے۔ تمہاری باتوں سے میں اس خوش فہمی میں مبتلا ہو گیا ہوں کہ تم پر اب تک اس عظیم و جلیل ملکہ کا تاثر قائم ہے۔''

''خاموش رہو'' اس نے سسکاری بھری۔ ''گو میں نے افشائے راز کے لئے اپنا ایک بال، اپنی عمر کا ایک سال کم کر لیا ہے تاہم جن لوگوں میں اب تم موجود ہو ان کا درجہ بہت بلند ہے۔ وہ ماورائی علوم میں طاق ہیں۔ یہاں آ کر انہوں نے اپنا علم بڑھانے کے سوا کوئی کام نہیں کیا، اقابلا...... وہ حسین دوشیزہ...... اس کا قصر، اب تو ایک خواب ہے۔'' اس نے حسرت سے کہا۔

میں نے اسے خود سے قریب کر لیا۔ وہ کہنے لگی۔ ''میں نے کئی بار یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کی لیکن ہر بار انہوں نے مجھے اپنی طاقتوں کے ذریعے واپس کھینچ لیا۔ میں اقابلا کے حکم پر غلاموں کے ایک طائفے کے ساتھ کاہن اعظم کے شگون کے بعد جزیرہ امسار جا رہی تھی کہ انہوں نے

سمندر کی لہروں کا رُخ موڑ دیا اور میں یہاں پہنچ گئی یہاں آ کر میں قبیلے کے سرکردہ لوگوں میں تقسیم ہوتی رہی۔ گورمے کے پاس بہت سی طاقتیں ہیں۔ وہ عرصے تک گھر سے باہر رہتا ہے مجھے یہاں تک کھینچنے میں اس کا بڑا ہاتھ ہے اس لیے میں مستقل طور پر اسی سے وابستہ کر دی گئی ہوں۔ وہ مجھ پر شک کرتے ہیں لیکن وہ جانتے ہیں کہ میرا وجود ان کی برتری کے مقابلے میں بہت ناتواں ہے۔

''فرار محال ہے۔ موت بھی محال ہے۔ ہر شخص نے یہاں آ کر شاید یہ فیصلہ کیا ہے کہ اب ان کے احکام کے سامنے سر جھکا لینا چاہئے۔''

میں نے نیشا کی زلفیں اپنی سانسوں سے اڑاتے ہوئے کہا اور زمین پر لیٹ کر میں نے اقابلا کے التفات، اپنی کامیابیوں اور تیرہ بختیوں کی داستان اسے سنائی۔

☆==========☆==========☆

دُوسرے دن سے با قاعدہ میں نے ان کی عبادت گاہ میں جانا شروع کر دیا۔ میں رات کو ان کے جلسوں میں بھی شریک ہونے لگا۔ وہ روز جمع ہو کر اقابلا کے خلاف دعائیں مانگتے تھے۔ میری آواز نے کبھی ان کا ساتھ نہیں دیا لیکن پھر میرے لب خود بخود ان کے ہونٹوں کے ساتھ کھلنے اور بند ہونے لگے۔ میرا بیشتر وقت گورمے کے ساتھ گزرتا تھا۔ اس نے مجھے کمال شفقت، کمال انہماک سے بہت سے اسباق رٹانے شروع کر دیے۔ میں بھی اس کے لئے کوئی نیا اور کند ذہن طالب علم ثابت نہیں ہوا۔ میں نے اس کی ہر حرکت اور ہر عمل میں بے حد دلچسپی لی۔ میرا تجسس، میرا شوق اور میری کامیابیوں نے گورمے کو میری طرف کچھ زیادہ ہی مائل کر دیا تھا۔ وہ رات کو مجھے مجسموں کے درمیان لے جاتا، انہیں جگاتا اور انہیں مجھ سے متعارف کراتا، اس نے کیشا کی کئی بہنوں کو بھی جگا کر میرے جذبوں کو مشتعل کیا۔ یہ لوگ بعد میں اتنے بُرے نہیں معلوم ہوئے لیکن ایک کسک، ہاں ایک چبھن اس وقت ضرور محسوس ہوتی تھی جب وہ طنزیہ شدومد اور نفرت وحقارت سے اقابلا کا نام لیتے تھے۔ میں گورمے کے ساتھ اس وسیع وعریض جزیرے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ کا سفر کرتا رہا اور نہایت سعادت مندی سے اس کے اقوال، اس کی ہدایتیں اپنے دماغ میں بٹھاتا رہا۔ پُراسرار علوم کے بارے میں، سموراں، اشمار اور اسٹالا سے مجھے خاصی شُد بُد حاصل ہوگئی تھی مگر گورمے کے تو یہ نوکر شے دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ یہ تو ایک سمندر ہے۔ جتنی گہرائی میں پہنچو، نئی دنیائیں نظر آئیں گی۔ میں نے لیبٹو کھایا تھا۔ سانپ اور آدمی کا خون پیا تھا۔ میں برسوں آگ کے گرد بیٹھا تھا۔ اب اگر میں اپنی غلاظتوں کے بارے میں کچھ کہوں گا تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہوگی۔ بہتر یہی ہے کہ میں اپنی سرگزشت بیان کروں، گندے جانور، خون، کھوپڑیاں' آگ اور طرح طرح کے عمل، جادو، عمل جراحی کی طرح ہوتا ہے۔ سنسان اور ویران جگہوں پر اندھیرے غاروں میں گورمے نے میری تربیت کی۔ کامیابی کے ساتھ ساتھ میری اشتہا بڑھتی گئی۔ میں نے گورمے کو کسی شب سکون سے نہیں سونے دیا اور پھر ایک روز ایسا آیا کہ گورمے چاند کے زوال کے دنوں میں مجھے گھنے جنگل کے درمیان لے گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک مشعل تھی اور آج اس نے اپنا پورا جسم بطور خاص رنگا تھا۔ میرے ہاتھ میں اس نے ایک پیالہ تھما دیا تھا جس میں ایک سیاہ سیال، چپچپا مادہ بھرا ہوا تھا۔

گورمے روزانہ ہی کوئی نہ کوئی خطرناک عمل کر کے مجھے حیرت زدہ کر دیا کرتا تھا لیکن آج وہ صبح سے مختلف قسم کے حشرات الارض پکڑ کر انہیں اپنے طلسم خانے میں ایک سیال مادے کی شکل میں تبدیل کرنے میں لگا رہا تھا۔ سموراں کی طرح گورمے کا ایک کمرہ طلسمی کاموں کے لئے وقف تھا۔ گورمے مجھے درختوں سے ڈھکے ہوئے جنگل کے ایسے حصے میں لے گیا جہاں دن کے وقت بھی سورج کی روشنی مشکل سے آتی تھی۔ اس نے وہاں کی نم زمین سے کچھ مٹی کریدی اور اسے اپنے ہاتھوں اور پیروں پر مل لیا، اس نے مجھے اشارہ کیا کہ میں اس کی تقلید کروں، میں نے کوئی پس وپیش نہیں کیا۔ ہم دونوں ایک درخت کے سہارے اکڑوں بیٹھ گئے۔ درختوں میں پتھر کی چند مورتیاں نصب تھیں۔ گورمے نے زور زور سے ایک عمل پڑھنا شروع کر دیا۔ میرے لیے اگلے لمحے تجسس کے تھے میں بھی گورمے کے الفاظ بمشکل دُہرانے لگا۔ اس نے سیال مادہ پیالے سے نکال کر مشعل سے جلانا شروع کر دیا۔ مادے کی بو اتنی شدید اور اتنی گندی تھی کہ میرا دماغ پھٹنے لگا پھر اطراف میں ایک ایسی ہوا سرسرانے لگی جس میں کسی ذی ہوش کا سانس لینا مشکل تھا۔ گورمے پر وحشت سی طاری تھی۔ وہ زور زور سے اپنا عمل پڑھ رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں جنگل جیسے جاگ سا گیا چرند وپرند کے خوفناک شور کے باعث مجھے اپنے قریب بیٹھے ہوئے گورمے کی آواز بھی صاف سنائی نہیں دیتی تھی۔ میں اس کے اور قریب ہوگیا۔ سیاہ مادہ جل رہا تھا

اوراس کی بو نے شاید سارا جنگل اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ گورمے نے میرے ہاتھ میں مشعل تھما دی اور اپنا ایک ہاتھ مادہ جلانے میں مصروف رکھا۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے اپنے گلے میں پڑی ہوئی لمبی ہڈیوں کی ایک مالا اتاری اوراس کی نوکوں سے زمین کریدنے لگا، ہڈیوں کی نوک کا زمین پر لگنا تھا کہ بہت سی کربناک چیخیں ایک ساتھ بلند ہوئیں اور آناً فاناً بونے قد کے دو بہت عجیب الخلقت جانور ہم سے کچھ فاصلے پر نمودار ہوئے۔ میں مشعل کی محدود روشنی میں ان کی ساخت کا فوراً اندازہ نہیں کر سکا۔ میں نے تاریک براعظم کے کسی علاقے میں اس سے پہلے ایسے جانور نہیں دیکھے تھے۔ ان کا چہرہ کسی انسان سے مشابہہ تھا لیکن ان کے پیر جانوروں کی طرح تھے۔ یوں کہیے کہ وہ ایک نئی ساخت کے لنگور تھے۔ ان کے جسم میں ایک روشنی تھی۔ ایسی روشنی جس سے کرنیں پھوٹتی ہوں۔ وہ ان کی دو آنکھوں بلکہ چار آنکھوں میں تھی۔ وہ آتے ہی زمین پر لوٹنے لگے۔

وہ ناقابل برداشت تعفن، ان کی چیخیں اوران کی آنکھوں کی مقناطیسی چمک دیکھ کر میرے لب ٹھہر گئے۔ میری اس کوتاہی کی دیر تھی کہ ان میں سے ایک جانور تیزی کے ساتھ مجھ پر جھپٹا اور میرا چہرہ ایک ہی جست میں لہولہان کر گیا۔ میں اکڑوں بیٹھا تھا اور مشعل میرے ہاتھ میں تھی اس لیے میں توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ گورمے نے غصے میں میرے ہاتھ سے مشعل چھین لی۔ میں نے دوبارہ اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اُسے جھٹکنا چاہا لیکن میرا قیاس غلط نکلا۔ وہ پھرتی میں کسی چیتے سے کم نہیں تھا۔ دوسری جست میں وہ میرے سر کے بہت سے بال اڑا لے گیا۔ گورمے نے بے بس نگاہوں سے مجھے دیکھا لیکن اپنا عمل نہیں چھوڑا۔

دوسرا جانور ابھی زمین پر لوٹ رہا اور چیخ رہا تھا مجھ پر یہ توانا جانور پے در پے حملے کر رہا تھا، اس نے میرے سینے پر حملہ کر کے میرے تحائف نوچنے کی بھی کوشش کی۔ اس عرصے میں گورمے ایک آخری دردناک چیخ کے ساتھ دوسرے جانور کا کام تمام کر چکا تھا پھر وہ میری طرف مڑا اوراس نے اپنا عمل تیز کر دیا، گورمے کے میری طرف متوجہ ہوتے ہی جانور مجھ سے علیحدہ ہو گیا۔ میرے جسم کے مختلف حصوں پر اس کے پنجوں کے نشانات سے خون بہہ رہا تھا، مجھے سنبھلنے کا ایک ذرا سا موقع مل گیا اور میں شدید غضب کے عالم میں آندھی کی طرح اس کی جانب جھپٹا۔ گورمے نے حلق سے چیخ مار کر مجھے روکنا چاہا لیکن میں نے کوئی دھیان نہیں دیا، میں اس وقت گورمے سے بھی اُلجھ سکتا تھا۔ اپنے دونوں ہاتھ اس کے گرد پھیلا کر میں نے زمین پر خود کو اس طرح گرایا کہ اس کا جسم میرے جسم سے چھپ گیا پھر اپنے تحائف پشت کی طرف ڈال کر میں نے اُسے کوئی پہلو بدلنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ چرمرا کر رہ گیا اور میں نے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر پوری قوت سے کھینچ دیں۔ اس کی بھیانک چیخ سے سارا جنگل لرز اٹھا اور ایک ساتھ بہت سی آوازیں جنگل میں گونجنے لگیں۔ جیسے جنگل میں کوئی رن پڑ گیا ہو۔ گورمے نے ان دونوں جانوروں کو اٹھا کر یکے بعد دیگرے نہایت سفاکی سے ان کی آنکھیں نکال لیں اوران کا مغز چیر کر کچھ خود کھایا، کچھ مجھے کھلایا۔ مشعل کبھی میرے ہاتھ میں آ جاتی تھی کبھی اس کے ہاتھ میں۔ سیال مادہ جل چکا تھا اور تعفن میں کمی آ گئی تھی۔ اس کے ہاتھ چاقو کی طرح جانوروں کے جسم چیر رہے تھے پھر اس نے وہ آنکھیں میرے حوالے کر کے ان دونوں کے جسم توان کی ہڈیوں کی مدد سے کھودی ہوئی زمین میں دبا دیے اور میرا ہاتھ پکڑ کر غیر معمولی رفتار سے جنگل میں بھاگنے لگا۔ اندھیری رات میں جنگل میں چلنا اور بھاگنا گورمے کے لیے کوئی نیا کام معلوم نہیں ہوتا تھا۔ میری بھی آنکھیں سامنے کی رکاوٹیں صاف دیکھ رہی تھیں اور میرے قدم ان سے بچتے ہوئے چل رہے تھے۔ ہمارے پیچھے جانوروں کا ایک شور برپا تھا۔ گورمے جنگل سے بے تحاشا نکل کر سیدھا ساحل کی طرف آیا اور اس

نے میرے ہاتھوں سے چاروں آنکھیں لے کرانہیں ٹٹولا۔ان مردہ آنکھوں میں ابھی تک روشنی تھی۔ دو آنکھیں اپنے پاس رکھ کر دو اس نے سمندر میں پھینک دیں۔اس کام سے فارغ ہو کر اس نے اطمینان کا ایک لمبا سانس لیا اور ایک چٹان کے سہارے بیٹھ گیا۔

سرد ہوا اس کے جسم کو لگی تو اس نے آنکھیں موندلیں۔ میں بھی اس کے قریب بیٹھ گیا۔ کچھ دیر تک اس کی یہی حالت رہی پھر وہ اٹھا اور میرے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا۔"تیسری بار بھی گورمے نے انہیں سر کیا ہے۔"

میں خاموش رہا۔ وہ خود بخود بولا۔"میں نے اپنے جزیرے کے پانیوں میں نگرانی کے لئے مقدس ہربیکا کی آنکھیں چھوڑ دی ہیں ابھی ہمیں وقت کی ضرورت ہے کیونکہ ابھی ہمیں بہت سے کام کرنے ہیں۔ میں ایسی آنکھیں دُور دُور تک سمندر میں پھیلا دوں گا۔ ہربیکا کو دیوتاؤں کی سعات حاصل ہے۔اسے قابو میں کرنے کے لئے پتھر کے ہاتھ درکار ہوتے ہیں۔"

"معزز گورمے، کیا تم وضاحت نہیں کرو گے؟"

"تم میرے ایک لائق شاگرد ہو۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر بولا۔"جارا کا کی مقدس روح تم پر نگاہ رکھے۔تم آج اس کے عتاب سے بچ گئے اب تک میرے دو اڑھائی سو ساتھی مجھے مایوس کر چکے ہیں۔صرف دو آدمیوں نے حوصلہ برقرار رکھا۔ ہربیکا میں دیوتاؤں کی قوت ہوتی ہے۔اس کی آنکھیں اپنی پشت پر بھی دیکھ لیتی ہیں۔ ہربیکا کا پتہ لگانا بھی آسان کام نہیں ہے۔ میں ہمیشہ ان کی جستجو میں رہتا ہوں۔اس بار انہیں قابو میں کرنے کے لئے میں نے تمہیں منتخب کیا تھا۔تم نے حوصلہ ہار کر بھی حوصلہ برقرار رکھا۔تم نے ایسی طاقت کا مظاہرہ کیا ہے کہ انگروما میں کوئی شخص آج تک یہ جرات نہیں کر سکا پہلے کچھ نہ بتانے کی یہی وجہ تھی کہ کہیں تم ہربیکا سے خوف زدہ نہ ہو جاؤ۔ گورمے کے سوا چند ہی برگزیدہ لوگ یہ عمل انجام دے سکتے ہیں۔"

"مگر یہ آنکھیں اور اس کا مغز؟"

"یہ آنکھیں۔" اس نے انہیں چومتے ہوئے کہا۔" یہ آنکھیں انگروما کے قریب آنے والوں کو دور سے تاک لیتی ہیں۔ میں نے ان جوڑوں میں سے ایک سمندر کے سپرد کر دی ہے۔ایک ایک میرے طلسم کدے کی زینت بنے گی اور جب سمندر میں کوئی خطرہ ہوگا کوئی ہماری طرف آ رہا ہوگا تو یہ روشن ہو جائے گی اور اس کے عدسے میں ہم اپنے دشمنوں، دوستوں کو پہچان لیں گے۔" اس نے ایک گہرا سانس لیا۔اور وہ مغز جو تم نے ابھی کھایا ہے، وہ طاقتوں کا ایک خزانہ ہے تم جلد ہی محسوس کرو گے کہ تم نے کیسی بلندی حاصل کر لی ہے۔"

گورمے ان آنکھوں سے بچوں کی طرح کھیل رہا تھا۔ وہ اس وقت بہت خوش تھا جیسے قارون کا خزانہ اس کے ہاتھ لگ گیا ہو۔اس نے بستی میں جانے سے پہلے دو مجسموں کو بیدار کیا۔ دو حسین لڑکیاں ہمارے ساتھ ہو گئیں۔ گورمے وفور مسرت سے کھلا جا رہا تھا۔ آگے جا کر وہ مجھ سے علیحدہ ہو گیا اور میں ایک درخت کے نیچے اپنی ساتھی کے ساتھ دراز ہو گیا۔صبح ہوئی تو وہ لڑکی غائب تھی اور میرے گرد ایک ہجوم جمع تھا۔ میں نے ان کی آہٹیں سن کر حیرت زدگی سے آنکھیں کھول دیں۔ وہ خوشی سے ناچنے لگے۔انہوں نے میرے پیر مضبوطی سے پکڑ کر مجھے اپنے ہاتھوں پر کھڑا کر لیا۔ میں سب سے بلند ہو گیا۔ان کا رخ جلسہ گاہ کی طرف تھا۔ گورمے بھی وہاں موجود تھا۔اس کے ہاتھ میں وہ دو آنکھیں تھیں۔بستی کے لوگ ہمارا جسم چوم رہے تھے۔گروٹا میرے اور گورمے کے بارے میں رطب اللساں تھا۔

اس واقعے کے بعد انگروما میں میری عزت بڑھ گئی۔ میرا اشمار عبادت گاہ کے صف اوّل کے لوگوں میں ہونے لگا۔ گورمے نے اسی پر بس نہیں کیا۔ اس نے مجھے پتھر میں تبدیل کرنے اور اسے اپنی اصل حالت میں واپس لانے کا عمل بھی سکھا دیا۔ گو وہ عمل سیکھنے میں مجھے خاصے دن لگ گئے لیکن اب میرا یہ مشغلہ ہو گیا تھا کہ میں جب بھی یکسانی سے اکتاتا، پتھروں کو زندہ کرتا، ان سے گفتگو کرتا اور انہیں دوبارہ ان کی اصلی حالت میں واپس کر دیتا، پتھروں میں جو لوگ محفوظ تھے ان میں سے بعض علم و فضل میں یکتا تھے لیکن بد قسمتی سے مشروب حیات کی نعمت سے محروم رہ جانے کے سبب وہ لوگ برگزیدہ لوگوں میں شامل نہیں ہو سکے تھے۔ ان میں سے بیشتر لوگ وہ تھے جو انگروما میں اقابلا کے خلاف تحریک کو دل سے قبول کر چکے تھے۔ میں اُسے نہیں بھولا تھا لیکن میں اب اس کے خلاف اٹھنے والی آوازوں پر برگشتہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ سال میں ایک بار جارا کا کے مقدس دن پر وہ تمام مجسموں کو جگا دیتے تھے۔ اس دن ان کے ہاں جشن لوریما کی طرح ایک بڑا جشن منعقد ہوتا تھا۔ جس کے خاتمے کے بعد وہ پھر اپنی جگہ چلے جاتے تھے اور مجسموں میں تبدیل ہو جاتے تھے۔ میری طاقتیں، اسرار سمجھنے کی صلاحیتیں اتنی بڑھیں کہ اشاروں میں گرو تا یا گورمے، نیشا اور دوسرے لوگوں کو اپنے احساسات منتقل کر سکتا تھا۔ میں مشکل سے مشکل کام کے لئے تیار ہو جاتا تھا، ان کی تفصیل بتانے سے میں گریز کر رہا ہوں۔

دو سال کے صبح و شام گزر گئے۔ دو سال میں اُنہوں نے مجھے جوان رکھا، پہلے سے زیادہ تر و تازہ، شاداب، میرا رنگ نکھر گیا تھا اور میں ان سب میں ممتاز نظر آتا تھا۔ گورمے اپنے ساتھیوں کے رُوبرو مجھے پیش کرتا۔ نیشا گورمے کے مقابلے میں اب مجھ سے زیادہ قریب تھی۔ کئی بار ایسا ہوا کہ نیشا کے لئے جزیرے کے دوسرے سربرآوردہ لوگوں نے درخواست کی۔ میرا جی چاہا کہ انہیں منع کر دوں لیکن اس طرح انگروما کی پُرسکون فضا میں ہلچل پیدا ہو جاتی۔ میں نے دل پر جبر کر کے نیشا کو ان کی خواہش کے مطابق ان کے پاس بھیج دیا۔ دو سال گزر گئے تھے۔ ان کی جڑی بوٹیوں اور جادو ٹونے میں یہ کمال تھا کہ آدمی نا قابلِ یقین حد تک طویل عمر پاتا تھا اور اس کی جوانی برسوں قائم رہتی تھی۔ یہ سوچ کر میرا دم گھٹتا تھا کہ جب میں عمر کے انحطاط کے دور میں داخل ہوں گا تو وہ مجھے بھی ایک مجسمے کی صورت میں بدل دیں گے اور پھر یہ ان کی مرضی پر منحصر ہوگا کہ وہ مجھے کب جگائیں۔

اور پھر یہاں تک ہوا کہ مجھے گورمے کے طلسم خانے میں اجازت کے بغیر اندر جانے کی اجازت مل گئی۔ میں وہاں بیٹھا مختلف چیزوں سے شعبدے کرتا رہتا۔ ایک دن مجھے خیال آیا کہ مجھے جزیرہ توری کا حال بھی جاننا چاہیے۔ سرنگا، سریتا کیسے ہیں؟ لیکن پھر مجھے یہ خیال دماغ سے جھٹکنا پڑا کیونکہ اب میرا ان سے کوئی واسطہ نہیں رہا تھا۔ میں انہیں دیکھ کر اذیت میں مبتلا ہونا نہیں چاہتا تھا۔ گورمے کے پاس ہربیکا کی آٹھ آنکھیں تھیں جو اس نے پتھر کے ایک صندوق میں اس طرح محفوظ کر دی تھیں کہ باہر سے صرف ان کے عدسے نظر آتے تھے۔

میں نے انگروما میں اپنے پُر اسرار واقعات کا ذکر اختصار سے کیا ہے، ورنہ میری طاقتیں اُبھرنے کے مراحل کی روداد خاصی طویل ہے اور غلیظ اعمال اور نفرت انگیز شب و روز پر مشتمل ہے، گورمے بظاہر بڑا علیم الطبع اور شریف النفس نظر آتا تھا مگر جب وہ اندھیری راتوں اور ویران علاقوں میں بیٹھ کر جادوئی کاموں میں مصروف ہوتا تھا تو اس کی آنکھوں میں شیطنت رقص کرنے لگتی تھی۔ وہ اتنا گھر درا اور کریہہ معلوم ہوتا تھا کہ میرے دل کے کئی گوشوں میں اس کے لئے نفرت بیٹھ گئی مجھے اس کی مسلسل صحبت اور رفاقت سے استفادے کا خیال نہ ہوتا تو میں کبھی کا اسے چھوڑ کر انگروما کے دوسرے کاموں میں مشغول ہو جاتا۔ گورمے کو مجھ پر اعتماد تھا۔ میں اس کے لئے ایک بے ضرر شخص تھا گورمے کے بغیر بلند مرتبت لوگوں میں تنہا میری ذات کوئی

حیثیت نہیں رکھتی تھی، نیشانے مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں گورمے سے روحوں کو اپنے احکام کا تابع بنانے کا عمل ضرور سیکھوں، گورمے نے مجھ سے اس کا ذکر کبھی نہیں کیا تھا۔ ایک دن وہ بہت خوش معلوم ہوتا تھا۔ میں نے موقع غنیمت جان کر دبے لفظوں میں اپنی خواہش کا اظہار کر دیا مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ میری خواہش سن کر بے تحاشا ہنسنے لگے گا۔ اس پر ہنسی کا طوفانی دورہ پڑ گیا۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا۔ ''کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی ہے؟''

''نہیں نہیں۔ نیشانے تم سے اس کا تذکرہ کیا ہوگا۔ وہ ہنستے ہوئے بولا۔'' جابر بن یوسف تم ہر معاملے میں ایک مستعد اور حوصلہ مند شخص ثابت ہوئے ہو لیکن جس خواہش کا تم اظہار کر رہے ہو، وہ تمہارے لیے فی الحال موزوں نہیں ہے۔''

''کیوں؟ کیا میں نے تمہیں کبھی مایوس کیا ہے۔''

''نہیں۔ مگر روحوں کا معاملہ دوسرا ہے ایک نہیں، لاتعداد روحیں ہیں، جنہیں دیکھ کر تم اوسان کھو بیٹھو گے، روحوں کے غار میں تم تنہا ایک لمحے بھی نہیں ٹک سکتے۔ وہ ہر نئے آدمی کے لئے قہر ہیں، گورمے کے علاوہ انگروما کے چند ہی آدمیوں نے انہیں قابو میں کیا ہے۔ نہ جانے، وہ آسمان کی طرف دیکھ کر بولا۔'' نہ جانے کب وہ آسمانوں کی طرف جاتی ہیں۔''

''میں سمجھتا ہوں یہ ایک شجیع شخص کی توہین ہے۔'' میں نے ناراض ہو کر کہا۔ ''اگر تم میرا حوصلہ آزمانا چاہتے ہو تو چلو، مجھے وہاں لے چلو۔''

میرے اصرار کے باوجود گورمے راضی نہیں ہوا۔ میرا تجسس اس قدر بڑھا کہ میں نے اور تن دہی سے گورمے کو اعتماد میں لینے کی کوششیں شروع کر دیں، آخر کئی دنوں بعد میرے پیہم اصرار پر گورمے کسی قدر آمادہ ہوتا ہوا نظر آیا۔ میں نے اس کی خدمت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تھا۔ آخر میری خدمتوں کا اثر ہوا۔ گورمے نے بددلی کے ساتھ ایک رات مجھے بستر سے اُٹھایا اور انگروما کے ایک ایسے مقام پر لے گیا جو ابھی تک میری نظروں سے دور رہا تھا۔ میں کاہو کی روح سے پہلے ہی شناسائی پیدا کر چکا تھا۔ کاہو کئی موقعوں پر میرے کام بھی آیا تھا، مجھے اس بات کا گمان تک نہیں تھا کہ وہ جگہ، وہ غار اس قدر ہیبت ناک ہوگا کہ مجھ جیسے توانا شخص کے اعصاب بھی جواب دے جائیں گے۔ گورمے نے ایک جگہ پہنچ کر اپنی چھڑی ایک چٹان پر ٹکا دی، چھڑی پر کوئی شبیہہ بنی ہوئی تھی، اس وقت گورمے بہت خاموش تھا۔ کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ وہ دیو قامت چٹان اپنی جگہ سے ہٹ جائے گی، اندر گہرا اندھیرا طاری تھا۔ گورمے نے سوراخ پر کوئی سحر پڑھ کر پھونکا۔ پھر اس نے اپنے گلے سے جارا کا کی کھوپڑی اتار کر غار کے راستے میں رکھ دی۔ اس نے میری کلائی پکڑی اور ہم جارا کا کی کھوپڑی سے اپنے قدم بچاتے ہوئے تاریک غار میں داخل ہو گئے۔ غار میں داخل ہوتے ہی میری ناک میں سیلن کا ایک ناخوش گوار جھونکا آیا۔ میرا دل بے قابو ہونے لگا ہم اس مکدر کر دینے والی فضا اور حبس زدہ راستے میں آگے چلے۔ آگے بڑھنا، چلنا میرے لیے دشوار ہو گیا۔ مجھے متلی سی ہونے لگی، گورمے کا ہاتھ میری کلائی پر تھا۔ میں پچھتانے لگا کہ میں نے یہاں آکر زبردست غلطی کی ہے، ہم راستہ ٹٹولتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے، میں گورمے کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ صرف اس کی سانسیں سن رہا تھا۔ میں نے بمشکل تمام اپنے اعصاب پر قابو پانے کی کوشش کی لیکن میرے قدم لڑکھڑانے لگے۔ مجھے کھانسی اُٹھنے لگی۔ گورمے نے اپنی رفتار تیز کر دی، خاصی دور اندر جا کر گورمے کے کسی عمل سے ایک اور دروازہ کھلا اور ہلکی سی روشنی میں پتھروں کے بنے ہوئے شکستہ کھنڈر نظر آئے۔ کھنڈروں کے چاروں طرف سفید دھوئیں کے مرغولے تیر رہے تھے، گورمے دروازے کے قریب ٹھہر گیا اور اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میری حالت ناگفتہ بہ تھی، یہ جہنم کا کوئی منظر

تھا۔ یہاں کے در و دیوار سے وحشت برستی تھی، گورمے نے ایک کنکری اُٹھا کر پھینک دی اور پھر یہ اس کے کسی جادوئی عمل کا اثر تھا کہ مجھے آناً فاناً وہاں ننگ دھڑنگ سیاہ فام انسانوں کے بے شمار چہرے نظر آئے ان کے جسم مضطرب تھے۔ وہ سب سراسیمہ نظروں سے گورمے کو دیکھ کر اس کے سامنے جھک گئے لیکن جب انہوں نے میری طرف نگاہ کی تو ان کی آنکھوں میں خوں خواری کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ گورمے یہ کیفیت بھانپ گیا تھا۔ میرا سانس اکھڑ رہا تھا اور مجھ پر زندگی میں پہلی بار ایسی دہشت طاری ہوئی تھی کہ مجھے خود اپنے آپ پر یقین نہیں آ رہا تھا اور میرے سامنے وہ محروم و مجبور روحیں تھیں جو اپنے جسموں کی قید سے آزاد ہو کر بھی بے بس تھیں، کیا کوئی اس پر یقین کر سکتا تھا؟ روحیں جسم کا وہ لطف جوہر جس کے لئے مہذب دنیا کے فاضل محققین ایک عرصے سے تحقیق کر رہے ہیں، وہ مُردہ لوگ اپنے مان کے گمان کے ساتھ ہمارے سامنے، ہماری آنکھوں کے سامنے حاضر تھے، یہ ایک الم ناک اور وحشت ناک مظاہرہ تھا۔ ان میں طرح طرح کے لوگ تھے۔ بہت قدیم زمانے کے بھی اور تاریک براعظم کے موجودہ عہد کے بھی، انہوں نے شاید میری موجودگی پسند نہیں کی تھی، وہ خرخراہٹ، غرغراہٹ، وہ چیخیں جو ان کے حلق سے خارج ہو رہی تھیں، مجھے لرزہ براندام کیے دے رہی تھیں، مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ سب لوگ کسی بھی لمحے مجھ پر حملہ کر دیں گے۔ میں نے اپنی ساری توانائیاں خود کو سنبھالنے میں صرف کر دیں، لیکن جب میں ان کے چہرے ان کی آنکھیں دیکھتا تو مجھ پر رعشہ سا طاری ہو جاتا۔ گورمے میری کیفیت سے بے خبر سا تھا، وہ اطمینان سے انہیں مخاطب کر رہا تھا۔ ''اے شریف روحو! مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری یک سوئی میں مخل ہوا۔ تمہارے لیے زمان و مکان کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ دیوتاؤں کو راضی کرو کہ وہ تمہاری قید و بند کا یہ اذیت ناک سلسلہ ختم کر دیں، تم آسمانوں میں چلی جاؤ اور ہمیں کامرانی سے سرفراز کرو۔''

''یہ روحیں، جابر بن یوسف!'' گورمے مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''یہ شریف روحیں ہماری رفیق ہیں، انہیں ہم نے تربیت دی ہے اور ہمارے کئی برگزیدہ لوگ انہیں یہاں روکنے کی کوششوں کے دوران ہم سے جُدا ہو گئے ہیں، وہ بھی یہیں ہیں، انہیں روحوں کے درمیان یہ سب ہمارے کام آئیں گی۔ ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جابر بن یوسف اگر تم ہماری خواہش پر عمل نہ کرتے تو ہم تمہیں بھی اس مجلس میں قید کر دیتے۔'' اس کے آخری جملے سے میرے جسم میں ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ ''کیا تم جانتے ہو کہ ہمارے علاقے کے کئی بزرگ آبادی سے رُوپوش ہو کر الگ تھلگ چٹانوں میں بیٹھ کر جارا کا کا کی خوشنودی میں منہمک ہیں، انہوں نے دنیا ترک کر دی ہے، ان کا مقصد صرف ایک ہے۔ اقابلا کا زوال۔ مگر۔ مگر تم تو کانپ رہے ہو۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔''

''گورمے'' میں نے وحشت سے کہا۔ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا میں نے اپنا خوف تسلیم کر لیا۔ ''گورمے اس وقت مجھے یہاں سے لے چلو، یہاں موت نظر آتی ہے، شاید روحوں کے متعلق میرے ماضی کے خوف مجھ پر غالب ہیں، میں خود کو اس ماحول سے مانوس محسوس نہیں کر رہا ہوں۔''

''کیا۔ کیا تم خوف زدہ ہو جابر؟'' گورمے نے محبت سے پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم۔'' میں نے تیزی سے کہا۔ ''لیکن میرا دم گھٹ رہا ہے۔''

''اوہ یہ کوئی اچھی علامت نہیں ہے، میں تم سے نہ کہتا تھا کہ تم وقت سے پہلے اصرار کر رہے ہو؟ بہر حال اب تمہیں خود کو ان کی صحبت کا عادی بنانا ہوگا اور انہیں اپنی خواہش کے مطابق عمل کرنے پر آمادہ کرنا ہوگا۔'' گورمے حکیمانہ انداز میں بولا۔ ''جابر بن یوسف جیسے شخص سے میں اس

بزدلی اور دُوں ہمتی کی توقع نہیں رکھتا۔''

''گورمے، میرا سانس گھٹ رہا ہے، وہ دیکھو، وہ میری طرف بڑھ رہے ہیں، ان کی آنکھوں میں میرے لیے تمسخر ہے، ہاں واقعی میں وقت سے پہلے آ گیا ہوں، دیوتاؤں کے لئے مجھ یہاں سے نکالو'' میں نے اس کی منت کی۔ ''گورمے مجھے یہاں سے لے چلو۔''

''نہیں۔'' گورمے سختی سے بولا۔ ''نہیں تم مجھے مایوس کر رہے ہو، میں تمہیں ان کے پاس چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔'' گورمے کے لہجے میں جھنجلاہٹ اور خفگی تھی۔

''معزز گورمے، مجھے زیادہ باتیں کرنے میں دشواری ہو رہی ہے میں تم سے رحم کا طالب ہوں۔''

''نہیں۔'' گورمے دروازے کی طرف مڑا اور چشم زدن میں اس کے پار ہو گیا۔ میں نے بھی اس کے پیچھے بھاگنا چاہا مگر مجھے دروازہ بند ملا۔ میں نے اس سے سر مارے اور اپنی زائل ہوتی ہوئی توانائی صرف کر دی۔ اس وقت میری حالت یہ تھی کہ خون جسم میں کہیں ٹھہر گیا تھا۔ میں نے مڑ کر دیکھا۔ وہ میرے اور قریب آ گئے تھے، ان کے بے ہنگم قہقہے میرے دل میں نشتر بن کر چبھ رہے تھے میں دروازے سے چپک گیا۔ وہ مردہ لوگ مجھ سے ایک فاصلے پر آ کر ٹھہر گئے۔ اب تک میں نے صرف کاہوکی نرم دل روح کو دیکھا تھا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ ان کے چہرے اتنے غضب ناک اور ان کے قہقہے اتنے عذاب ناک ہوتے ہیں، وہ بے نور آنکھیں چمک رہی تھیں، وہ بے نور چہرے میرا مذاق اُڑا رہے تھے، میں مرے ہوئے لوگوں کے اس اژدہام میں تنہا کھڑا تھا اور یہ بھول گیا تھا کہ میں جابر بن یوسف ہوں، میں اس وقت ایک بچہ تھا جو ایک خوفناک خواب دیکھ رہا ہو، گورمے شاید اپنی سحر کار قوتوں سے میرے اعصاب شل کر گیا تھا۔ میں سہا ہوا دیوار کے سہارے کھڑا رہا اور ان کے سفید دانتوں کو حرکت کرتے ہوئے دیکھتا رہا۔ یہ اضطراز یہ ہیجان میں اپنی زندگی میں کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ خوف اور دہشت سے خود بخود میرے ہاتھ اپنے گلے پر دوڑنے لگے۔ پھر یکا یک مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے میں تنہا نہیں ہوں، بلکہ باگمان کے کاہن کا عطا کردہ اژدہا میرے پاس ہے، شپالی ہے، سمورال کی مالا ہے اس غیر اختیاری حرکت سے میرے جسم میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ مگر مشکل یہ تھی کہ اس حبس خانے میں سانس لینا بھی مشکل ہو رہا تھا۔

مجھے اس ہیجان واضطراب میں اپنے تحائف آزمانے کا خیال ہی نہیں آیا تھا، اب انہیں چھونے کے بعد مجھے اپنے وجود کا احساس ہو رہا تھا، مجھے خود پر شرم آنے لگی۔ ڈگبی کے سینگ میرے سینے میں چبھنے لگے۔ میں نے بیک وقت وہ تمام تحائف رگڑے اور ان سے مدد لینے کے مختلف عمل پڑھنے شروع کر دیئے۔ میں نے شپالی گلے سے اُتار کر ایک پھر کی طرح گھمائی، شپالی سے ایک تیز قسم کی شعاع نکلی، وہ بے قرار، درماندہ روحیں، کچھ پیچھے ہٹ گئیں۔ ان کی مراجعت سے مجھے اپنے جسم میں دوبارہ جان آتی محسوس ہوتی ہیں۔ میں نے شپالی مختلف زاویوں سے رکھی اور استالا کی ہدایتوں کے مطابق اسے ان کی طرف اُچھال کر انہیں اور پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ روحیں میرے سامنے روتی اور بین کرتی ہوئی سمٹنے لگیں۔ رفتہ رفتہ مجھے وہاں دھواں نظر آنے لگا۔ کثیف، سفید رنگ کا دھواں، مرغولے اور کھنڈر۔ ایک وحشت۔ میں نے انہیں دُور تو کر دیا تھا لیکن اب غار سے باہر نکلنا کوئی آسان مرحلہ نہیں تھا۔ غار سے باہر نکلنے کا کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا۔ پتھر کی وہ دیوار اتنی سخت تھی کہ میں اسے ایک انچ بھی جنبش نہ دے سکا۔ روحوں کے غائب ہو جانے کے بعد میں نے چند لمحے توقف کیا اور آنکھیں موندلیں، ان چند لمحوں میں میرے ذہن نے تیز رفتاری سے سوچنا

شرع کر دیا تھا پھر میری آنکھیں کھل گئیں، میرے ہاتھ سورال کی مالا پر تھے، اژدہے کا چوبی ڈھانچا اپنی اصل شکل میں واپس آگیا تھا۔ اپنی تمام چیزیں زندہ، روشن اور متحرک دیکھ کر میرے اندر غرور کا جذبہ اُبھرا۔ مجھے یاد آیا کہ میں نے ہر بیکا کا مغز بھی کھایا ہے میں نے لوکا سا جیسے دیو کو شکست دی ہے، میرے بازو لوہے کے ہیں، اور میرا دل پتھر کا ہے، یہ جارا کا کی کھوپڑی برکتوں اور طاقتوں کی امین ہے، میرے توانا ہاتھوں کے سامنے یہ پتھر کیا ہے؟ یہ تو ایک پتھر ہے، گورمے بھی ابھی اسی سے گزر کر گیا ہے۔ میں نے اپنے تمام تحائف دیوار سے مس کیے اور ڈگی کے سینگوں سے پتھر پر ضرب لگائی۔ پتھر کی دیوار ہلکی سی ضرب سے کھسکنے لگی۔ میں نے اژدہا اس کے اُوپر چھوڑ دیا۔ اژدہے کا دیوار پر رینگنا تھا کہ دیوار شق ہوگئی اور غار کا بیرونی راستہ صاف نظر آنے لگا۔ بجلی کی طرح میں نے غار کے دہانے کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ راستہ تنگ اور تاریک ہے لیکن میں لڑھکتا اور سنبھلتا ہوا آخر دہانے تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ پتھر کا وہ بڑا تودہ ہٹانے میں بھی میں نے اپنے ان تمام تحائف سے مدد لی اور فاتحانہ انداز سے باہر آگیا۔

جب میں باہر نکلا تو غار کا پتھر اپنی جگہ ٹک گیا اور میں نے دیکھا کہ گورمے وہاں کھڑا ہوا ہے۔

☆==========☆==========☆

میری ندامت کے باوجود گورمے نے دوبارہ میری پست ہمتی کا ذکر نہیں کیا۔ یہ ایک ایسا چرکا تھا کہ اب میں کسی اقدام کے بارے میں کوئی پہل کرتے ہوئے ڈرنے لگا۔ جہاں گورمے چاہتا، مجھے لے جاتا۔ اصولاً اس پر ہیبت غار میں بیٹھ کر مجھے روحیں تابع کرنے کا عمل سیکھنا چاہیے تھا لیکن میں نے پھر کبھی گورمے سے اس خواہش کا اظہار نہیں کیا۔ جزیرہ انگرو ما میں، جہاں تک میری شہرت اور شجاعت کا تعلق تھا، لوگ میرا نام عزت واحترام سے لیتے تھے، لیکن اس واقعے کے بعد میرا دل کچھ اُداس سا ہو گیا تھا۔ میں گورمے کو چھوڑ کر اکثر ساحل کا رُخ کرتا مگر سمندر کی لہریں مجھے اور بے چین کر دیتیں، نیشا اور تازہ دم دوشیزاؤں نے میری اُداسی دُور کرنے میں اپنے بدنوں کو عجب عجب لوچ دیے، وہ سمندر تک آ جاتیں اور لب ساحل پُرشور لہروں کی موسیقی میں ان کے بدن لہروں کی طرح بل کھاتے، میں کبھی ان کے ساتھ دُور تک نکل جاتا کبھی ہم یوں ہی اُداس بیٹھے لہریں گنتے رہتے، پھر گورمے نے مجھے مصروف رکھنا شروع کر دیا۔

اڑھائی سال کی طویل مدت کے بعد ایک روز میں گھنے جنگل میں بیٹھا ہر بیکا کو تلاش کر رہا تھا کہ مجھے اپنے قریب سرسراہٹ سی محسوس ہوئی میں نے پلٹ کر اِدھر اُدھر دیکھا تو مجھے وہاں کوئی نظر نہیں آیا۔ میں اپنے کام میں دوبارہ مشغول ہو گیا۔ سرسراہٹ اور قریب محسوس ہوئی۔ گورمے دوسرے جنگل میں مجھ سے کچھ دُور موجود تھا۔ میں ہکا بکا اپنے اردگرد آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ پھر مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ میرے قدم جہاں تھے وہیں ٹھہر گئے مجھ پر سکتہ سا طاری ہو گیا۔ سرنگا کی عظیم اور پُراسرار دیوی میرے سامنے اپنی تمام جلوہ سامانیوں کے ساتھ موجود تھی، کیا یہ کوئی فریب ہے؟ میں نے اپنا سر جھٹک کر دوبارہ اسے دیکھا' وہ وہی تھی۔ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔ ''تم ؟'' اس نے جواب دینے کی بجائے شمال کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے اپنا کام چھوڑ کر تیزی سے اسی سمت رخ کیا۔ دیوی میرے آگے آگے تھی اور میں اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ مجھ پر شادی پر مرگ کے جذبات کا غلبہ تھا پاؤں زمین پر رکھتا کہیں تھا' پڑتے کہیں تھے۔ گویا میری نجات کا دن آ گیا تھا۔ سرنگا نے اُسے مجھے آزاد کرانے کے لئے بھیج دیا تھا۔ مجھے کچھ ہوش نہیں تھا کہ وہ مجھے کہاں سے لے جا رہی ہے، میں کس طرف جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد جب مجھے ہوش آیا تو میں گورمے کے مکان کے سامنے کھڑا تھا۔ دیوی ایک شان کے ساتھ مکان میں داخل ہو گئی۔ میں بھی فوراً گورمے کے طلسم کدے میں داخل ہو گیا اور میں نے آٹھ آنکھوں والا پتھر اپنے قبضے میں کر لیا اور میں نے اس روشن آگ میں جو طلسم کدے میں ہمیشہ جلتی رہتی تھی، گورمے کے تمام طلسمی اسلحہ ڈالنے شروع کر دیے۔ ذرا سی دیر میں وہ پورا طلسم خانہ جہنم کی آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔ مختلف قسم کے جانوروں کی چیخوں نے آسمان سر پر اُٹھا لیا۔ پھر میں اس تپش سے جلد از جلد باہر نکل آیا۔ مکان کے باہر آ کر میں نے دیکھا کہ گورمے بستی کے باہر تمام سربرآوردہ لوگوں کے ساتھ کسی پُراسرار عمل میں مصروف ہے۔ انہوں نے مجھے دیکھا تو ان کی آنکھوں سے خون اُبلنے لگا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میری ٹانگیں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتیں، میرا یہ اذیت دہ اور ہولناک احساس حقیقت پر مبنی تھا کیونکہ میرا نچلا دھڑ پتھر میں تبدیل ہو چکا تھا۔ میں نے بے بسی سے دیوی کی طرف دیکھا۔ دیوی جو شاید صرف مجھے نظر آ رہی تھی۔

☆==========☆==========☆

تو کیا میں پتھر میں تبدیل ہو جاؤں گا؟

جزیرہ انگروما کے سربرآوردہ عالم آسمانی عبادت میں مصروف تھے۔

تیزی کے ساتھ ان کے ہجوم میں اضافہ ہوتا گیا۔ پہلی صف، پھر دوسری اور بے شمار صفیں اوران صفوں کے پیچھے چاروں طرف سے دیوانہ وار چیخیں مارتے ہوئے لوگ بے ہنگم رقص کرتے ہوئے اکٹھے ہو رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے زمین سیاہ فام ننگ دھڑنگ آدمی اُبل رہی ہو، اتنی جلدی یہ لوگ ایک جگہ اکٹھے ہوگئے تھے جیسے سیلاب بڑھتا ہے اور جنگل میں آگ لگتی ہے۔ ان کی وحشت ناک چیخوں سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ مگر ایسے بھیانک شور میں ایک تیز سُریلی آواز اُبھری اور ان کی آوازوں پر چھا گئی۔ ان کی دیوانگی میں اور شدت پیدا ہوگئی اور وہ تن دہی سے اپنی عبادت میں مصروف ہوگئے۔ ان سب کے چہرے میری طرف تھے اور ان کے عریاں جسموں کا ہر حصہ متحرک تھا۔ میری پشت پر گورمے کے طلسم خانے میں آگ بھڑک رہی تھی۔ اس کا دھواں اتنی دُور تک پھیل گیا تھا کہ جزیرہ انگروما پر سیاہ بادل چھائے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ گورمے کا یہ طلسم خانہ اس کی برسوں کی ریاضت کا ثمر تھا۔ میں نے ایک ہی حملے میں اس کے سارے طلسمی ہتھیار جلا کر گورمے کو نہتا کر دیا تھا۔ مقدس ہربیکا کی پُراسرار آنکھیں میرے پاس تھیں، اب وہ سمندروں میں انگروما کی طرف بڑھنے والے دوست اور دشمنوں کو دیکھنے سے قاصر تھا......... جزیرہ انگروما میں چار بار مقدس ہربیکا کو زیر کر کے اس کی آنکھیں حاصل کی گئی تھیں جن میں سے آٹھ آنکھیں سمندر میں پھیلا دی گئی تھیں اور آٹھ آنکھوں پر میں نے قبضہ کر لیا تھا۔

میں کوئی حرکت نہیں کر سکتا تھا صرف چند لمحوں میں وہ مجھے لامحدود زمانے کے لئے پتھر میں تبدیل کرنے والے تھے۔ میرا ہر احساس فنا ہونے والا تھا۔ میرا یہ دل جس نے بڑے بڑے معرکوں میں حوصلہ برقرار رکھا تھا۔ اب اس کی دھڑکن معدوم ہونے والی تھی یہ آنکھیں جو باگمان کے اندھیرے دیکھنے کی عادی ہوگئی تھیں۔ اب بے نور ہونے والی تھیں۔ یہ سیماب صفت جسم، میرا تندرست توانا جسم پتھر کے کسی حسین شاہکار میں تبدیل ہو جائے گا۔ وہ جب تک چاہیں گے مجھے طویل نیند میں گم رکھیں گے۔ سرنگا کی دیوی نے اچانک انگروما کے پُرسکون علاقے میں آ کر مجھے اس انجام کو پہنچا دیا تھا۔ میں غروب ہو رہا تھا۔

اور میں نے سوچا، ایسے اذیت ناک لمحوں میں کوئی کیا سوچ سکتا ہے؟ مجھے احساس ہوا کہ میں نے یہ اپنی زندگی کی سب سے آخری غلطی کی ہے، اب اس خمیازہ مجھے نہ جانے کتنی صدیوں تک بھگتنا پڑے گا۔ جزیرہ توری باگمان، زارشی، انگروما کا یہ معزز اور بہادر شخص، جس نے بڑے بڑے اعزازات حاصل کیے وہ جس نے ہر جگہ اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا، ایک ذرا سی عجلت میں مارا گیا۔ جب تاریک براعظم کی جلیل الشان ملکہ اقابلا باغیوں کی اس سرزمین کو نیست و نابود کرنے میں ناکام رہی تھی تو سرنگا کی دیوی ان کی سرشوریوں کی کہاں تاب لا سکتی ہے؟ میں نے انہیں دھوکا دیا جبکہ میں نے خود ان آنکھوں سے ان کی عظمت کا مشاہدہ کیا تھا۔ میں عرصے سے اس جزیرے میں مقیم تھا اور گورمے جیسے پُراسرار شخص کے ساتھ رہا تھا۔ سرنگا کی دیوی جزیرہ توری میں سرنگا کو کوئی اعلیٰ منصب نہیں دلا سکتی تھی، یہ مجھے انگروما کے پھیلے ہوئے طلسمی جال سے کیسے نجات دلائے گی؟ انگروما سے نجات ناممکن تھی۔ یہاں لوگوں نے صرف آنا سیکھا تھا، انہوں نے اپنی عظمت و فضیلت اپنے علم و ریاض سے تاریک براعظم میں ایک ایسی سلطنت قائم کی تھی جس سے جانے کا کوئی دروازہ نہیں تھا، ان صاحب اسرار باغیوں کا جلال و کمال دیکھ کر ہی میں نے بہت غور و فکر کے بعد ان میں ضم

ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔ ایک غیر محتاط جذباتی لمحے میں میری ساری گزشتہ جدوجہد رائیگاں ہوگئی۔ میں اب پتھر میں تبدیل ہو رہا تھا۔ انگروما کے بہت سے عام آدمیوں کی طرح، میں بے بسی سے دیوی کو دیکھ رہا تھا۔ دیوی جو شاید صرف مجھے نظر آ رہی تھی۔

ایک سُریلی شیریں آواز جزیرہ انگروما کے مشتعل اور بدحواس لوگوں کے شور اور عبادت پر غالب آ رہی تھی۔ یہ آواز دیوی کی اُس بانسری کی تھی جسے وہ اب نہایت سرمستی کے عالم میں بجا رہی تھی۔ انگروما کے عبادت گزار اشخاص کی عبادت میں بار بار رخنہ پڑ جاتا۔ انہوں نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے اور وحشت سے چہار اطراف دیکھنے لگے۔ بانسری بجاتے بجاتے دیوی میرے نزدیک آ گئی اور اس نے میرے جسم کے بالائی حصے پر اپنا نرم و نازک ہاتھ پھیرا۔ اُدھر گروٹا، گورمے اور انگروما کے دوسرے لوگ صف اول میں کھڑے جارا کا کا کی کھوپڑی سامنے رکھ کر مجھے پتھر بنانے میں کامیاب نہیں ہو رہے تھے، میرا جسم دو حصوں میں تقسیم ہوگیا تھا۔ ہاتھ ابھی تک متحرک تھے اور میں نے اپنے تحائف سینے سے لگا رکھے تھے۔ شپالی بطور خاص میں نے اپنی مٹھی میں بند کرلی تھی۔ طلسم خانے کی آتش سے گوشت اور چربی جلنے کی بُو ساری فضا میں پھیل گئی تھی۔

جب وہ بالائے ناف مجھے منجمد کرنے میں ناکام رہے اور ان کے طلسمی اعمال کے باوجود بانسری کی پُر شور لَے میں کوئی فرق نہ آیا تو وحشت کے عالم میں گروٹا نے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے لوگوں کو کوئی اشارہ کیا۔ یہ اشارہ منتقل ہوتے ہوتے سب سے پچھلی صف تک پہنچ گیا اور دو نوجوان سیاہ فام لڑکیاں، جن کے بدن کسی اَدکھلے پھول کی طرف تر و تازہ تھا۔ گورمے اور گروٹا کے آگے آ گئیں۔ گروٹا کے بلند ہاتھوں میں جارا کا کا کا علامتی نیولا تھا جس کی آنکھیں سرخ تھیں اور وہ اس کے ہاتھ پر ادھر اُدھر مچل رہا تھا۔ گورمے نے اپنے گلے میں پڑے ہوئے ایک لمبے خنجر سے زمین میں ایک چھوٹا دائرہ بنایا۔ وہ زمین کو اس طرح کاٹ رہا تھا جیسے وہ کوئی پکا ہوا پھل ہو۔ گروٹا نے کٹی ہوئی زمین کے اس حصے کی مٹی کا تودہ اپنے دونوں ہاتھوں سے کسی طبق کے مانند اٹھا لیا۔ اندر ایک چوکور گڑھا پیدا ہوگیا۔ گڑھے میں گورمے نے کوئی سفوف نما چیز ڈالی جس سے دھواں اٹھنے لگا۔ ان دونوں نے باہمی اتحاد سے یہ عمل اتنی عجلت میں کیا کہ کوئی اور موقع ہوتا تو میں ان کے مشاقی اور ہنرمندی کی داد ضرور دیتا۔ گروٹا نے گڑھے میں اُتر کر اپنا جسم کئی بار چھپایا اور باہر نکل کر دوبارہ گورمے کے ساتھ کھڑا ہوگیا۔ گڑھے کا دھواں تیز اور تیز ہوتا جا رہا تھا۔

گڑھے کے گرد دونوں نوجوان لڑکیوں نے وحشیانہ رقص شروع کر دیا تھا۔ ایسا رقص جو میں نے تاریک براعظم کی سرزمین پر اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ پیچھے ڈھول اور تاشوں کی ہیبت ناک آواز۔ ادھر ان کا اعضا شکن رقص، رقصِ موت' ادھر بانسری کی آواز میں اور زور پیدا ہوتا جا رہا تھا۔ میں نیم پتھر، نیم جاں، امید و بیم کی کیفیت میں کھڑا کبھی دیوی کو دیکھتا کبھی میرے کانوں کے پردے اس شور سے پھٹنے لگتے۔ میں کبھی ان وحشیوں کو دیکھتا جنھوں نے آج اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دینے کی ٹھان لی تھی۔ ان کی دو نوجوان گل بدن لڑکیاں گڑھے کے طلسمی دھوئیں کے مرغولوں میں اتنی تیزی اور پھرتی سے تھرک رہی تھیں جیسے وہ ایک مشین ہوں جس کا بٹن دبا دیا گیا ہو۔

یکا یک گروٹا کے کاندھے پر بیٹھا ہوا نیولا جست لگا کر زمین پر کود گیا اور میرے گلے میں پڑے ہوئے چوبی اژدہے کی طرف بڑھا۔ اس نے جھپٹ کر اژدہا میرے گلے سے چھیننا چاہا۔ میں نے اسے اور زور سے دبا لیا لیکن میرے اس اقدام پر نیولا بار بار میرے گلے کی طرف جھپٹنے لگا۔ قریب تھا کہ میری گردن میں پڑے ہوئے تحائف ٹوٹ ٹوٹ کر گر جاتے کہ میں نے جارا کا کا کی کھوپڑی آگے کرلی اور اسے ہاتھ میں لے کر زیرِ لب

ایک دعا پڑھی۔ پھر میں نے اپنے چوبی اژدہے کا ڈھانچا زمین پر چھوڑ دیا۔ اژدہا زمین پر گرتے ہی اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ اس نے رینگنا شروع کر دیا اور نیولا مجھ پر حملہ کرنے کی بجائے اس سے الجھ گیا۔ زمین پر ان دونوں کے درمیان رسا کشی شروع ہو گئی اور وہ الجھتے الجھتے گڑھے کے نزدیک پہنچ گئے۔

دیوی بدستور بانسری بجانے میں منہمک تھی۔ اس کی لے اتنی دردناک اور پُراثر تھی کہ وہ پاگلوں کی طرح اس کی سمت کا تعین کر رہے تھے۔ انہوں نے نیولا اس وجہ سے میرے پاس بھیجا تھا کہ دیوی میرے قریب تھی لیکن نیولا میرے گلے میں پڑا ہوا چوبی اژدہا دیکھ کر اس سے الجھ گیا اور میں نے اژدہے کو اس لیے زمین پر چھوڑ دیا تھا کہ وہ اپنے پرانے دوست سے معانقے میں مصروف رہے' گروٹا کے ہاتھوں سے نیولا نکل چکا تھا۔ آخر گروٹا نے ان دونوں لڑکیوں کو گڑھے کے اندر کھڑے ہونے کا حکم دیا اور خود دور کھڑا ہو گیا۔ اس کے ایک اشارے پر بے شمار نیزے ان دونوں لڑکیوں کے جسموں میں پیوست ہو گئے' کسی چھلنی کی طرح خون ان کے جسموں سے بہنے لگا۔ انہیں کوئی چیخ مارنے یا اُف تک کرنے کی مہلت بھی نہیں ملی۔ دھواں اگلتا ہوا گڑھا خون سے بھر گیا۔ اُنھوں نے لڑکیوں کے ستے ہوئے بدن نکال کر ایک طرف پھینک دیے اور وہ سب زمین پر لیٹ گئے اور انہوں نے زمین سے اپنے سینے ماتمی انداز میں رگڑنے شروع کر دیے۔ ہجوم کے حلق سے متواتر عجیب و غریب چیخیں نکل رہی تھیں اور ان میں ایسی ہیبت تھی جیسے بجلی کی چمک اور بادلوں کی گرج میں ہو۔ وہ زمین سے اٹھے اور انہوں نے گڑھے کا خون اپنے منہ اور جسم پر ملنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ گڑھا خشک ہو گیا۔

انگروما کا ہر شخص کسی نہ کسی عمل میں مصروف تھا۔ وہاں پُراسرار علوم جاننے والوں کی کمی نہیں تھی۔ جب انہیں خاصی دیر ہو گئی اور میرا بالائی دھڑ جوں کا توں رہا تو مجھے کچھ ڈھارس ہوئی۔ یقیناً دیوی کو وہ اپنی سرزمین سے نکالنے اور اس کی بانسری کی آواز بند کرنے میں ناکام ہو گئے تھے اور دیوی بہت سرشار حالت میں بانسری بجا رہی تھی۔ اسے کوئی ہوش نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ وہ اپنی دھن میں مگن تھی۔ زمین سے اٹھ کر اور خون اپنے جسم پر مل کر انہوں نے جارا کا کا نام لے لے کر آسمان کی طرف دیکھا۔ نیولا میرا اژدھا چھوڑ کر دوبارہ گروٹا کے کاندھے پر سوار ہو گیا۔ مجھے حیرت تھی وہ اب تک ایک فاصلے پر کیوں کھڑے ہیں؟ آگے کیوں نہیں بڑھ رہے ہیں؟ انھیں کون سی طاقت روکے ہوئے ہے؟ میرے قریب دیوی کھڑی تھی شاید اس نے انھیں ایک فاصلے پر رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ سر پٹک پٹک کر اور جھنجلا جھنجلا کر بار بار ادھر ادھر دیکھتے تھے۔ آخر ایک بوڑھا شخص صفیں چیرتا ہوا آگے آیا، گورمے، گروٹا اور دوسرے بزرگ اس کے قدموں پر جھک گئے۔ اس نے انھیں دھتکار دیا۔ میں نے انگروما میں پہلے اس شخص کو نہیں دیکھا تھا۔ اس کی لمبی داڑھی جھول رہی تھی اور گلے میں اتنی چیزیں لٹک رہی تھیں کہ گردن جھک گئی تھی۔ اس نے اپنے گلے سے ایک مالا توڑ کر اس کے موتی فضا میں اڑا دیے اور محتاط انداز میں قدم بڑھانے لگا۔ اس کے پیچھے ایک ہجوم بڑھا۔ وہ سب بہت احتیاط سے ایک ایک قدم چل کر کوئی عمل پڑھتے ہوئے رکتے اور آگے بڑھتے رہے۔ سب سے آگے وہ شخص تھا جو ابھی آیا تھا، گورمے' گروٹا اور اس کے ساتھی عقیدت مندانہ انداز میں اس کے پیچھے تھے۔ ان میں سے کئی لوگ میرے دوست تھے اور مجھے علم تھا کہ وہ علم و فضل میں یکتائے روزگار ہیں۔ انھیں اپنی جگہ سے حرکت کرتے اور اپنی طرف آتے دیکھ کر دیوی میرے پاس سے ہٹ گئی اور مجھ سے دور کھڑی ہو گئی۔ نتیجتاً ہجوم کی سمت کا رخ اسی طرف ہو گیا وہ

اس نادیدہ آواز کی سمت کا سراغ لگانے اور اس کا تعاقب کرنے میں سرگرداں تھے۔ اس آواز نے ان کی سحر کاریاں بے اثر کر رکھی تھیں۔ وہ آواز کو پکڑنا چاہتے تھے۔ وہ تعداد میں اتنے زیادہ اور باکمال لوگ تھے کہ دیوی کا ان سے بچ کر نکلنا مشکل تھا۔ مگر دیوی مسلسل اپنی جگہ بدل رہی تھی۔ اس نے کوئی ایسا عمل کیا تھا جس سے وہ نابلد تھے۔ وہ میرے قریب سے ہو کر گزر گئے۔ دیوی راستہ بدلتی رہی اور ہجوم بھی بانسری کی آواز کی سمت شور مچاتا ڈھول بجاتا' ماتم کرتا غضب ناک انداز میں آگے بڑھتا رہا۔

فضا کے ہول ناک شور کی گونج سے معلوم ہوتا تھا کہ آندھیاں چل رہی ہیں۔ وہ دیوی کی آواز کے ساتھ مجھ سے دور ہوتے گئے اور چکر کاٹتے رہے۔ انہوں نے میری طرف سے توجہ ہٹالی تھی۔ دیوی کبھی پیچھے کبھی آگے ہو جاتی۔ وہ اندھوں کی طرح جدھر سے آواز آتی اسی طرف دوڑ پڑتے۔ جہاں تک میری نظر کام کرتی رہی میں انہیں دیکھتا رہا۔ پھر دیوی اور وہ ہجوم میری بصارت کی حدود سے باہر چلا گیا۔ یہ ایک ایسا منظر تھا کہ اگر کوئی نو وارد دیکھ لیتا تو اس کی زندگی وفا نہ کرتی۔ میں نے یہاں آکر بہت کچھ دیکھا تھا۔ چنانچہ میں یہاں تک دیکھ سکتا تھا کہ درخت کی کوئی ٹہنی لچک کر مجھ سے باتیں کرے اور پانی میں آگ لگ جائے اور جانور انسانی لب ولہجہ اختیار کرلیں۔ طلسم واسرار کی زمین میں میری رسائی کا سبب شاید یہی تھا کہ میں نے سب کچھ قبول کر لیا تھا۔ انہوں نے وہ دائرہ توڑ دیا جو دیوی نے قائم کیا تھا وہ کسی بھی لمحے دوبارہ پھر آکر میرا جسم خاک کے ان گنت ذروں میں تقسیم کر سکتے تھے۔ اگر وہ انتقام اور غضب میں بڑھتے تو میں ایک لمحے بھی زمین سے اپنا رشتہ برقرار نہیں رکھ سکتا تھا۔ لیکن شاید انہوں نے اس طاقت کا اندازہ کر لیا تھا جو مجھے انگروما کی قید سے نجات کے لیے میری مدد کو آئی تھی۔ وہ ان کے سامنے نہیں تھی لیکن انہوں نے اس کی آواز سونگھ لی تھی اور اپنی تمام تر کوشش آواز کے بدن اور اس کا منبع اور مخرج قید کرنے کی طرف مبذول کر دی تھی۔ میں شش و پنج کی حالت میں کھڑا ان کی یا دیوی کی واپسی کا منتظر تھا۔ اچانک مجھے دور کچھ رنگ ہوا کے پروں پر لہراتے نظر آئے اور پھر ان رنگوں نے میرے قریب آکر دیوی کی شکل اختیار کر لی اس نے میری سمت دیکھ کر صبر وتحمل کے انداز میں اپنا پنجہ دکھایا اور اپنے رنگ، اپنی آواز سمیت کہیں غائب ہو گئی۔ ہجوم کا رخ اب میری طرف تھا۔ وہ ایک جگہ آکر ٹھٹکنے کے انداز میں رک گیا۔ گورمے نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر انہیں روک لیا تھا۔ وہ مجھے زہریلی نظروں سے دیکھ رہے تھے اور مجھے ان کے غضب کا پورا اندازہ تھا۔ اب ان کے ساتھ وہ بوڑھا نہیں تھا جو اچانک وارد ہوا تھا۔

''ٹھہرو۔ اگر یہ زندہ رہے گا تو وہ دشمن آواز، وہ نادیدہ طاقت پھر اس کی سمت رخ کرے گی۔ وہ ضرور آئے گی تو دیکھ لے گی کہ ہم نے اپنے دن ضائع نہیں کیے ہیں ہم نے مقدس جارا کا کا کی خوشنودی کے لیے صدیاں قربان کر دی ہیں۔''

''جابر بن یوسف۔ اے معزز شخص!'' گروٹا کے نرم وشفیق لہجے پر مجھے حیرت ہوئی۔ حالانکہ گورمے کے طلسم خانے کی دیوار سے ابھی تک دھواں اٹھ رہا تھا، میں نے اپنے کان اس طرف لگا دیے۔ گروٹا کہہ رہا تھا۔ ''تو ہمیں بتا، وہ کون ہے جو اتنے زمانے بعد جزیرہ انگروما کی پُرسکون فضا میں ہلچل مچانے آ گیا ہے؟ سن اے مرد شریف وحق آگاہ! اگر تو ہم سے زیادہ کچھ طاقتوں سے واقف ہے اور وہ طاقتیں تیری ذات کے لیے اتنے بڑے خطرے مول لے سکتی ہیں، تو وہ اور تو دونوں ہمارے لیے مقدس ومحترم ہیں۔ ہم اس کی عبادت کریں گے اور جارا کا کا کی طرح اس کی خوشنودی حاصل کر کے اپنی طاقت اور رتبے میں اضافہ کریں گے۔ تو انگروما پر سب سے قابل احترام شخص ہوگا ہمیں یقین ہے کہ ہم نے غلط آدمی کا انتخاب نہیں

کیا ہے۔ بتا وہ کون ہے؟''

''مقدس لوگو!'' میں نے تمام تر انکسار سے کہا۔ ''میں جانتا ہوں تمھاری آنکھوں پر پردہ نہیں پڑا ہے اور تمھیں معلوم ہے کہ جب میں نے تمہارے غول میں شرکت کی تھی اس وقت میں کسی مذموم خیال سے آلودہ نہیں تھا۔ میں اپنی جگہ جب بھی صادق تھا۔ اب بھی صادق ہوں، آج دفعتہً میں نے یہ محسوس کیا جیسے کوئی میرے قریب ہو اس نے خواب ناک آواز میں مجھ سے کہا۔ چلو اپنی زمین پر واپس چلو! تمہارا پانی، تمہاری غذا تمھیں بلا رہی ہے۔ میں کسی سحر کا اسیر ہو گیا اور میں نے کہا۔ چلو۔''

''کیا تم نے اسے نہیں دیکھا؟ سچ بتا جابر بن یوسف! کیا تم اسے نہیں جانتے؟'' بہت سے لوگوں نے ایک ساتھ پوچھا۔ ''کیا یہ تمہاری پاکیزگی میں آلودگی کی علامت نہیں ہے؟''

''ہاں...... میں نے اسے دیکھا ہے۔ وہ رنگوں کی ایک کہکشاں تھی اور میں نے اسے سُنا ہے' وہ عربی کا غنائیہ تھی۔ جب میں نے رنگوں کو بولتے دیکھا تو میں ان میں کھو گیا، اس آواز نے مجھے حکم دیا۔ جابر بن یوسف میرے ساتھ آ' میں نے سر جھکا دیا۔'' میں نے انھیں فصاحت سے متاثر کرنا چاہا۔

''خوب خوب''۔ گورمے بولا۔ ''اور تم نے اسے یہ نہیں بتایا کہ تم کس زمین کی پناہ میں ہو؟ تم نے اسے یہ باور نہیں کرایا کہ اب تم دنیا میں سب سے دلکش اور محفوظ جگہ پر ہو۔ جہاں علم کی قدر ہے، جہاں زندگی کا ایک مقصد ہے...... تم نے اسے یہ نہیں بتایا کہ تم عالموں اور دانش مندوں کے درمیان ہو۔ اور تم تاریک براعظم کی رسوا اور ظالم ملکہ اقابلا کے خلاف صف آرا ہونے والے ہجوم میں شامل ہو گئے ہو؟ آہ جابر بن یوسف! تم نے اس سے یہ کیوں نہیں کہا کہ جزیرہ انگروما کی زمین سرسبز ہے۔ اس کا پانی میٹھا ہے اور اس کی عورتیں شاداب ہیں۔'' گورمے نے مجھ سے زیادہ فصیح لہجے میں کہا۔

''کیا ایک ایسی بڑی طاقت میری دلیل سے متاثر ہو سکتی تھی جس نے اپنی آواز کے جادو سے انگروما کے بزرگوں کو تا دیر پریشان رکھا۔'' میں نے اعتماد سے جواب دیا۔ ''مجھے اس سے کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ سنو معزز لوگوں! میں سمجھتا ہوں یہ ہماری غفلت کے بارے میں کوئی آسمانی تنبیہ ہے۔ کوئی اشارہ ہے کہ ہم اپنے مقصد میں کچھ کم پرجوش ہو گئے ہیں۔ ہم نے شراب زیادہ بنانی شروع کر دی ہے۔ ہم پر عورتیں اپنا اثر بڑھا رہی ہیں۔ زمین کی آلائشوں سے ہمارے ہاتھ آلودہ ہیں۔'' میں نے تاثر انگیز لہجے میں کہا۔

''تم سچ کہتے ہو۔'' گروٹا تاصف سے بولا۔ ''ہم نے اس غفلت میں گورمے کا طلسم خانہ کھو دیا۔''

''مجھے افسوس ہے کہ میں نے اپنی درس گاہ نذرِ آتش کر دی لیکن میرے پاس ہربیکا کی مقدس آنکھیں محفوظ ہیں۔ یہ غلطی ہم میں سے کوئی بھی کر سکتا تھا۔ اگر اسے کسی بلا سے واسطہ پڑتا۔ کیا میں نے تمھیں مطمئن کر دیا ہے؟'' میں نے ان کے کرب ناک چہرے دیکھ کر پوچھا۔

''ہاں جابر بن یوسف! تمہاری موجودگی ہمارے لیے اطمینان کا باعث ہے۔ تم اب زمانوں کے لیے پتھر میں مقید کیے جا رہے ہو۔ تمہارا زیریں حصہ منجمد ہو چکا ہے۔ جب ہمیں تمہاری ضرورت پڑے گی۔ اور ہم علم و فضل میں کچھ اور آگے بڑھ جائیں گے تو ہم تمھیں بیدار کر لیں گے۔ ممکن ہے وہ کبھی دوبارہ اس طرف کا رخ کرے۔ آئندہ ہم اسے واپس نہیں جانے دیں گے۔ ہمارے وہ بزرگ جو انگروما کے غاروں میں بیٹھے

ہمارے لیے عبادت میں مصروف ہیں انھیں ہم طلب کر لیں گے۔اور روحوں کو آزاد کر لیں گے۔ہم کیا کر سکتے ہیں؟ یہ تم جانتے ہو۔'' گروٹا کے لہجے میں سختی آ گئی تھی۔

''نہیں...... میں پتھر میں منتقل ہونا نہیں چاہتا۔میرے بیان پر شک نہ کرو۔میں تمہارا ساتھی ہوں۔میں نے اقابلا کی سرکوبی کے لیے کیا تمہارے ساتھ آواز نہیں ملائی۔مجھے علم کی لگن ہے اور میں کسی بھی موقع پر تمہارا اچھا گھوڑا ثابت ہو سکتا ہوں۔جب میں تم سے کچھ سیکھ لوں گا۔اس وقت تم مجھے پتھر کا خول پہنا دینا لیکن ابھی ......'' میں ان کی منت کرتا رہا۔انہوں نے میری کوئی درخواست درخور اعتنا نہیں سمجھی۔وہ اپنے جادوئی عمل میں مصروف ہو گئے۔پتھر میں منتقل کرنے کا گر میں نے بھی سیکھا تھا۔میں انھیں کسی وقت بھی بیدار کر سکتا تھا لیکن کتنی ہی بار یہ عمل پڑھنے کے بعد میری حالت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔جب وہ کسی طور اپنے ارادے سے باز نہیں آئے تو میں نے ڈھال کے طور پر شاپالی ان کے آگے کر دی۔

''اسے ہٹالو۔'' گروٹا چیخا۔''اسے ہٹالو جابر بن یوسف! تمہاری یہ مزاحمت بے سود ہے۔''

''میری درخواست ہے کہ تم اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر لو۔''

''تم کن لوگوں سے انکار کر رہے ہو؟'' گورمے نے کہا۔

''اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے۔'' میں نے لجاحت سے کہا۔

''تمہاری فلاح اسی میں ہے کہ تم اپنے موجودہ جسم میں نہ رہو۔'' گروٹا بولا۔''یہ کوئی سزا نہیں ہے۔یہ تمہاری حفاظت ہے۔''

انہوں نے میری درخواست پر اپنے ردعمل میں کوئی ترمیم نہیں کی۔معاً مجھے یہ احساس ہوا جیسے میرے جسم کے بالائی حصے پر سرنگا کی عظیم دیوی اپنا ہاتھ پھیر رہی ہے،ادھر میں نے زیریں حصہ منجمد ہونے سے بچانے کے لیے اپنے تحائف کے ذریعے بھی کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔میں نے ڈگبی کے سینگ آگے کر دیے،اژدہا زندہ کیا اور شاپالی رگڑتا رہا،میں نے اپنے تختے اپنے جسم پر پھیلا لیے۔

''تم غلطی کر رہے ہو،حیرت ہے تمھیں انگروما کے بزرگوں کا عرفان ابھی تک نہیں ہوا۔''

''مجھے ان کا پورا عرفان ہے،لیکن میں پتھر میں منتقل ہونے سے مرجانا بہتر سمجھتا ہوں،میں کسی احساس کے بغیر زندہ رہنا نہیں چاہتا۔''

گورمے نے گروٹا سے کچھ کہا۔گروٹا سفاکی سے کہنے لگا۔''اگر تم آمادہ نہیں ہو تو ہم تمہارے آدھے جسم پر ہی قناعت کر لیں گے؟''

''کیا......کیا تمہارا مطلب ہے کہ تم مجھے اسی حالت میں چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟''

''ہاں۔اس کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں ہے۔بہت جلد تم خود یہ مطالبہ کرو گے کہ ہم تمھیں مکمل طور پر پتھر میں منتقل کر دیں۔ہم تمھیں کھلے آسمان میں ایستادہ کریں گے۔تاکہ دوبارہ کوئی تمہارے پاس آئے اور ہم اسے بھی تمہاری طرح اپنے بڑھتے ہوئے ہجوم میں شامل کر لیں۔''

''نہیں دوستو۔اے انگروما کے نیک لوگو! یہ ظلم ہے یہ میری وفاداریوں کی ناسپاس گزاری ہے۔میں تم سے احتجاج کرتا ہوں۔''

''آؤ مقدس جاراکا کی عبادت کریں۔'' گروٹا نے ہجوم سے کہا۔''انگروما کے لوگ اس نادیدہ آواز کی ہزیمت کا جشن منائیں۔جابر بن یوسف کو یہیں چھوڑ دیا جائے۔جب وہ آمادہ ہو جائے گا تو ہمیں اس کا بالائی جسم پر سکون کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔''

میرے پکارنے اور احتجاج کرنے کے باوجود وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ میری آنکھیں گورمے کے طلسم خانے کے دھوئیں سے جلنے لگیں۔ سرنگا کی دیوی نہ جانے کہاں چلی گئی تھی؟ میں نہ زندوں میں تھا نہ مردوں میں۔ میرا نچلا حصہ مفلوج تھا اور اوپر کا حصہ اپنی زبوں حالی پر نوحہ خواں تھا۔ میں تا بکے اس کیفیت میں مبتلا رہ سکتا تھا؟ میں کب تک اپنا بالائی حصہ زیریں حصے پر کھڑا رکھ سکتا تھا؟ اگر وہ اس طرف کا رخ کریں تو میرا کیا حال ہو گا؟ پھر مجھے خیال آیا کہ دیوی کا پتہ چلانے کے لیے ہربکا کی آنکھوں سے مدد لینی چاہیے۔ لیکن ان آنکھوں کے حد میں سمندر کی لہریں تھیں۔ اور دیوی سمندر میں کہیں نہیں تھی۔ ممکن ہے وہ جزیرے ہی میں کہیں روپوش ہوگئی ہو؟ وہ دوبارہ آئے گی تو مجھے کیا رویہ اختیار کرنا ہوگا؟ اب وہی میرا سہارا ہے۔ انگروما کے لوگ اب مجھ سے متنفر ہو چکے ہیں۔ دیوی ہی عافیت کا ایک راستہ ہے، جب وہ انگروما کے سحر سے بچ کر جا سکتی ہے۔ کالاری جیسے دیوہیکل شخص کو ختم کر سکتی ہے۔ اقابلا کے روبرو شیشے کا جار توڑ کر نکل سکتی ہے۔ وہ یہاں آسکتی ہے تو وہ دوبارہ آ کر میری مدد کیوں نہیں کر سکتی؟"

اب اس میدان میں کوئی نہیں تھا' صرف میں تھا۔ آخر گورمے کے طلسم کدے کے ملبے سے نیشا برآمد ہوئی۔ میں نے اس حسین عورت کو پوری قوت سے پکارا کہ وہ ان لوگوں سے اپنے بدن کے حوالے سے میری سفارش کرے۔ نیشا انگروما میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہونے کی دعوے دار تھی۔ وہ ایک حسرت ناک نظر ڈال کر اس طرف چلی گئی جس طرف ہجوم گیا تھا۔ میں اسے پکارتا رہ گیا۔

رات کے وقت میری آنکھوں میں درد ہونے لگا۔ گردن ڈھلکنے لگی۔ گورمے کی تباہ شدہ طلسم خانے سے جو بھی گزرتا، میری ہیبت کذائی دیکھ کر مسکراتا ہوا چلا جاتا۔ جابر بن یوسف الباقر کے سینے پر عظیم الشان نوادر آراستہ تھے مگر وہ اپنا نچلا دھڑ، اپنی اصل حالت میں لانے کا حقیر سا کارنامہ انجام نہیں دے سکتا تھا۔

رات کے آخری پہر جب میرا بالائی جسم بری طرح دکھنے لگا، میری آنکھیں کھلنے لگیں، میں نے دیکھا، وہ خانوادہ اقابلا کی بدنصیب کنیز نیشا تھی۔ نیشا نے میرے گلے میں بانہیں ڈال دیں، اس کی انگلی میں بالوں کی ایک لٹ جل رہی تھی۔ اور جلتے ہوئے بالوں کی روشنی میری چہرے پر پڑ رہی تھی۔ "نیشا!" میں نے کرب سے آواز دی۔

"میں تمھیں زمین پر لٹا دیتی ہوں، اس طرح تمھیں کچھ آرام مل جائے گا اور تم اپنے تحائف سے مدد لینے کے قابل ہو جاؤ گے۔" وہ آہستگی سے بولی۔

میں نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے بازوؤں میں حمائل کر دیئے وہ مجھے لیے زمیں پر گر گئی۔ "نیشا! میں نے اس کی زلفیں چومتے ہوئے کہا۔ "تم میری مدد کر کے خسارے کا سودا کر رہی ہو۔"

"دشش......" وہ بولی۔ "وہ میرا کچھ نہیں کر سکتے میں نے مشروب حیات پیا ہے، میں ان کی ضرورت ہوں اور تمہارے کچھ زیادہ کام بھی نہیں آسکتی، مگر جابر تم نے یہ کیا کیا؟"

"میں سمجھ رہا تھا شاید مجھے نجات مل گئی۔"

"اوہ' میرے غریب آدمی۔ دیوتا تم پر رحم کریں۔ تم نے کیسی مصیبتیں اٹھائی ہیں، کیسے نادر تحائف حاصل کیے ہیں تمہارا کیا حال ہو گیا

ہے۔تم اپنے تحائف کا آزادنہ استعمال کیوں نہیں کرتے؟ان سے کیا ممکن نہیں ہے مگر میرے دوست یہ خیال رکھنا کہ اگر انگروما میں تاریک براعظم کے سب سے قدآور لوگ جمع ہو گئے ہیں۔مجھے فوراً یہاں سے جانا چاہیے۔''

''عزیز نیشا،اب میں زمین پر لیٹ کر تحائف استعمال کروں گا مجھے یقین ہے کہ وہ دوبارہ ادھر کا رخ کرے گی۔''میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

''وہ کون؟''نیشا نے حیرت سے پوچھا۔

''وہ۔''مجھے فوراً خیال آگیا اور میں نے کہا۔''وہی رنگوں کی کہکشاں،وہی صوت وسرود کا سمندر۔میں اسے کیا نام دوں!''

''شاید وہ کبھی نہ آئے۔یہاں کوئی نہیں آئے گا۔''نیشا نے افسردگی سے کہا اور میرے پہلو سے اٹھ کھڑی ہوئی اسے زیادہ دیر تک روکنا مناسب نہیں تھا۔

☆==========☆==========☆

میں نے اسے جانے دیا اور اب میں زمین پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی ٹانگوں کو بالائی حصے کے زور سے حرکت دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اپنے تحائف سر کی طرف ڈال کر گردن دونوں طرف سے پکڑ کر صرف سینے کے بل زور دیا، میں اپنی جگہ سے کھسک گیا تھا، یہ ایک تکلیف دہ عمل تھا۔ دو تین بار اسی طرح میں نے جھٹکے دیے اور لڑھکتا ہوا ایک درخت کے سائے میں آ گیا۔ نیچے مخملیں سبزہ تھا۔ نیشا کے جام کا اثر چڑھ رہا تھا۔ آنکھیں بھاری ہونے لگیں اور میں نے دل کی گہرائیوں سے سرنگا کی دیوی کو یاد کرنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی میں نے شپالی کی ڈوری کا آخری سرا تھام کر اسے اپنی ٹانگوں پر پھیرنے کی کوشش کی اور اژدہے کو اپنی حفاظت کے لیے حکم دیا۔ جتنے عمل بھی مجھے یاد تھے وہ میں نے دہرانے شروع کر دیے۔ نہ جانے وہ کون سا عمل تھا کہ مجھے اپنی ٹانگوں میں حرکت سے محسوس ہوئی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ میری آنکھیں جلنے لگیں۔ میں نے دیکھا کہ دیوی ٹانگوں کے نزدیک بیٹھی میری زیریں حصے پر ہاتھ پھیر رہی ہے۔ میری ٹانگیں صحیح و سلامت تھیں میں نے وفور مسرت سے اس کے ہاتھ پکڑنے چاہے لیکن وہ دور ہوتی چلی گئی۔ میں اٹھ کر بے تحاشا اس کی طرف دوڑا۔ چند ہی قدم چل کر اس نے مجھے ساحل کی طرف اشارہ کیا اور ایک خاص جگہ جا کر کھڑی ہو گئی، اس نے مجھے آگے بڑھنے کے لیے ہاتھ پھیلائے اور خود رک گئی جب میں خاصی دور نکل گیا تو وہ مجھے اپنے پیچھے ایک فاصلے پر آتی ہوئی نظر آئی۔ لیکن اس کے پیچھے کیا تھا؟ ایک طویل سیاہ چادر۔ میں کچھ نہیں دیکھ سکا۔ اس کے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔

اس سیاہ تاریک رات کو میں گورمے کے گھر سے قریب تھا ابھی ہم چند قدم تیز رفتاری سے دوڑے ہوں گے۔ کہ حبشیوں کی آمد کا غلغلہ ہوا۔ وہی شور وہی نقارے میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو مجھے دھند کے سوا کچھ اور نظر نہیں آیا۔ البتہ دیوی میرے تعاقب میں تھی۔ اچانک بجلیاں سی کڑکیں اور انہوں نے دیوی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ روشنیوں کے جھماکے آناً فاناً اس کے وجود پر مسلط ہو گئے۔ دیوی کے پیچھے ایک ہولناک قیامت برپا تھی جس کی دید سے میں محروم تھا۔ میں صرف شور اور ہاہو سن سکتا تھا اور چمکتی ہوئی بجلیاں دیکھ سکتا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ ان کے اور دیوی کے مابین ایک عجیب طلسمی جنگ جاری ہے۔ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھنے سے میں گر پڑتا اور پھر بھاگنے لگتا۔ شعلوں، روشنیوں کے جھماکوں اور نیزوں کے درمیان دیوی آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ میرے راستے کی دیوار بنی ہوئی تھی اور تمام وار خود سہہ رہی تھی۔ عقب میں پورا جنگل جلا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں جو مشعلیں تھیں۔ ان سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ دیوی سے زیادہ دور نہیں ہیں۔ دیوی کے دونوں ہاتھ روشنیوں میں نہا رہے تھے۔ اور وہ اتنی بڑی اور اتنی قد آور معلوم ہو رہی تھی کہ میں دور چلتے ہوئے بھی اس کی آغوش کی امان محسوس کر رہا تھا۔ سمندر تک یہ لڑائی جاری رہی۔ مشعلیں آسمان پر اس طرح اُڑ رہی تھیں جیسے طیاروں کی جنگ جاری ہو۔ اگر میں اس باران کے ہاتھ پڑ جاتا تو مجھے روحوں کے غار میں دھکیل دیتے۔ یہ میرے لیے آخری موقع تھا۔ چنانچہ میں پوری طاقت سے بھاگ رہا تھا۔ انگروما سے فرار۔ وہاں سے نجات کے خیال کی بنا پر جسم میں ایک سنسنی دوڑی ہوئی تھی۔ ایک جوش۔ کیا ایسا ممکن ہے؟ مگر یہ ممکن ہو رہا تھا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ دیوی کا رخ بدل گیا ہے۔ میں نے بھاگ کر اس کے بدن کی سیدھ میں ہو گیا اور بار بار تصدیق کرتا رہا کہ میں کہیں اس کی امان سے نکل تو نہیں رہا ہوں؟ ابھی میں کچھ دور چلا تھا کہ مجھے ساحل پر کشتیوں کی ایک قطار کھڑی نظر آئی۔ میں کئی بار ساحل کی طرف آیا تھا لیکن میں نے وہاں ایک بھی کشتی نہیں دیکھی تھی۔ خود میری کشتی بھی انہوں نے اوجھل کر دی تھی۔ کشتیاں دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ میں انگروما سے نجات حاصل کر رہا ہوں۔ یقین نہیں آتا تھا کہ ڈھائی سال کا طویل عرصہ گزرنے

کے بعد ایک دن رہائی کا پروانہ مل جائے گا۔ اب دیر کیا تھی؟ سامنے سمندر تھا اور کشتیاں موجود تھیں۔ دیوی اپنی غیر معمولی طاقت کے ذریعے ڈھال بنی ہوئی یہاں تک لے آئی تھی۔ جب میں نے انگروما کی خشکی سے قدم اٹھائے اور سمندر کا پانی میرے جسم سے لگا تو مجھ پر شادی مرگ کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ میں بھول گیا کہ پیچھے لرزہ خیز معرکہ جاری ہے، اور دیوی اب بھی مصیبت میں ہے کیونکہ وہ اپنے تمام حربے آزمائیں گے۔ آسمان آگ اُگل رہا ہے اور زمین پر چاروں طرف سے نیزے ابل رہے ہیں۔ وہ نیزے جن میں آگ کے تیر تھے۔ وہ سمندر میں ادھر ادھر گر رہے ہیں۔ کوئی تیر میرے سر پر بھی لگ سکتا ہے؟ اب کچھ بھی ہو۔ میں نے کشتی کو دھکا دیا اور اچھل کر اس میں بیٹھ گیا۔

جب کشتی لہروں کے اوپر آئی تو میں نے انگروما پر الوداعی نظر ڈالی۔ ساحل پر مشعلوں کی قطاروں سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے آگ لگی ہوئی ہو۔ مشعلیں دور دور تک نظر آ رہی تھیں، نیزے میرے دائیں بائیں گر رہے تھے اور سمندر کی لہریں مجھے انگروما پر دوبارہ دھکیلنے کے لیے اپنا زور صرف کر رہی تھیں۔ چنگاریاں میری کشتی کے اوپر رقص کرنے لگیں۔ میں نے گھبرا کر ساحل کی طرف دیکھا۔ دیوی پانی میں اتر رہی تھی۔ اس کے سر پر، دائیں بائیں ادھر اُدھر بجلیاں چمک رہی تھیں۔ وہ آگ میں نہاتی ہوئی سمندر میں اتر گئی اور کہیں پنہائیوں میں گم ہوگئی۔ نیزوں اور مخالف طوفانی لہروں کا سارا زور میری طرف ہوگیا۔ میں کشتی میں اوندھے منہ لیٹ گیا اور میں نے درمیان کی لکڑی مضبوطی سے پکڑ لی۔ اگر لہریں حسب سابق مجھے دوبارہ انگروما میں پھینک دیں گی تو میں سمندر میں کود جاؤں گا۔ یہ ارادہ کر کے میں لیٹا رہا۔ میں نے ان لہروں کی زد سے تحائف بچانے کے لیے اپنا ایک ہاتھ سینے کے نیچے رکھ لیا۔ مجھے معلوم تھا اتنی آسانی سے وہ شکست قبول نہیں کریں گے۔ انھیں سمندروں پر عبور حاصل ہے۔ وہ کہتے تھے کہ وہ لہروں کا رخ موڑ دیتے ہیں۔ ان کا دعویٰ تھا کہ پانیوں میں آگ لگا سکتے ہیں۔ میں اس سے پہلے بھی ایسے سمندری طوفان سے گزر چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کشتی پر دیوی نمودار ہوئی۔ اس کا ایک ہاتھ جزیرے کی طرف تھا اور دوسرا آسمان کی طرف۔ شدید ہچکولوں میں وہ کسی ستون کی طرح کشتی میں کھڑی ہوئی تھی۔ ہر طرف نیزے گر رہے تھے۔ مگر اس طوفان بلا خیز میں کشتی آگے بڑھتی رہی۔ ساحل کا شور دور ہوتا گیا۔ میں انگروما سے دور ہونے لگا۔ ہاں یہ سچ تھا۔ وہ دور ہو رہے تھے یہ کوئی خواب نہیں تھا۔ پانچ چھ سال بعد میں اپنے علاقے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جزیرہ توری کی طرف چند گھنٹوں بعد دیوی نے اس طوفان پر قابو پا لیا۔ سمندر پرسکون ہوا تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ کھلا سمندر نیل گوں آسمان اور لہروں پر رواں دواں کشتی میں نے احسان مندی کی نظر سے دیوی کی طرف دیکھا۔ میرا جی چاہا کہ اس خوبصورت عورت کو اپنے گلے سے لگالوں، اس نے مسکرا کر مجھے دیکھا وہ چشم زدن میں کہیں تحلیل ہوگئی۔ میں کشتی میں اکیلا رہ گیا تھا۔ لیکن میرے حواس پرسکون تھے۔ اقابلا کے دشمنوں کی سرزمین بہت دور نکل گئی تھی۔

جزیرہ توری کی طرف کشتی رواں تھی۔ وہ جگہ جہاں میں نے سب سے پہلے قدم رکھا تھا۔

بھوک پیاس میں دو دن گزر گئے لیکن یہ احساس کیا کم تھا کہ میں توری واپس جا رہا ہوں۔ میرے لوگ مجھے دیکھیں گے تو کیسا استقبال کریں گے۔ نہ جانے اس عرصے میں وہاں کیا تبدیلیاں رونما ہوگئی ہوں، ممکن ہے انہوں نے میرا انتظار ختم کر دیا ہو اور میری جگہ کوئی اور سردار متمکن ہو۔ انگروما جانے اور باغیوں کے ساتھ مل جانے کے بعد میرا ان سے رشتہ یوں بھی منقطع ہو چکا تھا۔ سرنگا اور سریتا کا کیا حال ہوگا؟ فلورا پر کیا گزر رہی ہوگی؟ میرے دل میں بے شمار خدشے اور وسوسے جنم لینے لگے۔ خود اقابلا انگروما سے میری واپسی کو کس نظر سے دیکھے گی؟ مگر وہ جانتی ہوگی کہ میں تنہا

اتنے بہت سے لوگوں سے کیسے معرکہ آرا ہو سکتا تھا؟

سمندر کی بپھری ہوئی پراسرار لہروں پر بھوک اور پیاس کے عالم میں میں نے چار دن گزار دیے میں زندہ رہا، امید آدمی کو زندہ رکھتی ہے لیکن خشکی کا انتظار بڑا عذاب ناک تھا۔ میں خود سے باتیں کر رہا تھا اور کبھی کبھی عربی کا کوئی مشہور نغمہ گنگنانے لگتا تھا۔ فرض کرو، اگر توری پر کوئی اور سردار میری جگہ جلوہ افروز ہے تو جب وہ میری صورت دیکھے گا اور جب وہ میرے تحائف پر نظر ڈالے گا وہ خود کنارہ کش ہو جائے گا۔ میں کہ جو باگمان کا سردار بھی ہوں۔ توری میں شوالا موجود ہے۔ شوالا کا کیا عالم ہوگا؟ اس کی نظریں میرا سینہ دیکھ کر پتھرا جائیں گی۔ اُف قلب کی کیا حالت تھی۔ نہ پوچھیے کیا گزر رہی تھی جیسے میرا وطن آ رہا ہو۔ میں پہلا شخص تھا جو باغیوں ان کے طلسم اور ان کی نفرت کا عینی شاہد تھا، میرے سینے میں کئی راز دفن تھے۔ میں نے دیکھا تھا کہ وہ جزیرہ کتنے طول و عرض میں پھیلا ہوا ہے اس کی آبادی کتنی ہے اور انہوں نے اپنے ساتھیوں کو کس طرح مسلح کیا ہے۔ یہ معلومات اقابلا کے لیے یقیناً کارآمد ثابت ہوگی، جب میں بتاؤں گا کہ میں وہاں کس کس سے ملا، نیشا سے ملا، کیشا سے ملا تو وہ کتنی متعجب ہوگی۔

میری کشتی لہروں کے دوش پر کبھی اونچی کبھی نیچی کبھی ڈولتی کبھی ابھرتی ہوئی توری کی طرف بھاگ رہی تھی۔ بدقسمتی سے اس میں پر نہیں تھے، جب میں تھک جاتا تو اپنے گلے میں لٹکا ہوا چوبی اژدہ متحرک کرتا اور اس سے کھیلتا رہتا۔ میں اس پر سمندر کا پانی پھینکتا اور اٹکھیلیاں کرتا۔ ہربکا کی آنکھیں اپنے سامنے کر کے میں ان کے عدسوں میں جھانکتا اور جب تھک جاتا تو انھیں ایک طرف رکھ دیتا اور خیالات میں گم ہو جاتا۔ دل دھڑکتا، آنکھیں بہکنے لگتیں، جسم میں مستی سی چھانے لگتی، دوران خون تیز ہو جاتا، اعضا اینٹھنے لگتے اور بدن میں گدگدی سی ہونے لگتی۔

پانچویں روز جب بھوک اور پیاس کی شدت سے میری حالت ابتر تھی، مجھے جزیرہ توری کی سرزمین دکھائی دی۔ وہی درخت وہی سرمست کر دینے والی ہوا۔ کشتی لہروں کے سہارے خشکی سے لگ گئی۔ میرا دل جسم سے باہر آنے کے لیے مچلنے لگا۔ میں نے کشتی ایک ٹھوکر سے دور پھینک دی اور سینہ تان کر ساحل پر آ گیا۔ انھیں خبر نہیں ہوئی تھی کہ میں آ رہا ہوں۔ ایک پتھر پر بیٹھ کر انگلیوں سے اپنے بال سلیقے سے ترتیب دے کر میں نے اپنے تحائف ٹھیک کیے اور بستی سے پہلے پڑنے والے جنگل میں چلا آیا میں جنگل کی خوشبوؤں میں درختوں کی شاخیں چھیڑتا، پتے توڑتا اور جنگلی پھل کھاتا ہوا آگے بڑھتا رہا، جنگل میں ایک جگہ مجھے خیال آیا کہ بستی میں داخل ہونے سے پہلے مجھے سموراں کی مالا سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔ مالا کے دانے روشن ہو گئے۔ میری مسرتوں کا کوئی ٹھکانا رہا پھر میں چلا۔ ایک فیل بدمست کی طرح ایک شیر شکم سیر کی طرح جب وہ اچانک مجھے دیکھیں گے کہ میں ان کا سردار جابر بن یوسف زندہ ان کے سامنے کھڑا ہوں تو میرے قبیلے میں کیسا رنگ چھا جائے گا۔ وہ میرا جسم ٹٹولیں گے کہ کیا میں واقعی ان کے سامنے ہوں اور میں اپنے تحائف سے معجزے رونما کر کے انھیں اور دنگ کر دوں گا۔

مگر ٹھہریے میں اپنے قلب کی کیفیت بیان کرنے میں ناانصافی کر رہا ہوں، مجھے اجازت دیجیے کہ میں اپنا دل قابو میں کر سکوں اور ذرا اس کا تصور کر سکوں۔ ہاں اس زہرہ جبیں کا تصور اس مہ کامل کا تصور مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کے حسن جہاں تاب کے اوصاف بیان کروں اب میں اس سے قریب تھا۔ کون اپنی زندگی میں اتنے دکھ جھیلتا، کون صحراؤں کی خاک چھانتا اور انسانوں کا خون پیتا، کون لیبغو برداشت کرتا اور کون لوریما کو مسترد کرتا۔ یہ میں تھا، جس کے اعصاب پر ہر جگہ اس کا جمیل چہرہ چھایا رہا اور مجھے معرکے سر کرنے کی تحریک دلاتا رہا۔ انگروما کے لوگ کہتے تھے کہ وہ

بے وفا ہے، وہ قتالہ ہے، وہ بڑی رسوا ہے، مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ جابر بن یوسف نے اسے تمام اندیشوں کے ساتھ قبول کیا ہے۔ وہ ایک نگاہ التفات کے بعد اگر قتل کا حکم صادر کرے تو اسے غنیمت جانا جائے، مشکل یہ ہے کہ تاریک براعظم کے لوگ سرزمین عرب اور وہاں کے لوگوں سے ناواقف اور عشق کی روایتوں سے ناآشنا تھے۔ ایسے لوگوں میں ایک شخص آیا تھا۔ میں نے اپنے گزشتہ بیان میں اس کے متعلق بہت کچھ کہا ہے۔ ذرا اندازہ کیجیے کہ جزیرہ توری پر قدم رکھتے ہی میری شدتوں نے مجھے کتنا مضطرب کیا ہوگا؟ میں چاہتا تھا کہ سب سے پہلے اس کے آستانہ حسن پر دستک دوں لیکن اس حریم ناز کا نظارہ اس پیکر حسن کا جلوہ اتنا آسان ہوتا تو میں کبھی کا مر گیا ہوتا۔

دور سے بستی کی جھونپڑیاں ایک قطار میں نظر آ رہی تھیں۔ سب کچھ وہی تھا۔ ایک اونچی جگہ کھڑے ہو کر میں نے اپنے علاقے کا نظارہ کیا۔ وہاں زندگی متحرک معلوم ہوتی تھی۔ اس وقت میرے قریب سے میرے علاقے کا ایک شخص گزرا۔ میں نے اسے روک کر پوچھا۔ ''کیوں رے، اس علاقے کا سردار کون ہے؟''

وہ میرے سینے پر آراستہ نوادر دیکھ کر گنگ ہو گیا اور کوئی جواب دینے کی بجائے قدموں پر گر گیا۔ دہشت سے اس کا سر دوبارہ نہیں اٹھا۔ میں نے اس کے بال پکڑ کر اسے بمشکل تمام کھڑا کیا۔ ''مقدس سردار جابر بن یوسف!'' وہ ہکلا کر بولا۔ ''تمہارے لوگ تمہارے منتظر ہیں۔'' وہ مجھے پہچان گیا تھا اور اسی لیے اس کے جسم پر لرزہ طاری تھا۔

''جاؤ آگے جا کر انھیں خبر کرو کہ ان کا سردار واپس آ گیا ہے۔'' میں نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ وہ سرپٹ بھاگا۔ راستے میں کئی جگہ گرا ہانپتا کانپتا بستی میں داخل ہو گیا۔ پھر میں نے ڈھول اور نقارے پٹنے کی آواز سنی اور ابھی میں آدھے راستے پر تھا کہ میرے علاقے کے لوگ اپنی جھونپڑیوں سے بے تابانہ نکلے۔ فزارو ان میں سب سے آگے ہو گیا۔ وہ سب مجھ سے کچھ دور کھڑے ہو کر زمین پر عقیدت اور اطاعت کے اظہار میں گر گئے اور فزارو وفادار کتے کی طرح میرے پیر چاٹنے لگا۔

بستی کے قریب پہنچتے ہی میری پشت پر ہزاروں افراد کا ٹھٹ جمع ہو گیا۔ میں جس راستے سے گزرتا، لوگ عقیدت سے زمین پر گر جاتے۔ وہ حیرت سے میری صورت دیکھتے، مکان تک پہنچتے پہنچتے میرے قبیلے کے سارے لوگ میری دید کو آ چکے تھے اور مکان کے سامنے ایک ہجوم لگا ہوا تھا۔ وہ میری عوامی عادتوں سے واقف تھے اس لیے مجھ سے کچھ سننے کے منتظر تھے۔ بستی میں مجھ سے پہلے ایسا کوئی رواج نہیں تھا کہ سردار اپنے قبیلے کے لوگوں سے مخاطب ہو۔ فزارو نے اپنا ہاتھ بلند کر کے انھیں خاموش رہنے کی تلقین کی تمام نقارے ڈھول باجے تاشے بند ہو گئے اور جم غفیر پر ایک سکوت طاری ہو گیا۔

مجھے آٹھ افراد نے بڑی احتیاط اور احترام سے ٹانگوں سے پکڑ لیا۔ میں اتنا بلند ہو گیا کہ سب کو نظر آنے لگوں۔ دور تک سر ہی سر نظر آتے تھے۔ میرے کھڑے ہوتے ہی مجمع میں ایک انتشار سا پا ہوا۔ میں نے توری کے وہ شناسا چہرے محبت اور فخر کی نظر سے دیکھے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا لیے۔ نتیجتاً ہجوم نے بھی میرے اقدام کی پیروی کی اور ہاتھ ہلا ہلا کر زور سے اطاعت کا اظہار کرنے لگے۔ میں نے اونچی آواز میں انھیں خطاب کیا۔ ''توری کے لوگو! کیا مجھے پہچانتے ہو؟ میں کون ہوں؟'' میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

جواب میں سرگوشیاں سی ہونے لگیں اور بے اختیار ان کے سیاہ جسموں میں سفید دانت کھل کھلانے لگے۔ ان پر میرے اس پر جملے کا خوش گوار اثر پڑا۔ میں نے کہا۔ ''میں تمہارا سردار جابر بن یوسف ہوں اور آج ایک عرصے بعد خود کو تمہارے درمیان پا کر اپنی رگوں میں خون کی گرمی محسوس کرتا ہوں' سنو کہ میں واپس آ گیا ہوں اور تمھیں مژدہ ہو کر شدید ترین مصائب اٹھانے کے بعد میں کامیاب و کامران واپس آیا ہوں۔ اپنے سر بلند کر لو کہ میں نے جزیرہ باگمان کی سرداری بھی حاصل کر لی ہے لیکن وہاں میں اپنے بہادر دوست اشالا کو نیابت کے فرائض سونپ کر تمہارے پاس آ گیا ہوں اس لیے کہ مجھے تم سے سب سے زیادہ رفاقت محسوس ہوئی اس لیے کہ توری تاریک براعظم کی پر جلال ملکہ مقدس اقابلا تک پہنچنے کا دروازہ ہے۔ اس لیے کہ یہیں میری ملاقات اس عظیم و جلیل ہستی سے ہوئی تھی جس نے ایک اجنبی کو اتنی سعادتوں سے نوازا۔ میں پھر یہاں آ گیا ہوں۔ چنانچہ اطراف و اکناف کے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے (میرا اشارہ شوالا کی طرف تھا) کہ جابر بن یوسف اب دو جزیروں کا سردار ہے۔ تم مجھے دیکھ رہے ہو تو غور سے دیکھ لو کہ میرا سینہ نوادر سے سجا ہوا ہے۔ طاقت میں میری ہمسری کرنے والے کو یہ جان لینا چاہیے کہ میں مقدس اقابلا کی نظروں میں سرخ رو ہونے کے لیے کسی کو معاف نہیں کرونگا۔ میری زندگی صرف اس کے لیے وقف ہے جو ہم سب سے مقدس و محترم ہے میں تم سے کہتا ہوں کہ سر بلندی چاہتے ہو تو اس کا خیال رکھو۔ میں نے تم سے علیحدہ رہ کر بہت کچھ دیکھا ہے۔ سنو دیوتا تمہاری اطاعت کے خواہاں ہیں اور مقدس اقابلا جبھی پر سکون اور شادماں رہ سکتی ہے جب تم میں سے ہر شخص اپنے آپ کو اس سے قریب کرنے کی خواہش کرے۔''

میری تقریر دل پذیر اور میری صدائے خوش انداز سن کر وہ مسرت میں جھومنے لگے۔ میں نے دیوتاؤں سے ان کے لیے دعائیں مانگیں اور اپنی آمد کی خوشی میں تین روزہ جشن منانے کا اعلان کیا۔ انہوں نے وہیں زمین پر لوٹنا شروع کر دیا۔ عورتیں اور سب مرد بے قابو ہو گئے۔ فزارو مجھے لیے وہاں سے اپنے جھونپڑی نما مکان میں آیا۔ مکان میں فزارو نے کچھ ترمیم کی تھی۔ اندر آ کر مجھ پر غشی طاری ہونے لگی حالانکہ مجھے فزارو سے بہت سی باتیں کرنی تھیں لیکن پانچ دن کی تھکاوٹ اور بھوک نے مجھے بے حال کر رکھا تھا۔ فزارو نے میرے سامنے اعلیٰ مشروبات اور غذائیں پیش کر دیں۔ توری کی حسین لڑکیاں میری خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ انہوں نے تسلوں میں بھرے ہوئے پانی سے میرا جسم دھونا شروع کر دیا۔ بھنا ہوا گوشت پیٹ میں پڑا تو مجھے نیند آنے لگی۔ وہ لڑکیاں بالکل نئی تھیں۔ اتنے عرصے میں توری میں کئی لڑکیاں جوان ہو گئی ہوں گی۔ آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ میں پیال کے آرام دہ بستر پر دراز ہو گیا۔ میں نے ہربیکا کی آٹھ آنکھوں والا پتھر فزارو کے حوالے کیا۔ وہ میرے تخلیے کے لیے لڑکیوں کو چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے انھیں بھی رخصت کر دیا اور گہری نیند سویا۔ ایسی گہری نیند جو کبھی بیروت میں مجھے اپنے آرام دہ بستر پر نصیب ہوتی تھی۔

جب میری آنکھ کھلی تو شام ہو گئی تھی لیکن میری آنکھیں روشن تھیں اور سارے بدن میں ایک نشہ سا چھایا ہوا تھا، میرے بیدار ہوتے ہی فزارو اندر آیا اور میں نے اپنا تجسس ختم کرنے کے لیے سب سے پہلے اس سے قبیلے کے متعلق پوچھا۔

''معزز جابر!'' وہ اس طرح وارفتگی سے بولا جیسے اس سوال کا جواب دینے کے لیے تیار بیٹھا ہو۔ ''تمہارے جانے کے بعد قبیلے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ میں نے قبیلے کی فلاح کے لیے تمہاری ہدایتوں پر عمل کیا۔ اور مجھے خوشی ہے کہ میرے لوگوں میں نافرمانی کی وبا نہیں پھیلی۔ میں نے نئے سرے سے ان کی جھونپڑیاں بنوائیں اور لکڑی کے لٹھوں، پتھروں اور دھات سے بہترین اوزار اور برتن بنوائے۔ میں نے اپنے قبیلے کو ہر اعتبار

سے مسلح کیا کہ اگر دوبدوان کا مقابلہ کسی دوسرے قبیلے کے افراد سے ہو تو وہ پیچھے نہ رہیں۔''

''مجھے اندازہ ہے کہ تم نے میری عدم موجودگی میں میری ذمے داریاں نبھائی ہیں۔ فزارو! میں تمھیں اس کا اجر ضرور دوں گا۔ لیکن ہمارے قبیلے کی طرف کسی نے آنکھ اٹھانے کی جرات تو نہیں کی تھی؟'' میں نے بگڑ کو پوچھا۔

''نہیں۔'' فزارو نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔ ''مگر شوالا کی سرکشی اپنی جگہ قائم رہی۔ تمہارے جانے کے بعد اس نے ہمارے قبیلے کے لوگوں میں خوف و ہراس پھیلانے کی کوشش کی۔ یہ تمہارا اقبال تھا اور دیوتاؤں کا سایہ کہ ہم اس کے شر سے محفوظ رہے۔''

''شوالا......'' میں نے پوچھا۔ ''اس نے پھر کوئی شرارت کی ہے؟ کیا اس کی سرکشی ابھی ختم نہیں ہوئی؟ کیا اسے معلوم نہیں تھا کہ مجھے باگمان میں تربیت کے لیے بھیجا گیا تھا اور میں واپس آنے کے لیے گیا تھا۔''

''معزز جابر۔ اس کا خیال ہوگا کہ باگمان سے تمہاری واپسی ناممکن ہے' باگمان کی کڑی تربیت سے بہت کم لوگ واپس آتے ہیں۔ وہ دونوں قبیلوں پر حکمرانی کے خواب دیکھ رہا تھا لیکن اس کے ارادے ماند پڑ گئے جب جزیرہ بیزنار کا ایک سرکش اور دیو قامت شخص زبگا توری میں تمہارے قبیلے کی سرداری کے لیے کھڑا ہوا۔ اس نے مطالبہ کیا کہ جابر بن یوسف باگمان سے واپس نہیں آیا ہے چنانچہ وہ توری کے اس قبیلے کی سرداری کا امیدوار ہے۔ کاہن اعظم نے اس کا مطالبہ مسترد کر دیا۔ اگر تم چار مکمل چاند کے بعد، ادھر نہ آتے تو کاہن اعظم روایت کے مطابق زبگا کو توری کی سرداری کے لیے پیش کر دیتا اور زبگار سے کوئی شخص مقابلہ نہ کرتا۔ کیونکہ اس نے مقدس اقابلا کی خاص نوازشوں سے بلند مرتبہ حاصل کیا ہے۔''

''فزارو......تو کیا زبگا نے اپنا مطالبہ واپس لے لیا؟'' میں نے تشویش سے پوچھا۔ ''کیا وہ مقدس اقابلا سے بہت قریب ہے؟''

''جو اپنے لوگوں کے درمیان سب سے نمایاں ہوتا ہے وہ یقیناً دوسروں پر فوقیت رکھتا ہے۔ وہ اپنی ذہانت اور شجاعت سے مقدس اقابلا کا قرب حاصل کر لیتا ہے اور مقدس اقابلا اسے مزید کامیابیوں سے نوازتی ہے۔'' فزارو نے کہا۔ ''اس کی نوازشیں کسی ایک فرد کے لیے محدود نہیں ہیں۔''

''کیا زبگا واپس چلا گیا؟''

''نہیں وہ اب بھی یہیں موجود ہے۔ وہ شوالا کا مہمان ہے۔ وہ چار چاند گزر جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ اب جب اسے یہ معلوم ہوگا کہ تم واپس آ گئے ہو تو شاید وہ واپس چلا جائے یا......'' فزارو کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

''یا کیا......؟'' میں نے اضطراب سے پوچھا۔ ''کیا وہ میری واپسی کے بعد بھی مجھ سے نبرد آزما ہونے کا ارادہ کرے گا؟''

''ہو سکتا ہے۔''

میں نے اپنا پیر زمین پر مار کر کہا۔ ''تاریک براعظم میں ایک دن کسی کو یہ دعویٰ کرنے کا حق نہیں رہے گا کہ وہ مقدس اقابلا سے زیادہ قریب ہے۔ میں درمیان کی صورت پسند نہیں کرتا۔ جاؤ فزارو۔ شوالا کو یہ باور کرا دو کہ جابر بن یوسف کے گلے میں زارشی کے صحرا کا عطیہ شپالی موجود ہے جو اس بات کی نشانی ہے کہ اب ہر شخص کو اس سے محتاط رہنا چاہیے۔''

''معزز جابر! اسے جلد ہی اس کا علم ہو جائے گا اور زبگا بھی واپس چلا جائے گا لیکن ہمیں شجاعت کے ساتھ ذہانت بھی کام میں لانا ہو

گی۔'' فزارو نے خوف زدہ آواز میں کہا۔'' مقدس اقابلا کو ذہین اور شجیع لوگ درکار ہیں۔''

فزارو نے میری برہمی دور کرنے کے لیے توری کی نوجوان لڑکیوں کے طائفے کو آواز دی۔ حسین لڑکیاں میرے پہلو میں بیٹھ گئیں۔ اور میرا جسم دبانے میں مصروف ہوگئیں۔ تھوڑی دیر بعد قبیلے کے معزز افراد کا اجتماع ہوا۔ فزارو نے مجھے کوئی دل خوش کن خبر نہیں سنائی تھی۔ یہ خیال آتے ہی کہ فلورا شوالا کے پاس موجود ہے مجھے خود سے ندامت ہونے لگی۔ شوالا اب تک ایک کانٹا تھا۔ مجھے جزیرہ توری کی سرزمین پر اس کے وجود سے نفرت تھی اس لیے کہ مجھے اپنے لیے اس کی نفرت کا بھی اندازہ تھا۔ اس نے خود زبگا کو تیار کیا ہوگا۔ وہ جشن کی پہلی رات تھی۔ فزارو مجھے بستی میں لے گیا، اس کا خیال تھا میں وہاں سے اپنے لیے لڑکیاں منتخب کروں گا جو اپنے بدن رنگ کرمستانہ ادا کے ساتھ راستے میں کھڑی میری جنبش نگاہ کی منتظر تھیں۔ میرے قبیلے کی ہر عورت سردار سے رفاقت کا اعزاز حاصل کرنے کے لیے بے چین تھی۔ میں ان کے سراپا کا جائزہ لیتا ہوا واپس آ گیا۔ مجھے امید تھی کہ کاہن اعظم سمورال میری پذیرائی کو آئے گا۔ اقابلا کی طرف سے کوئی سلسلہ جنبانی ہوگی لیکن نہ اشمار کا پتہ تھا نہ سمورال کا۔ شام گزرنے کے بعد میں ادھر آیا تھا۔ ان باتوں نے میرا ذہن بوجھل کر دیا۔

اور میں نے اپنے منہ پر طمانچہ مارا۔ جب مجھے اپنے بوڑھے ہندی دوست سرنگا کا خیال آیا صبح سے اب تک میں نے اس کے بارے میں کسی سے کچھ نہیں پوچھا تھا یہ احسان فراموشی کی انتہا تھی۔ وہ نازک اندام ہندی دوشیزہ سریتا بھی میرے قبیلے میں موجود نہیں تھی جسے میں بہت عزیز رکھتا تھا۔ یہ سرنگا ہی تھا جس کی دیوی نے مجھے انگروما کے طلسمی قید خانے سے نجات دلائی تھی۔ اصولاً مجھے سب سے پہلے سرنگا کو تلاش کرنا چاہیے تھا لیکن میں مقدس اقابلا کے تصور میں سب بھول گیا۔ میں اپنے مکان سے نکل آیا اور میں فزارو سے حکمیہ انداز میں پوچھا۔'' سرنگا کہاں ہے؟''

'' سرنگا۔ وہ ہندی بوڑھا۔'' وہ کسی قدر تذبذب سے بولا۔ مجھے اس کے تخاطب پر طیش آ گیا۔'' ہاں وہ سرنگا اور اس کی لڑکی کہاں ہے؟''

'' میں نے سرنگا کو عرصے سے نہیں دیکھا۔'' فزارو نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔'' اس کی لڑکی اسی دن سے غائب ہے جس دن ایک معزز طبیب جواد نے اسے اپنی آسودگی کا ذریعہ بنانا چاہا تھا، تمہیں یاد ہوگا معزز جابر کہ اسی دن کسی نادیدہ قوت نے ایک اقابو کو بھی ختم کر دیا تھا۔ سریتا اسی دن سے روپوش ہے جواد کچھ روز تک کاہن اعظم کے زیر علاج رہا، پھر صحت یاب ہوگیا۔ آج کل وہ شوالا کے قبیلے میں مقیم ہے۔ سرنگا معتوب تھا۔ اس کا دور عتاب جیسے ہی ختم ہوا۔ اسے کاہن اعظم نے توری کی آبادی سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ بہت دن ہوئے کسی نے اسے جنگلوں میں دیکھا تھا۔ لیکن اس کی لڑکی اس کے ساتھ نہیں تھی۔''

'' اوہ فزارو تمہیں معلوم تھا کہ میں اس لڑکی کو کتنا عزیز رکھتا ہوں۔ تم نے اسے تلاش کرنے کی کوشش بھی نہیں کی؟'' میں نے فزارو سے تلخ لہجے میں کہا۔

'' وہ ایک معتوب شخص کی بیٹی تھی۔ اس لیے میں محتاط رہا۔''

'' سرنگا۔ میرے مظلوم ہندی دوست!'' میں نے سرگوشی کی۔'' تمہیں یہاں آ کر ایک لمحہ بھی سکون کا نہیں ملا۔ اور میں محسن کش شخص تمہاری لڑکی کی حفاظت بھی نہ کر سکا۔''

''میں جارہا ہوں۔'' میں نے فزارو سے کہا۔ ''میں اپنے دوست سرنگا کو تلاش کروں گا اور اسے اپنے قبیلے میں لانے کے بعد مقدس اقابلا سے اس کے لیے سفارش کروں گا۔''

''اسے کاہن اعظم نے نکال دیا تھا۔'' فزارو نے دبی زبان سے کہا۔

''میں اسے واپس لانے کی کوشش کروں گا۔''

''کیا تم کل صبح تک نہیں ٹھیر سکتے؟ جزیرہ توری میں معزز جابر کے اعزاز میں آج رات مشعلوں کا رقص ہو رہا ہے۔ آقا تم چلے گئے تو قبیلے کے لوگ اس تقریب میں اپنے سردار کی کمی شدت سے محسوس کریں گے۔''

''نہیں یہ جشن برپا کیا جائے اور اس دھوم دھام سے کیا جائے کہ شوالا کا قبیلہ رشک کرے۔ عورتوں اور مردوں کو آزادی دو کہ آج وہ جسے چاہیں اپنا رفیق چن لیں۔ شراب کے تمام برتن کھول دو۔ ان سے کہو کہ آج رات وہ جو چاہیں کریں۔ جنگلوں سے جانوروں کو آواز دو۔ مدعوئین کو بہتر گوشت فراہم کیا جائے۔ وہ اتنی شدت سے ڈھول بجائیں کہ ان کے ہاتھ میں زخم پڑ جائیں، دوبارہ اس طرح ناچیں کہ ان کے تلوے چھل جائیں۔''

''میں نے اپنے معزز سردار کے لیے قبیلے کی چند حسین لڑکیاں پرورش کی ہیں۔ کم از کم وہ اس جشن میں شریک نہیں ہوسکتیں۔ کیونکہ وہ صرف سردار کے لیے وقف ہیں۔'' فزارو نے ادب سے کہا۔

''انھیں بھی لوگوں میں تقسیم کردو۔'' میں نے بے پروائی سے کہا۔

''یہ روایت کے خلاف ہے۔ وہ سردار کے لیے وقف ہو چکی ہیں۔ انھیں خصوصی طور پر جنگلی پھل اور بوٹیاں کھلائی گئی ہیں۔ ان کے جسموں پر طیری کے تیل سے مالش کی جاتی رہی ہے اور جمسی کے کیڑوں نے انھیں معطر کردیا ہے۔ ان کی سانسوں میں خوشبو ہے اور وہ اپنے سردار کی منتظر ہیں۔'' فزارو نے آہستگی سے کہا۔

میں فزارو کی ہوس انگیز ترغیبیں سنی ان سنی کر کے جنگل کی سمت چلنے لگا۔ فزارو میری صورت دیکھتا رہ گیا۔ جشن میں آج رات میری ہدایت پر جاراکا کی مشترکہ عبادت کا اہتمام کیا گیا تھا مگر خود میں سریتا اور سرنگا کی جستجو میں اسے چھوڑ کر چلا آیا تھا۔

''سرنگا۔ تم کہاں ہو؟'' میں نے جنگل کی سنسان رات میں ہانک لگائی۔ جنگل کی سوئی ہوئی آبادی نے مختلف قسم کی آوازیں نکالنی شروع کردیں۔ اسے تلاش کرتے کرتے بہت رات بیت گئی تھی۔ سرنگا نے خود کو محفوظ کرنے کے لیے اپنے اردگرد کوئی ایسا پردہ لگا لیا تھا، جس کے اندر کوئی نہ جھانک سکے۔ سرنگا کوئی معمولی شخص نہیں تھا۔ اس ہندی بوڑھے کے اسرار رفتہ رفتہ مجھ پر کھل رہے تھے۔ حیرت کی بات تھی کہ تاریک اعظم میں ہوس اور غضب کی نگاہوں کے باوجود اسکی لڑکی سریتا کی دوشیزگی پر کوئی داغ نہیں آیا تھا۔ وہ ابھی تک ایک دھلی ہوئی شفاف اور پاکیزہ لڑکی تھی۔ کیونکہ وہ سرنگا کی عظیم دیوی کی امان میں تھی۔ میں تمام رات سفر کرتا رہا اور غار در غار سرنگا کو آوازیں دیتا رہا۔ اشالا نے مجھے پراسرار علوم کے بارے میں چند نکتے تعلیم کیے تھے اور مجھے اپنے تحائف سے مدد لینے کا گر سکھایا تھا۔ لیکن جہاں پہلے ہی طلسمی پہرے لگے ہوئے ہوں، وہاں ان کا عمل دخل طلسم ٹوٹنے کے بعد ہی ممکن تھا۔ میں نے ایک خاص جگہ پہنچ کر سرنگا کی بو سونگھ لی تھی۔ اتنے مصائب اٹھانے اور اتنی جدوجہد کرنے کے بعد مجھ میں اپنے اردگرد کی

موافق ناموافق فضا کا جائزہ لینے کی صلاحیت پیدا ہوگئی تھی۔ مگر جب سرنگا کو متعدد آوازیں دینے کے بعد بھی کوئی ردعمل نہیں ہوا تو میں نے وہیں بیٹھے بیٹھے کہا۔ ''میں تم سے ملاقات کیے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا بہتر ہے کہ تم پردہ چاک کردو اور آکر اپنے دوست کے گلے لگ جاؤ۔''

کچھ نہیں ہوا، میری بات کا کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے اپنے اژدہے کو حکم دیا کہ وہ مجھے سرنگا تک لے چلے۔ اژدہا ایک سمت جا کر رک گیا۔ اندر ایک غار تھا لیکن اژدہے نے اندر جانے سے انکار کر دیا تھا۔ اور اب واپس میرے گلے میں جھول رہا تھا۔ ''میں تمہارے دروازے پر ہوں سرنگا!'' میں نے چیخ کر کہا۔ ''کیا تم بہرے ہوگئے ہو؟'' مجبوراً مجھے اپنا سب سے انمول تحفہ شپالی غار کے اندر پھینکنا پڑا۔ شپالی کے اندر جاتے ہی غار بقعہ نور ہوگیا اور میں جھجکتا ہوا کسمساتا ہوا اندر داخل ہوگیا۔ شپالی نظروں سے اوجھل تھی میں نے اژدھا زمین پر چھوڑ دیا کہ وہ شپالی ڈھونڈ کر مجھے لا دے۔ اژدے نے صرف ایک لمحے بعد میرے ہاتھ میں شپالی اگل دی۔ ''مجھے افسوس ہے سرنگا۔'' میں نے اندر گھستے ہوئے کہا۔ ''لیکن میں تمہارے لیے کوئی غیر نہیں ہوں۔ تمھیں تو خوش ہونا چاہیے کہ میں نے ایسی طاقتیں حاصل کر لی ہیں۔ تمہارا دوست خالی ہاتھ واپس نہیں آیا۔'' میں یہ کہتا ہوا غار کی لمبی سرنگ عبور کر گیا اندر ایک ٹمٹماتا ہوا دیا روشن تھا اور مکڑی کے جالوں کے درمیان بوڑھا سرنگا بے حس وحرکت ایک خاص انداز سے بیٹھا ہوا تھا اس کے دونوں پیر ایک دوسرے کے اوپر تھے اور ہاتھ گھٹنوں پر رکھے ہوئے تھے۔ ''سرنگا میرے محترم دوست! یہ میں ہوں جابر! آنکھیں کھولو۔''

سرنگا کے جسم میں کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ میں نے مسلسل اسے اپنی آمد کی اطلاع دی لیکن اس کی پلکوں میں بھی جنبش نہ ہوئی۔ میری چیخنے اور پکارنے پر بھی وہ ٹس سے مس نہ ہوا، مجھے زارشی کے بوڑھے یاد آ گئے۔ وہ بھی اپنے عمل میں اتنے ڈوب جاتے تھے کہ برسوں انھیں باہر کی دنیا سے واسطہ نہیں رہتا تھا سریتا کو وہاں نہ پا کر مجھے اور تشویش ہوئی، میں نے اس شکستہ کھوہ میں اسے آواز دی۔ پھر مجھے ایک چھوٹی سے جگہ کا پتہ چلا، وہ ایک تنگ راستہ تھا۔ میں اس سے گزر کر اندر داخل ہوگیا۔ اندر گہرا اندھیرا تھا۔ شپالی کی روشنی اس مرتبہ بھی کام آئی۔ روشنی میں جب میری نظر زمین پر پڑی تو مجھے دونوں ہاتھ اپنے سر پر رکھنے پڑے میرے منہ سے ایک کرب ناک آہ بلند ہوئی میں اس پر جھک گیا۔ وہ سریتا تھی۔ وہ سوئی ہوئی نہیں تھی اور زندگی کے آثار بھی ایسے نظر نہیں آتے تھے۔ میں نے اس کا پھول سا بدن اٹھایا تو اس کے بدن کے پھول بکھر گئے۔ وہ میری پنڈلیوں پر گر گئی۔ موت اور زندگی کے درمیان ایک کیفیت کا نام سکتہ ہے، سریتا سکتے کے کیفیت سے دوچار تھی۔ سرنگا نے اسے پتھر تو نہیں بنایا تھا۔ لیکن اسے ایک جگہ ٹھہرا دیا تھا۔ میں نے اسے چٹان کے سہارے لٹا دیا، اس کے منہ میں ایک پھول تھا اور دانت سختی سے بند تھے۔ میں دوڑا دوڑا باہر آیا۔ سرنگا اب بھی خاموش بیٹھا تھا۔ دیا جل رہا تھا۔ میری سمجھ میری سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کروں؟ ان دونوں کو کیسے جگاؤں؟ انھیں کیسے بتاؤں کہ میں آ گیا ہوں؟ میں نے سرنگا کے کان میں آواز دی۔ اس کا جسم چھوا۔ اس کے سامنے دیوی کی وہی چھوٹی سے مورتی تھی، جسے وہ اپنے پاس بڑے احترام سے رکھتا تھا۔ اس کی نظریں مورتی پر ٹکی ہوئی تھیں۔ دیوی کی مورتی دیکھ کر میں نے جوش مسرت اور عقیدت میں اسے اٹھا لیا اور اس کا ایک بوسہ لیا۔ میرے اس عمل سے سرنگا کے بے جان جسم میں حرکت ہوئی اور اس نے جھپٹ کے مجھ سے مورتی چھین لی اس نے اشتعال کے عالم میں میری طرف دیکھا۔ دیے کی روشنی میں اس کی سرخ آنکھیں خون اگل رہی تھیں۔ میں نے شگفتگی سے کہا۔ ''دشمن نہیں ہے سرنگا۔ میں ہوں تمہارا دوست جابر بن یوسف۔''

''جابر!'' اس نے کرب سے میرا نام لیا۔ پھر نرم آواز میں بولا۔ ''تم آ گئے ہو؟''

''ہاں سرنگا' میں آ گیا۔'' میں نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مجھے تمہارا انتظار تھا۔''

''میں ہر جگہ تمھیں اور سریتا کو یاد کرتا رہا۔ میں انگروما کے باغیوں میں پھنس گیا تھا۔ اگر تمہاری عظیم دیوی میری مدد نہ کرتی تو میں کبھی وہاں سے واپس نہ آتا۔'' میں نے احسان مندی سے کہا۔

''انگروما۔'' وہ زہر خند سے بولا۔ ''تم نے وہاں کیا دیکھا؟''

''میں نے کیا نہیں دیکھا؟ تم نے سچ کہا تھا کہ یہاں کی زمین کا ہر ذرہ اپنے اندر ایک اسرار چھپائے ہوئے ہے۔ میں نے انگروما میں قدآور اشخاص دیکھے۔ وہ ایک عجیب دنیا ہے۔'' میں نے چند سانسوں میں اسے انگروما کی ساری کہانی سنا دی۔ وہ پورے انہماک سے اسے سنتا رہا۔ پھر اس نے مجھ سے مختلف سوالات کیے میں کہیں کہیں اٹک رہا تھا۔ اس نے کہا۔

''فکر نہ کرو، اس غار کی آواز یہیں گھٹ جاتی ہے۔''

یہ سن کر میں نے اطمینان سے اپنے تمام تاثرات اسے منتقل کر دیے۔ انگروما کے واقعات اس نے بطور خاص اشتیاق سے سنے پھر میں نے باگمان کا واقع سنایا۔ زارشی کے بوڑھوں کا ذکر کیا، اسٹالا کو اقتدار سونپنے کی داستان گوش گزار کی۔ میں ایک شاگرد کی طرح ایک عزیز کی طرح اسے اپنے طویل دورے کی تفصیلات سناتا رہا۔ پھر میں نے بڑے اشتیاق سے اسے اپنے تحائف دکھائے۔ میں نے شپالی رگڑ کر پورا غار روشن کر دیا۔ میں نے وزنی پتھر اپنے ایک ہاتھ پر اٹھا کر اسے آسانی سے دوسری طرف پھینک دیا۔ اژدہا متحرک کر کے اسے دیا بجھانے کا حکم دیا۔ اور شپالی نے دیا دوبارہ روشن کر دیا۔ میں نے ڈنگی کے سینگ زمین پر مارے، وہاں گڑھا ہو گیا۔ تحائف کی نمائش کے بعد میں نے سرنگا سے پوچھا۔ ''کہو محترم سرنگا کیا خیال ہے؟''

''ہاں یہ قابل ستائش ہے مگر یہ کچھ نہیں ہے۔''

''کیا...... سرنگا تمہارا کیا مطلب ہے؟'' میں نے حیرانی سے پوچھا۔

''جابر بن یوسف! آہ تم نے تمام باتوں کا ذکر کیا مگر تم نے واپس جانے کی کوئی خواہش ظاہر نہیں کی۔ تمھارا مقصود نظر کچھ اور ہے۔ کیا ہم کبھی یہاں سے واپس نہیں جائیں گے؟''

''واپسی؟ ارے سرنگا۔'' میں نے ہنس کر کہا۔ ''میں نے یہ طلسمی دنیا دیکھی ہے، اب مہذب دنیا کو بھول جاؤ۔ مجھے ایسے کوئی امید نہیں رہی ہے، اسی لیے میں نے اس دنیا سے مفاہمت کر لی ہے۔ میرا مقصود نظر اگر وہ ہے تو یہ کوئی معمولی مقصد نہیں ہے۔ میں ان تحائف کی مدد سے اور تمہارے مشوروں سے تاریک براعظم میں آگ لگا دوں گا۔ میں اس سلطنت میں اس سے اتنا قریب ہو جاؤں گا کہ آج تک کوئی نہیں ہوا ہوگا۔ انگروما کے باغی اس کی بے وفائی کے شاکی ہیں۔ میں کہتا ہوں ان کی طلب میں صدق نہیں تھا۔ میں یہ معرکہ ضرور سر کروں گا۔'' میں نے مکمل عزم کے ساتھ کہا۔

''نہیں۔'' اس نے اپنا ہاتھ روک کر کہا۔ ''میں سب جانتا ہوں تمہارے ارادے مجھے تو انار کھتے ہیں۔ لیکن جابر! میرے عزیز' میرے بچے!'' سرنگا نے شفقت سے کہا۔ ''تمھیں شاید جلد ہی انگروما سے بلا لیا گیا۔ ابھی تمھیں اور وہاں رکنا تھا۔ ابھی تمھیں پختگی کی ضرورت تھی۔ انگروما کے فاضل

آدمیوں نے تم میں سنجیدگی پیدا نہیں کی۔ میں تمہاری عمر کے کچھ اور سال ڈھلتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں۔ ابھی تمہاری باتوں سے دودھ کی بو آتی ہے۔''

''سرنگا! میں اب تمہاری باتیں رد کرنے کی جرات نہیں رکھتا، لیکن تمہاری احتیاط اور تحمل کے سبق کا مجھے خیال ہوتا تو تاریک براعظم میں آج میری یہ حیثیت نہ ہوتی۔'' میں نے ناگوار لہجے میں کہا۔

''تمھیں نہیں معلوم میرے عزیز اپنا ذہن فراخ کرو۔ مجھے یقین ہے کہ تم غلط سوچوں سے احتراز کرو گے۔ میں تم سے یہ کب کہتا ہوں کہ تم یہاں کے معاملوں میں اندر تک شامل ہونے کی کوشش نہ کرو مگر اس بات کا خیال رکھو کہ کوئی بھی شخص تمھیں عقب سے چھرا مار سکتا ہے۔''

مجھے خبر ہے سرنگا۔ کیا تمھیں شوالا یاد ہے؟'' میں نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

''مجھے معلوم ہے تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ جابر بن یوسف! تمھیں سلطنت اقابلا کے قانون کی رو سے پورا حق حاصل ہے کہ تم اسے کسی بھی وقت دعوت مبارزت دو مگر اب وہاں ایک اور شخص بھی موجود ہے۔''

''زبگا۔'' میں نے جلدی سے کہا۔ ''میں اس کے متعلق سن چکا ہوں۔''

''جابر بن یوسف! ذہانت کی جنگ سب سے مفید ہوتی ہے۔ تمھیں اپنے موجودہ منصب کے مطابق صرف ایک محاذ پر شوالا یا کسی دوسرے سے جنگ نہیں کرنی، بہت سے محاذ کھولنے ہیں۔ تمھیں اپنی ذہانت کی بساط بچھانی ہے۔''

''میں سمجھتا ہوں لیکن مجھے آئے ہوئے ایک دن بھی نہیں گزرا۔ حیرت ہے کہ ابھی تک کاہن اعظم سمورال نے نہ مجھے طلب کیا نہ خود میرے علاقے میں آیا، نہ ہی اقابلا کی طرف سے کوئی پرسش ہوئی۔'' میں نے تذبذب سے کہا۔

''وہ شاید تاخیر سے تمہاری طرف رجوع ہوں کیونکہ تم انگروما سے واپس آئے تو تم اس علاقے کے حریفوں کے درمیان رہے ہو۔ کاش تمہارا رابطہ کسی طور ان سے برقرار رہتا۔''

''سرنگا...... یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

اگر تمہاری عقل بعید از فہم باتیں نہیں سوچے گی تو تمہارے راستے میں بڑی تکلیفیں پیش آئیں گی عزیز جابر...... تم۔''

یکایک سرنگا کا لہجہ بدل گیا۔ روشنی کی ایک لکیر تیزی سے غار کے اندر داخل ہوئی اور فوراً معدوم ہوگئی۔ سرنگا سنبھل کر بیٹھ گیا۔ ''وہ عظیم ہے جابر بن یوسف! مقدس اقابلا عظیم ہے۔'' وہ کہنے لگا۔ ''صرف اس کی طلب کرو اور زمینیں اپنے پیروں تلے روند دو۔ وہ ایک دن تمھیں سرفراز کرے گی۔ تم شجاعت اور ذہانت کے اعلیٰ مظاہرے کرتے رہو اور جب تمھیں اس کی دید کی سعادت نصیب ہو تو اس سے میری سفارش بھی کرنا۔ کہنا سرنگا اس کی اطاعت گزار ہے۔''

میں اس سے ضرور کہوں گا۔ وہ تمھیں معاف کر دے گی۔ کیونکہ اس کا دل وسیع ہے۔ دیکھنا، تم کسی دن خود آبادی میں جاؤ گے لیکن میں سریتا کو یہاں سے لیے جا رہا ہوں۔ سریتا پر ایسی کوئی پابندی نہیں ہے۔''

سرنگا نے مجھے اجازت دے دی۔ یہ گفتگو ادھوری رہ گئی مگر ہم نے اہم باتیں کر لی تھیں۔ میں نے اسے زندہ و سلامت دیکھ لیا تھا۔ میں

شپالی سے غار کا طلسم توڑ کر اندر داخل نہ ہوتا تو روشنی کی اس لکیر کا گزر بھی ممکن نہ ہوتا۔ میں نے پھر رسمی طور پر سرنگا سے باتیں کیں۔ کیونکہ ہماری گفتگو غار سے باہر کی پراسرار طاقتوں سے پوشیدہ نہیں رہی تھی۔ سریتا میرے جسم سے چپکی ہوئی تھی اور مجھے اس کے لمس سے یک گونہ مسرت ہو رہی تھی۔ میں اسے دل میں بٹھانا چاہتا تھا۔ اسے احتیاط سے لے کر میں اپنے مکان میں آ گیا۔ یہاں میں نے اس کا سکتہ توڑنے کے لیے فزاروں کی مدد طلب کی۔ فزار و سریتا کو دوبارہ دیکھ کر حیران تھا۔ ہماری پیہم کوششوں سے وہ ہوش میں آ گئی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں اور سامنے مجھے دیکھا تو اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ''تم!'' وہ ابھی صرف یہی کہہ سکی تھی میں نے اس کے لب لعلیں پر ہاتھ رکھ دیا اور اسے مسکرا کر بتایا کہ ہاں یہ میں ہی ہوں۔

میری ہدایت پر سریتا کو معطر پانی سے نہلایا گیا اور اسے پھولوں اور پتوں سے ڈھک دیا گیا۔ اس کے بدن کا عجب رنگ نکلا تھا۔ میں نے اسے سراپا قیامت کو دیکھا تو نظریں جھکا لیں اور اس سے کہا۔ ''سریتا قسمت میں یہی لکھا ہے کہ تم بار بار حادثوں سے دوچار ہوتی رہو اور میں بار بار تمھیں نجات دلاتا رہوں۔ اب تم یہاں آ گئی ہو تو تم اس گھر کی مالکہ ہو۔''

اس نے شرما کر نظریں جھکا لیں اور میں بستی میں سرمست لوگوں کے درمیان پہنچ گیا۔ لوگ زمین پر بے سدھ پڑے ہوئے تھے۔ عورتیں مرد بچے ادھر ادھر شب بیداری کے بعد اپنی جھونپڑیوں کے درمیان بکھرے ہوئے تھے۔ کسی کو ہوش نہیں تھا۔

کئی دن گزرنے کے بعد بھی کاہن اعظم سمورال کی طرف سے کوئی پیغام موصول نہ ہونے پر مجھے تشویش ہونے لگی۔ میں نے انگروما اور باگمان میں بہت مصروف دن گزارے تھے۔ اس یکسانی سے جی اکتانے لگا، جس کے لیے اتنے عذاب مول لیے اس نے بھی میری واپسی پر کسی حوصلہ افزائی کا اظہار نہیں کیا؟ میں نے اس سے قربت کے لیے جو صبر آزما انتظار کیا تھا کیا وہ کم تھا؟ سرنگا جو کچھ سوچ رہا تھا اس کی میری نظر میں کچھ وقعت نہ تھی۔ میں تو صرف ایک بات جانتا تھا کہ اس کی قربت کے حصول کے بعد میری زندگی تمام ہوئی اس لیے اب مجھے اپنا گھر اپنا وطن یاد نہیں آتا تھا۔ ہاں کبھی کبھی کسک اٹھتی تھی۔ میرا خیال تھا، میں بڑا حقیقت پسند ہوں، سرنگا سے زیادہ' کہ میں نے سحر و افسوں کی اس سرزمین سے حقیقت پسندانہ مطابقت پیدا کر لی ہے۔ لیکن میری فکر کا دوسرا پہلو قطعاً شاعرانہ تھا۔ انگروما کے لوگ کہتے تھے کہ حسین اقابلا ایک خواب ہے، ایک خیال ہے ایک سحر ہے اس کے سوا کچھ نہیں لیکن اس کے معاملے میں میرے دل پر کیفیتیں گزر جاتی تھیں۔ میں سوچتا کہ جب میں اس کے قریب ہو جاؤں گا اور اس کا دست احمریں میرے اختیار میں ہوگا۔ اور اس کے لبوں کی حلاوت میری تلخیوں سے مس ہوگی تو یہ میری زندگی کا سب سے بڑا انعام ہوگا۔ توری آنے کے بعد اس کی یاد میں زبردست شدت پیدا ہو گئی تھی۔ یہ انتظار کہ اس کی طرف سے کوئی پہل ہوگی، بہت گداز پیدا کرتا تھا مگر کوئی پلٹ کر خبر نہیں لیتا تھا۔ سریتا کی موجودگی سے ذہن و دل میں اور فشار برپا تھے۔ وہ دوسرے کمرے میں بجی سجائی بیٹھی رہتی میں اسے دیکھتا اور توری کی نوجوان لڑکیوں کو دیکھتا مگر کنارہ کشی اختیار کیے رہتا کہ کبھی تو اسے میرا خیال آئے گا۔ اس کی آنکھیں بڑی ہیں اور وہ کشمکش محسوس کر رہی ہوگی۔ وہ یہ تپش محسوس کر رہی ہو گی جو صرف اس کی وجہ سے میرے سینے میں ہے۔ اس میں کوئی فریب نہیں تھا۔ میرے ذہن میں اقتدار اور دوسری سفلہ خواہشوں کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ یہ منصب، یہ مسند، یہ رتبہ ان کی خواہش صرف اس سبب سے تھی کہ وہ مجھے مطلوب تھی، اس کا التفات اسی طرح حاصل کیا جا سکتا تھا کہ اس تک پہنچنے کے لیے کارنامے انجام دیے جائیں۔ اقابلا کا عرفان ایک پری پیکر دوشیزہ کا سراغ، اس کا حسن ایک پہاڑ تھا، اس کا حسن ایک سمندر تھا، میں

اس پہاڑ پر چڑھنے اور اس سمندر میں اترنے کے لیے تڑپ رہا تھا۔ یہ مہم سر ہوگئی تو پھر دنیا میں اور کیا رہ جائے گا۔ ہاں جو لوگ راستے کا پتھر بنے ہوئے تھے۔ اور جو اس کی نظر میں میری منزلت گرانے کا سبب تھے، ان کی قسمت میں تاراجی لکھی تھی۔ وہ میری شدتوں کا اقرار نہ کرے لیکن کب تک؟ اس کا طرز عمل سرد مہری کا تھا۔ یہ سرد مہری اب ناقابل برداشت ہوئی جاتی تھی۔

جزیرہ باگمان روانہ ہونے سے پہلے ایک رات جمرال میرے پاس آیا تھا اور اس نے شوالا کے نائب زارمے کے بارے میں یہ رازدارانہ خبر دی تھی کہ وہ مجھ سے ملنے کا خواہش مند ہے۔ جمرال سمورال زارمے کسی کا پتہ نہیں تھا۔ اشمار بھی غائب تھی۔ ان الجھنوں میں ایک خیال آیا کہ اقابلا اور سمورال کو متوجہ کرنے کی ایک ہی صورت ہے، شوالا کو مبارزت کی دعوت دی جائے۔ جزیرہ توری پر اس کا وجود میری شجاعت کی توہین ہے۔ میں نے فزارو کو بلا کر حکم دیا۔ ''کاہن اعظم کو اطلاع دی جائے کہ جزیرہ توری کے ایک قبیلے کا سردار جابر بن یوسف اس سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔''

سمورال کا جواب بہت مایوس کن تھا۔ اس نے جواب میں یہ پیغام بھیجا کہ وہ جب مناسب سمجھے گا خود میرے علاقے کا رخ کرے گا۔

میں نے فزارو کو دوبارہ اس کے پاس روانہ کیا کہ ''جزیرہ توری کا سردار جابر بن یوسف شوالا سے مبارزت چاہتا ہے اور بیک وقت دونوں قبیلوں کی سرداری کا خواہش مند ہے تاخیر وہ اپنے حق میں مضر سمجھتا ہے۔'' فزار نے میرا یہ پیغام خاموشی سے سنا اور سمورال کی خدمت میں روانہ ہوگیا۔

دوسری بار بھی کاہن اعظم کا جواب توقع کے خلاف تھا۔ اس نے جواب دیا۔ ''وہ پیغام مقدس اقابلا کی بارگاہ میں پہنچا دے گا۔ جابر بن یوسف کو مقدس اقابلا کے جواب کا انتظار کرنا چاہیے۔''

اس جواب کی روشنی میں، میں نے اپنی جگہ صورت حال کا تجزیہ کیا۔ یہ بات صاف تھی کہ کاہن اعظم سمورال شاید کچھ مصلحتوں کے باعث مجھ سے ملنے میں پہلوتہی کر رہا ہے۔ دوسرا امکان یہ تھا کہ انگروما سے میری واپسی کا قصر اقابلا میں جائزہ لیا جا رہا ہے۔ وہ درمیان کے واقعات سے یعنی انگروما میں میری مصروفیات سے لاعلم ہوں گے۔ کیونکہ جزیرہ انگروما میں ہونے والی سرگرمیاں ان سے روپوش تھیں۔ انھیں صرف یہ معلوم ہوگا کہ باغیوں کی ایک سرزمین انگروما میں اقابلا کے دشمن جمع ہوگئے جو اس کا زوال دیکھنے کے خواہاں ہیں۔ ممکن ہے انھیں یہ بھی معلوم ہو کہ میں نے مجبور ہو کر ان میں شمولیت اختیار کر لی تھی اور پھر میں اقابلا کے خلاف ان کی مشترکہ عبادتوں اور دعاؤں میں بھی شریک ہوا تھا۔ میں نے انگروما کی بود و باش اختیار کر لی تھی۔ ممکن ہے انگروما کے دور اندیش عالموں نے کسی ذریعے سے انھیں یہ خبر پہنچا دی ہو کہ جابر بن یوسف انگروما کے باغیوں کی ہونے والی سازشوں میں باقاعدہ ملوث ہے۔ میں نے متعدد امکانات پر غور کیا۔ اپنے طور پر میں یہی کر سکتا تھا کہ تنہائیوں میں اقابلا کو یاد کروں اور اسے اپنا دل چیر کر دکھاؤں کہ میں ایک پاک و صاف شخص ہوں۔ وہ ایک دن میرے اضطراب اور میری سچائیوں کا یقین کرلے گی اور مجھے اپنے قصر میں طلب کرے گی اس کا قصر دنیا کی خوب صورت ترین جگہ ہے کسی شخص کو اگر قصر اقابلا میں کوئی گوشہ مل جائے تو دنیا میں اس سے بہتر زندگی کا تصور نہیں کیا جا سکتا لیکن اقابلا کب طلبی کا حکم صادر کرے گی؟ کب؟ یہ کون جانتا تھا۔

عجب گومگوں کی کیفیت تھی۔ میں پوچھتا ہوں کیا میں خاموش بیٹھ جاتا؟ لیکن میری بے قرار طبیعت کو چین کہاں تھا؟ میں نے فزارو کو بلا کر کہا کہ وہ اپنے قبیلے میں یہ اطلاع عام کر دے کہ جلد ہی ان کا سردار جابر بن یوسف توری کے دوسرے قبیلے کا سردار بننے والا ہے۔ میں نے حکم دیا کہ

جتنے لوگوں سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہی جائے، ہر طرف مشہور کردیا جائے کہ جابر بن یوسف کے پاس تاریک براعظم کے اعلیٰ ترین نوادر ہیں اور اس کی ساحرانہ صلاحیتیں اتنی زیادہ ہیں کہ شوالا ان کے مقابلے میں ایک لمحے نہیں ٹھہر سکتا۔ بہت جلد توری میں شوالا کے قبیلے پر اس کا غضب نازل ہونے والا ہے۔ وہ اپنے تحائف سے پوری مدد لے گا اور شوالا کی زندگی اجیرن کردے گا۔ وہ شوالا کی خوبصورت عورتیں اپنی طاقتوں سے ادھر لے آئے گا اور وہاں سے اس سفید فام عورت فلورا کو بھی لے آئے گا جو پہلے اس کی ملکیت تھی۔ میں نے فزارو کو ہدایت کہ شوالا کے قبیلے کے وہ باشندے جو اس کے ظلم وستم سے تنگ ہیں وہ کسی بھی لمحے جابر بن یوسف کے قبیلے میں آسکتے ہیں۔ انھیں تمام تر عزت دی جائے گی۔ انھیں وسیع جھونپڑیاں دی جائیں گی۔ اور ہتھیار بنانے کا ہنر سکھایا جائے گا۔ فزارو کے چہرے پر حیرت ہویدا تھی لیکن یہ ایک سردار کا حکم تھا، مجھے اندازہ تھا کہ آئندہ چند دنوں میں یہ اطلاع دونوں قبیلوں کے ہر فرد کی زبان پر ہوگی اس لیے کہ دونوں قبیلوں کے مابین عارضی طور پر عام باشندوں کے آنے جانے پر کوئی پابندی عائد نہیں تھی۔

دوسرے دن میں نے جھونپڑیوں کے درمیان بڑی گلیاں اور نالیاں بنانے کا انقلابی کام اپنی نگرانی میں شروع کرادیا۔ قبیلے کے لوگوں نے جب نمونے کی ایک نالی دار گلی بنالی تو ان کی حیرت دوچند ہوگئی۔ اس چھوٹی سے گلی میں اونچائی پر دونوں اطراف جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ اور جھونپڑیوں کے درمیان درخت لگانے کے لیے جگہ چھوڑ دی گئی تھی بعد میں، میں نے لکڑیوں سے ان کے سامنے پہیہ بنایا اور اپنی ہنرمندی کے مطابق ایک اونگا بونگا چھوٹا سامال بردار ٹھیلا بنالیا۔ جب انہوں نے اسے گلی میں چلایا تو وہ اچھلنے کودنے لگے۔ یہ خبر بھی میرے اندازے کے مطابق شوالا کے قبیلے میں پہنچ گئی ہوگی۔

پھر میں نے سماجی صلاحیتوں کا ایک مقابلہ منعقد کرایا اور حکم دیا کہ روز اسی طرح کے مقابلے ہوں گے۔ میداں میں پہنچ کر میں نے خود ان مقابلوں میں حصہ لیا جب میں نے دو قوی الجثہ نوجوانوں کو اپنے ہاتھ پر اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا تو میرے قبیلے کے لوگ میری جسمانی طاقت پر ششدر رہ گئے۔ میں نے اپنے تحائف سے بھی ان کے سامنے حیرت انگیز عملی مظاہرے کیے۔

ان کوششوں کا نتیجہ چند ہی دن میں ظاہر ہوگیا۔ فزارو نے مجھے بتایا کہ شوالا کے قبیلے کے کئی خاندان ہجرت کر کے ادھر آگئے ہیں اور اسکے قبیلے میں میری بہادری اور پراسرار قوتوں کے تذکرے عام ہورہے ہیں۔ شوالا کے قبیلے میں خوف وہراس پھیل گیا ہے کہ جابر بن یوسف باگمان میں اعلیٰ تربیت کے بعد واپس آیا ہے۔ وہ کسی دن قہر بن کر شوالا پر ٹوٹے گا۔

مجھے شوالا کی طرف سے جلد ہی کسی اقدام کا انتظار تھا کوئی ایسی حرکت جو اس کے قبیلے میں میرے داخلے کا راستہ استوار کرسکے۔ وہاں اس کی حمایت کے لیے میرا ایک حریف نربگا بھی بیٹھا ہوا تھا، جو یقیناً شوالا کو مشورے دے رہا ہوگا۔ شوالا کا نائب زارمے بھی ابھی تک مجھ سے ملنے نہیں آیا تھا۔ اسے اپنے اعتماد میں لینے کے لیے جمرال کے توسط کی ضرورت تھی اور جمرال سے ملاقات اس وقت تک ناممکن تھی جب تک کاہن اعظم اپنی اقامت گاہ سے دور نہ ہو۔

چند دن اور گزرے ہوں گے میرے قبیلے میں ہجرت کر کے آنے والوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے شوالا کا قبیلہ ایک دن

بالکل خالی ہو جائے گا۔ نئے آنے والوں کے لیے میں خود انتظامات کراتا اور میرے قبیلے کے لوگ خالی جگہوں پر روزانہ بننے والی عمدہ جھونپڑیوں میں انھیں منتقل کر دیے۔ میں روز ان کے سامنے تقریر کرتا اور ان کے طعام میں شریک ہوتا۔ سریتا بھی تمام کاموں میں میرے ہمراہ ہوتی، شوالا نے ہجرت کر کے جانے والوں کے لیے شدید ترین سزائیں مقرر کیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہجرت کرنے والوں کی تعداد بڑھ گئی۔ اتنا بڑا سیلاب روکنا' اتنے لوگوں کو سزا دینا شوالا کے بس میں نہیں تھا۔ اس نے کئی آدمیوں کو روک کر زندہ جلا دیا لیکن میرے ساحرانہ کارناموں کی گونج شوالا کے قبیلے میں کچھ ایسے منظم انداز میں پہنچ رہی تھی کہ لوگ اپنی جھونپڑیاں چھوڑ چھوڑ کر ادھر آنے لگے۔ یہاں کوئی پابندی نہیں تھی، آزادانہ زندگی تھی۔ عمدہ جھونپڑیاں تھیں، گلیاں بن رہی تھیں۔ کاشت ہو رہی تھی۔ سردار عام لوگوں سے کھلا ملا رہتا تھا۔

آنے والوں نے مجھے بتایا کہ شوالا کے قبیلے میں ہر جگہ جابر بن یوسف کی شجاعت کی دھوم ہے۔ چند ہی دنوں میں شوالا کا آدھا قبیلہ اپنے نیزوں کے ساتھ ادھر منتقل ہو گیا۔ ان کی عورتیں اور بچے بھی ساتھ تھے۔ ان کی آبادکاری کا کام زور و شور سے جاری تھا۔ مجھے اپنے مقاصد میں خاصی کامیابی ہو رہی تھی۔ ہاں اس بات پر حیرت تھی کہ شوالا نے کسی حماقت کا مظاہرہ اب تک کیوں نہیں کیا؟

مگر اس کے دن قریب آ رہے تھے۔ ڈیڑھ ماہ بعد اس کے قبیلے میں صرف چند لوگ رہ گئے اس کے پاس زمین تھی اس کے پاس پانی تھا اس کے پاس اقتدار تھا اس کے پاس چند وفادار عورتیں اور مرد رہ گئے تھے۔ اس کے پاس دوست نرلگا تھا مگر اس کے پاس اس کے قبیلے کے لوگ نہیں تھے۔ وہ اب محض چند لوگوں کا حکمران تھا۔ میں کاہن اعظم یا اشار کی آمد کا منتظر تھا۔ انھیں اب آ جانا چاہیے کیونکہ جابر بن یوسف نے انھیں کسی ردعمل کا اظہار کرنے کے لیے مجبور کر دیا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ اب ان کی سرد مہری سرگرمی میں بدل جائے گی اور جلد ہی کوئی ہنگامہ برپا ہو گا۔ کیا اقابلا جابر بن یوسف کو اب بھی نظرانداز کرے گی؟ میں لمحے گن گن کر کاٹ رہا تھا اور پوری طرح محتاط تھا کہ کوئی طلسمی نیزہ میرے سینے کے پار نہ ہو جائے اور میں حسرتیں لیے نہ مر جاؤں۔

☆==========☆==========☆

میں انتظار کرتا رہا۔

اس کے سوا میں اور کیا کر سکتا تھا؟ میں نے انتظار کیا۔ ایک جاں سوز اور بے کیف انتظار۔ چند دن گزر گئے ان چند دنوں میں شوالا کے قبیلے کے بعض سر کردہ افراد بھی فرار ہو کر ادھر منتقل ہو گئے۔ یہ ایک دلچسپ تجربہ تھا۔ رعایا کے بغیر بادشاہ کا کیا حال ہو گا؟ اس کی حکمرانی کے لیے درخت ہوں گے یا پتھر ہوں گے وہ معدودے چند جاں نثار جو شوالا کے ساتھ رہ گئے تھے وہ کب تک ایثار و وفا کا مظاہرہ کرتے رہیں گے؟ مغلوب الغضب شوالا کی برہمی اور کمزوری انھیں کب تک اپنے قابو میں رکھنے میں کامیاب رہے گی؟ شوالا کا نائب زارمے اور اس کے گنتی کے ساتھی ابھی تک وہیں تھے۔ حالانکہ زارمے کے متعلق کاہن اعظم سمورال کے فرزند جمرال نے کہا تھا کہ وہ مجھ سے ملنے کے لیے مضطرب ہے۔ فلورا بھی اس کے پاس تھی اور زربگا بھی جو جزیرہ بیزنار سے توری کے اس قبیلے پر حکمرانی کا خواب دیکھ کر آیا تھا۔ میں تصور میں شوالا کے شب و روز کے معمولات کا اندازہ لگا رہا تھا۔ جو لوگ وہاں سے آتے تھے۔ وہ اس کے مظالم اور ناسازی مزاج کے قصے بیان کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ وہ شدید غضب میں مبتلا ہے وہ انگاروں پر لوٹ رہا ہے...... بادشاہ اپنے چند مہروں کے ساتھ رہ گیا تھا۔ اس کے تمام پیدل مارے گئے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ بادشاہ کوئی اوچھی چال چل کر بساط الٹنے کی کوشش کرے گا لیکن اس نے غیر معمولی تحمل کا ثبوت دیا تھا۔

جزیرہ توری کے اس حصے میں بڑی چہل پہل تھی جہاں میری حکمرانی تھی۔ میں اس کا ذکر پہلے کر چکا ہوں۔ ہر طرف تیزی و توانائی نظر آتی تھی۔ جدھر دیکھیے ایک جوش، ولولے اور عزم کا اظہار تھا، صدیوں کی منجمد زندگی میں حرکت پیدا ہو گئی تھی۔ جھونپڑوں کے درمیان گلیوں کی تعمیر کا کام جاری تھا۔ پودے سلیقے سے لگائے جا رہے تھے توری میں زمین کی کمی نہیں تھی۔ قدرت نے تاریک براعظم کے دوسرے جزیروں کی طرح اسے بھی طرح طرح کی نعمتوں سے مالا مال کیا تھا...... سبزہ پانی زرخیز زمین اور پھر میں یہاں آ گیا۔ میں ان کے لیے ایک نیا آدمی تھا، جس کی جلد سرخ و سفید تھی۔ جس کے نقش و نگار تیکھے تھے اور جس کا لہجہ پرکشش اور منفرد تھا۔ ان کے مشاغل بدل گئے تھے، وہ دن بھر کام کرتے، سورج غروب ہوتا تو وہ انگڑائیں لے لے کر طلوع ہوتے، مشعلیں گلیوں میں ایستادہ کر دی جاتیں عورتیں اپنے بدن رنگ کر اٹھلاتی ہوئی باہر نکل آتیں۔ مرد دن بھر کے پکڑے ہوئے جانوروں کو آگ پر لٹکا دیتے پھر ڈھول بجتے، نقارے پٹتے پاؤں تھرکتے، شور مچتا اور وہ دیوتاؤں سے راتیں طویل ہونے کی دعائیں مانگتے۔ راتیں ڈھلنے لگتیں تو وہ نڈھال ہو کر ایک دوسرے کی آغوش میں ضم ہو جاتے۔ شوالے کے قبیلے کی ساری آبادی منتقل ہو جانے کے بعد یہاں تا حد نظر آدمی نظر آتے تھے۔ آدمی گروہ پسند ہوتے ہیں۔ ایسی زندگی کا انہوں نے تصور نہیں کیا تھا۔ یہاں ہر وقت کوئی جشن برپا معلوم ہوتا تھا۔ مجھ سے ان کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ جدھر میرے قدموں کی خوشبو جاتی، وہیں عورتیں زمیں بوس ہو جاتیں۔ مرد اپنی چھاتیاں زمین سے رگڑتے جیسے کوئی دیوتا ان کے درمیان آ گیا ہو۔

ہر دو قبیلے کی متعینہ حدود کے سوا توری میں ایک ایسا علاقہ بھی تھا جہاں دونوں قبیلے کے افراد اکٹھے ہو جاتے۔ وہ مشترکہ جگہ کہلاتی تھی۔ یہاں کوئی آبادی نہیں تھی۔ شکار کی تلاش اور لکڑیاں اور پھل حاصل کرنے کے لیے دونوں قبیلوں کے افراد اس مشترکہ جگہ سے فائدہ اٹھاتے تھے اور واپس اپنے اپنے قبیلوں میں چلے جاتے تھے۔ اب اس وسیع عریض مشترکہ جگہ پر میرے آدمی بکھرے ہوئے تھے۔ انھیں شوالا کا خوف نہیں تھا کیوں

کہ انہوں نے میرے قبیلے میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ ایک صبح جب قبیلے کی ایک بڑی تعدادی ساحل پر مچھلیاں پکڑنے میں مشغول تھی، شوالا کے چند جاں نثار جو ابھی تک اس کے ساتھ تھے، اپنے قبیلے کے ان دس آدمیوں کو پکڑ کر لے گئے جو ہجرت کر کے میرے علاقے میں آ گئے تھے۔ مجھے فوراً اس واقعے کی اطلاع دی گئی۔ اس خبر سے مجھے مسرت ہوئی لیکن میں نے اس کا اظہار قبیلے کے لوگوں پر نہیں کیا۔ میں نے انھیں خاموش رہنے کا مشورہ دیا۔ گویا شوالا کی قوت برداشت جواب دے گئی تھی۔ میں کسی ایسے ہی اقدام کا منتظر تھا۔

شام کے وقت جب میں سریتا کے ساتھ مہذب دنیا کی یادوں میں کھویا ہوا تھا۔ فزاروں ہانپتا کانپتا داخل ہوا اس کی وحشت اس امر کی غماز تھی کہ وہ کوئی تازہ واردات سنانے کے لیے مناسب پیرایہ ڈھونڈ رہا ہے۔ میں نے اپنے بدن کی مالش کرنے والی لڑکیوں کو ہاتھ کے اشارے سے علیحدہ کیا اور فزارو کے ساتھ باہر آ گیا۔ باہر قبیلے کے افراد کا ایک مجمع موجود تھا، ان میں عورتیں بھی تھیں۔ ماحول پر خوف و ہراس مسلط تھا۔ میرے نمودار ہوتے ہی وہ زمین پر دراز ہو گئے۔ میں نے انھیں کھڑے ہونے کا حکم دیا...... پھر...... پھر میں کیا بیان کروں! میری آنکھوں نے بربریت و شقاوت، درندگی و سفاکی کا ایسا ہولناک منظر دیکھا جسے فراموش کرنے کے لیے حافظہ بگڑ جانا شرط ہے ایک ناتواں خوں آلوہ گروہ۔ دس افراد کا وہ مظلوم اور بدقسمت گروہ میرے سامنے کھڑا تھا۔ انھیں قبیلے کے دوسرے افراد نے سنبھال رکھا تھا، ان کے کاندھے لٹک رہے تھے اور بازو جھول رہے تھے وہ آنکھیں کھولنے کی کوشش کر کے گاہے گاہے میری طرف حسرت کی نظر سے دیکھ لیتے تھے۔ وہ مرے نہیں تھے انھیں عبرت کے درس کے لیے زندہ رکھا گیا تھا۔ شوالا نے انھیں درختوں سے باندھ کر دل سوز مظالم ڈھائے تھے۔ فزارو نے آگے بڑھ کر ان کے منہ کھول کر مجھے دکھائے ان کے دانت غائب تھے اور زبانیں کٹی ہوئی تھیں۔ پھر اس نے ان کے ہاتھ دکھائے۔ انگلیاں ہاتھوں سے جدا کر دی گئی تھیں۔

سب کی نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

''معزز سردار!'' فزارو نے میری خاموشی توڑنے کے لیے پوچھا۔ ''کیا ان کے سینوں سے نیزے پار کر کے انھیں اس تکلیف سے نجات دلا دی جائے؟''

''ہاں۔'' میں نے چونکتے ہوئے کہا۔ ''لیکن سنو......'' میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''انھیں زندہ رکھا جائے۔ قبیلے کے تمام لوگ ان کے لیے کام کریں گے۔''

میرے حکم پر سب نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ جزیرہ توری میں معذور لوگوں کو زندہ رکھنے کی کوئی رسم موجود نہیں تھی۔ وہ ایسے لوگوں کو مار ڈالتے تھے۔ میں نے اپنا فیصلہ اس لیے واپس لیا تھا کہ قبیلے کی آبادی کے سامنے انھیں ہلاک کرنا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے احساس ہوا کہ فزارو اور تمام مجمع میرا ردعمل دیکھنے اور سننے کے لیے پہلو بدل رہا ہے۔ میری خاموشی کو وہ اپنے محترم و مقدس سردار کی کمزوری اور مصلحت پر محمول کرتے، لیکن مجھے اپنے کسی ردعمل کے اظہار میں محتاط رہنا چاہیے تھا۔ یہ جو کچھ ہوا۔ قرین قیاس تھا۔ شوالا اس طرح اپنے قبیلے کے لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتا تھا کہ ان کی سزائیں اتنی شدید اور ہول ناک ہو سکتی ہیں۔ مشترکہ علاقے میں آنے والے افراد کے لیے یہ ایک تنبیہہ تھی کہ وہ کسی وقت بھی شوالا کے پنجہ استبداد میں جکڑ جائیں گے اور اگر وہ واپس اپنی زمین پر نہیں گئے تو شوالا کا قہر اس حد تک نازل ہو سکتا ہے۔ اس واقعے کے بعد مشترکہ علاقے میں جانے

والے لوگوں کے دلوں پر ایک ہیبت طاری رہتی۔ وہ شوالا کی ظالمانہ خو، ماورائی علوم پر اس کی دسترس، جادوگردی اور غیر معمولی طاقت سے بخوبی واقف تھے۔ مجھے سوچنے کے چند لمحے ملے، پھر میں نے متذبذب، ہجوم کو دیکھ کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے، میری پیروی میں بہت سے ہاتھ بلند ہوگئے، میں نے بلند آواز میں کہا۔ ''جزیرہ توری کے لوگو! دیوتا تمھیں شادماں رکھیں۔ تم سب اب میری امان میں ہو۔ مجھے غور سے دیکھو اور یقین کرو کہ تمہارا سردار مرتبے، طاقت اور ذہانت میں تاریک براعظم کے تمام سرداروں پر فوقیت رکھتا ہے۔ میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ تم مشترکہ علاقے میں کسی خوف اور شک کے بغیر جاؤ۔ سمندروں سے مچھلیاں نکالو۔ درختوں سے پھل نوچو، جنگل میں عمدہ قسم کے جانوروں کو تلاش کرو۔ یہ علاقہ دونوں سرداروں کی ملکیت ہے اور یہ تمہارا علاقہ ہے۔ بہت جلد تمھیں دیوتاؤں کی طرف سے مسرت اور سرشاری کی نوید ملے گی۔ تم دیوتاؤں کی منشا کے منتظر رہو۔ وہ پرجلال ملکہ تمہاری طرف سے غافل نہیں ہے..........اور سنو اگر دوبارہ تم پر کوئی حاوی آنے کی کوشش کرے تو تم مشترک ہو کر اس کا مقابلہ کرو۔ کیا تم اپنے سردار پر جانیں قربان کرنے سے گریز کرتے ہو جس نے تمھیں اعلیٰ جھونپڑیاں اور آسائشیں دی ہیں۔''

''معزز سردار!'' فزارو درمیان میں بولا۔ ''تمہارا حکم دیوتاؤں کا اشارہ ہے، لیکن شوالا کے آدمی ایسا سحر پھونکتے ہیں کہ بینائی معدوم ہو جاتی ہے۔ ان کے ہاتھ اتنے مضبوط ہیں کہ مزاحمت بے کار ہو جاتی ہے۔ معزز سردار کو معلوم ہونا چاہیے کہ شوالا نے ایسے منتخب آدمی مشترکہ علاقے میں بھیجے تھے، جو حکم چلا سکتے ہیں۔''

''فزارو..........کیا ہمارے علاقے میں سحر پھونکنے والے لوگوں کی کمی ہے؟'' میں نے تلخی سے کہا۔ ''کیا تم اور تمہارے ساتھی چند دنوں کے لیے مشترکہ علاقے میں اپنے لوگوں کی نگرانی نہیں کر سکتے؟ اگر وہ تمہارے آدمیوں کو پکڑ سکتے ہیں تو تم ان کے بچے کھچے آدمیوں کو اپنی تحویل میں نہیں لے سکتے؟ کیا تم وہ طلسم نہیں توڑ سکتے جس پر شوالا کے آدمی حاوی ہیں؟ لوڈ گبی کے یہ سینگ اپنے گلے میں ڈال لو۔ یہ صحرائے زارشی کا عطیہ ہیں۔'' میں نے اپنے ڈگبی کے سینگوں کا ہار اتار کر دے دیا۔ ''زارمے آئے تو اسے بھی گرفت میں لے لو۔ اب شوالا کے پاس کوئی بھی رہنا نہیں چاہتا وہ موقع کے منتظر ہیں۔''

میرے تخاطب نے کچھ ایسا اثر مرتب کیا کہ قبیلے کے لوگ شور مچاتے اور اچھلتے ہوئے منتشر ہوگئے۔ وہ اپنے ساتھ معذور لوگوں کو بھی لے گئے۔ مکان میں آ کر میں نے فزارو کو حکم دیا کہ ''ان دس بدقسمت لوگوں کو جنگل میں لے جا کر ختم کر دیا جائے کیوں کہ لوگ ان کی دیکھ بھال نہیں کر سکتے۔'' یہ فیصلہ کر کے مجھے ایک دکھ محسوس ہوا لیکن موت ہی ان کی نجات کا سبب رہ گئی تھی۔

اس وقت توری کی منتخب حسین دوشیزائیں، سریتا کا سنگھار کر رہی تھیں، میں نے اسے دیکھا۔ اس نے شرما کا نظریں جھکا لیں کبھی کبھی میں سوچتا تھا کہ سریتا کس کے لیے سنگھار کرتی ہے؟ وہ اور دلکش ہوگئی تھی۔ وہ مجھ سے بہت کم بات کرتی تھی، بس کچھ ایسی حسرت آمیز نگاہوں سے دیکھا کرتی کہ مجھے اپنی آنکھیں اس کی طرف سے ہٹانی پڑتی تھیں اس وقت بھی یہی ہوا۔ میں نے اسے دوسرے کمرے میں چلے جانے کے لیے کہا کیوں کہ اس کی موجودگی سے شوالا کے خونیں اقدام پر غور کرنے میں مجھے تامل ہوتا۔

ہر چند کہ یہ ایک بے رحم مظاہرہ تھا مگر اس سے شوالا کی الجھن، بے چینی اور جلن کا اندازہ ہوتا تھا۔ اس نے میرے انتظار کے دن اور کم کر

دیے تھے اور مجھے مزید آگے بڑھنے کے لیے موقع فراہم کر دیا تھا۔ مجھے جس بات کی توقع تھی، شوالا نے دیر سے سہی لیکن کی ضرور۔ اس نے حماقت کا ثبوت دے دیا تھا، اس کے قبیلے کی آبادی منتقل ہو جانے کے بعد مجھ میں اس سے نبرد آزمائی کی وہ شدت نہیں رہی تھی جو پہلے تھی۔ شوالا کی اس اذیت ناک حالت سے ایک لطف محسوس ہوتا تھا۔ اب مجھے زارمے کا انتظار تھا اور ان چند ساتھیوں کا جو شوالا کے ساتھ رہ گئے تھے۔ تنہا ہو کر شوالا کیسا دلچسپ شخص ہو جائے گا؟ مگر وہ تنہا نہیں رہ سکتا تھا۔ فلورا بھی آخر دم تک اس کے ساتھ ہو گی اور نربگا بھی.............. جزیرہ بیزنار کا وہ دیو قامت شخص.......... مجھے اسے دیکھنے کا اشتیاق تھا۔ جب فلورا اور نربگا کے سوا تمام لوگ شوالا کو چھوڑ دیں گے، کیا اس وقت بھی تاریک براعظم کی حسین و جمیل ملکہ اقابلا اپنے دست حنائی کو جنبش نہیں دے گی؟ شوالا اپنے لوگوں سے مایوس ہو کر آخر جلد از جلد مقابلے کا آرزو مند ہو گا اور کاہن اعظم سمورال کو یہ کہر آلود فضا صاف کرنے کے لیے جلوہ گر ہونا پڑے گا۔ شوالا کے خون سے میرے چہرے کا رنگ سرخ ہو گا۔ اس کی ہزیمت سے میرے اقبال میں اور بلندی پیدا ہو گی۔ کبھی نہ کبھی اس مجلس کے دریچے وا ہوں گے۔ اس کے رخ زیبا کی دید ایک ظالم اور سفاک شخص، شوالا کی عجلت اور جلد بازی پر منحصر ہے میں کہہ چکا ہوں کہ یہ خانہ خرابی، یہ فتنہ و فساد نہ میری طبیعت کے مطابق تھا نہ مجھے اس کی ضرورت تھی۔ میں پہلے ہی دو قبیلوں کا حکمران تھا، یہ سارا کھڑاگ تو اس کی نظروں میں سرفراز ہونے کی وجہ سے تھا۔ اس کا جلوہ میری سرکشی سے مشروط تھا۔ اس کا قرب میری شجاعت سے وابستہ تھا۔ میں نے یہ نکتہ پا لیا تھا کہ اسے حاصل کرنے کے قرائن کیا ہیں؟ ورنہ کیا تھا، ایک تہذیب یافتہ شخص ننگ دھڑنگ وحشیوں کے درمیان تھا، جن کے ہاں انسان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ مابعد الطبیعیاتی مظاہر کی آماجگاہ جہاں قدم قدم پر خطرے ہوں، کس کے دماغ میں یہ معرکے سر کرنے کی سمائے گی۔ کوئی نہیں۔ ہمارے ساتھ آنے والے سب لوگ مر چکے تھے۔ سرنگا اپنی طاقتوں اور دیوی کی مدد سے زندہ تھا، ڈاکٹر جواد کو حکمت کے سبب سے، عورتوں کو ان کے حسن کی بنا پر رعایت ملی تھی اور مجھے اس کہکشاں بدن کی تحریک نے زندہ رکھا تھا۔

شام کے قریب جب بستی کے لوگ شکار سے لدے پھندے واپس آئے تو ان کے ساتھ زارمے اور اس کے ساتھی بھی موجود تھے، فزارو نے زارمے اور اس کے ساتھیوں کو گزشتہ دن کے مطابق لوگوں کو ورغلاتے اور شوالا کے قبیلے کی سرحدوں کی طرف جاتے دیکھا تو ایک بڑے گروہ نے انھیں روک لیا، فزارو نے زارمے کے طلسم کا رنگ چڑھنے سے پہلے ہی احتیاطی تدابیر اختیار کر لی تھیں۔ اس نے زارمے اور اس کے ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ وہ دور اندیشی کے تحت جابر بن یوسف الباقر کے قبیلے میں آ جائیں کیونکہ وہی آئندہ دنوں میں اس پورے علاقے کا سردار ہو گا۔ زارمے شاید اسی دعوت کا منتظر تھا۔ وہ کچھ پس و پیش کے بعد تیار ہو گیا۔ اس کے ساتھ اس کے ساتھی بھی آ گئے۔ یہ آخری آدمی تھے۔ اب شوالا کے پاس نربگا اور فلورا رہ گئے تھے.............. ہاں، ایک اور شخص ڈاکٹر جواد۔ میں نے اپنے دروازے پر جب ان گنت آوازوں کا شور سنا تو باہر آ کر دیکھا فزارو کے قریب زارمے کھڑا تھا۔ اس کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔ میں اس مرد جری کے قریب گیا اور میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر شکایتی انداز میں کہا۔

''زارمے! تم نے آنے میں دیر کر دی۔''

زارمے نے نگاہ اٹھا کر مجھے دیکھا اور زمین پر اوندھا لیٹ گیا۔ میں نے اس کا بازو پکڑ کر اٹھایا۔ ''مجھے خوشی ہے کہ میرے علاقے میں ایک لائق التفات شخص کا اضافہ ہوا ہے میں نے تمہارے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔ جابر بن یوسف تمھیں فزارو کے مساوی درجہ دیتا ہے۔''

زارے کی آنکھیں دمک اٹھیں اور ہجوم نے نعرہ ہائے تحسین بلند کرتے ہوئے اپنے نیزے زمین میں گاڑ دیے۔ عورتوں نے عالم جنون میں سر ہلانے شروع کر دیے۔ تنومند زارے کی آنکھوں سے ذہانت مترشح تھی۔ وہ دوبارہ میرے قدموں پر جھک گیا۔ اٹھا تو عقیدت کے ساتھ بولا۔

"جارا کا تمھیں اور رفعتوں سے نوازے۔ تمہارا دل تمہارے دماغ کی طرح بڑا ہے۔ مقدس اقابلا یقیناً تمہارے دل اور ذہن کے حال سے آشنا ہو گی۔ تم اس کی نظروں میں ایک مقام پیدا کرو گے۔ ہم سب تمہارے لیے دعا گو ہیں۔ دیوتا تم پر اپنا سایہ قائم رکھیں۔"

زارے کی آمد پر اس دن شام قبیلے میں کچھ زیادہ ہی سرمستی کا مظاہرہ کیا گیا۔ زارے کے بیان کے مطابق شوالا آبادی کے انخلا سے سخت پریشان اور آزردہ خاطر ہو گیا تھا۔ اسے اپنی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کے لیے خود اٹھنا پڑتا تھا اور وہ اپنے وفادار ساتھیوں پر شک کرنے لگا تھا۔ نربگا اور وہ گھنٹوں سر جوڑ کر ایک دوسرے سے مشورے کرتے تھے۔ نربگا ہی نے شوالا کو عجلت سے باز رکھا تھا۔ زارے کا خیال تھا کہ نربگا میں دیوتاؤں سے قرب رکھنے کے لیے اعلیٰ اوصاف موجود ہیں۔ اس نے شوالا کی موجودہ ذہنی کیفیت کی ایک ایک بات مجھے تفصیل سے بتائی۔ اس کے قبیلے میں زارشی سے میری واپسی کا چرچا بڑی شدت سے کیا گیا تھا۔ باگمان میں میری سرداری کی خبر سے بھی شوالا کو دھچکا پہنچا تھا۔ فلورا کو آج بھی اس کی پسندیدہ عورتوں میں سب سے ممتاز درجہ حاصل تھا۔ زارے نے بتایا کہ وہ خاموش اور غم زدہ سی رہتی ہے۔ شوالا اس سے جھجکتا اور ڈرتا ہے۔ اس نے نربگا سے اپنے اس نادر تحفے کا تعارف کرایا تھا اور مہمان نوازی کے طور پر کتنی ہی راتیں فلورا کو اس کے پاس بھیجا لیکن نربگا ہمیشہ شوالا سے شکایت کرتا رہا کہ فلورا نے اس کے ساتھ شب بسری سے انکار کر دیا تھا۔ شوالا بہ جبر فلورا کو نربگا کے پاس نہیں بھیج سکتا تھا کیونکہ مجھ سے شکست کھانے کے بعد فلورا نے اپنی مرضی سے شوالا کے پاس رہنا پسند کیا تھا۔ زارے شوالا کی تمام کمزوریوں، خامیوں، خوبیوں اور طاقتوں سے واقف تھا۔ اس نے مجھے خوش کرنے کے لیے فلورا کا ذکر بطور خاص کیا۔ اور فلورا کا ذکر کر کے اس نے مجھے اداس کر دیا۔ کون جانتا تھا کہ اس گوہر نایاب کے حصول میں' میں نے کیا کیا انقلاب دیکھے تھے؟ فلورا اب کیسی ہو گئی ہو گی؟ کیا اس کے شہابی رخسار اب بھی دمکتے ہوں گے؟ اس کی غزالی آنکھیں اب بھی چمکتی ہیں؟ کیا اس کے سانسوں سے اب بھی خوشبو آتی ہے؟ وہ حسین گجرا ایک کریہہ صورت وحشی کے گلے میں لٹکا ہوا ہے۔ یہ کیسا تماشا ہے؟ مگر فلورا اب میرے پاس آ بھی جائے گی تو کیا ہو گا وہ میرے لیے بڑی اجنبی ہو گی............ میں اس سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتا............ جب وہ یہ خیال کرے گی کہ جابر بن یوسف نے اس کا خیال ترک کر کے کسی اور آستانے پر سر نیاز خم کر دیا ہے تو اس کا کیا حال ہو گا؟ مگر اسے کیا اندازہ کہ جابر بن یوسف کا دل اپنے قابو میں کب رہا ہے۔ اس پر تو کسی اور کا سایہ ہے۔ وہ تو طلسم میں گرفتار ہے۔ اس کے پاس شعور کہاں ہے؟

زارے کی آمد کے دوسرے دن اچانک ڈاکٹر جواد میرے قبیلے میں آ گیا۔ اسے نہایت عزت سے میرے روبرو پیش کیا گیا۔ مجھے اس شخص سے کوئی رغبت نہیں تھی۔ اس لیے کہ اس نے سریتا پر ہاتھ اٹھایا تھا' حالانکہ وہ میرے ان ساتھیوں میں شامل تھا جو اس سحر خانے میں اسیر ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر جواد نے اپنی دنیا کی ایک بدنصیب لڑکی کا خیال نہیں کیا تھا تو میں اسے پہلو میں کیوں نشست دیتا۔ ڈاکٹر جواد ایک طبیب تھا اور طبیبوں کو توری میں عزت کا مقام حاصل ہوتا ہے اس لیے میں اسے آسانی سے نہیں نکال سکتا تھا۔ یقیناً وہ کسی سردار سے بالا نہیں تھا، میں نے اس سے درشت لہجے میں پوچھا "تمہاری آمد کا مقصد کیا ہے؟"

''سیدی جابر! میں ڈاکٹر جواد ہوں، تمہارا ساتھی۔'' اس نے اشتیاق سے کہا۔

''میں تمہارے نام سے واقف ہوں لیکن مہذب دنیا کے رشتے توڑنے میں تم نے خود ہی پہل کی تھی۔ تم نے اپنے دوست سرنگا کی لڑکی سریتا کا بھی خیال نہیں کیا.........میں، میں تمہاری کوئی اعانت نہیں کر سکتا۔''

''میں تم سے شرمندہ ہوں، جابر بن یوسف! تمھیں معلوم ہے میری ذہنی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ اب میں ہوش میں آیا ہوں مجھے ندامت کرنے کو بہت دن مل گئے تھے۔'' ڈاکٹر جواد لجاجت سے بولا۔

''اب تم کیا چاہتے ہو؟'' میں نے خفگی سے پوچھا۔

''میں تمہارے قبیلے میں رہنا چاہتا ہوں، تم نے ذہانت اور تدبر کا جو شاندار مظاہرہ کیا ہے، میں تمھیں اس کی داد دینا چاہتا ہوں شوالا حواس باختہ ہے۔ وہ شدید اذیت اور خفتان میں مبتلا ہے۔ تمہارے ہاں ایک شخص کی کمی ہے.........میری.........میں ایک بڑا طبیب ہوں۔'' ڈاکٹر جواد نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔ ''میں نے یہاں کی جڑی بوٹیوں پر تحقیق کی ہے اور یہاں کے طریقہ ہائے علاج سے خاصا استفادہ کیا ہے۔ کیا تم اپنے باکمال دوست کو معاف کر کے اپنے ساتھ رکھنا پسند نہیں کرو گے؟''

''تم بے اعتبار شخص ثابت ہو چکے ہو۔'' میں نے کہا

''تم مجھے ایک موقع دو۔ میں اپنا اعتبار بحال کروں گا۔''

''جاؤ۔ تو پھر کسی جھونپڑی میں مقیم ہو جاؤ اور میرے سامنے کم سے کم آیا کرو۔ تمھیں عورتوں کی ضرورت ہو تو تم ان کی مرضی سے انھیں حاصل کر لو۔''

''میں اپنے دوست کو سلام کرتا ہوں۔'' جواد نے پر مسرت لہجے میں کہا۔

''شوالا کا کیا حال ہے؟'' وہ جانے لگا تو میں نے پوچھا۔

سیدی! شیر زخمی ہو گیا ہے۔'' اس نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

''تو وہ کب آبادی کی طرف بڑھے گا؟'' میں نے پوچھا

''بہت جلد۔ اب وہاں کیا رہ گیا ہے؟ وہ سفید چڑیا ابھی تک اس کے پنجرے میں ہے۔ کچھ دن بعد تمہارے پنجرے میں آ جائے گی۔''

''زربگا کیا کہتا ہے؟''

''وہ میری طرح کہیں محفوظ مقام پر جانے کے بہانے سوچ رہا ہے۔''

ڈاکٹر جواد بھی آ گیا تھا، اس کی خوشامدانہ باتوں کے باوجود اس کی طرف سے میرے نہاں خانہ دل میں ابھی تک گرد جمی ہوئی تھی۔ اب سارا کام مکمل ہو چکا تھا۔ اگر اب بھی کاہن اعظم سمورال یا اقابلا کا فرستادہ نہیں آیا تو کیا شوالا کی حرکت قلب بند ہو جانے کے بعد آئے گا۔ میں سمجھتا تھا، کسی کو اس وقت سے پہلے آنا چاہیے تھا، اس وقت جب لوگ ادھر سے ادھر منتقل ہو رہے تھے۔ وہ اس وقت نہیں آئے تو پھر انھیں اس کے بعد اس

طرف توجہ دینی چاہیے تھی۔ اگر وہ اس مرحلے کے بعد بھی نہیں آئے گا تو پھر اس کا یہ مطلب ہے کہ مجھے اپنی فکر کا رخ بدلنا ہوگا۔ مجھے بہت سے اندیشوں کے بارے میں غور کرنا چاہیے۔ جزیرہ انگرومامے میری واپسی کو قصر اقابلا میں پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھا گیا میں ایک مشکوک شخص ہوں۔ اقابلا نے جزیرہ انگروما کے عالموں کی رائے کے مطابق میرے ساتھ مغائرت کا سلوک کیا ہے۔ اس کی نظروں میں اتنی شدتوں اتنے جذبوں کی کوئی وقعت نہیں ہے کیوں کہ مجھ سے پہلے بہت سے، ایسے جذبات کا اظہار کر چکے ہیں اور ناکام ہوگئے ہیں۔ اس کا حصول' اس کا قرب ناممکن ہے۔ میں نے ایک بونا شخص ہوں، میری بساط اس عظیم طلسم کدے میں کیا ہے؟ میں نے زارشی، باگمان اور انگروما میں علم وفضیلت کے جو اسباق یاد کیے ہیں، وہ بڑے ابتدائی ہیں........ مجھے اپنے متعلق سوچنا ہوگا۔ مجھے سرنگا کے پاس جانا چاہیے اور اس سے کوئی مشورہ لینا چاہیے۔ سرنگا زندہ ہے تو تنہائی کا احساس جاتا رہے گا۔ میں سرنگا کے پاس نہیں گیا، میں نے سوچا، مجھے کچھ دن اور انتظار کرنا چاہیے شوالا سے مبارزت کے لیے میں کاہن اعظم کو پہلے ہی دعوت دے چکا ہوں۔

قبیلے کی زندگی میں بڑا جوش تھا۔ اب ان کے ہاں چہ میگوئیاں ہونے لگی تھیں کہ کب شوالا ادھر کا رخ کرتا ہے اور جابر بن یوسف کے قدموں میں لیٹ کر اپنی شکست کا اعتراف کرتا ہے۔ زارمے اور فزارو اصل میں قبیلے کے سیاہ وسفید کے مالک تھے۔ میرا زیادہ وقت تو اپنے مہ کامل کی دید کے اشتیاق وانتظار میں گزرتا تھا۔ میں تو ایک پاگل شخص تھا۔ میں عربی کے مشہور شعر گنگناتا تھا اور سریتا کو ان کے معانی سناتا تھا۔ وہ شرماجاتی تو میں اس کے رخسار کی چٹکی لے لیتا۔ اب بھی میری راتیں ویران تھیں۔ دوسرے کمرے میں حشر بداماں سریتا تھی۔ اس کمرے میں میری ایک ہوس ناک آواز کی بے شمار دوشیزائیں منتظر رہتیں، لیکن یہ ایک امتناع تھا۔ ایک ضد........ ایک امتحان جو میں نے خود اپنے آپ مسلط کیا تھا۔ ہاں میں سرخ وتر لبوں کو دیکھتا تو مجھے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوتا۔ میرے پاس چشمے بہہ رہے تھے اور میں کنارے کھڑا انھیں حسرت سے دیکھتا تھا۔ میرے لوگ میری اس کنارہ کشی اور ضبط پر حیران تھے۔

ان سرد و بے کیف دنوں میں چند دنوں کا اضافہ کر لیجئے۔ ہر لمحے کسی کی آہٹ کا انتظار تھا اور دن گزرتے جاتے تھے۔ میرے اردگرد مایوسیاں پھیل رہی تھیں نہ شوالا کی طرف سے کوئی خبر ملتی تھی اور نہ ہی اس آتش نفس کی طرف سے کوئی پیغام موصول ہوتا تھا، میں نے ایک دوبار کاہن اعظم سے ملاقات کے لیے زارمے کو بھیجا لیکن اس نے کوئی امید افزا جواب نہیں دیا۔ پھر میں نے تاریک براعظم میں پھیلے ہوئے جزیروں اور نربگا کے متعلق زارمے اور فزارو سے معلومات حاصل کرنی شروع کیں۔ وہ ایک کے بعد ایک جزیرے کا نام لیتے تھے جہاں آبادی کی منتقلی خاص احکام کے تحت عمل میں آئی تھی۔ بڑے سردار اور وہ لوگ جنھیں سرداروں نے یا اقابلا نے اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا ہے، وہی ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے جاسکتے تھے۔ چنانچہ بہت سے نام انھیں خود معلوم نہیں تھے۔ زارمے اور فزارو کے خیال میں ساری دنیا انھی جزیروں پر مشتمل تھی، اور اقابلا کا ئنات میں سب سے افضل مقام پر فائز تھی جو علاقے اس کے زیرنگیں نہیں تھے، وہ کسی اور کائنات سے تعلق رکھتے تھے۔ میں کسی اور دنیا سے تعلق رکھتا تھا، کائنات اور دنیا وہ ایک ہی معنی میں استعمال کرتے تھے۔ اقابلا ایک لافانی حقیقت ہے، جب تک دیوتا خوش ہیں وہ موجود ہے، نسل درنسل وہ اس کا نام سنتے آئے تھے اسے ایسی طاقتیں دیوتاؤں نے ودیعت کی ہیں، جو دیوتاؤں سے مختص ہیں۔ وہ ایک بڑی ساحرہ ہے۔ اس کا حسن لازوال اور

ساری دنیا میں لاثانی ہے۔ زارمے اور فزارو نہایت عقیدت سے اس کی صفات بیان کرتے رہے۔ جزیرہ بیزنار کے متعلق انہوں نے یہ دلچسپ انکشاف کر کے مجھے استعجاب میں ڈال دیا کہ وہاں سلطنت اقابلا کی سب سے حسین عورتیں موجود ہیں اور وہ علاقہ، خوب صورتی میں سب سے اعلیٰ ہے۔ انہوں نے آج تک اس جزیرے پر قدم نہیں رکھا تھا لیکن لوگوں کی زبانی سنا تھا کہ وہ جزیرہ حسن اور دلکشی کے اعتبار سے ممتاز ترین ہے۔ تاریک براعظم کے بیش بہا عجائب اور نوادر اس جزیرے پر موجود ہیں۔ جزیرے کا سردار نربگا کا بھائی ارمیگا ہے۔ اس کی طاقت و ساحری کے قصے دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ وہاں تاریک براعظم کا سب سے بڑا ساحر جالموش بھی رہتا ہے، لوگوں کا کہنا ہے کہ جالموش ایک طویل زمانے سے زندہ ہے روایت ہے کہ جالموش کو مقدس اقابلا کا قرب حاصل ہے وہ جزیرے میں ایک علیحدہ مقام پر رہتا ہے۔ وہ ارمیگا کے معاملات میں دخل انداز نہیں ہوتا اور ارمیگا اس کے معاملات میں دخل نہیں دیتا۔

جزیرہ اسمار میں عورتوں کی حکومت ہے، دوسرے جزیروں کی طرح وہاں عورتوں کو مردوں کے حصول میں طاقت کا مظاہرہ کرنے کی آزادی ہے۔ وہاں کے قوانین عجیب وغریب اور سخت ہیں۔ بزرگ کہتے ہیں کہ جزیرہ بیزنار کے ایک شخص نے ایک بار ان عورتوں سے ان کی حکومت چھین لینے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ان کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہوسکا تھا۔

''کیا ان جزیروں پر عام آدمی کو جانے کی اجازت نہیں ہے؟'' میں نے یہ حیرت انگیز حقائق سن کر پوچھا۔

''اگر دونوں سرداروں کے مابین کوئی ایسا سمجھوتا ہوجائے تو اجازت ہے۔'' زارمے نے جواب دیا۔

''کیا سرداروں کی معرکہ آرائی کے علاوہ ان کے عام لوگ آپس میں جنگ وجدل نہیں کرتے؟''

''اگر مقابلے کے لیے بات طے ہوجائے تو قبیلے آپس میں لڑنے کے لیے آمادہ ہوجاتے ہیں۔'' فزارو نے کہا۔

فزارو اور زارمے کی معلومات محدود تھیں۔ میں اس سے پہلے بھی یہ حکایات سن چکا تھا لیکن میں نے کبھی یہ حقائق درخور اعتنا نہیں سمجھے تھے۔ ان مایوس کن لمحات میں دوسرے جزیروں کی تفصیل سن کر مجھے اپنے قد کا اندازہ ہوا۔ میرا قد وسیع وعریض سلطنت اقابلا کے مقابلے میں بہت چھوٹا تھا۔ میں تو کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ اس پر میرا یہ غمزہ تھا کہ میں ان سب میں ممتاز اور جلیل ہوں مجھے آندھیوں نے گھیر لیا۔ اس کے قرب کی تمنا میں عمر صرف ہوجائے گی۔ انگروما ان علاقوں میں سب سے خوب صورت اور عافیت کا علاقہ تھا۔ وہاں آزادی تھی۔ وہاں نیشا اور کیشا تھیں۔ وہاں داناؤں۔ عالموں اور ساحروں کا ایک اژدہام تھا، جن کے ہاں ہر فرد کی اہمیت تھی۔ وہ جنت نظیر تھا، میں اس بیاباں میں کیوں آ گیا؟

شاید وہ سچ کہتے تھے، اسے میرے بارے میں غور کرنے کی فرصت کہاں ہوگی؟ سلطنت کے کتنے ہی شخص اس کے لمس جاوداں کے امیدوار ہوں گے۔ اس کا حسن ایک سحر ہے اس سحر میں سب گرفتار ہیں۔ انھی میں ایک میں بھی ہوں۔ میری جلد کا رنگ مختلف ضرور ہے۔ میرا لہجہ فصیح ضرور ہے۔ میرے اطوار شستہ ضرور ہیں لیکن میں بہت پیچھے کھڑا ہوں، آہ جابر بن یوسف الباقر تمہارے سر کو کیا ہوگیا ہے؟

ابتلا و کشمکش کے ان ایام میں کوئی فیصلہ کرنے کے لیے میں نے کاہن اعظم سموراں کی خدمت میں مختلف قسم کے پیغامات بھیجے۔ کبھی میں نے کہا، میں اپنے دوسرے قبیلے باگمان واپس جانا چاہتا ہوں۔ کبھی میں نے بیزنار کے سردار ارمیگا سے مقابلہ کرنے کی درخواست بھیجی، کبھی میں نے شوالا کے باب میں اس سے عجلت کا مطالبہ کیا، کبھی اقابلا کے حضور اپنی حاضری کا اشتیاق ظاہر کیا، زارمے میرا پیغام بر تھا۔ وہ میری اطلاع کے مطابق

خانوادہ سمورال سے قریب تھا۔ ان پیغامات کے جوابات کے لیے وقت کا تعین نہیں کیا گیا تھا۔ صورت حال میں سرمو فرق نہیں آیا اور میں اپنے دل میں ہزاروں اندیشے پرورش کرتا رہا اور تنہائیوں میں سنگ دل اقابلا سے باتیں کرتا رہا۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ اس کی سماعت بڑی حساس ہے۔

ڈاکٹر جواد نے قبیلے میں ایک شائستہ زندگی شروع کر دی تھی وہ طبی فرائض کے علاوہ قبیلے میں تعمیری طور پر انجام دی جانے والی سرگرمیوں میں بھی حصہ لینے لگا تھا۔ وہ شام کو عموماً گلیوں میں نظر آتا، جہاں شراب اور حسن کے سوتے پھوٹ پڑتے تھے۔ وہ اکثر میرے مکان میں بھی چلا آتا اور گزشتہ زندگی کی یادیں تازہ کیا کرتا، میں نے محسوس کیا کہ وہ سرینا سے نظریں چراتا ہے۔

☆==========☆==========☆

ایک تزختی دوپہر کو مجھے اپنے کمرے میں اطلاع دی گئی کہ کاہن اعظم سمورال میرے قبیلے کی طرف گامزن ہے۔ مجھے اس پر یقین نہیں آیا، میں نے اپنے سینے پر نظر ڈالی، دیوتاؤں کے نوادر تیزی سے سجائے، سریتا نے میری مدد کی۔ میں نے حکم دیا کہ کاہن اعظم کو ایک جلوس کی شکل میں یہاں لایا جائے۔ حکم کی دیر تھی۔ اچانک نقارے پٹنے لگے اور لوگ ایک جگہ جمع ہو کر کاہن اعظم کے راستے میں کھڑے ہو گئے۔ میں سج سجا کر بیٹھا تو سریتا نے اپنی انگلیوں سے میرے بالوں میں کنگھی کی۔ کاہن اعظم کی اچانک آمد سے جمود و سکوت کی یہ فضا ٹوٹنے والی تھی۔ چند لمحوں بعد ڈھول تاشوں کی گونج قریب آتی گئی۔ میں اس کی پذیرائی کے لیے باہر آ گیا۔ توری کی ساری آبادی اکٹھی ہو گئی تھی۔ صرف وہ لوگ ان میں شامل نہیں تھے جو مشترکہ علاقے میں شکار کو گئے تھے۔ فزارو اور زارے راستہ بناتے ہوئے سمورال کو لا رہے تھے۔ دور سے مجھے اس کی جھلک نظر آتی۔ میں ایک عرصے بعد سمورال کو دیکھ رہا تھا۔

میں نے جھک کر اپنے انداز میں اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ سمورال کے چہرے پر فکر کی لکیریں ابھری ہوئی تھیں۔ اس نے میری طرف حیران کن نظروں سے دیکھا۔ میں اس کی نگاہیں محسوس کر رہا تھا جو بار بار میرے سینے پر آراستہ تحفوں اور خاص طور پر شپالی اور ڈگبی کے سینگوں کی جانب اٹھ رہی تھیں۔ سمورال کے چہرے پر ہمیشہ ایک پروقار سنجیدگی چھائی رہتی تھی مگر اس وقت وہ عجیب تذبذب کے عالم سے دوچار تھا۔ شاید اس کی نظریں میرے تحفوں کی قدر و قیمت کا اندازہ کر رہی تھیں۔ شاید وہ میری شجاعت، بلند ہمتی کے ایقان کا اعادہ کر رہا تھا۔ میں سمورال کے تذبذب سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ فزارو اور زارے سمورال کی پشت پر ہاتھ باندھے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ میں نے تخاطب میں پیش قدمی کی۔

''آؤ...... آؤ...... جزیرہ توری کے مقدس کاہن! ایک عرصے بعد میں کاہن اعظم کو خوش آمدید کہتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں۔ کاہن اعظم نے میرے متعدد پیغامات کے جواب میں یہاں آ کر میرا اقبال بلند کیا ہے۔ میں اس عزت کے لیے اس کا شکر گزار ہوں میں شدت سے تمہارا منتظر تھا۔''

سمورال کی روایتی سنجیدگی واپس آ گئی۔ اس نے خشک نظروں سے مجھے گھور کر دیکھا پھر سپاٹ اور بے جان آواز میں مخاطب ہوا۔

''جابر بن یوسف تمہارے سینے پر آراستہ یہ نوادر تمہاری ہمت، شجاعت اور ذہانت کی نشانیاں ہیں، تمہاری کامیاب واپسی تمہاری باطنی خوبیوں کی افزائش کی ضمانت ہے۔''

''حوصلہ افزائی کے یہ چند جملے میرے لیے کسی نادر انعام سے بھی زیادہ ہیں۔ مجھے اجازت دی جائے تو میں کچھ جسارت کرنا چاہتا ہوں۔''

''میں اس وقت تمہارے ذہن میں بیٹھا ہوں۔''

''میں کاہن اعظم سے خصوصی قرب اور اپنے نوادر کی رعایت سے یہ پوچھنے کی جسارت کرتا ہوں کہ کیا ایسے شخص کو جسے خود بالائی طاقتوں نے کسی مہم پر روانہ کیا ہو، اسے کامیاب واپسی پر حوصلہ افزائی میں بخل کا شکوہ ہو تو وہ کس سے فریاد کرے۔''

''مجھے تمہارے سامنے وضاحت کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔'' کاہن اعظم نے کہا۔

''بے شک۔ لیکن شکایت الزام اور جرم سے علیحدہ ہوتی ہے۔ میں اسے اپنا حق سمجھتا ہوں۔ میں نے اس علاقے میں ہمیشہ اس کی وفاداری نباہی ہے۔''

کاہن اعظم سمورال نے مجمع کو اشارہ کیا' وہ سب لوگ الٹے قدموں واپس ہو گئے اور میں اسے اپنے مکان پر لے آیا۔ سریتا دوسرے کمرے میں چلی گئی زارمے اور فزارو بھی باہر رہ گئے۔

''تمہاری شکایت کا کوئی جواز نہیں۔ کیوں کہ تم اس طلسمی نظام کے صرف آلہ کار ہو جو مقدس اقابلا کے اشاروں کا مطیع ہے۔ تمھیں اپنی آخری سانسوں تک اس کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔'' سمورال نے کہا۔

''یہ بے کیف انتظار؟............ کیا میں کوئی درخت ہوں، کیا کوئی پتھر ہوں؟ آہ سمورال' جزیرہ توری کے مقدس کاہن تمھیں انسانوں، درختوں اور پتھروں میں کوئی فرق کرنا چاہیے۔'' میں نے بے زاری سے کہا۔

''تم اس کے سامنے ایک درخت ہو، ایک پتھر ہو۔ کیا اس کی نوازشوں میں تمھیں کوئی شبہ ہے کہ اس نے اس درخت کو اونچائی عطا کی اور اس پتھر کو پہاڑ بنا دیا۔''

''میں اس کے قصر کا کوئی تنکا اور اس کی دیواروں کا کوئی کنکر بننا چاہتا ہوں۔ مجھے اس جام کی شکل دی جائے۔ جو اس کے احمریں ہونٹوں سے مس ہوتا ہے۔ کاہن اعظم کیا تم سمجھتے ہو کہ مجھے اس فضیلتوں کی بے پناہ خوشی ہے؟ نہیں یہ تمہارا گمان ہے۔ میں نے یہ صعوبتیں اس لیے اٹھائی ہیں کہ میں اس کے قرب کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے اپنے اندر شدتیں سمیٹتے ہوئے کہا۔

سمورال کی نظروں میں ایک کیفیت پیدا ہوئی ہے جسے میں کوئی نام نہیں دے سکتا۔ اس نے موضوع بدل دیا۔ ''میں ہربیکا کی یہ آنکھیں دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''بصد شوق۔'' میں نے اپنے قریب رکھا ہوا وہ پتھر اسے دے دیا۔ وہ اسے بغور دیکھتا رہا۔ ''یہ ہربیکا کی آنکھیں ہیں۔'' میں نے کسی قدر فخر سے کہا۔ جو سمندروں میں ہونے والی نقل و حرکت دیکھنے کی طاقت رکھتی ہیں۔ کاہن اعظم! میں نے ہربیکا کا مغز کھایا ہے۔ میں نے اسے زیر کیا ہے۔ تم میرے اتالیق بھی ہو۔ کیا تم میری روداد سننا پسند کرو گے؟''

اس نے ہربیکا کا پتھر مجھے واپس کر دیا۔ ''شاید کبھی۔''

''کیا تمھیں انگروما کے باغیوں کی سرکشی کا علم ہے؟'' میں نے تیزی سے کہا۔

''اس گفتگو کا یہ محل نہیں۔'' کاہن اعظم نے نظریں گھماتے ہوئے کہا۔ ''جو چیزیں تمہارے ادارک و احساس سے ماورا ہیں ان کا تذکرہ میری اجازت کے بغیر مت کرو۔'' اس کے لہجے میں اب بھی کوئی التفات نہیں تھا۔

''میں اپنے پیغامات کے جوابات جاننے کا خواہش مند ہوں، کیا اب بھی قصر اقابلا تک میری رسائی میں کوئی امر مانع ہے؟''

''وہ تمھیں کسی دن طلب کر لے گی۔''

''کب؟''

''جب وہ چاہے گی اور جب تمہارے قلب میں اس کی تمنا شدید ہوگی۔''

''یہ تم نے کیا کہا؟'' میں ناراضی سے بولا۔'' آہ کاہن اعظم میری جوانی کے قیمتی دنوں کا حساب لگایا جائے تو وہ اسی کے تصور میں بسر ہو گئے۔ میں نے خود کو کئی بار پاگل کا خطاب دیا۔ کیا اتنی شدت کے بعد بھی یہ قلب کسی اور کے خیال سے آلودہ ہے؟''

''اس سرزمین پہ صرف وہ ہے۔ تم نے محض اس کے بارے میں شب و روز سوچ کر کوئی نقصان نہیں اٹھایا ہے۔ ایک اجنبی سعادتوں سے شاد کام ہوا ہے۔ تمھیں یہاں کی زمینوں اور انسانوں کا مختار بنایا گیا ہے۔ کیا یہ کم ہے؟'' کاہن اعظم کے لہجے میں ترشی تھی۔

''مگر...... مگر تم میری بات کیوں نہیں سمجھتے؟ کیا میں اظہار پر قادر نہیں ہوں؟ کیا تمہاری ساحرانہ بصیرتیں ماند پڑ گئیں؟ تم میرے اندر کیوں نہیں جھانکتے۔ تم یہ بے اعتنائی کیوں برتتے ہو؟ کاہن اعظم تم اس کے اور میرے درمیان وسیلہ ہو۔ میرے جذبے اس تک منتقل کر دو، اس سے کہو کہ صرف ایک بار حسرتیں پوری کر لینے دے، اس کے بعد وہ میرا نام و نشان مٹا دے۔'' میں نے جذبات میں ڈوب کر کہا۔

''آہ جزیرہ توری کے سادہ دل سردار!'' سوال نے باوقار لہجے میں کہا۔ ''شجاعت کے کھیل دکھا، معرکے سر کر، آسمان تجھ پر مہربان ہے، زمین تیرے قدم سے دہل جاتی ہے۔ یہی باتیں اسے پسند ہیں کیا عجب ہے کہ جس کی تمنا سب کرتے رہے تو اس لذت لامحدود سے آشنا ہو جائے اور کیا عجب کہ تو ایک بڑے تلاطم کا سبب بن جائے۔''

''میں دھوم مچا دوں گا۔ مشرق تا مغرب میرا نام زمین پر ثبت ہو جائے گا مگر تمھیں میرا عرفان ہے کہ ہوس اقتدار میری سرشت میں نہیں ہے۔ بس تم سے میری درخواست ہے کہ میری تربیت کرو۔ تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ میں اپنے فاضل اتالیق کا ایک قابل فخر شاگرد ثابت ہوں گا۔'' تم مجھے جمرال کی جگہ سمجھو اور مجھے سب سے پہلے شوالا کو زیر کرنے کا موقع دے کر توری کے دونوں قبیلوں کا حاکم بننے میں مدد دو۔''

''جابر بن یوسف! سردست تم میری نظر میں ایک فریق ہو۔ جب تک شوالا کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ میری ہمدردیاں منقسم ہیں۔''

''کیا تم اب بھی شوالا کے بارے میں کوئی اعلان نہیں کرو گے؟ اس وقت تمہاری آمد کا مقصد توری میں میری واپسی اور حکمرانی کی توثیق ہے یا میری متعدد پیغامات کے جواب کے ذیل میں تم کچھ کہو گے؟'' میں نے بے چینی سے کہا۔

''میں تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ شوالا سے مقابلے کی درخواست قبول کر لی گئی ہے۔ شوالا نے بھی آمادگی کا اظہار کر دیا ہے۔''

''اوہ۔'' میں مسرت سے اچھل پڑا۔ میرے محترم کاہن۔ اور یقیناً وہ بھی حسب سابق مقابلے کے روز بہ نفس نفیس رونق افروز ہو گی؟ وہ جو طلسم و افسوں کی اس سرزمین کی کلید ہے۔''

''ممکن ہے وہ شجاعت کا یہ مظاہرہ دیکھنا پسند نہ کرے۔''

''میں اسے دکھاؤں گا کہ میں کتنی توانائی کی قدرت رکھتا ہوں۔ میرے ہاتھوں میں کتنا پتھر اور فولاد ہے۔'' میں نے جوش سے کہا۔

''جابر بن یوسف۔'' کاہن اعظم چبھتی ہوئی آواز میں بولا۔ ''نیکیاں تمہاری راہبر نہیں ہیں۔ تمہارا حافظہ کمزور ہے۔ تم ابھی اس سرزمین پر اجنبی معلوم ہوتے ہو۔''

میں اس کی معنی خیز گفتگو کا مفہوم سمجھ گیا۔ ''ہاں مقدس کاہن! تمہارا قیاس درست ہے۔ توری میں آ کر میں باگمان، زارشی اور انگروما کا ایک

شجیع اور متحرک شخص نہیں رہا۔ میں نے یہاں واپسی کے بعد اپنی تعلیم تربیت اور جادوئی اسرار سمجھنے اور دوسرے کمالات سیکھنے پر اس لیے توجہ نہیں دی کہ میرے اردگرد تذبذب اور کش مکش کی دیوار کھڑی کر دی گئی تھی۔ میرا خیال تھا۔ میری واپسی بہت بڑا واقعہ ہے۔ مجھے اعزازات سے نوازا جائے گا۔

لیکن جو دن گزرتا رہا وہ مجھ پر اندیشے مسلط کرتا رہا۔ پھر میں نے خیال چھوڑ دیا۔ ہر طرف اندھیرا تھا۔ تمہاری دل خوش کن آمد کے بعد یہ سیاہ پردہ چاک ہوا ہے۔ اب میں یہ سوچنے کا حوصلہ رکھتا ہوں کہ مجھے شک سے بالا سمجھا گیا ہے۔''

کاہن اعظم سموراں نے مجھے اطلاع دی کہ تین دن بعد شوالا سے مقابلہ منعقد کیا جائے گا چلتے چلتے اس نے یہ مژدہ بھی سنایا کہ مقدس اقابلا نے سرنگا پر عائد شدہ بندشیں اٹھالی ہیں۔

میں نے بڑھ کر اس کا ہاتھ چوم لیا اور اقابلا کی تعریف و توصیف میں اپنے بیان کا کمال دکھانے کے بعد اسے جلوس کی شکل میں رخصت کر دیا۔ میں بھاگا ہوا اندر آیا اور میں نے سریتا کو کمر سے اٹھا کر یہ خبر سنائی کہ سرنگا اب آبادی میں واپس آسکتا ہے۔ سموراں کے جانے کے بعد حبس، تکدر، اختلاج اور انتشار کی کیفیت ختم ہوگئی۔ سموراں مبہم الفاظ میں بہت سی معنی خیز باتیں کہہ گیا تھا۔ اسی وقت قبیلے میں شوالا سے مبارزت کا اعلان کر دیا گیا اور قبیلے کی آبادی جارا کا کی عبادت میں سربسجود ہوگئی۔ مجھے شوالا کی یہ بہادروں کی ادا پسند آئی کہ اس نے خودکشی کرنے کے بجائے مقابلے کو ترجیح دی۔ وہ عزت کی موت مرنا چاہتا تھا اور میں اسے اس سے محروم نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ کیونکہ مقابلے میں اقابلا کی موجودگی کا امکان قوی تھا۔ اس کے سامنے میں اپنے آہنی بازوؤں کی نمائش کر سکتا تھا۔

اسی وقت میں قبیلے کے ایک بہت بڑے گروہ کے ساتھ سرنگا کے غار تک گیا۔ میں نے گروہ کو ایک خاص مقام پر ٹھیرا کر غار میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ مجھے حسب سابق دشواری پیش آئی۔ مگر شپالی نے میرا کام آسان کر دیا۔ سرنگا بے حس و حرکت بیٹھا اپنی عبادت میں مصروف تھا۔ دیوی کی مورتی اس کے سامنے رکھی تھی۔ چراغ کی روشنی میں اس کا چہرہ بے حد بھیانک نظر آ رہا تھا۔ میں نے اسے آواز دی لیکن اس نے میری مسلسل ترغیبوں کا کوئی اثر نہیں لیا۔ میں نے بڑھ کر مورتی اس کے سامنے سے ہٹالی۔ اس کا انہماک ٹوٹ گیا۔ ''سرنگا میرے محترم دوست چلو چلو۔'' میں نے جوش مسرت سے کہا۔ ''تمہاری بندشیں ختم کر دی گئی ہیں۔ میرے ساتھ آؤ۔''

سرنگا اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ کی چمک نمودار نہیں ہوئی۔ ''سیدی جابر ابھی میں نہیں جا سکتا۔'' اس نے مخمور لہجے میں کہا جیسے وہ نشے میں ہو۔

''کیوں؟ سریتا تمہیں یاد کرتی ہے اور سنو۔'' میں نے رازداری سے کہا۔ ''شوالا سے تین دن بعد مقابلہ ہونے والا ہے، کیا تم اس میں شریک نہیں ہوگے؟''

سمجھا کرو سیدی ابھی میرا یہاں رہنا ضروری ہے۔ سریتا کو پیار کر لینا۔'' سرنگا نے مورتی میرے ہاتھ سے چھین لی۔

''تم یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ آؤ سرنگا! باہر نکل کر دیکھو۔''

''نہیں۔ مجھ سے اصرار نہ کرو۔ میں کسی دن خود آجاؤں گا۔''

''کب تک آ ؤ گے؟''میں نے اپنے اصرار سے تھک کر کہا۔

''جلد ہی.........سیدی جابر!''اس نے چراغ کی روشنی بجھا کر کہا۔میری ہدایت ہے کہ تم مزید تربیت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دینا۔سموراں کو اپنے قابو میں رکھنا،سمجھے میں تمھی لوگوں کی خاطر یہاں بیٹھا ہوں ایک بات ذہن میں رکھنا کہ ہمیں یہاں سے واپس جانا ہے۔''

''مجھے تمہارا مشورہ عزیز ہے لیکن سرنگا تم کس دنیا کی باتیں کر رہے ہو؟''

''اب تم جا سکتے ہو۔''اس نے چونک کر کہا۔''مقدس اقابلا عظیم ہے۔''

غار میں ایک خوشبو پھیل گئی تھی۔سرنگا دوبارہ مورتی کو سامنے رکھ کر کھو چکا تھا۔میں نے وہ خوشبو سونگھی اور مقدس اقابلا کی عظمت وفضیلت میں رطب اللسان ہو گیا۔سرنگا کی سخت نگرانی کی جا رہی تھی۔اس کا مطلب یہ تھا کہ قبیلے میں سرنگا کے داخلے کے بعد ہمیں ایک دوسرے سے بہت محتاط انداز میں رابطہ رکھنا ہو گا۔سرنگا پر اس قدر سخت نگاہ کیوں تھی؟ یقیناً ابھی بہت سے اسرار اقابلا کی سلطنت میں رہنے والے عظیم لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوں گے۔

میں واپس آ گیا تھا مگر میں انگروما سے کیسے واپس آیا؟ کیا مجھے انگروما والوں نے فتنہ وسازش کے لیے جزیرہ توری پر دھکیل دیا یا مجھے اور کوئی طاقت کہیں سے کھینچ لائی؟ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جزیرہ توری میں میری واپسی کے بعد وہ میری واپسی کے اسباب وعلل پر غور کر رہے تھے،جب انھیں یقین ہو گیا کہ جابر بن یوسف انگروما میں رہنے کے بعد پاک باز واپس آیا ہے تو انہوں نے کاہن اعظم سموراں کو میری جانب بھیجا ہو گا۔میں اپنے طور پر یہی تجزیہ کر سکتا تھا۔چنانچہ میں افسردگی کے ساتھ وہ گروہ واپس لے آیا جو سرنگا کے استقبال کے لیے گیا ہوا تھا۔

واپس ہوتے ہوتے ہمیں شام ہو گئی۔شام کو توری پر شباب آ جاتا ہے آج میں اس جشن طرب میں شریک ہوا۔ڈاکٹر جواد تین چار دوشیزاؤں کے درمیان شراب کے خم لنڈھا رہا تھا اور وہ حسین دوشیزائیں اس کے ساتھ کھیل رہی تھیں،مجھے دیکھ کر جواد نے ایک قہقہہ لگایا اور اس نے میری طرف گوشت کا وہ ٹکڑا پھینک دیا جو وہ اپنے دانتوں سے نوچ رہا تھا۔میں نے اسے چبا کر کھا لیا۔ڈاکٹر جواد میرے ساتھ چلا آیا اور مقابلے کے لیے اعلیٰ قسم کی جڑی بوٹیاں دینے کی پیش کش کرنے لگا۔یہ دو دن قبیلے نے جشن قبل از فتح میں گزار دیے۔آخری دن میرا دل مچلا جا رہا تھا۔کل عجیب حادثہ ہو گا۔جب اقابلا جلوہ گر ہو گی جب فلورا میری تحویل میں آ جائے گی۔میں ان دونوں سے کیسے نمٹوں گا میں اسی کیفیت میں مبتلا تھا کہ جواد کمرے میں آیا اور اس نے مجھے جڑی بوٹیوں کا ایک تحفہ عطا کیا،مجھے مزید کسی حماقت کی ضرورت نہیں تھی لیکن جواد کا اخلاص دیکھ کر میں نے وہ بوٹی اس کے سامنے نگل لی۔دفعتہً مجھے تشنج کا احساس ہوا اور زمین پر کھڑا رہنا دوبھر ہو گیا۔سریتا نے مجھے گرتے ہوئے سنبھالا۔میرا رنگ نیلا ہونے لگا۔ڈاکٹر جواد غائب ہو چکا تھا۔اس وقت مجھے احساس ہوا کہ ڈاکٹر جواد نے مجھے زہر دے دیا ہے۔ایسا سریع الاثر زہر جس میں جادو کی آمیزش تھی۔جو یقیناً شوالا نے اسے دیا ہو گا۔مجھے اسی وقت بستر پر لٹا دیا گیا میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔مجھے اتنا یاد رہا کہ میں نے اپنی چوبی اژدہا متحرک کرنے کے لیے اسی سختی سے پکڑ لیا تھا اور جب میرے ہاتھ میں اس کا لجلجا جسم آیا تو میں بے ہوش ہو گیا تھا۔

کافی دیر بعد میری آنکھ کھلی تو میں نے فزارو اور زارے کو سرہانے پایا۔سریتا کے زانو پر میرا سر تھا اور وہ پتوں کا بنایا ہوا ایک پنکھا جھل رہی

تھی۔ میرے جسم پر اژدہا پھن پھیلائے رینگ رہا تھا۔ سریتا نے مجھے ہوش میں آتے دیکھ کر میری پیشانی سے پسینہ پونچھا اس کے آنسو ڈھلک کر میرے گالوں پر گرے۔ میں نے ہوش میں آتے ہی شپالی منہ میں رکھ لی اور ایک انگڑائی لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ زارے اور فزارو مودب کھڑے ہو گئے۔ سریتا کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اژدہا میرے قدموں سے لپٹا ہوا تھا۔

''وہ فرعون کہاں گیا؟'' میں نے فزارو سے پوچھا۔

''کون؟'' اس نے حیرت سے کہا۔

''وہی طبیب جواد۔ وہ جہاں کہیں ہو اسے پکڑ کر لاؤ'' میں نے حکم دیا۔ فزارو اور زارے ایک ساتھ دروازے کی طرف لپکے۔

سریتا نے مجھے دوبارہ بستر پر لٹا دیا۔ شوالا نے آخری ذلیل حربہ آزمایا تھا مگر میرے چوبی اژدہے نے متحرک ہو کر وہ سارا زہر چوس لیا تھا جو اس بوٹی میں بھرا ہوا تھا۔ ڈاکٹر جواد نے غداری کی تھی۔ مجھے اس پر پہلے ہی شبہ تھا۔ خوش قسمتی سے وہ شوالا کے علاقے کی طرف بھاگ گیا تھا لیکن وہ بچ کر کہاں جائے گا؟

فزارو اور زارے کی ناکامی کے بعد میں نے اس کی تگ و دو چھوڑ دی آئندہ روز سے یہ سارا علاقہ میرا ہو گا اور ڈاکٹر جواد کو طبیب ہونے کے باوجود کہیں پناہ نہیں ملے گی۔ قبیلے میں میری بیماری کی خبر پوشیدہ رکھی گئی تھی۔ اس لیے وہاں کے ہنگاموں میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ سریتا نے مجھے باہر جانے سے روک دیا اور میں اس کے ساتھ آگ پر سنکا ہوا گوشت کھا کر سو گیا۔ سریتا اپنی خلوت میں چلی گئی۔

فزارو اور زارے نے رات بھر خنجروں پر دھار رکھی تھی رات بھر جانوروں کی قربانیاں دیوتاؤں کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ علی الصباح فزارو اور زارے نے آ کر میری خیریت پوچھی، میرا ماتھا جل رہا تھا لیکن میں مقابلے کے لیے بالکل تیار تھا۔ فزارو اور زارے کے ہمراہ آنے والی نوخیز لڑکیوں نے مجھے دیوتاؤں کے مشروب میں غسل دیا۔ میرا جسم پھولوں کے عرق سے مہکا دیا گیا۔ نت نئے انداز سے نقش و نگار بنائے گئے۔ مجھے طرح طرح سے مرصع کیا گیا۔ لڑکیاں چلی گئیں تو نوجوانوں کے ایک دستے نے میرے تختے چمکانے اور خنجر نیزے سجانے میں بڑی پھرتی دکھائی۔ پھر میں نشے کی حالت میں جھومتا ہوا اس میدان کی طرف قدم اٹھانے لگا جہاں شوالا سے میرا مقابلا منعقد ہونے والا تھا۔ وہاں پہلے ہی سے روایتی شان و شکوہ کے ساتھ توری کے لوگ جمع ہو گئے تھے لوگوں کا ایک جم غفیر میری پشت پر تھا۔ ہر طرف فلک شگاف نعرے بکھرے ہوئے تھے۔ شوالا کے قبیلے کی طرف سے کوئی فرد نہیں تھا۔ فزارو اور زارے میرے دائیں بائیں کھڑے ہوئے تھے، کاہن اعظم سمورال اور مقدس اقابلا کی سواری آنے والی تھی۔ میدان میں رقص کرنے والی لڑکیوں نے گھیرا ڈال دیا تھا۔ شوالا ابھی کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد ایک تنہا شخص سجے ہوئے جسم اور ہتھیاروں کے ساتھ سر جھکائے، سینہ تانے میدان میں داخل ہوا اور ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ اس نے چیختے ہوئے ہجوم پر ایک طائرانہ نظر ڈالی، اور اپنی جگہ جم کر کھڑا ہو گیا۔ وہ شوالا تھا مجھے یہ دیکھ کر شدید مایوسی ہوئی کہ اس کے ساتھ نر بگا اور فلورا نہیں تھے، اچانک ایک خطرے کا احساس ہوا لیکن مجھے زیادہ سوچنے کا موقع نہیں ملا کیونکہ اسی وقت میرا پشت پناہ سر نگا ہجوم کا سینہ چیرتا، تیز قدم بڑھاتا ہوا میرے قریب آ گیا میں نے اس سے بغل گیر ہونا چاہا مگر اس نے مجھے روک دیا۔ قریب آ کر اس نے اپنے سیدھے ہاتھ کا انگوٹھا میری پیشانی پر رکھا۔ پھر اسے کھینچتا ہوا اوپر کی جانب بڑھاتا گیا۔ اس

کام سے فراغت پا کر وہ بڑے ادب سے بولا ''اے جزیرہ توری کے عالی و مرتبت سردار! میری دعائیں تیرے ساتھ ہیں۔''

''سرنگا میرے دوست!'' میں نے مچل کر کہا۔ ''مجھے اس موقع پر تمہاری دعاؤں کی بے حد ضرورت ہے۔''

جواب میں سرنگا نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر مجھے سلام کیا اور پھر ہجوم میں گم ہوگیا۔ اسی وقت میں نے سرنگا کی عظیم دیوی کی پرچھائیاں اپنے قریب محسوس کیں، جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا، لوگوں کا شور و غل بڑھتا جا رہا تھا۔ پھر اچانک گہری خاموشی مسلط ہوگئی۔ بلند مقام پر جہاں اقابلا کی نشست کا انتظام تھا۔ اس کے عین اوپر آسمان میں سیاہ ذرات کا بھنور چکراتا ہوا نیچے اتر رہا تھا۔ یہ اقابلا کی آمد کا اعلان تھا۔ اس وقت میرے اضطراب کا کیا عالم ہوگا؟ سیاہ ذرات کا دھندلکا بالائی مقام تک آ کر فضا میں غائب ہوگیا۔ تمام مجمع زمین پر گھٹنوں کے بل جھک گیا۔ فضا میں ایک لطیف موسیقی کا شور بلند ہوا اور ایک لطیف خوشبو سارے میدان میں پھیل گئی۔ جب مطلع صاف ہوا تو مقدس اقابلا کا جلوہ جہاں تاب نظر آیا۔ وہ تمام تر تزک و احتشام سے اپنی مسند پر جلوہ گر تھی، میری نگاہیں اس کا طواف کرنے میں محو تھیں، اس کا سارا بدن سبز پتوں اور سرخ پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ میں نے ایک طویل مدت اور طویل چاہت کے بعد اسے دیکھا تھا۔ اس کی روشن آنکھیں ایک طرف ٹکی ہوئی تھیں۔ میں اپنے احساسات محفوظ رکھتا ہوں، جو اہل دل ہیں انھیں تصور کی دعوت ہے بس میں گنگ تھا۔ جی چاہتا تھا کہ یہیں یہ عالم ٹھہر جائے۔ ہر چیز اپنی جگہ جم جائے۔ اس منظر میں کوئی تبدیلی نہ ہو کوئی اور نہیں وہ اقابلا تھی۔ اقابلا سامنے تھی وہ لوریما' نیشا، زولین اور اشمار نہیں تھی وہ اقابلا تھی' وہ میری شب تھی' وہ میرا دن تھی' وہ میرا احساس تھی' وہ میرا دل تھی' مجھے کسی بات کا ہوش نہیں رہا تھا۔ میں اس وقت ہوش میں آیا جب کاہن اعظم نے میدان میں آ کر مقابلے کی شرائط کا اعلان کیا میں اور شوالا میدان میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے ہوگئے۔ میرے قریب کھڑے ہوئے لوگ ہٹنے لگے۔ اس وقت میں نے اپنے زور بازو کا مظاہرہ کرنے کے لیے اپنے ایک ہاتھ سے ایک شخص کو اٹھا کر پھینک دیا۔ پھر دوسرا ہاتھ بڑھا کر ایک شخص کو اٹھا لیا۔ اور اسے مجمع کی طرف اچھال دیا۔ اب ہم دونوں میدان میں اکیلے رہ گئے شوالا ٹکٹکی باندھ کر میرے تختے دیکھ رہا تھا لیکن اس نے حقارت سے زمین پر تھوک دیا۔

کاہن اعظم جاراکا کی ابتدائی رسوم کے بعد درمیان سے ہٹا تو ہم دونوں نے اپنے اپنے نیزے زمین میں گاڑ دیے، اس وقت میں نے شوالا سے پوچھا۔ ''موت سے پہلے کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے۔ فلورا کہاں ہے؟''

اس نے ایک قہقہہ لگایا۔ ایک مصنوعی قہقہہ۔ ''فلورا؟ جابر بن یوسف! تم اسے کبھی نہ پاسکو گے' میں نے اسے بطور تحفہ نربگار کو دے دیا ہے۔ نربگار جو ارمیگا کا بھائی ہے' ارمیگا جو بیزنار کا سردار ہے' بیزنار جہاں جالموش کا قیام ہے تم اسے کبھی حاصل نہیں کر سکو گے' اور یوں بھی تمہارا آخری وقت آ پہنچا ہے۔''

میری کنپٹیاں جلنے لگیں' آخری وقت میں شوالا نے ایک اور چرکا لگا دیا تھا۔ ''تو مجھے گویا تمھیں بہت ذلت آمیز شکست دینی پڑے گی؟'' میں نے دانت پیس کر کہا۔

''میں تمہاری آنکھیں نکال لوں گا۔ پھر کوئی اجنبی یہاں سر اٹھانے کی جرات نہیں کرے گا۔'' یہ کہہ کر اس نے پینترا بدلا اور تنیدوے کے مانند خطرناک انداز میں دائیں بائیں چکر لگانے لگا۔ اس کی حرکتیں مضحکہ خیز تھیں۔ اس مقابلے میں طلسمی صلاحیتیں آزمانے کا پورا موقع دیا گیا۔ میں

اسے طول دینا چاہتا تھا تا کہ اقابلا دیر تک بیٹھی رہے۔ چنانچہ میں اپنی جگہ پر بے پروا کھڑا رہا۔ دفعتہً اس نے اپنے گلے میں لٹکی ہوئی مالا کے دانے زمین پر بکھیر دیے جب میرے پاؤں اس پر پڑے تو مجھے وہ شعلے محسوس ہوئے میں نے اپنا چوبی اژدہا متحرک کیا، وہ زمین پر لوٹ کر تمام دانے چٹ کر گیا۔ شوالا دیکھتا رہ گیا۔ شوالا نے اپنی قیمتی مالا ضائع کر دی تھی' پھر اس نے اپنے گلے میں لٹکی ہوئی ایک انسانی کھوپڑی زمین پر دے ماری بجلی کی ایک کڑک سی پیدا ہوئی اور میرے گرد طواف کرنے لگی لیکن بجلی نے میرے جسم کے کسی حصے کو نقصان نہیں پہنچایا۔ میں کھڑا رہا کھوپڑی زمین پر گرتے ہی کئی حصوں میں بکھر گئی تھی۔ شوالا کی آنکھیں فرط حیرت سے پھیل گئیں۔ پھر وہ پھرتی سے لوٹ کر دور چلا گیا اس کی مٹھیاں بند تھیں، میرے نزدیک آ کر اس نے مٹھیاں کھول دیں اور میری طرف زہریلے کیڑے اور چیونٹیاں اچھال دیں جو جونک کی طرح مجھ سے چمٹ کے میرے جسم میں سوراخ کرنے لگیں، لمحے بھر کے لیے تو مجھے شدید اذیت کا احساس ہوا لیکن اژدہے نے میری مشکل جلد ہی آسان کر دی اس نے سارے کیڑے ہضم کر لیے اور زمین پر آ کر ناچنے لگا جیسے اس کی مرغوب غذا مل گئی ہو۔ ان طلسمی اعمال کی تفصیل خاصی طویل ہے وہ وار کرتا رہا میں انھیں ضائع کرتا رہا۔ اس نے اپنے گلے میں لٹکے ہوئے تمام تحائف ایک ایک کر کے ختم کر دیے، شپالی اور اژدہے کے کرشمے اس کے سارے طلسمی حربوں پر حاوی ہو گئے۔ پھر اس نے اپنا نیزہ اٹھایا اور زمین پر ناچتے ہوئے اژدہے کو نشانہ بنانے کے لیے ادھر ادھر مارنا شروع کر دیا۔ اس کا کوئی نشانہ کامیاب نہیں ہوا۔ اژدہا پھرتی سے ایک طرف ہٹ جاتا تھا۔ میری طرف سے وہ شاید بے فکر ہو گیا تھا۔ میری حیثیت ایک تماشائی کی سی ہو گئی، لوگ انگشت بدنداں تھے کہ میں ایک جگہ کیوں کھڑا ہوں' جب وہ کوئی حرکت کرتا تو میں اس کا جواب دے دیتا لیکن میں ہر ممکن احتیاط برتتے ہوئے تھا کہ کہیں کوئی نیزہ بہک کر میرے دل کے پار نہ ہو جائے۔ نیزے کی انی میں زہر بھرا ہوا تھا۔ میری خاموشی اور سکوت پر میرے قبیلے کے لوگوں کے چہرے گومگو کی کیفیت میں نظر آتے تھے میں نے یہ مقابلہ خاصا دلچسپ اور سنسنی خیز بنا دیا تھا۔ میں کنکھیوں سے مرصع تخت پر جلوہ فگن اقابلا کو دیکھتا جاتا تھا جس کی آنکھیں مجھے اپنے جسم کے پار محسوس ہو رہی تھیں۔ میں مسخروں کی طرح پینترا بدل بدل کر شوالا کے وار رد کر رہا تھا۔ یکے بعد دیگرے ایک سے ایک کاری حملہ آخر وہ تھکنے لگا اور اس کا گلا نوادر سے خالی ہو گیا۔ اس کے تمام تحائف یا تو ضائع ہو گئے تھے یا میرے ہاتھ میں آنے کے بعد زمین پر دھرے رہ گئے تھے' انھیں دوبارہ اُٹھا کر گلے میں ڈالنے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔ جب اس نے دوبارہ نیزہ سنبھال کر جسمانی لڑائی کے لیے پر تولے تو میں نے اجازت طلب نظروں سے جھک کر اقابلا کی طرف دیکھا، پھر شپالی اچھال کر ایک خاص زاویے سے شوالا کے جسم پر پھینک دی وہ چیخ اٹھا اور نیزہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا میں نے بھی اپنا نیزہ پھینک دیا۔ میں نے شپالی کی پروا نہیں کی کیونکہ اسے اٹھانا اژدہے کا کام تھا۔ میں نے تمام تحائف پشت پر کر کے شوالا کا دیو قامت جسم اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ ہم دونوں دور تک زمین پر لوٹتے پوٹتے رہے میں نے اسے اپنی پوری قوت سے بھینچ لیا تھا اس دیو کی ہڈیاں چرمرانے لگیں۔ اسے نیم جان چھوڑ کر میں اس سے علیحدہ ہو گیا وہ زمین پر کھڑا لہراتا رہا۔ آخر وقت تک اس کی آنکھوں میں ایک طنطنہ تھا میں نے اسے دونوں ٹانگوں سے پکڑ کر اُٹھا لیا۔ اس میں ہاتھ پیر چلانے کی سکت نہیں تھی' وہ اوندھا لڑھکنے لگا۔ میں اسے لیے لیے سرنگا کے پاس آیا۔ کیا خیال ہے سرنگا؟ اس کے مظالم تمھیں یاد ہیں؟''

''ہاں.........مگر اب کیا رہ گیا ہے؟ تم نے اس طاقت کا مظاہرہ کر کے مجھے متاثر کیا۔'' سرنگا نے تحسین آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

میں نے فخریہ گردن اونچی کی اور شوالا کو اپنے ہاتھوں پر اٹھائے سمورال کی طرف چلا گیا۔ ''دیوتاؤں کی خدمت میں۔'' میں نے اس سے کہا۔ ''کاہن اعظم بتاؤ میں اس زندہ لاش کا کیا کروں؟''

کاہن اعظم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں اقابلا کی سمت آیا میں نے تیز نظروں سے اسے دیکھا لیکن اس اثنا میں شوالا نے میرے سر کے بال نوچنے شروع کردیے وہ میرے کاندھوں پر بیٹھ کر میرے تحائف کھینچ رہا تھا۔ میں اقابلا کے جلوے میں ایسا ڈوبا تھا کہ شوالا کی طرف سے بے خبر ہو گیا تھا۔ یہ میرے لیے ایک مشکل مرحلہ تھا۔ شپالی زمین پر پڑی ہوئی تھی اژدہا بھی مجھ سے دور تھا۔ نیزہ بھی میرے پاس نہیں تھا۔ شوالا بری طرح میرے بال نوچ رہا تھا۔ تکلیف سے میرا برا حال تھا لیکن میں نے اس کی ٹانگ اتنی زور سے مروڑی کہ اس نے ایک چیخ کے ساتھ میرے بال چھوڑ دیے پھر میں نے اس کا چہرہ اپنے سامنے کیا۔ اسے گیند کی طرح اچھالا اور شدت غضب میں اسے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ پھر میں نے اسے ایک ٹھوکر ماری اور ایک طرف چل دیا۔ وہ اٹھنے کی ناکام کوشش کررہا تھا۔ اس کی چیخیں آسمان سر پر اٹھا رہی تھیں، میں پلٹ کر آیا مجھے خیال آیا کہ انگروما میں سیکھے ہوئے پتھروں میں منتقل کرنے کے عمل کا اقابلا کے سامنے کیوں نہ مظاہرہ کردوں؟ میں نے تیزی سے اپنا عمل شروع کیا۔ پلک جھپکتے میں شوالا کے پیر پتھر میں تبدیل ہوگئے اس کا زیریں حصہ بنجر ہوگیا۔ اور بالائی حصے سے شوالا کی چیخیں فضا میں گونج رہی تھیں۔ میں نے اسے اسی طرح چھوڑ دیا۔ مجھے معلوم تھا۔ اب کسی کو خنجر آزمانے کا موقع نہیں ملے گا۔ اب وہ یوں ہی سسک سسک کر مرجائے گا۔ اپنی جگہ واپس پہنچ کر میں نے اژدہے کے منہ سے شپالی نکالی اور اسے گلے میں ڈال کر اس ملکہ حسن تمام صفات کا اضافہ کرلیجیے اقابلا کے تخت کے نیچے کھڑا ہوگیا۔ توری کے لوگ میدان میں اتر کو وحشیانہ رقص کرنے لگے تھے، وہ ایک دوسرے پر لوٹ رہے تھے اور اپنے حلق سے عجیب وغریب آوازیں نکال رہے تھے۔ جب میں کھڑا ہوگیا تو کاہن اعظم نے ہاتھ کے اشارے سے انھیں خاموش کردیا۔ اقابلا کے ہونٹوں پر ایک دل آویز مسکراہٹ رقص کررہی تھی۔ سمورال نے اعلان کیا ۔''دیوتا گواہ میں ہیں کہ مقدس اقابلا کے سامنے جزیرہ توری کے ایک قبیلے کے سردار جابر بن یوسف نے دوسرے قبیلے کے سردار شوالا کو شکست دے دی ہے اب وہ دونوں قبیلوں کا اس وقت تک سردار ہے جب تک سلطنت اقابلا کا کوئی دوسرا شخص جابر بن یوسف کی شجاعت کو زیر نہ کرے ایک زمانے بعد توری دوبارہ ایک قبیلے میں مدغم ہوا ہے لیکن اس کی دو قبیلوں کی حیثیت اپنی جگہ ہے۔ دونوں قبیلوں پر حکمرانی کے لیے جابر بن یوسف کو دوبارہ شکست دینا ہوگی۔''

کاہن اعظم کے اعلان کے بعد میں نے یہ سنہرا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ میں نے تمام تر فصاحت سے اقابلا کو مخاطب کیا۔ ''اے آسمانوں کی دیوی! اے زمین کے سب سے خوب صورت پھول اپنے ہاتھ دراز کر اور میرا گلا گھونٹ دے تاکہ میں ایک ابدی نیند سوجاؤں مجھے ایک مبہم سا اشارہ کر تاکہ میں سمجھ سکوں کہ جو میں سوچ رہا ہوں وہ تو سمجھ رہی ہے، مجھے میری بساط سے آگاہ کر اپنے قدم آگے کر تاکہ میں انھیں چاٹ کر ان پر اپنے جذبہ شوق کی مہر ثبت کرسکوں۔''

جواب میں پہلی بار اقابلا کے ہونٹ کھل گئے۔ جیسے جل ترنگ بج اٹھے میں نے محسوس کیا۔ ہاں میں نے محسوس کیا، یہ میری نظروں کا گمان نہیں کہ اس کی آنکھوں میں ایک کرب پنہاں تھا۔ اس نے اپنے سبز پوش بدن کا ایک پھول میری طرف اچھال دیا۔ اس کے ہاتھ مرتعش ہوئے، ہاں

میری خاطر ان میں جنبش ہوئی۔ اس نے میری بات سنی اس نے کسی ردعمل کا تو اظہار کیا۔ پھر اس نے اپنا ایک تر شا ہوا پیر آگے کر دیا اور میں سیڑھیاں دیوانوں کی طرح چڑھتا ہوا اس کے آسمانی سراپا کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے بدن سے سبز پتے نوچنے کی ایک خواہش میرے اندر بری طرح پیدا ہوئی لیکن میں نے ان پیروں کو بوسہ دینے پر اکتفا کیا میں نے ان پر اپنی زبان پھیر دی۔

فزار وُزارمے' سرنگا اور سریتا نے مجھ دیوانے کو اٹھایا' مجھے نہیں معلوم کہ وہ کب گئی اور میں کب تک اس کے مرمریں پیروں سے پڑا کھیلتا رہا۔

کیا وہ چلی گئی؟ ہاں وہ چلی گئی میں کھویا کھویا' ڈوبا ڈوبا سا اپنے رفیقوں کے ساتھ چلا، نشاط وانبساط کے نقارے میرے دل پر نشتر چلا رہے تھے، تماشا لمحوں میں ختم ہو گیا تھا۔ میں جزیرہ کے دونوں قبیلوں کا سردار بن گیا تھا۔ تاریک براعظم میں کسی شخص کے پاس بیک وقت اتنے قبیلوں اور علاقوں کی سرداری کا اعزاز نہیں تھا۔ سرنگا میرے ساتھ تھا اور شاید میری کیفیت سے آگاہ ہو گیا تھا۔ اس کا ہاتھ شفقت کے انداز میں میری پشت پر تھا اور میں سوچ رہا تھا کیا محض یہیں تک دادرسی ہوگی؟ کیا میں صرف اتنے ہی انعام واکرام کا مستحق تھا؟ کیا مشقتوں' اذیتوں' کرب ناک یادوں اور جلتی ہوئی راتوں کا یہی صلہ ہے؟ کیا بس یہی ہے؟ اس کے سوا کچھ نہیں؟ جزیرہ توری کا طاقت ور اور عالی مرتبت سردار بہت ناتوانی محسوس کر رہا تھا۔ وہ اپنا دل تھامے ہوئے تھا اور اسے انگروما کے فاضل دانش مند یاد آرہے تھے۔ جنھوں ے اس کے خلاف ایک محاذ بنا لیا تھا۔ کیا ان کی رائے صائب ہے؟ یہ تو استیصال ہے!"

سریتا چہک رہی تھی' قبیلے میں عید کا سا سماں تھا۔ ہم تین اجنبی سرنگا، سریتا اور میں اب جزیرہ توری کے مختار کل تھے مگر ایک ہستی کی کمی محسوس ہوتی تھی فلورا کی۔ میرے تصرف میں سب کچھ آ گیا صرف وہ باقی رہ گئی تھی فلورا جس کی وجہ سے اس پُر صعوبت زندگی کا آغاز ہوا تھا' مجھے فلورا پر بہت رحم آیا اس نے اپنے محبوب کی طاقت وحشمت نہیں دیکھی وہ ابھی تک اسیر بلا ہے اور میں اتنا سربلند ہونے کے باوجود اسے حاصل کرنے میں ناکام رہا ہوں' شوالا کو شکست دے کر کوئی غیر معمولی مسرت حاصل نہیں ہوئی۔ فلورا کو بیزنار کا ایک شخص لے گیا اور میں دیکھتا رہ گیا؟ میں کس قدر بے غیرت آدمی ہوں؟ شوالا جیسے دیو کو شکست دینے' زارشی سے واپس آنے' انگروما سے نجات پانے' باگمان میں لوکا سا کو زچ کرنے والے شخص کا حاصل کیا تھا؟ اپنی آگ میں جلنا' اپنے ہونٹ کاٹنا' اپنا گوشت چبانا۔ اس کے پاس اقابلا نہیں ہے۔ فلورا نہیں ہے۔ اور توری کی نوخیز دوشیزائیں بھی نہیں جو دیکھیے تو سب کچھ ہے جو سوچیے تو کچھ بھی نہیں۔ سرنگا زبانی طور پر مجھے سمجھا کر دوبارہ اپنے غار میں چلا گیا۔ مجھے اسے روکنے کی مہلت بھی نہیں ملی' میں آس پاس گلیوں میں برپا ہونے والے جشن میں نہیں گیا۔ وہاں شراب' جوانی اور موسیقی بہہ رہی تھی مجھ سے نہ جانے کیوں یہ سب کچھ برداشت نہیں ہو سکا۔ میں انھیں بھی اذیت میں مبتلا دیکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں باہر گیا اور میں نے چیخ چیخ کر انھیں حکم دیا۔ "بند کرو یہ جشن۔ اپنی اپنی جھونپڑیوں میں جاؤ۔ جاؤ احمقو جاؤ۔ ختم کرو یہ جشن۔"

وہ سراسیمہ ہو کر مجھے دیکھنے لگے رقص تھم گیا۔ نقارے تھم گئے اور وہ خاموش منہ لٹکائے ہوئے اپنی اپنی جگہوں سے ہٹنے لگے۔ ان کے مایوس چہرے دیکھ کر مجھے تکلیف ہوئی۔ میں نے دوبارہ چیخ کر کہا۔ "اچھا جو دل چاہے کرو۔ پھر شروع کر دو یہ کھیل۔ مستی کا رقص کرو۔" مشعلوں کی روشنی میں ان کے حیرت زدہ چہرے مجھے نظر آرہے تھے۔ انہوں نے دوبارہ ہاؤ ہو شروع کر دی تھی، میرا دل چاہا انھیں دوبارہ منع کر دوں اور پھر یہ

سلسلہ جاری رکھنے کا حکم دوں پھر منع کر دوں، پھر اجازت دوں اس طرح انھیں پریشان کرتا رہوں میں اپنی اس کیفیت پر قابو پانے کے لیے بستی سے دور چلا گیا۔ اندھیرے میں ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر میں نے خود کلامی شروع کر دی۔ پھر نہ جانے کب مجھے نیند آئی مجھے حیرت ہے کہ اس عذاب میں مجھے نیند کیسے آ گئی تھی۔

غالباً ایک ساعت گزری ہو گی کہ میرے پہلو پر کسی نے دستک دی میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں' اندھیرے میں میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں نیند اچانک کہیں غائب ہو گئی میں اٹھ کر اسے دیکھنے لگا اور میں نے شپالی کی روشنی میں اس کے وجود کا یقین کیا۔ وہ سرو قد لالہ رخسار، خانوادہ اقابلا کا ایک تر و تازہ نو شگفتہ نو میدہ پھول تھی اس کے چہرے پر تبسم رقصاں تھا۔ اس کے اوصاف و شفاف بدن پر چند پتے سجے ہوئے تھے، مجھے اپنی نسوں میں شدید کھنچاؤ محسوس ہوا اس کے حسن کا بیان کروں گا تو میرے سننے والے حسد کریں گے خانوادہ اقابلا کی کوئی دوشیزہ کتنی حسین ہو سکتی ہیں۔ ذرا سوچیے تو وہ اس کا پر تو تھی وہ اشمار یا ژولین میں سے کوئی نہیں تھی۔

میری استفہامی نگاہوں اور امتناع سے اس کی سیماب صفتی میں اور اضافہ ہو گیا کسی شہزادی کے سے انداز میں اس نے اپنے لب کھولے۔ ''جزیرہ توری کے معزز شخص! میں نرماز ہوں۔''

''یقیناً تم مقدس اقابلا کے شبستان کی آرائش ہو' کیا اس نے مجھے طلب کیا ہے؟ اس نے تمہارے ذریعے کوئی پیغام بھیجا ہے؟'' میں نے بے تابی سے پوچھا۔

''ہاں۔'' اس نے خوش ادائی سے جواب دیا اور مسکرانے لگی۔

''تو' مجھے بتاؤ اے پری پیکر نازنیں! اس نے کیا کہا ہے؟ وہ آتش بدن شعلہ نفس میرے بارے میں کیا سوچتی ہے؟''

''اس نے مجھے بھیجا ہے۔'' وہ نزاکت سے بولی۔

''تمھیں؟'' میں نے تذبذب سے پوچھا۔ ''مگر کس لیے؟''

''میں تمہارے نفس کی غذا ہوں۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''کیا.........؟ مگر نہیں۔'' میں نے جھجکتے ہوئے کہا۔ ''میرے نفس نے روحانی رفعتیں چھو لی ہیں۔ اس کی غذا مادہ نہیں ہے۔''

''میں تمہارے لیے روحانی سرشاریوں کی نوید ہوں' میرا بدن مادی آلائشوں سے پاک ہے۔''

''میں نے اپنا نفس ایک ستون سے باندھ دیا ہے۔''

''کیا تم اس کا عطیہ مسترد کرنے کی جرات کرو گے؟'' اس نے حیرت سے کہا۔

''میں نے تمہاری خواہش نہیں کی ہے ہر چند کہ کرہ ارض کا کوئی بھی ذی ہوش شخص تمھیں مسترد نہیں کر سکتا۔ اگر تم کوئی انعام ہو تو میرے ساتھ رہو میں تمھیں سجا کر رکھوں گا لیکن میری طلب اپنی جگہ صادق اور مکمل ہے۔ میرے لیے اس کی خواہش مقدم ہے۔''

''کیا تمھیں اشمار یاد ہے؟'' اس نے سرگوشی کی۔

''کیا تم اس کی جانشین بن کر آئی ہو۔ وہ کہاں ہے؟''

''مجھے نہیں معلوم لیکن میں اشمار کی جگہ بھیجی گئی ہوں۔''

''میرا یہ امتحان بھی خوب ہے میں تو ہلاک ہو جاؤں گا۔''

''میں تمہارے جلتے ہوئے بدن کی آگ سمیٹنے آئی ہوں۔''

''یہ آگ میرا سرمایہ ہے میں اسے سرد کر کے اپنا مقام گرانا نہیں چاہتا۔''

''میں بھی ایک آگ ہوں، مجھے چھو کر دیکھو، مجھے تمہارے ساتھ رہنے کا اعزاز اس نے میری خدمات سے خوش ہو کر بخشا ہے.......... میں ایک عرصے سے فروزاں ہوں۔'' اس نے حسرت آمیز لہجے میں کہا۔ ''لو یہ مشروب نوش جاں کرو۔''

یہ قصر اقابلا کا متبرک مشروب ہے اسے پی کر تمہیں میرے بدن کی چاندنی نظر آنے لگے گی تمہیں مشروب خاص کی ضرورت ہے؟''

''نہیں۔ تمہارا شکریہ میں اپنا خون پی رہا ہوں۔''

''اور وہ سمٹ کر زمین پر دراز ہو گئی۔ مجھ سے اس کا قیامت خیز سراپا دیکھا نہیں جا رہا تھا۔ میں نے اپنا منہ پھیر لیا۔ ایک بار پھر اقابلا نے میری خلوت کے لیے اشمار کی طرح ایک نازنین بھیجی تھی لیکن اشمار کا زمانہ اور تھا۔ شاید میں اس وقت ناپختہ کار تھا۔ اب بہت فرق ہو گیا تھا کیا اتنی ریاضت اور صداقت کا انعام یہ ہے کہ وہ اپنی کنیز بھیج کر میری دل آزاری کرے؟ کیا میرا استحقاق صرف اسی قدر ہے؟ باگمان میں لوریا تھی، انگروما میں نیشا، کیشا موجود تھی۔ میں نے کہاں، کہاں نا آسودگیاں اور محرومیاں اوڑھے رکھیں؟

میں اسے یکسر مسترد بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن میں نے سوچا اسے مسترد کر دینا چاہیے زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ اس کا عذاب مجھ پر نازل ہو گا۔ ہو جائے میں نے اس سے کہا۔ ''اے ستم بر مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے بہتر ہے تم قصر اقابلا واپس چلی جاؤ۔''

''اقابلا۔ مقدس اقابلا۔ اس گنہ گار شخص پر رحم کرو۔'' وہ عاجزی میں اپنے آپ سے بولی۔ ''آہ کون اسے سمجھائے کہ کائنات کے اس حصے کو کیسی روحانی عظمتیں حاصل ہیں۔''

''تمہارے جملے میری فہم سے بالا ہیں۔'' میں نے اس کی گفتگو سن کر کہا۔

''دیوتا تم پر سایہ فگن رہیں سیدی جابر! تم گناہ کر رہے ہو۔'' اس نے اپنے بال پھیلا کر کہا۔ ''آہ جو تمہیں جاننا چاہیے شاید تم اس سے ابھی تک ناواقف ہو۔ تم ابھی زمین کے آدمی ہو، شاید تم نے اس امر پر غور نہیں کیا کہ یہ سب کیا ہے؟ شاید تمہاری آنکھوں نے ابھی بہت کم دیکھا ہے۔ میں اس کے قرب کی علامت ہوں سیدی جابر!'' وہ مسلسل کہتی رہی۔

''تم میرے لیے باعث سعادت ہو۔'' میں نے اس کے ہاتھ چومتے ہوئے کہا۔ ''لیکن مجھے کچھ سنبھلنے کا موقع دو، میں اس وقت تنہائی چاہتا ہوں۔''

''میں تمہارے قریب رہوں گی کیونکہ مجھے تمہارے لیے تفویض کیا گیا ہے۔'' اس نے کہا اور میری نظروں سے غائب ہو گئی۔

☆==========☆==========☆

میری قوت فیصلہ ختم ہوگئی تھی۔ انتشار کے ایسے لمحوں میں مجھے کاہن اعظم سمورال کی یاد آئی۔ شوالا کے مرنے کے بعد اب میری حیثیت ایک فریق کی نہیں رہی تھی، میں بھاگتا ہوا اس کے غار میں پہنچ گیا اور ایک مدت بعد اس کی طلسمی عبادت گاہ میں داخل ہوا۔ وہ میری صورت دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ ''کاہن اعظم سمورال''! میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''میں تمہاری پناہ چاہتا ہوں۔ اور تینوں قبیلوں کی سرداری سے عہدہ برآ ہونے کا اعلان کرنے آیا ہوں۔''

جب میں نے عبادت گاہ میں قدم رکھا، اس وقت سمورال ہرن کی مردہ آنکھ میں کچھ تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میری آمد سے اس کی محویت ٹوٹ گئی۔ میں نے وحشت زدہ انداز میں اس سے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو وہ میری صورت دیکھنے لگا۔

''جابر بن یوسف!'' وہ متحیر نظروں سے میرے سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے بولا۔ ''تم جو اعلان کر رہے ہو، میں اس پر تمہیں دوبارہ غور کرنے کا موقع دیتا ہوں.......... کیا تم شراب میں غسل کر کے آ رہے ہو؟''

میں نے اس سے اپنی عقیدت کا اظہار کرنے کے بعد کہا۔ ''میں کسی اور زبان میں گفتگو نہیں کر رہا ہوں۔ مجھے غلاموں کی ایک کثیر فوج، وسیع زمین اور مضبوط حکومت کی ہوس نہیں۔ میں ایک نظر زدہ شخص ہوں۔ یہ سب میرے لیے اس وقت باعث افتخار ہوتا جب میری نگاہ اس کے جلوے سے پاش پاش نہ ہوئی ہوتی۔ اب مجھ میں مزید استقامت نہیں ہے۔ میری گزارش ہے کہ مجھے جزیرہ توری کا ایک عام شہری بنا دیا جائے یا مجھے اور میرے ساتھیوں کو مہذب دنیا میں واپس کر دیا جائے، اگر یہ ممکن نہیں تو ہماری ہلاکت کا جشن منعقد کیا جائے۔ میں ایک فیصلہ کر کے تمہارے پاس آیا ہوں۔''

سمورال نے ہرن کی آنکھ ایک تازہ پتے میں لپیٹ کر پتھر کے پیالے میں رکھ دی اور میری وحشت کا جواب دینے کے بجائے اس نے اپنی عبادت گاہ کی چاروں دیواروں کا طواف کیا اور بندر کی شبیہہ کی مٹھ کا ایک عصا لے کر دیواریں ٹھونکیں۔ پھر اس نے جلتے ہوئے پیالے میں کوئی سفوف ڈالا۔ دھواں پھیل گیا۔ ایک ناقابل بیان قسم کی بو نے عبادت گاہ کا محاصرہ کر لیا۔ ننگ دھڑنگ سمورال نے جارا کا کی کھوپڑی گلے سے اتار کر دروازے پر لٹکا دی۔ اس کے بعد وہ ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور مجھے زمین پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔

''تم کیا کہہ رہے تھے؟'' اس نے باوقار لہجے میں پوچھا۔ مجھے دوبارہ اپنی شدت اور اضطراب کا حال بیان کرنے میں تامل ہوا۔ پھر بھی میں نے اپنے قلب کی حالت زیادہ مدلل اور جامع انداز میں دوبارہ بیان کی۔ میں نے کہا۔ ''میں تنگ آ گیا ہوں میں اب اپنی جھونپڑی میں رہنا پسند نہیں کرتا۔ اب میرا دل کسی درخت پر رہنے کو چاہتا ہے کیونکہ میں ایک جانور ہوں۔''

سمورال نے تمام تر سنجیدگی سے میری روداد جنوں سنی اور بھاری بھرکم آواز میں بولا۔ ''تمہاری عمر جمرال سے کم معلوم ہوتی ہے۔ تم کوئی معمولی پرندے ہو جو ایک ہی قسم کی رٹ لگاتا ہے۔ تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ جو مناصب تم نے حاصل کیے ہیں وہ اس کی قربت سے مشروط ہیں۔ تم بیک وقت تین زمینوں کے سردار ہو، اس کے باوجود تمہارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ تم عظیم و جلیل ملکہ اقابلا کی رفاقت کا ادّعا کرو۔ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ تم اس وسیع پراسرار سرزمین پر پھیلے ہوئے تمام بزرگ لوگوں سے برتر ہو گئے ہو اور وہ لوگ جنھوں نے تم سے زیادہ مرتبت اور عظمت پائی ہے تم انھیں عبور کر کے اس کی خلوت میں پہنچ جاؤ گے؟ تم تو ابھی سے تھک گئے۔ کیا تم نے ان لوگوں کو دیکھا جو اس کی نظر میں زیادہ دقیع اور مستند ہیں پھر تشنگی کا عذاب

سہہ رہے ہیں۔تم اس کے دعوے دار کیسے ہو گئے۔جب کہ تم نے ابھی صرف تین علاقوں کی سرداری حاصل کی ہے تم نے اپنے اطراف میں موجود ان لوگوں کی آنکھوں میں جھانک کر نہیں دیکھا جو اس سے قریب ہیں۔کیا وہ حواس سے محروم ہیں اور تمہاری طرح سوچ نہیں سکتے؟''

''سموران۔مقدس کاہن تم آج عجیب باتیں کر رہے ہو۔''میں نے حیرت سے اسے گھور کر دیکھا۔''لیکن مجھے یہ تاثر دیا گیا تھا کہ اس کی نظروں میں میرے لیے چمک موجود ہے۔اس نے مجھے دوبار اپنے جلوے سے سرفراز کیا۔اس نے میری محرومی دور کرنے کے لیے اپنے شبستان سے اشارے بھیجے جس کا علم شاید تمھیں نہیں ہے۔مجھ سے کہا گیا تھا کہ وہ مجھ پر مہربان ہے۔مجھے یہ باور کرایا گیا تھا کہ بس اب میری طلب کا جواب موصول ہونے والا ہے۔مجھے باگمان اور صحرائے زارشی میں تربیت کے لیے بھیجا گیا۔مجھے اس کے لمسِ شیریں کی سعادت نصیب ہوئی۔سنا گیا تھا کہ اجنبیوں کے لیے یہ زمین قبر کی جگہ دینے میں بخل سے کام لیتی ہے لیکن ہم اجنبیوں کو خاص رعایت دی گئی ہے۔اب نرماز کے بدن کا تحفہ بھیجا گیا ہے جسے میں مسترد کر کے تمہارے پاس چلا آیا ہوں۔''

''آہ میرے غریب نوجوان!''سموران نے ایک سانس لیتے ہوئے کہا۔''تم سے بھی تو کہا گیا تھا کہ اس مٹی کا ذرہ ذرہ سحر و اسرار سے آلودہ ہے۔تم نے اتنی دور دراز کا سفر کیا اور اپنے قد کی پیمائش نہیں کی۔تم نے حسن و جمال کی اس ملکہ کے بارے میں پورے طور پر آگاہی حاصل نہیں کی۔تم نے ابتدا ہی سے بہت سے زیادہ خواہش کا اظہار کر دیا۔''

''مقدس کاہن!کیا تمہارا یہ مطلب ہے کہ میں تم سے اجازت لے کر تمہارا خنجر اٹھاؤں اور اپنے سینے کے پار کر لوں؟میں اب تک جو کچھ سمجھتا رہا،کیا وہ غلط تھا؟کیا تم مجھے اس جلیل منصب سے آگاہ کرو گے۔جہاں مآل کار اس کے جمال بے مثال کا باب کھلتا ہے۔یقیناً اس کی کوئی منزل ،کوئی انتہا تو ہو گی؟''

''کون جانتا ہے،کسے معلوم ہے.........''کاہن اعظم کے لہجے میں یاسیت تھی۔''مگر ایک شخص ضرور طلوع ہو گا۔''

''تم بھی نہیں جانتے؟''میں نے حسرت سے کہا۔''وہ شخص......کیا وہ کسی شخص کی آمد کا منتظر ہے؟''

''میں اس شخص کو جانتا ہوں۔''کاہن اعظم نے کہا۔

''کون ہے وہ؟''میں نے کرب سے پوچھا۔

''وہ شخص جو علم و فضیلت،عزم و شجاعت میں سب سے یکتا ہو گا۔جس کی شدتیں اتنی پر اثر ہوں گی کہ پتھر نرم پڑ جائیں۔وہ شخص جو برداشت،عقل اور مردانہ اوصاف کا حامل ہو گا۔''

''شاید تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ ایک ناقابل تعبیر خواب ہے۔میں تمہارے پاس اسی لیے آیا تھا۔میرے خیال میں یہ قرین عقل ہے کہ آدمی ایسے اوصاف پیدا کرنے کی کوشش کی بجائے جو عام انسانی جسم کے لیے ناممکن ہیں،اس کی طلب سے دستبردار ہو جائے۔اور جو ہے اسی پر قناعت کرے۔''میں نے صاف گوئی سے کہا۔

''نہیں جابر بن یوسف!میں تمھیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔تم بھی اس صف میں شامل ہو جاؤ۔جس میں اور بہت سے عظیم لوگ کھڑے

ہیں۔ یہ لوگ جو تمہارے حکم کے تابع ہیں۔ یہ ان گنت عورتیں جو تمہارے جسم کے تبرک سے فیض یاب ہونے کے لیے مضطرب رہتی ہیں یقیناً عظمت کی طرف تمہاری مساعی کا انعام ہیں ممکن ہے کسی دن تم کسی بڑے انعام کے مستحق ٹھہرو۔ ممکن ہے تمھی وہ شخص ثابت ہو۔ اگر تم اس سرزمین کی لاتعداد عالموں کی طرح اس کی خوشنودی کی آخری منزل تک نہ پہنچے تو بھی تم زیاں کا سودا نہیں کرو گے۔ تمھیں نرماز سونپی گئی ہے۔ ایسے نادر تحفے غلاموں کو نہیں ملا کرتے۔'' سموراں نے تلخی سے کہا۔

''کاہن اعظم! تمہاری گفتگو سے مجھے انگروما کے فاضل بزرگ یاد آ رہے ہیں جنھوں نے مقدس اقابلا کے خلاف علم بغاوت بلند کیا ہے۔ خاکم بدہن وہ کہتے ہیں اقابلا ایک سراب ہے۔ ان کے ہاں میں نے جید عالم دیکھے۔ مجھے گروٹا اور گورمے نے سمجھایا تھا کہ میں انگروما میں رہ کر اسی دن کے انتظار میں رہوں جب وہ مقدس اقابلا کی سلطنت کا شیرازہ بکھیر دیں گے لیکن میں نے انکار کر دیا تھا۔ آخر میں وہاں سے چلا آیا۔ وہ سچ کہتے تھے۔'' میں نے افسردگی سے کہا پھر میں کمرے میں پھیلتا ہوا دھواں دیکھ کر کہا۔ ''یا وہ غلط کہتے تھے۔''

''تم یہاں آزادی سے گفتگو کر سکتے ہو۔'' سموراں نے میرے اندیشے سونگھ کر کہا۔ ''ہاں تم نے انگروما میں اور کیا دیکھا؟''

☆==========☆==========☆

میں اسے تمام تر دلچسپی سے انگروما کے واقعات سنانے لگا۔ میں نے نیشا، کیشا کا تذکرہ کیا۔ ہربیکا کا معرکہ سنایا۔ سموراں کی سماعت کا اشتیاق دیکھ کر میں کسی قدر جھجکا۔ پھر میں نے وہ واقعات دانستہ طور پر سرسری انداز میں بیان کرنے شروع کر دیے۔ ''اور میں آ گیا۔'' میں نے کہا۔

''مگر تم وہاں سے آ کیسے گئے؟'' سموراں نے پوچھا۔

''میں............'' میں نے کسمسا کر کہا۔ ''مجھے نہیں معلوم میں نے ایک دن آنکھ کھولی تو میں کشتی میں تھا اور میری کشتی جزیرہ توری کی طرف گامزن تھی۔'' میں سموراں سے سرنگا کی دیوی کا تذکرہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ سموراں کو انگروما میں ہونے والے واقعات کا قطعی علم نہیں تھا۔ اس لیے میں نے بڑے فصاحت سے اس کے سامنے دروغ گوئی سے کام لیا۔

''تم نے ایک دن خود کو کشتی میں پڑا پایا اور تمہارے پاس مقدس ہربیکا کی نایاب آنکھیں بھی تھیں؟ تمہارے تمام تحائف بھی محفوظ رہے؟'' سموراں نے میرے چہرے پر کچھ تلاش کرنے کے انداز میں پوچھا۔

''میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی بڑی طاقت کا کرشمہ تھا۔'' میں نے کہا۔ ''ہربیکا کی مقدس آنکھوں پر عرصے سے میری نظر تھی۔ میں اکثر فرار ہونے کے خیال سے ساحل پر جایا کرتا تھا اور ناکام واپس آ جاتا تھا۔ انہوں نے مجھے اپنے گروہ میں شامل کرنے کے لیے کوئی جبر نہیں کیا تھا۔ جب تمام راستے مسدود معلوم ہوئے تو میں نے شکست تسلیم کر لی تھی۔ پھر گورے مجھے ہربیکا کے شکار کو لے گیا۔ اس نے وہ آنکھیں اپنے طلسم خانے میں میرے سامنے رکھی تھیں۔ میں وہ آنکھیں اپنے ساتھ باہر لے جایا کرتا تھا۔ اس دن بھی یہی ہوا۔ جب مجھے وہ غیبی مدد ملی تو آنکھیں میرے پاس تھیں۔'' میں نے سموراں کو مطمئن کرنے کے لیے کچھ حقیقت اور کچھ افسانے پر مشتمل داستان سنائی۔

سموراں میری بات سے مطمئن ہو گیا یا نہیں؟ میں نے یہ جاننے کے لیے سر اٹھانے کی جرات نہیں کی اور اس سے درخواست کی۔ ''میں انگروما میں بہت کچھ حاصل کر سکتا تھا لیکن ہمیشہ اس کی پرچھائیاں میرے ساتھ رہیں۔ بہر حال اب جبکہ میں آرزوئیں اور امیدیں دل میں بسائے جزیرہ توری میں واپس آ گیا ہوں۔ مقدس سموراں! تم نے مجھے اور پریشان کر دیا ہے تم نے کہا تھا کہ شوالا کے بعد میری حیثیت ایک فریق کی نہیں رہے گی۔ میں نے کہا تھا کہ تم مجھے جمراں کی جگہ سمجھو۔ میں خود کو تمہاری خدمت میں پیش کرتا ہوں اور تمہارے احکام کا ہمیشہ پابند رہنے کا عہد کرتا ہوں۔ میں اس کے خیال سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔ میرے سینے میں اپنا علم منتقل کر دو میں تمہاری ترام ہوں۔ مجھے اپنی عظمت کا سہارا دو۔ میں تنہائی محسوس کرتا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔''

''تم اپنے قبیلے میں واپس لوٹ جاؤ اور نرماز کی آغوش کی گرمی سے اپنے اندر حرارت پیدا کرو، تم کتنے بدبخت ہو کہ مقدس اقابلا کا عطیہ مسترد کر رہے ہو؟ سربلندی چاہتے ہو تو قناعت کا وتیرہ چھوڑ دو دیوتا تمہاری طرف مثبت نظر رکھتے ہیں۔''

''دیوتا میری طرف مثبت نظر رکھتے ہیں۔ مقدس اقابلا کی خصوصی نوازشیں میری طرف ہیں۔ جارا کا کا' کا مجھ پر سایا ہے۔ سموراں میرا محسن اور اتالیق ہے۔ میں تین قبیلوں کا سردار ہوں۔ آہ یہ کتنی دل خوش کن حقیقتیں ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک ایسی بلندی پر جلوہ فگن ہے' جہاں پرندے بھی پرواز کر کے نہیں پہنچ سکتے۔ یہ خوب نظام ہے کیا دلچسپ ہے یہ طلسم۔'' میں نے پھیکی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

''جو اس کے طلسمی نظام کا اسیر ہے، وہ یقیناً اس کے حسن جہاں تاب کا زخمی ہے۔ جو اس کی طلب کرتا ہے اور اس کی زلفیں چھونے کی جستجو میں دوڑتا ہے، وہ اس سرزمین میں کوئی درجہ ضرور پاتا ہے۔ وہ جارا کا کی نمائندہ ہے۔'' سمورال نے اپنی نشست سے اٹھ کر مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ ''جابر بن یوسف! تمہاری دنیا اور یہاں کی دنیا میں کوئی مطابقت نہیں جو تم سے کہہ دیا گیا۔ اس پر عمل کرو۔ تمہارے بازوؤں میں فولاد ہے۔ ابھی سے اس کے حصول کا دعویٰ ایک مضحکہ ہے۔ تمہارے آگے بہت سے لوگ کھڑے ہیں ان کے آگے جانے میں تمہیں شجاعت و ذہانت کے اور معرکے سر کرنے ہوں گے۔ تمہارا سینہ اور چہرا اس ہجوم میں نمایاں ہونا چاہیے۔'' سمورال نے اکتاہٹ سے کہا۔

''مگر یہ سب کیا ہے؟ وہ کون ہے اور یہ سب کیوں ہے؟'' میں نے پہلی بار گستاخی کی جسارت کی۔

سمورال نے ایک بار پھر عبادت گاہ کا طواف کیا اور دھواں تیز کرنے کے لیے کچھ اور سفوف آگ کے سپرد کر دیا۔ جب دھوئیں کے مرغولے تیز ہو گئے۔ تو وہ بولا۔ ''اس سوال کے جواب کے تم اسی وقت متحمل ہو سکتے ہو جب تمہارے دماغ میں ایک ہاتھی کی وسعت پیدا ہو جائے۔''

میں نے سمورال سے دوبارہ اپنے جنون کی تکرار کی۔ کیونکہ اس ذکر میں مجھے ایک لذت محسوس ہوتی تھی۔ اس نے کلام بند کر دیا۔ اور میں نے اس کی عبادت گاہ کا ہر چیز کا بہ نظر جائزہ لینا شروع کر دیا۔ میں طلسمی کڑھاؤ کے پاس گیا اور میں نے اس سے فرمائش کی۔ ''کیا اس جلتے ہوئے تیل میں اس کا عکس زریں نظر نہیں آ سکتا؟''

''نہیں.........کاش یہ ممکن ہوتا۔'' سمورال نے حسرت سے کہا۔

''تمہارا یہ طلسم مجھے بہت پسند آیا۔ عظیم سمورال! تم مجھے اس کا علم سونپنے میں بخل سے تو کام نہیں لو گے؟''

''یہ تمہارے انہماک پر منحصر ہے، میں تمہیں کچھ سکھانے میں دلچسپی رکھتا ہوں۔''

سمورال کی زبانی یہ بات سن کر میں نے بے چینی سے کہا۔ ''یہ میری سعادت ہے۔'' میں نے آگے بڑھ کر اس کے پیر کا انگوٹھا چوم لیا۔ ''تمہارا ساتھ اور سہارا رہا تو میرا اضطراب ختم ہو جائے گا۔ اتنی وحشت انگیز باتیں سن کر میں کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا لیکن میں جمرال سے زیادہ مستعد ہونے کی کوشش کروں گا.........یہ کڑھاؤ۔ یہ عصا.........میں خود کو اس عبادت گاہ میں رکھے ہوئے نوادر کے استعمال کا اہل ثابت کروں گا۔ میں خط غلامی تحریر کرتا ہوں۔''

میں یہاں کچھ اور کہنے آیا تھا۔ سمورال نے آج پہلی بار مجھ سے اتنی طویل اور اپنائیت کی گفتگو کی تھی۔ میں نے اسے اعتماد میں لینے کے لیے زبان و بیان کی ساری قوتیں صرف کر دیں۔ سمورال نے مجھے عبادت گاہ میں کسی روک ٹوک کے بغیر آنے کی اجازت دے دی تھی میں اس کے طلسمی کڑھاؤ پر جھکا ہوا تیل کے مدوجزر اور ارتعاش میں جزیرہ توری کے مختلف مناظر دیکھ رہا تھا۔ سمورال میری ہر فرمائش پوری کر رہا تھا۔ اس طرح میں کڑھاؤ کا نظام جاننے کا خواہش مند تھا، آخر میں نے اسے سے کہا۔ ''میں سرنگا کو دیکھنا چاہتا ہوں۔''

سمورال کے چہرے پر کھنچاؤ سا پیدا ہوا۔ اس نے اپنے ہاتھ کا عصا تیل میں ڈال کر اسے گھمایا اور مختلف طریقوں سے تیل کی سطح پر کوئی منظر ابھارنے کی سعی کی۔ اس کی پیشانی عرق آلود ہو گئی۔ خاصی دیر تک طلسمی کڑھاؤ میں لکڑیاں جلانے، آگ تیز کرنے اور متعدد عمل دہرانے کے

باوجود سرنگا کا چہرا نمودار نہیں ہوا۔ مجھے سمورال کی ناکامی پر مسرت ہورہی تھی اور میں سرنگا سے وابستگی پر فخر محسوس کررہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ سمورال کیوں ناکام ہے؟ میں نے کہا۔ ''مقدس کاہن! میں اجازت چاہتا ہوں۔ میں دوبارہ اپنی منتشر قوتیں یک جا کرنے کی کوشش کروں گا۔ تمہارے مشورے پر میں نرماز کا شگفتہ سراپا اپنی آغوش میں سمیٹ لوں گا کیونکہ یہ اس کا عطیہ ہے جو سب سے طاقت ور ہے۔ جو مطلق العنان ہے۔ بڑی طاقت چھوٹی طاقتوں سے یقیناً سوا ہوتی ہے۔ تمہارے معنی خیز کلمات سے میں اپنا وزن کررہا ہوں۔ میں نرماز کو اتنی زور سے بھینچوں گا کہ اس کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں۔ ادھر تم اپنے دل اور اپنی عبادت گاہ میں میری نشست کی گنجائش پیدا کرو۔''

سمورال طلسمی کڑھاؤ میں الجھا ہوا تھا، عبادت گاہ میں کثیف دھواں در و دیوار پر چھایا ہوا تھا۔ ''تم نہیں جاسکتے۔'' اس نے چونک کر کہا۔ ''ٹھہرو۔'' کڑھاؤ سے ہٹ کر اس نے پانی کے ایک برتن میں اپنا ہاتھ ڈال کر چاروں طرف پانی چھڑکا۔ دھواں لمحوں میں صاف ہوگیا۔ پھر اس نے جاراکا کی کھوپڑی دروازے سے ہٹائی اور مجھ سے کہا۔ ''تم جاسکتے ہو۔''

کاہن اعظم سمورال سے مزید سوال و جواب کا موقع نہیں تھا۔ وہ کچھ مکدر سا نظر آرہا تھا۔ اس کے غار سے نکل کر میں نے اطراف میں دیکھا۔ درختوں نے اندھیرا اور دبیز کر دیا تھا۔ سمورال سے آج کی ملاقات گزشتہ ملاقاتوں سے مختلف تھی۔ اس نے اپنی عبادت گاہ ماورائی طاقتوں سے روپوش کر کے مجھ سے رازدارانہ باتیں کی تھیں۔ اور انگروما کے حقائق کرید کرید کر پوچھنے چاہے تھے۔ میں نے اسے مکمل تفصیل سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ اس لیے کہ میں انگروما کے ذکر سے پہلے ہی سمورال کے اضطراب کا اندازہ لگا چکا تھا۔ اس ملاقات سے سب سے بڑا فائدہ مجھے یہ ہوا کہ میرے ذہن کی بھٹکی ہوئی رو میرے قابو میں آگئی تھی۔ سمورال کے انداز بیان نے مجھے بعض نازک اور حساس باتوں کی طرف توجہ دینے کا موقع فراہم کر دیا تھا۔ اس طلسمی نظام کا خاکہ میرے ذہن میں ترتیب پا رہا تھا اور اب میں اپنی کوتاہیوں اور خوش اعتقادیوں کے بارے میں کوئی معقول رائے قائم کر سکتا تھا۔ یوں ہم سب لوگ ایک دوسرے کے حریف تھے اور یوں ہم سب لوگوں کو اس کے سحر حسن نے جکڑ رکھا تھا میرے عزائم نہ اس وقت اتنے پست تھے کہ میں ٹوٹ کر زمین پر لیٹ جاتا اور نہ اتنے بلند کے مجھے اپنے بازوؤں کی مچھلیاں تڑپتی محسوس ہوتیں۔ میں ایک معتدل شخص تھا اور مجھے نرماز کا کشش انگیز بدن اس سمت راغب کررہا تھا جہاں میں اسے چھوڑ کر آیا تھا۔ بستی سے دور اس درخت کے نیچے۔

وہ وہاں نہیں تھی۔ میں نے اسے آواز دی۔ ''اے چمن زار اقابلا کی کلی! محترم نرماز! تم کہاں ہو؟ میری نگاہوں کے سامنے جلوہ گر ہو جاؤ دیکھو کہ میری نگاہوں میں شرمساری اور میرے قلب میں بے قراری ہے۔ آؤ کہ میں اپنے تشنج اور اضطرار پر ملامت کر چکا ہوں۔ آؤ کہ میرا بدن جل رہا ہے۔''

اس کے خیرہ کن وجود کے ظاہر ہونے میں دیر ہوئی تو مجھے اپنے جلتے ہوئے بدن میں سردی سی محسوس ہونے لگی۔ وہ ناراض تو نہیں ہوگئی؟ کہیں وہ قصر اقابلا میں واپس تو نہیں چلی گئی؟ میں اُسے آوازیں دیتا رہا اور اپنے گزشتہ رویے پر ندامت کا اظہار کرتا رہا، میرا گلا خشک ہونے لگا۔ آخر صبح کاذب سے کچھ دیر قبل وہ نمودار ہوئی۔ ''نرماز'' میں نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ''بعض اوقات مہذب دُنیا کے رشتوں اور آداب سے میرا الحاق ہو جاتا ہے۔ میں یہ بھول جاتا ہوں کہ ایک وسیع سمندر درمیان میں ہے۔ میں کاہن اعظم سمورال کے پاس گیا تھا، اس نے مجھے احساس دلایا کہ میں کس جگہ کھڑا ہوں اور میرا مقام کیا ہے۔''

میں سرکشی وسرشاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے نرماز کو بستی میں لے آیا۔بستی کی گلیوں میں رات بھر کے تھکے ہوئے مخمور لوگ اوندھے پڑے تھے۔انھیں اپنے جسموں کا ہوش نہیں تھا۔نرماز میرے ساتھ میرے جھونپڑی نما مکان میں آ گئی۔نرماز کو کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔اس لیے سریتا کی موجودگی کا کوئی خوف نہیں تھا۔میں نے اس سے کہا کہ میں بلند آواز میں کوئی بات نہیں کروں گا۔اس نے کہا کہ تم صرف ہونٹ کھولنا میں ان کی حرکت سے معنی اخذ کرلوں گی۔سو میں نے اس سے آہستگی سے کہا۔''یہاں پیال کے نرم و نازک بستر پر میرے پہلو میں دراز ہو جاؤ۔''اس نے جواب دیا تمہاری شجاعت اور جنوں کے جو تذکرے میں نے سنے تھے وہ سچ ہیں۔''وہ میرے دل سے قریب ہوئی۔صبح میں وقت کم تھا۔

جب آفتاب نے اپنی کرنیں زمین پر تقسیم کرنی شروع کیں اور میرا خمار ٹوٹا تو میں زیادہ تن دہی سے اپنے بارے میں سوچنے لگا،سرنگا کہتا تھا کہ ہمیں مہذب دنیا میں واپسی کے امکانات ہمیشہ سامنے رکھنے چاہیں۔سرنگا کے پاس ایک عظیم دیوی تھی ایک چھوٹی سی مورتی جو ایک مکمل عورت کی شکل اختیار کر کے ناقابل یقین کارنامے سرانجام دے سکتی تھی۔وہ یہاں اپنی مورتی کی سحر کاریاں چھپا نہیں سکتا تھا۔اور اسی لیے کئی بار معتوب قرار دیا جا چکا تھا۔

سمورال نے جس انداز سے بعض حقائق اشارۃً بیان کیے تھے،وہ رہ رہ کر میرے ذہن میں فشار پیدا کر رہے تھے۔احتیاط،اعتدال دور اندیشی،اس ملاقات کا مآل تھا۔یہاں بات کرنا لب ہلانا بھی مشکل تھا،روشنی کی پراسرار لکیریں۔نادیدہ سراغ رساں ہر سمت لگے رہتے تھے۔سرنگا پر ان کی کڑی نظر تھی۔اور احتیاط کا تقاضا تھا کہ میں سرنگا کے غار میں اس سے مشورے لینے کے لیے کم سے کم جاؤں۔حالانکہ ایسے عالم میں سرنگا کی ذات میرے لیے ایک بڑا سہارا تھی۔تاریک براعظم میں اتنے مصائب جھیلنے کے بعد کم ازکم زندہ رہنے کا آسرا ضرور ہو گیا تھا۔جسے زندگی کا شوق ہو،اس کے لیے یہ بات کیا کم ہے وہ زندہ ہے۔اور زندگی کا شوق کسے نہیں ہوتا؟ مجھے بھی تھا میں یہاں اس وقت تک سرخ رو تھا جب تک جزیرہ توری میں یا آس پاس کے علاقوں میں میرے مقابلے کا کوئی اور شخص پیدا نہیں ہو جاتا۔قناعت میں امان ہے۔قناعت میں زندگی ہے مگر موت زدہ زندگی جزیرہ توری میں محبوس ہو کر میں اپنے آپ کو طویل المیعاد زندگی کی ضمانت دے سکتا تھا،لیکن عورتوں،شرابوں اور غلاموں پر قانع ہو جانا میرے مزاج کو راس نہ تھا۔اب بھی میرے دل میں اضطراب کا ایک شعلہ روشن تھا۔ایک مبہم امید شاید سنگلاخ چٹان میں سبزہ وگل پیدا ہو جائیں۔ایک بینا غصہ جو قناعت کو موت سمجھتا تھا اور ہر طرف باہو کر کے شور مچانے کو اکساتا تھا۔ایک خفیف امکان۔شاید اس حرکت وطاقت میں واپسی کی کوئی صورت نکل آئے؟ شاید میں نے اپنی افتاد طبع اور قلبی کیفیتوں کی وضاحت کر دی ہے۔

صبح ہوتے ہی میں اپنے ٹھکانے سے اٹھا اور نرماز سے کہا کہ وہ مجھ سے دُور دُور نہ رہے۔نرماز نے خوش ادائی سے میری خواہش پر ہر وقت نمودار ہونے کا وعدہ کیا اور نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

اس کے جانے کے بعد میں نے فزارو اور زارمے کو طلب کیا۔رات بھر جشن میں ڈوبے رہنے کی وجہ سے ان کی آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں۔میں نے اپنے لہجے میں وزن پیدا کیا اور بولا۔''معزز زارمے اور فزارو! تمہارے سردار جابر بن یوسف نے توری کے دوسرے قبیلے کے سردار شوالا کو شکست دی ہے اور وہ اب دونوں قبیلوں کا حکمران ہے۔تمہارا سردار محسوس کرتا ہے کہ مقدس اقابلا کی خوشنودی کے لیے صرف یہی مناصب کافی

نہیں ہیں کہ وہ تین قبیلوں کا سردار ہے۔اس کا مقام شجاعت کے علاوہ بھی بلند ہونا چاہیے۔''

''بے شک۔''فزارواورزارمے نے یک زبان ہوکر کہا۔

''معزز لوگو! پس یہ لازم ہے کہ قبیلے کی بیشتر ذمے داریاں وہ اپنے نائبین کو سونپ دے اور خود حصول علم اور دیوتاؤں کی نظر میں اپنا مرتبہ بالا کرنے کے لیے بستی سے دور جنگلوں میں چلا جائے۔''میں نے کہا۔

فزارواورزارمے کو میرے تخاطب کی تبدیلی پر حیرت ہوئی ہوگی۔انہوں نے سر جھکا دیے اور پھر اطاعت اور فرمانبرداری کی علامت کے طور پر زمین پر لیٹ گئے۔''میں جو کہتا ہوں اسے اپنے کانوں میں محفوظ کرلو۔میں تم دونوں کو امانتاً توری کی نیابت دے رہا ہوں۔شوالا کے قبیلے کی نیابت اور دوبارہ آبادکاری زارمے کے سپرد کی جاتی ہے اور میرے قبیلے کا نائب فزارو ہے۔قبیلے میں ایسی حد بندیاں ختم کردی جائیں جو شوالا اور کالاری کے زمانے میں تھیں۔زمین اور آبادی نصف نصف تقسیم کرلی جائیں۔میں یہیں توری میں موجود رہوں گا اور تم دونوں کے کام کا جائزہ لیتا رہوں گا لیکن قبیلے کے فیصلے، انتظامی امور، غذا اور پناہ کے معاملات تم دونوں کو اس وقت تک سنبھالے رکھنے ہوں گے جب تک میں خود یہ امور اپنی نگرانی میں نہ لے لوں۔قبیلے کی ہر نوجوان لڑکی سب سے پہلے میرے ملاحظہ کے لیے پیش کی جائے گی۔''

میرے اس جملے پر انہوں نے حیرت سے سر اٹھا کر دیکھا لیکن میں نے اپنے احکام جاری رکھے۔''تم اہم معاملات میں کسی بھی وقت اپنے سردار سے مشورہ کرسکتے ہو۔تم جانتے ہو جابر بن یوسف نے یہ مقام کس طور پر حاصل کیا ہے؟ تمھیں معلوم ہے کہ اس کے پاس کیسے کیسے نادر تحائف موجود ہیں؟ اور تم اس امر سے بھی واقف ہوگے کہ اس مقدس اقابلا کی خوشنودی حاصل ہے۔سرکشی اور سازش کی سزا بہت شدید ہوسکتی ہے۔''

میں نے شپالی زارمے کے جسم پر پھینک دی، وہ تڑپ کر زمین پر لوٹنے لگا، اس کی کمر میں ایک بڑا داغ پڑ چکا تھا، مقدس چوبی اژدہا متحرک کرکے میں نے فزارو کی طرف روانہ کردیا وہ فزارو کے جسم پر رینگنے لگا اور فزارو خوف وہراس کے عالم میں زارمے کا اتباع کرنے لگا۔پھر اژدہا شپالی منہ میں لے آیا اور میرے گلے میں لٹک کر دوبارہ ساکت ہوگیا۔میں نے ان دونوں کو کھڑے ہونے کا حکم دیا۔''تم نے دیکھا؟''

''ہاں جابر بن یوسف اے مقدس سردار!'' زارمے نے احترام سے کہا۔''تمھیں اپنے نوادر کو زحمت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔تمہارا مقام ہمارے قلب میں کندہ ہے ہم تمہارا بہترین ہتھیار ثابت ہوں گے۔فزارو نے بھی اسی قسم کے کچھ جملے ادا کیے۔

''سرنگا کی نوجوان لڑکی سریتا اسی مکان میں رہے گی اور تم دونوں اس کی خواہش مقدم سمجھو گے۔اس کے لیے بہترین غذائیں اور خادمائیں مہیا کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔''

دونوں نے دوبارہ روایتی طور پر اطاعت کا مظاہرہ کیا۔انھیں واپسی کا حکم دے کر میں سریتا کے کمرے میں آیا۔اس کے بدن پر توری کی لڑکیاں جڑی بوٹیوں کے تیل سے مالش کر رہی تھیں۔اچھی خوراک اور مسلسل آرام کے باعث سریتا کا حسن نکھر آیا تھا۔

☆==========☆==========☆

آئندہ دو دنوں میں شوالا کے قبیلے سے آئے ہوئے لوگ اپنے علاقے میں منتقل ہونے لگے۔

ان کی منتخب لڑکیاں میرے ملاحظے کے لیے پیش کی جاتی ہیں میں نے چند معیاری دوشیزائیں علیحدہ کر کے باقی لڑکیاں زارے اور فزارو کے سپرد کر دیں۔ دو دنوں تک یا تو میں نرماز کے ساتھ رہا یا اپنی سیاہ فام خادماؤں کے ساتھ۔ میں نے اپنے قبیلے کی چیدہ چیدہ لڑکیاں اپنے لیے وقف کر لیں۔ میرا مکان ان دو دنوں میں عورتوں سے بھرا رہا۔ سریتا خاموشی سے یہ تغیر دیکھ رہی تھی۔

دو دنوں کی کسل مندی کے بعد میں کاہن اعظم سموراں کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے اپنے فیصلے سے مطلع کیا کہ میں جزیرہ توری کے دونوں قبیلوں کے لیے نائب مقرر کر کے اس کے پاس حصول علم کے لیے آیا ہوں۔ میں نے مشعل کی لو میں دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی جلا کر عہد کیا کہ میں ہمیشہ اس کا وفادار اور مطیع رہوں گا۔ میں نے کہا۔ ''یہ سب مقدس اقابلا کی بارگاہ میں رسائی حاصل کرنے اور اپنی قوت وعظمت بڑھانے کا اقدام ہے۔''

میری آمد سے کاہن اعظم کی آنکھ کی چمک بڑھ گئی اور اس نے شفقت سے میرے سر کے بال کھینچ لیے میں نے فوراً غار سے باہر جا کر ایک ہرن شکار کیا اور اس کی کھال ادھیڑ کر عربی ذائقے کا گوشت بھون کر سموراں کو کھلایا۔ مجھے معلوم تھا یہ اس کی مرغوب غذا ہے۔ وہ مجھے غار کے ایک تاریک گوشے میں لے گیا اور کسی کھوہ سے اس نے پتھر کا ایک برتن نکال کر اس کا محلول میرے جسم پر انڈیل دیا۔ یکایک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے محلول میرے مساموں میں داخل ہو رہا ہے۔ مجھ پر ایک نشہ آور کیفیت طاری ہوگئی اور میں نے نشے کی حالت میں سموراں سے اپنی بے پناہ عقیدت کا اظہار کیا' تاریک براعظم میں اپنے عزائم بتائے اور اقابلا کی بارگاہ میں پہنچنے کے بڑے بڑے دعوے کیے۔ یہ پہلا دن تھا کہ رسمی طور پر سموراں نے مجھے شاگردی کی حیثیت سے قبول کر لیا۔ سب سے پہلے اس نے مجھے ایک عصا کا طلسمی وظیفہ بتایا اور مقدس جارا کا کی تعریف وتوصیف کا ایک مرکب جملہ رٹایا جسے حفظ کرنے میں مجھے خاصی دیر لگی، اس لیے کہ اس کی زبان میرے فہم سے بالا تھی۔ اس جملے کی مسلسل ادائی کا اعجاز تھا کہ طلسمی کڑھاؤ پر مجھے دسترس ہوگئی۔ اس وقت کاہن اعظم فیاضی پر اتر آیا تھا۔ میں نے کڑھاؤ کے نیچے آگ جلا کر سموراں کا مخصوص سفوف تیل میں ڈال کر کوشش کی کہ سرنگا کو دیکھ لوں لیکن سرنگا نظر نہیں آیا' پھر میں نے اپنے مکان میں سریتا کو دیکھنا چاہا۔ مجھے کامیابی ہوئی۔ سریتا کا بدن بکھرا ہوا تھا۔ وہ پیال کے بستر پر دراز تھی اور کچھ سوچ رہی تھی میں نے اسے جی بھر کے دیکھا وہ بڑی اداس معلوم ہوتی تھی.............. اس منظر سے میری طبیعت میں بے چینی پیدا ہوگئی۔

پھر میں نے زارے، فزارو کی مصروفیات دیکھیں، قبیلے میں تیزی سے کام ہو رہا تھا، پھر اچانک مجھے ڈاکٹر جواد کا خیال آیا۔ شوالا اور میرے مقابلے سے ایک دن پیشتر وہ مجھے زہریلی بوٹی کھلا کر غائب ہوگیا۔ میں نے تیل کی سطح پر اسے ایک غار میں بیٹھا دیکھا۔ ڈاکٹر کا چہرہ آتے ہی میرے منہ سے جھاگ آگئے۔ میں نے وہیں کھڑے کھڑے پھنکار ماری۔

''کیا ہوا؟'' کاہن اعظم مجھ سے بولا۔ وہ دور بیٹھا گوشت سے شغل کر رہا تھا۔

''کچھ نہیں.............. وہ طبیب جواد نظر آ گیا تھا۔'' میں نے لڑکھڑاتی زبان سے کہا۔

''کیا تمھیں اس کا سر درکار ہے؟'' کاہن اعظم نے کہا۔

''نہیں وہ اتنا اہم شخص نہیں۔'' میں طلسمی کڑھاؤ سے ہٹ آیا اور میں نے سموراں کی خوشامد کی کہ وہ مجھے جلد از جلد اپنے سارے علوم منتقل

کردے۔ رات کے وقت میں اس کے غار سے چلا آیا۔ میری نس نس میں ایک عجیب خمار چھایا ہوا تھا۔ میں پتھر راستے سے ہٹاتا گرجتا اور چنگھاڑتا بستی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بستی میں میری آمد سے ہلچل مچ گئی۔ میں نے فزاروکو حکم دیا کہ صبح تک ڈاکٹر جواد کو میرے مکان پر حاضر کیا جائے۔ میں نے اس کا پتہ بتایا اور مکان میں داخل ہو کر زماز کو آواز دی۔ وہ آ گئی۔

صبح صادق کے وقت میرے دروازے پر فزارو اور زارے موجود تھے۔ ان کے پیچھے زارے کے جوانوں کے وسط میں ڈاکٹر جواد کھڑا تھا۔ مجھے تاریک براعظم کے دستور کا علم تھا کہ طبیبوں کو وہاں خاص مراعات حاصل ہیں۔ ڈاکٹر جواد پر کسی زمانے میں ایک اقابو تعینات تھا اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا تو حالات کچھ اور ہوتے۔ مہذب دنیا کا یہ شخص میرا ساتھی۔ یہ بدنصیب میرا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اگر میں اس کے زہر سے مرجاتا تو سرنگا اور سریتا کو بھی موت کا جام نوش کرنا پڑتا۔ جواد مجرموں کی طرح زمین کی طرف نظریں جھکائے کھڑا تھا۔ میرے صرف ایک اشارے پر نیزوں سے اس کا جسم چھلنی ہو سکتا تھا۔ سریتا بھی باہر آ گئی تھی اور حقارت سے اس بے غیرت شخص کو دیکھ رہی تھی۔ ڈاکٹر جواد کی گرفتاری کی اطلاع ملتے ہی زماز رخصت ہو گئی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ اپنے غصے کا اظہار کس طرح کروں؟ ''ڈاکٹر جواد کیا تجھے اب بھی کسی رعایت کی توقع ہے؟''

''مجھے اپنی غلطی کا اعتراف ہے سیدی!'' اس نے خجالت سے کہا۔

''فرعون بے ساماں! تو اسے غلطی کہتا ہے؟''

''یہ کمینگی ہے سیدی جابر! یہ کم ظرفی ہے۔'' وہ مردہ آواز میں بولا۔

''آہ سارے الزام تیرے لیے ہیچ ہیں۔ تو یقیناً ایک عرب نہیں ہے۔ تیرے خون میں خرابی ہے۔'' میں نے لرز کر کہا۔

تمہاری ہر گالی مجھ پر سجتی ہے۔ فیصلے میں دیر نہ کی جائے مجھے سزائے موت دی جائے۔''

''موت؟'' میں نے تحقیر آمیز لہجے میں کہا۔ ''اے بدبخت شخص تو نے اپنے لیے کتنی آسان سزا تجویز کی ہے۔''

''میں ہر سزا کے لیے تیار ہوں۔ میں نے تمہارے اعتماد کو دھوکا دیا ہے سیدی جابر! اب کوئی ندامت میری غلطی کا تدراک نہیں کر سکتی۔''

''ڈاکٹر جواد! کیا تیرا دماغ ابھی تک ٹھیک نہیں ہوا؟ تجھے معلوم ہے کہ تیرے ساتھی نے جزیرہ توری میں کتنی منزلیں سر کر لی ہیں؟ مقدس اقابلا کی نظروں میں اس کا مقام کیا ہے؟ کیا تو نے میرے سینے پر نظر نہیں ڈالی تھی؟ تو اس حقیقت سے باخبر نہیں تھا کہ میں کتنی بار موت کے منہ میں گیا ہوں گا؟ تو نے میری اقبال مندی مصنوعی سمجھی تھی؟''

''مجھے حقائق کا علم تھا سیدی! لیکن میں تمہیں بتا نہیں سکتا کہ میں نے ایسا کیوں کیا تھا۔ تم نے یہ تمام فتوحات تاریک براعظم کی عظیم الشان ملکہ اقابلا کے لیے کی ہیں اور میں نے......''

جواد کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ میں نے ڈپٹ کر کہا۔ ''خاموش کیوں ہو گیا؟ صاف کیوں نہیں کہتا کہ تو اپنے ایک ساتھی کی درخشانی سے ناخوش تھا۔ تو حاسد ہے۔''

''یہ غلط ہے سیدی! لیکن میری بساط الٹ چکی ہے۔ اب کسی جرح کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنی وکالت نہیں کر رہا ہوں۔ میں سزا کا

منتظر ہوں۔'' ڈاکٹر جواد نے بے خوفی سے کہا۔

''نہیں ڈاکٹر!'' میں نے غضب میں کہا۔ ''میں تیری زبان سے وہ نکتہ اگلوانا چاہتا ہوں' جس نے تجھے عقل و ہوش سے بے گانہ کر دیا تھا۔''
اس نے خاموشی غنیمت سمجھی لیکن اس خاموشی نے میرے قہر میں اور اضافہ کر دیا۔ میں نے چیخ کر اپنا سوال دھرایا۔ جلد بازی میں کوئی فیصلہ کرنا دانش مندی کے منافی تھا۔ کیونکہ اقابلا اس پر مہربان رہ چکی تھی۔ میں ان نپے تلے نیزوں کو حرکت کا حکم دے سکتا تھا جو اسے نشانے پر لیے ہوئے تھے مگر میں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ میں نے ڈاکٹر جواد کے لیے کسی اندھیرے غار میں قید تنہائی کی سزا کا ارادہ کر لیا۔ پھر میں اس خبیث کو سزا سنانے کا اعلان کرنے ہی والا تھا کہ خلاف معمول دور سے سرنگا آتا دکھائی دیا۔ وہ تیز قدموں سے آ رہا تھا۔

''محترم سرنگا تم؟ اچانک کیسے آ گئے؟'' میں نے اسے خوش آمدید کہتے ہوئے کہا۔ ''ذرا ٹھہرو میں اس وقت ایک مقدمے کا فیصلہ کر رہا ہوں، سرنگا کیا تم اپنے اس مہذب ساتھ کو پہچانتے ہو؟''

''میں اسی کے سلسلے میں غار سے اُٹھ کر آیا ہوں۔'' سرنگا نے آہستگی سے کہا۔ ''میرے ساتھ اندر چلو۔''

''کیا تم اس کی سفارش کرنے آئے ہو؟'' میں نے ناراضی سے پوچھا۔

''ہاں۔ مجھے اس کا حق پہنچتا ہے۔ میں تم سے فیصلے بدلوا سکتا ہوں۔''

''سرنگا! یہ قابل گردن زنی ہے۔''

''بے شک۔ لیکن میں اس کی معافی کی درخواست کرنے آیا ہوں۔''

''کیوں؟ تم اس کا جرم جانتے ہو؟'' میں نے جھلا کر کہا۔

''اسے چھوڑ دو سیدی جابر! دوبارہ اس سے ایسی حماقت سرزد نہیں ہوگی۔ میں تمھیں یقین دلاتا ہوں۔'' سرنگا نے پراعتماد لہجے میں کہا۔

''سرنگا! یہ ڈاکٹر جواد ہے۔ اس نے سریتا پر شرمناک حملہ کیا تھا اس نے تمہارے دوست کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔''

''کیا تم میری سفارش لائق اعتنا نہیں سمجھتے؟''

''درست ہے۔'' میں نے نڈھال ہو کر کہا۔ ''فزارو، زارمے ڈاکٹر جواد کو چھوڑ دو اور اسے قبیلے کے عام شہریوں میں شمار کر لو۔''

میرے فیصلے پر ڈاکٹر جواد بے اختیار محافظوں کا دائرہ توڑ کر میرے پاس آیا اور مجھ سے بغل گیر ہو گیا۔ ''سیدی جابر! تم ایک عظیم آدمی ہو۔ اور سرنگا تم۔'' وہ سرنگا کے گلے لگ گیا۔ ''تم یقین کرو میں تمہارے اعتبار کو کبھی صدمہ نہیں پہنچاؤں گا۔''

فزارو اور زارمے میرے فیصلے پر دم بخود تھے۔ ڈاکٹر جواد رہا ہو کر شادمانی کے عالم میں رقص کر رہا تھا۔ میں سرنگا کے ساتھ اندر چلا آیا۔ سرنگا نے کمرے کے اندر ایک گہرا سانس لیا۔ ''سیدی جابر! اس کمرے میں یقیناً کوئی اور بھی ہے۔''

سرنگا کا قیاس درست تھا۔ نرماز اندر موجود تھی جو اسے نظر نہیں آتی تھی۔ اور میں اس سے اس وقت باہر جانے کی درخواست بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ سرنگا کی آمد کے بعد میری یہ درخواست مشکوک اقدامات میں شامل ہو جاتی۔ ''ہاں محترم سرنگا! مقدس اقابلا کا ایک پیش بہا عطیہ میری سیرائی

جاں کے لیے یہاں موجود ہے۔''

''اوہ اقابلا۔مقدس اقابلا۔'' سرنگا نے پورے احترام سے کہا۔''سیدی جابر! کیا تم ہماری نظر کو اس سعادت سے محروم رکھو گے؟''

''میں کسی دن اس نادر عطیے کا جلوہ تمھیں بھی ضرور دکھاؤں گا۔'' میں نے نرماز کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔''تمہاری بوڑھی آنکھوں کی بینائی بڑھ جائے گی۔''

سرنگا مقدس اقابلا کے جاہ وجلال کے گن گانے لگا۔میں اس سے ملاقات کا طالب تھا۔میں نے اشاروں کنایوں میں اسے سمجھایا کہ میں جلد ہی اس کے پاس آؤں گا۔اس وقت ڈاکٹر جواد کی رہائی کے سلسلے میں اس کی سفارش پر بحث کرنا بھی مناسب نہیں تھا۔

''سیدی جابر! تمھیں میری گزشتہ گفتگو یاد ہے؟''

میں نے ذہن پر زور دے کر اور سمجھ کر کہا۔''ہاں۔'' سرنگا مہذب دنیا میں واپسی کے امکان کی طرف اشارہ کررہا تھا۔

میں نے نرماز کا خیال کر کے کہا۔''کاش وہ میری التجائیں سن لے۔''

''سرنگا دل میں ایک ہی حسرت باقی ہے۔''

''وہ فیاض ہے جب اس نے تمھیں اتنا نوازا ہے تو آئندہ بھی وہ بخل سے کام نہیں لے گی۔وہ تمھیں شاد کام کرے گی حوصلہ رکھو سیدی جابر!''

''سچ ہے سرنگا! تم حق کہتے ہو۔میں مستقل اس کی نگاہوں میں رہنا چاہتا ہوں۔''

''اور اس کے لیے ضروری ہے کہ تم عقل وہوش، عالمانہ اور بہادرانہ فضیلتیں بڑھاتے رہو۔'' سرنگا نے عقیدت سے کہا۔

''میں نے بہت کچھ سوچا ہے۔میں نے سوچا ہے......''

''بس بس سیدی جابر!'' سرنگا نے مجھے روک کر کہا۔''پہلے عمل کرو۔اس کے بعد دعوے کرنے کی عادت ڈالو۔''

سرنگا اٹھ کر دوسرے کمرے میں اپنی بیٹی سریتا کے پاس چلا گیا اور چند لمحوں میں واپس آ گیا پھر مجھ سے اجازت لے کر وہ جانے کے لیے تیار ہوا تو میں اسے دور تک چھوڑنے گیا۔نرماز میرے ساتھ تھی۔میں نے سرنگا کا ہاتھ دبا کر اسے اپنے بارے میں غور کرنے کا اشارہ کیا۔واپسی میں مجھے دوبارہ ڈاکٹر جواد نظر آیا وہ ایک جھونپڑی کے دروازے پر کھڑا شراب پی رہا تھا۔مجھے آتے دیکھ کر اس نے ادب سے سلام کیا۔''سیدی جابر! اب کھلے دل سے مجھے معاف کر دو۔''

میں سنی ان سنی کرتا ہوا اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔میں نے تمام خادماؤں کو سریتا کے کمرے میں بھیج کر نرماز کو آغوش میں لے لیا۔تم نے اچھا کیا جابر بن یوسف کہ طبیب جواد کے سلسلے میں اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیا۔''

''کیوں؟'' میں نے اس کا چہرہ سامنے کرتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔''کیا اس میں مقدس اقابلا کی ایما بھی شامل تھی؟''

''مقدس اقابلا فراخ دلی اور فیاضی پسند کرتی ہے۔'' نرماز جھجکتے جھجکتے بولی۔

''مگر ڈاکٹر جواد نے اپنے سردار سے غداری کی تھی!''

''مقدس اقابلا بے اعتبار لوگوں کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتی ہے۔ مگر طبیب جواد از خود اس قبیح فعل پر آمادہ نہیں ہوا تھا۔''

''اسے شوالا نے آمادہ کیا ہوگا؟'' میں نے جلدی سے کہا۔ ''کیا تم اس بارے میں کچھ جانتی ہو۔ مجھے اندھیرے میں نہ رکھو۔'' میرے اصرار میں شدت پیدا ہوگئی۔

''طبیب جواد پر ایک طبیب کی حیثیت سے جاراکا کی خصوصی عنایتیں ہیں۔ میں تمھیں یہ خوش خبری سناتی ہوں کہ اقابلا نے اس کے سلسلے میں تمہارے ہر فیصلے کی قبل از وقت توثیق کر دی ہے لیکن تم نے پہلے صحیح صورت حال جاننے کی کوشش تو کی ہوتی۔''

''میں نے اس سے پوچھا تھا لیکن وہ خاموش رہا۔''

''وہ ایک زک پہنچا کر تمھیں دوسرا صدمہ پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔'' زماز نے کہا۔

''پھر اسے کس نے آمادہ کیا تھا؟'' میں نے تشویش سے پوچھا۔

''اسے تمہاری ساتھی فلورا نے لالچ دیا تھا۔''

''کیا؟ فلورا نے.........فلورا نے؟''

''ہاں اسی سفید فام لڑکی نے جو شوالا کے ساتھ تھی اور اب جزیرہ بیزنار میں زبگا کے ساتھ ہے۔

زماز کے اس انکشاف نے مجھے لرزہ براندام کر دیا۔ سفید فام فلورا نے ایک بار پہلے بھی سیاہ فام شوالا کو مجھ پر ترجیح دی تھی۔ لیکن دوسرے لمحے اس حقیقت نے مجھے سرشار کر دیا۔ مقدس اقابلا کے رویے سے ظاہر تھا کہ وہ وسیع و عریض تاریک براعظم کے اس بے مایہ شخص پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ میری پرستش کا اثر ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر جواد کے سلسلے میں اس نے ہر فیصلے کی توثیق کر کے مجھے اپنی عنایتوں کی بشارت دی تھی وہ پری پیکر میرے تصور میں مسکراتی ہوئی ابھری۔

دوسرے دن صبح اشار کی طرح میں نے زماز کو اعتماد میں لے کر بعض طلسمی اسرار سمجھنے کے لیے آمادہ کر لیا۔ لیکن فلورا کی پھانس دل میں چبھی رہی۔

اسی دن میں دوبارہ کاہن اعظم کی اقامت گاہ پر تربیت کے لیے گیا۔ اتالیق ہونے کے باوجود کاہن اعظم کے لہجے اور رویے میں دوستی اور رازداری کا عنصر شامل ہو گیا تھا۔ میں نے مزید احتیاط اور احترام سے پیش آتے ہوئے کہا۔ ''مقدس کاہن! باگمان میں میرے نائب اشالا نے مجھے چند ابتدائی اسرار کی تعلیم دی تھی اور میں نے اس سے کہا تھا کہ میں اپنے باطن میں ایسی صفات پیدا کرنے کا خواہشمند ہوں جو دیواروں پہاڑوں اور سمندر پار کی حرکات و سکنات کے بارے میں مجھے باخبر رکھ سکیں۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں تھا، اس نے کہا تھا۔ تمہارے باطن میں سخت ریاضت کے بعد ایسی خوبیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم طلسمی اسرار کی تربیت کے ساتھ ساتھ میرے قلب و نظر اتنے توانا کر دو کہ میں زمین کے اندر دبی ہوئی چیزیں دیکھ سکوں۔''

''ہاں۔ ہاں جابر بن یوسف!'' سموراں نے سنجیدگی سے کہا۔ ''آدمی میں دیوتا کی صفات پیدا ہو سکتی ہیں۔ مگر کوئی شخص دیوتا نہیں ہوتا جس نے جتنی محنت کی اپنے باطن کو اتنا ہی منور کیا۔ جس نے جتنی برداشت کا ثبوت دیا اپنے اوصاف میں اتنا ہی اضافہ کر لیا۔ ہر معزز اور نامور شخص اپنی اس

حد میں رہتا ہے جہاں تک اس نے ریاض کیا اور وقت صرف کیا۔ علوم باطن اور اسرار و کمالات کے کرشمے وقت اور انہاک کے ساتھ ساتھ فروغ پاتے رہتے ہیں۔ جمرال اور تم اسی منزل سے گزر رہے ہو، اور میں بھی میری بصارت اور سماعت بھی ابھی محدود ہے۔ میرے حواس ایک خاص مقام تک جا کر رک جاتے ہیں۔ میں نے ساری عمر اسی کوشش میں صرف کر دی ہے کہ میں ان کا دائرہ وسیع کرتا ہوں۔ لیکن جہاں دوسری برتر قوتیں حائل ہو جاتی ہیں وہاں یہ دائرہ بہت مختصر اور بعض اوقات معدوم ہو جاتا ہے۔ تم اپنے تمام علم و فضل کے باوجود اقابلا کا حال نہیں جان سکتے ہاں اپنے برتر خیال سے صرف ایک بہتر قیاس کر سکتے ہو۔ طاقت ور باطن کا روشن دروازہ ہر وقت نہیں کھلا رہتا۔ اسے کھولنا پڑتا ہے۔ پھر کہیں اندر کی چیزیں نظر آتی ہیں۔ تم یہ تمام علوم سیکھ سکتے ہو لیکن اس سے پہلے میں تمھیں تمہارے اطراف میں پھیلی ہوئی ایسی چیزوں کا ادراک کراؤں گا جن کی ترکیب اور ماہیت بدل دینے سے کرشمے رونما ہوتے ہیں۔'' میں پوری توجہ سے کاہن اعظم کی اثر انگیز باتیں سن رہا تھا۔ آج پہلی بار اس نے اس قدر دیر تک مجھ سے خطاب کیا تھا۔

وہ مجھے اپنے غار سے ملحق ایک سرنگ میں لے گیا۔ غار کا یہ حصہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، حالانکہ میں اس کی اقامت گاہ کے چپے چپے سے واقف تھا۔ وہ خود اسرار کی دنیا تھی۔ اندر جا کر اس نے ایک دیوار پر اپنے عصا سے ایک مربع بنایا۔ پتھر کی دیوار میں چرمراہٹ ہوئی اور تھوڑی دیر میں ایک کمرے سے کسی درندے کی ہیبت ناک آواز سنائی دی۔ درندے کی دہاڑ اتنی خوف ناک تھی کہ مجھے کئی قدم پیچھے ہٹنا پڑا۔ میں نے شپالی گلے سے اتار کر روشنی کی تو کمرہ منور ہو گیا۔ ڈگبی کے جثے کا ایک عجیب الخلقت جوڑا اس اندھیرے کمرے میں بند تھا۔ کاہن اعظم کو دیکھ کر ایک درندے نے جست لگائی اور میں حفظ ماتقدم کے طور پر اس کی پشت پر ہو گیا۔ کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ وہ بے لگام درندہ کاہن اعظم کے سامنے آ کر، سر جھکا کے کھڑا ہو جائے گا۔ اور کاہن اعظم اس کے بڑے سینگ پکڑ کر اس کے دماغ میں خنجر سے سوراخ کرنے لگا۔ ''جابر بن یوسف!'' سمورال نے آواز دی۔ ''اس سوراخ پر منہ لگا دو۔''

ایک لحظے کے لیے میرے ذہن میں شبہ ابھرا کہ کہیں کاہن اعظم بداعتمادی کا مظاہرہ تو نہیں کر رہا ہے لیکن میں نے دوسرے ہی لمحے یہ شبہ جھٹک کر جانور کے دونوں سینگ پکڑ لیے۔ میرا سینگ پکڑنا تھا کہ عظیم الجثہ درندے نے ایک پھنکار بھر کر اپنے سر کو اوپر اچھال دیا۔ میں اگر سینگ چھوڑ دیتا تو دیوار سے جا ٹکراتا، لیکن اس زبردست جھٹکے کے باوجود میں نے اس کے سینگ نہیں چھوڑے اور اپنے حواس قائم رکھنے کی کوشش جاری رکھی۔ میں ڈگبی جیسی بلا زیر کر چکا تھا۔ مگر اس کی پشت پر توازن برقرار رکھنے میں کئی بار میں نیچے گر پڑا۔ میں بار بار گر پڑتا اور وہ مجھے منٹوں میں ادھیڑ کر رکھ دیتا۔ وہ اسی طرح مجھے نچاتے نچاتے اس وسیع کمرے میں دیوانہ وار گھومتا رہا، آخر میں بہ مشکل تمام اس کے دماغ پر اپنا منہ رکھنے میں کامیاب ہو سکا۔ میری زبان اس کا خون تیزی سے چاٹنے لگی۔

''مقدس کاہن! کیا میں ان کے جسموں پر شپالی رگڑ دوں؟ کیا میں اپنا چوبی اژدہا متحرک کر دوں؟'' میں نے چیختے ہوئے کہا۔

''نہیں تم اتر آؤ'' اس نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر لیے اور درندے نے تابع داری سے اپنے دونوں سینگ اس کے آگے کر دیے۔ پھر کاہن اعظم نے اسی طرح دوسرے درندے کو بلایا۔ ''اس کے تھنوں سے دودھ نچوڑ کر ایک برتن میں جمع کرتا رہا۔ مادہ خاموش کھڑی تھی۔ کاہن اعظم

بہت تیزی سے دودھ دوہ رہا تھا۔ برتن بھر کر وہ کمرے سے باہر آ گیا اور اس نے اسے دوبارہ اسی طرح بند کر دیا جس طرح کھولا تھا اب اس کے ہاتھ میں دودھ کا بھرا ہوا برتن تھا، جسے وہ عبادت گاہ میں لے آیا نصف دودھ ایک دوسرے برتن میں لوٹ کے باقی نصف دودھ پیالوں میں بھر دیا گیا پھر برتن چھت سے لٹکا دیا گے۔ وہاں اس قسم کے اور بھی بہت سے برتن لٹکے ہوئے تھے۔ پیالوں کے دودھ میں اس نے چند جڑی بوٹیاں ملائیں اور بلند آواز میں ایک مخصوص عمل پڑھ کر مجھے اپنے ساتھ لیے غار سے باہر آ گیا۔ جنگل میں چلتے ہوئے اس نے سانپ کے بل تلاش کیے۔ جہاں کوئی بل نظر آیا۔ اس میں دودھ کے چند قطرے ٹپکا کر وہ کھڑا رہا سانپ بل سے باہر آ گیا۔ تو اس نے وہ پیالہ اس کے سامنے رکھ دیا۔ چند قطرے پینے کے بعد سانپ کی حالت غیر ہوگئی اور وہ مزید دودھ کی چاہت میں سموراں کے ہاتھ چاٹنے لگا۔ سموراں نے سانپ اٹھا کر اس طرح گلے میں ڈال لیا جیسے اس سے بڑی پرانی شناسائی ہو، پھر اس نے ایک دوسرے عمل سے اُسے چوبی ڈھانچے میں تبدیل کر دیا۔

ہم جنگل میں کئی جگہ یہ عمل کرتے رہے اور سانپ پکڑتے رہے یہ دودھ کی تاثیر تھی کہ واپسی کے وقت میری اور سموراں کی گردنوں میں متعدد لکڑیاں تھیں۔ جنھیں ہم نے دیوار پر ٹانگ دیا اور باقی دودھ خود پی لیا۔ دن بھر کی اس مشقت کے بعد سموراں نے عبادت کے مخصوص پتھر پر بیٹھ کر اپنے پالتو درندوں کے بارے میں بتایا۔ اس خوف ناک درندے کا نام راٹ تھا۔ وہ دیوتاؤں کی نوازش سے ایک طاقتور جانور کہلاتا تھا، سموراں نے چند سال قبل ان میں سے ایک کو طلسمی طور پر نابینا کر کے پکڑ لیا تھا۔ پھر اس نے دوسرا جانور پکڑا اور انھیں ایک غار میں بند کر کے پراسرار طریقے پر اپنا تابع کیا۔ وہ توری کے نافرمان اور بیمار افراد کو ان کے سامنے ڈال دیا کرتا تھا۔ یہ ایک دلچسپ اور مفید سزا ہوتی تھی۔ جب نافرمانی کا کوئی واقعہ پیش نہیں آتا تھا تو وہ سانپ اور دوسرے جانور انھیں کھلاتا تھا اور جب یہ صورت نہیں ہوتی تھی تو وہ نشہ آور چیزیں کھلا کر ان کے لیے شکار تلاش کیا کرتا تھا۔ سموراں کے دیو قامت درندے اپنے خون، گوشت اور دودھ کے اعتبار سے غیر معمولی قوتوں کے حامل سمجھے جاتے تھے۔ میں نے ان کے سینگوں پر چڑھ کر دودھ پیا تھا۔ میری بے خوفی اور جرأت سے سموراں بے حد خوش تھا۔ چنانچہ اس نے مجھے راٹ کا انمول دودھ عطا کیا۔ وہ دودھ جس میں سانپوں کو اپنی طرف کھینچنے اور بے دام غلام بنانے کی صلاحیت موجود تھی۔

دوسرے ہی دن سموراں کے اس وحشت ناک مظاہرے کے بعد جزیرہ توری میں مجھے اس کی عظمت اور قوت کا اندازہ کچھ زیادہ ہی ہوا۔ میں نے طے کیا کہ میں اپنے مکان میں ایسی عبادت گاہ اور اس قسم کے لوازم ضرور بناؤں گا۔ بلکہ مجھے اپنے لیے کوئی عمدہ غار تلاش کر لینا چاہیے جہاں میں توری کے طاقتور جانوروں کو جمع کرتا رہوں۔ میں نے سموراں سے یہ تمام عمل سیکھ لیا اور مسلسل ایک ہفتے تک اس کے پاس جاتا رہا اور نئی حیرت انگیز چیزیں دیکھتا رہا۔ میں نے انگروما میں گورے کی طرح پراسرار عمل کیے تھے مگر سموراں کے سامنے میں ایک نوآموز شاگرد بن جاتا تھا۔ اور ہر چیز کرید کرید کر پوچھتا تھا۔ ایک ہفتے میں مجھے اپنے اردگرد کی اشیاء کی صلاحیتوں اور خواص کا خاصا علم ہو گیا۔ لیکن یہ ابتدا تھی۔ بہت ہی ابتدا۔ سموراں کے ساتھ یہ مختصر وقت گزار کر مجھے اپنی اوقات کا عرفان ہوا کہ میں ایک کیم شحیم ہاتھی ہوں، جسے جنگل سے پکڑ کر شہر میں چھوڑ دیا گیا ہے اور جس کے جسم پر اعلا درجے کی سواری رکھ دی گئی ہے۔ اسے شہر کی گلیوں میں چلنے اور بوجھ اٹھا کر چلنے کے آداب بھی نہیں آتے۔ میں ایک ہاتھی تھا۔ ہاتھی کا کوچ شہر کی طرف تھا، گو شہر ابھی دور تھا۔ مجھے خوف ہے کہ اگر میں ان تمام اعمال و اشغال کا ذکر تفصیل سے کروں گا، جن میں سموراں کے ساتھ

میں مصروف رہا تو میری تحریر سے خون کی بو آئے گی، میں نفرتیں سمیٹنا نہیں چاہتا۔ تاریک براعظم کی پراسرار زمین میں کیا کچھ ممکن تھا؟ میں سمورال کے پاس جاتا رہا اور اپنی آنکھوں کو یقین دلاتا رہا کہ وہ جو کچھ دیکھ رہی ہیں، وہ حقیقت ہے۔ سمورال کے لیے میں ایک تیز گھوڑا ثابت ہو رہا تھا۔ اس نے میری پیٹھ پر بیٹھ کر ایک ہی چابک مارا تھا کہ میں سرپٹ دوڑا چلا جا رہا تھا، اب میں دعوے کرنے میں محتاط تھا۔

سمورال سے طلسمی علم و ہنر کی تعلیم کے ذکر میں میری ایک خلش کا اظہار رہا جاتا ہے۔ آہ وہ خلش جو نرماز کے انکشاف کے بعد مجھے خلجان میں مبتلا کیے ہوئے تھی، فلورا۔ فلورا۔ فلورا۔ وہ فلورا جسے میں نے آکسفورڈ میں اپنے لیے منتخب کیا تھا۔ وہ فلورا جو میری موجودہ حالت و ہیئت کا سبب تھی۔ میرے جسم پر رنگ لگے ہوئے تھے مجھے اپنے حلیے پر ہنسی آتی تھی۔ ہر طرف نیزے تھے۔ میں اپنے وطن، اپنے گھر سے دور تھا۔ وہ فلورا جو میرا آغاز تھی۔ میرے جنوں کا آغاز۔ وہ مہذب شائستہ، حسین و جمیل اور نرم و نازک فلورا اپنے محبوب سے دُور لباس سے آزاد سرکش وحشیوں کے عذاب میں مبتلا تھی۔ اسی نے میرے لیے زہر بھیجا تھا، وہ میری زندگی، میری موت کی آرزومند تھی، جزیرہ بیزنار کا معزور نوجوان نربگا ایک سیاہ فام غیر مہذب وحشی، اب اس کا آقا تھا۔ فلورا کو کیا ہو گیا تھا؟ جزیرہ توری میں قدم رکھتے ہی وہ مجھ سے دور کر دی گئی تھی۔ پھر اس طویل عرصے میں ایک ہی بار اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے اقابلا کے خیال سے اپنے آپ پر جو ایک پابندی عائد کی تھی، نرماز کے آنے کے بعد وہ ختم ہو گئی تھی۔ اقابلا کی نظر میں دوسری عورتوں سے میرا ربط و ضبط کوئی معیوب فعل نہیں تھا۔ حالانکہ میں اپنے ماضی سے مشروط ہونے کے سبب اسے ایک معیوب بات سمجھتا تھا، مگر اس نے خود میرے لیے نرماز کا عطیہ روانہ کیا تھا۔ تو فلورا کو ساتھ رکھنے میں اسے کیا عذر ہوتا؟ اصل میں میرا مقصود تو وہ گوہر نایاب تھا۔ جسے یہاں کے لوگ مقدس اقابلا کے نام سے یاد کرتے تھے۔

فلورا نے جسم میں چنگاریاں بھر دی تھیں، اقابلا کے بارے میں سمورال کے بیان کردہ حقائق نے پہلے ہی مجھے ناتواں کر رکھا تھا، یہ مایوسی اور بددلی، میں نے سمورال کی خدمت میں حاضری دے کر اس سے مزید علم حاصل کرنے کے شغل میں دور کرنے کی کوشش کی۔ میرے جسم میں ایک تلاطم آیا ہوا تھا اور میں طرح طرح کے نئے نئے زاویوں سے سوچتا تھا کہ آئندہ کیا کرنا ہے؟ میں نے خود کو بھی اپنے منصوبوں سے ایک طرح لاعلم رکھا تھا۔

جزیرہ توری میں میرے دونوں نائبین نے انتظامی امور باقاعدگی سے سنبھال لیے تھے۔ شوالا کے قبیلے کی تقریباً تمام آبادی اپنی سابق جگہ منتقل ہو گئی تھی۔ دونوں قبیلوں کے مابین اب روابط اور گہرے تھے۔ فزارو اور زارمے عموماً ایک ساتھ نظر آتے تھے، میری حیثیت ایک سربراہ کی سی تھی۔ وہ دونوں مجھ سے مشورہ کرنے ضرور آتے تھے، انھیں اپنی جھونپڑیاں سلیقے سے بنانے کا فن آ گیا تھا۔ وہ اس طرح گلیاں تعمیر کر رہے تھے۔ جیسی میرے علاقے میں تھیں۔ سرنگا سے ملاقات کا کوئی بہانہ نہیں ملتا تھا۔ شاید یہ میرے ذہن کی کوئی مجرمانہ آلودگی تھی کہ سرنگا کے ہاں جاتے ہوئے جھجک محسوس ہوتی تھی۔ جتنے دن گزر رہے تھے اس سے بعض پیچیدہ اور اہم معاملوں پر گفتگو اہم ہوئی جاتی تھی، آخر میں نے اس کا ایک حل نکالا۔ میں نے شوالا کے قبیلے کی دوبارہ آبادکاری کے سلسلے میں جاراکاکی ایک مشترکہ عبادت کا اعلان کیا اور اس میں سرنگا کو مدعو کرنے کے لیے اس کے غار میں پہنچ گیا۔

تاریک براعظم کے برگزیدہ لوگوں کو سرنگا کے پاس میرے جانے کی اطلاع مل گئی ہوگی۔ کاش مجھے بالائی قوتوں کو اپنی بات چیت سے بے خبر رکھنے کا علم آتا جو سرنگا اور سمورال کو آتا تھا، میں نے یہ سحر سیکھنے کے لیے سمورال سے اشارتاً تذکرہ بھی کیا تھا مگر اس سے پہلے دوسرے فنون سکھانے کو

ترجیح دی بہر حال وہ کب تک یہ اسرار چھپائے رکھ سکتا تھا جنھیں سمجھنے کے لیے میرا عزم پختہ تر تھا۔ سرنگا اپنی مخصوص نشست میں دیوی کی مورتی کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے مورتی اٹھا کر اس کے رخساروں کو بوسہ دیا۔ اور سرنگا کو اشاروں میں سمجھایا کہ میں آ گیا ہوں۔ سب سے پہلے میں نے اسے جاراکاکا کی مشترکہ عبادت میں شرکت کی دعوت دی اور جب مجھے اطمینان ہو گیا کہ اب میری اور اس کی گفتگو غار کے اندر گھٹ کر رہ جائے گی تو میں نے سموراں سے اپنی تربیت کے حالات کا خلاصہ اسے سنایا۔ میں اس سے بات چیت میں ایسا منہمک تھا کہ دیوی پر میری نظر نہیں پڑی۔ وہ غار کے دہانے کی طرف جانے والے راستے پر کھڑی تھی اسے دیکھ کر میں گم ہو گیا اور میں نے محبت اور عقیدت کی نظروں سے اسے سلام کیا۔ دیوی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ انگروما سے واپسی کے بعد آج میں نے پہلی مرتبہ اسے دیکھا تھا، اس کی موجودگی تنہائی اور بے بسی کا احساس دور کر دیتی تھی۔

''سیدی جابر!'' سرنگا نے میری توجہ اپنی جانب مرکوز کرتے ہوئے کہا۔ ''تم نے کاہن اعظم سموراں کو اعتماد میں لے کر راست سمت میں قدم اٹھایا ہے۔ تاریک براعظم سے نجات کا بس ایک ہی راستہ ہے کہ تم یہاں کے ایک برگزیدہ شخص بن جاؤ۔''

''ہاں سرنگا! تمہاری نصیحتیں تجربوں سے لبریز تھیں! اپنی دیوی سے مری سفارش کرو کہ وہ میرے عزائم میں میرا ساتھ دے۔'' میں نے دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''سنو سیدی جابر! میرے عزیز! ہم ایک بہت بڑے طلسم میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ شاید تم نے اپنی نوجوانی کے نشے میں بعض اہم باتوں پر اتنی توجہ نہیں دی۔ جتنی تمھیں دینی چاہیے تھی۔ تمھیں مواقع ملے، تم نے کھو دیے، تم زارشی سے شپالی لے کر چلے آئے۔ تم نے اسٹالا سے کچھ نہیں سیکھا اور جب تمھیں انگروما کے فاضل لوگوں سے صحبت کا موقع ملا تو بھی تم اپنے عاشقانہ جنون میں مبتلا رہے۔ میں تم سے کہتا رہا کہ جو کچھ تم ابھی دیکھ رہے ہو وہ کچھ نہیں ہے۔ قسمت نے ہمیں عجب حالات سے دوچار کر دیا ہے مگر مجھے خوشی ہے کہ اب تم نے عقل سے کام لینا شروع کر دیا ہے۔'' سرنگا نے آج اشاروں میں بات نہیں کی۔

''سرنگا! میرے عظیم دوست! میرے شفیق ساتھی! کیا تم نے اقابلا کو غور سے نہیں دیکھا؟ شباب کے دنوں میں تم اسے دیکھ لیتے تو تمہاری حالت بھی مجھ سے مختلف نہ ہوتی اور میں نے یہاں کے پر اسرار حالات کا تم سے زیادہ گہرا مشاہدہ کیا ہے۔ سچ پوچھو تو نجات کا کوئی راستہ مجھے اب بھی نظر نہیں آتا۔ تاہم ہمیں اس کے لیے جدوجہد کرتے رہنا چاہیے۔ تم نے کیا سوچا ہے؟''

''سیدی! کسی ایک جگہ مت ٹھہرو۔ حرکت کرتے رہو۔ ابھی راستوں پر دھند چھائی ہوئی ہے۔ توری کی عورتوں کی آغوش میں تمھیں کوئی راستہ نہیں مل سکتا۔''

''اسی لیے سموراں کے پاس گیا تھا اور اسی لیے تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم اپنی عظیم دیوی کو مستعد رکھو۔ سرنگا! تمہارے میرے درمیان کوئی اجنبیت نہیں ہے۔ اگر تم نہ ہوتے تو شاید آج میں بھی نہ ہوتا۔ میرے لیے یہ خیال حوصلے کا سبب ہے کہ تم موجود ہو۔''

''فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ ان جذبات کے اظہار کا یہ موقع نہیں ہے۔ میں جاراکاکا کی مشترکہ عبادت میں شرکت کے لیے آؤں گا، تم اقابلا کی نظر میں سرخرو اور سربلند ہونے کے لیے کارنامے انجام دیتے رہو''

میں جزیرہ بیزنار جانا چاہتا ہوں اور وہاں سے فلورا کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے فلورا کی بے وفائی کا واقعہ اسے سنایا۔

''صرف جزیرہ بیزنار؟ آہ میرے عزیز! تمھیں اب مسلسل سفر ہی کرتے رہنا ہے۔ صرف فلورا کے لیے تم جزیرہ بیزنار جانا چاہتے ہو؟ یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ تمہارے مقاصد اس سے بلند ہونے چاہیں۔''

''میں اپنے ہاتھوں سے اس کی آنکھیں نکالنا اور زبان کاٹنا چاہتا ہوں۔'' میں نے شدت جذبات میں کہا۔ ''تم نے ڈاکٹر جواد کو معاف کر کے مجھے دکھ پہنچایا۔''

''ڈاکٹر جواد سریتا اور فلورا کے بعد وہ تیسرا شخص ہے جس پر ہم سب سے زیادہ اعتماد کر سکتے ہیں۔ ہمیں اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔''

''فلورا کے بارے میں بھی تم ایسا کہہ رہے ہو۔''

''اس لیے کہ میری نسوں میں خون تمہارے رفتار سے گردش نہیں کر رہا ہے۔'' سرنگا نے تلخی سے کہا۔ اب تم جاؤ میں اپنی دیوی کو زیادہ زحمت دینا نہیں چاہتا۔ میں کوئی پچھلا واقعہ سننا پسند نہیں کروں گا، مجھے تمہارے نئے کارناموں کا ذکر سن کر مسرت ہوگی۔ میں تمہارے فولادی بازو، ذہین آنکھیں اور اعلا دماغ صرف عورتوں کو متاثر کرنے کے طفلانہ کام میں ضائع ہوتے نہیں دیکھنا چاہتا۔''

مجھے اپنے جسم میں گرمی سی محسوس ہوئی۔ میں نے کوئی اور بات نہیں کی۔ دیوی کو سلام کیا، وہ غار کے دہانے کے راستے سے ہٹ گئی اور میں اسے سلام کرتا ہوا جنگل میں آ گیا۔ میں نے ایک بڑے درخت کا تنا چھو کر دیکھا اور اسے اپنے بازوؤں کی طاقت سے زمین پر گرا دیا۔ قبیلے میں آ کر میں نے ان نوجوانوں کو شمار کیا، جن کی آنکھوں میں چمک تھی اور جن کے بازوؤں کی مچھلیاں تڑپتی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں۔ ان سب کو اکھٹا کر کے میں نے اپنے تصرف کی حسین لڑکیاں ان کے سپرد کر دیں اور غاروں میں بیٹھے ہوئے نوجوانوں کو بلا کر شکار پر لگا دیا۔ میں نے نئے عہدوں کا اعلان کیا اور انہی نوجوانوں میں تقسیم کر دیا۔ جزیرہ توری کے دونوں قبیلوں میں، میں کوئی ایسا فرد دیکھنا نہیں چاہتا تھا جو کسی وقت جابر بن یوسف کے مقابے پر آ سکے۔

جارا کا کی مشترکہ عبادت میں سرنگا بھی شریک ہوا۔ اس کے بعد میں پھر سمورال کے پاس گیا اور اس نے میرے اشتیاق، انہاک کے مطابق میری تربیت جاری رکھی۔ آئندہ دو ماہ تک عمدہ قسم کی غذاؤں، جسمانی مشقوں اور زیادہ سے زیادہ اسرار کی تعلیم و تربیت میں شب و روز صرف ہوتے رہے۔ اس عرصے میں ایک بار بھی مجھے اقابلا نے طلب نہیں کیا۔

کاہن اعظم سے تاریک براعظم کے اسرار کی سعی میں روز میرا بڑا وقت صرف ہو جاتا تھا، میں اس سے بچوں کی طرح حیران ہو کر متجسس اور پُر شوق نگاہوں سے پوچھتا تھا اور وہ نہایت شفقت کے انداز میں مجھے اہم اسرار کی باتیں نظر انداز کر کے اِدھر اُدھر کا جغرافیہ بتا دیا کرتا تھا، میں ان مختصر معلومات سے قیاس آرائیوں کا جال بنتا، اس بنیاد پر میرے ذہن میں سلطنت اقابلا کا ایک نقشہ بن چکا تھا۔ ایک ایسا بھیانک نقشہ جو انسانی عقل کے ادارک سے ماورا ہے۔ مجھے اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ کاہن اعظم میری کامیابیوں اور کارناموں سے خوش ہوتا ہے، چنانچہ اس کی نظروں میں اپنا وجود قائم و دائم رکھنے کے لیے میں خود کو ہمیشہ سرگرم، جوشیلے اور طاقتور شخص کی شکل میں پیش کرتا تھا۔ تاریک براعظم میں بعض دور افتادہ جزیروں کا حال میں زارے اور فزارو سے پہلے سن چکا تھا۔ لیکن جب سمورال نے ان جزیروں کے بارے میں بتایا تو انھیں دیکھنے اور سر کرنے کا اشتیاق بڑھ

گیا۔ ان جزیروں میں امسار ایک ایسا علاقہ تھا جہاں قصر اقابلا کی نفیس اور حسین عورتوں کی حکمرانی تھی اور مرد عورتوں کے مقابلے میں ثانوی حیثیت حاصل تھی۔ اس جزیرے کی عورتوں کے جلال اور جمال کے بارے میں عجیب عجیب باتیں مشہور تھیں۔ میں اگر یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ ایک کامل مرد بھی بعض اوقات یہ سوچتا ہوگا کہ وہ عورت ہوتا تو کیا ہوتا۔ جزیرہ امسار میں عورتوں اور مردوں کی سماجی حیثیت بالکل مختلف تھی، سنا تھا وہاں عورتیں اپنے لیے مرد منتخب کرتی ہیں اور ان کے لیے لڑتی ہیں۔ میں بیزنار سے اپنے معرکوں کا آغاز کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے ایک دن سورال سے کہہ دیا کہ میں امسار جانا چاہتا ہوں۔ کاہن اعظم نے اپنی عبادت گاہ کے تمام روشن دان اور سوراخ بند کر کے میرے فیصلے پر خوشی ظاہر کی اور مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ جلد سے جلد اقابلا کی بارگاہ میں میری خواہش منتقل کردے گا۔

جزیرہ توری کے دونوں قبیلوں میں عالمانہ مناظرے اور جسمانی مقابلے کر کے میں ان اشخاص کی شناخت کر رہا تھا، جن کا ذہن اور جسم عام لوگوں سے ممتاز تھا۔ ان مقابلوں میں اپنی توانائی اور برتری کا اظہار کرنے کے لیے میں قوی الجثہ اشخاص کو کھلونوں کی طرح اٹھالیا کرتا تھا اور اپنے نوادر کی قوت سے انھیں خوف زدہ رکھتا تھا۔ ممتاز اور منفرد لوگوں کو ختم کر کے اور مشروب حیات پی کر میں تاریک براعظم کا ایک ناقابل تسخیر شخص بن سکتا تھا۔

جزیرہ امسار روانگی کے سلسلے میں مجھے اقابلا کے مثبت جواب کا انتظار تھا۔ میں نے زماز سے بھی اقابلا کی بارگاہ میں رسائی کی درخواست کی تھی۔ ایک شام جب میں سریتا سے محو گفتگو تھا۔ زماز سریتا کو نظر نہیں آرہی تھی۔ سریتا میرے ہاتھوں کو جنبش اور ان کے درمیان کا خلا تک رہی تھی۔ وہ مجھ سے محتاط باتیں کرنے کی عادی تھی، سریتا کو اپنے فیصلوں اور اپنی حرکتوں سے اچنبھے میں مبتلا کرنے میں مجھے بڑا لطف آتا تھا۔

اور سریتا میرے ہاتھوں اور چہروں کے مختلف زاویوں پر پریشان تھی، اچانک مجھے زارمے کی آمد سے مطلع کیا گیا۔ میں نے زارمے کو اندر بلالیا، اس نے مجھے ایک سنسنی خیز خبر سنائی کہ توری کے ساحل پر سفید فام اجنبیوں کا ایک قافلہ آکر اُترا ہے اور وہ توری کے لوگوں کے نیزوں کی زد پر ہے۔ میں نے زارمے سے کوئی دوسرا سوال نہیں کیا۔ تیزی سے باہر آکر میں ساحل کی طرف بھاگا۔ میرے پیچھے زارمے بھاگ رہا تھا اور اس کے پیچھے سریتا اور سریتا کے ساتھ ساتھ ایک ہجوم۔ ساحل خاصا دور تھا اور میں عجیب خیالات لیے سرپٹ دوڑا چلا جارہا تھا۔ ساحل پر پہنچ کر مجھے اپنے لوگوں، اپنے سیاہ فام لوگوں کا ایک ہجوم نظر آیا، جو خوشی سے اچھل کود رہے تھے۔ نقارے بجا رہے تھے۔ بالکل وہی سماں تھا، جو ہماری آمد کے وقت تھا۔ مجھے دیکھ کر ہجوم نے راستہ چھوڑ دیا اور زمیں بوس ہوگئے۔ میں اس لٹے پٹے قافلے کے سامنے پہنچا تو مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا، چار لاشیں زمین پر خون میں تر بتر پڑی تھیں اور ان میں نیزے گڑے تھے اور مہذب دنیا کے باقی لوگ کاندھے اور سر جھکائے تماشائے عبرت بنے کھڑے تھے۔ وہ گیارہ تھے، ان کے کپڑے جگہ جگہ سے تار تار تھے۔ ان میں چار عورتیں تھیں، بھوک اُن کے چہروں پر لکھی ہوئی تھی۔ مرنے والوں میں ایک عورت تھی اور تین مرد تھے۔ انہوں نے جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہوگا، اسی لیے ان کے سینے میں توری کے باشندوں کے نیزے اتر گئے ہوں گے۔ انھیں دیکھ کر میں شدید الجھن اور انتشار کا شکار ہوگیا، مجھ میں کوئی فیصلہ کرنے کی سکت باقی نہیں رہی۔

سمندروں کی لہروں نے ایک نوجوان لڑکی کی جلد ادھیڑ دی تھی۔ وہ مجھے بے بسی سے دیکھ رہی تھی۔ میرا دوران خون تیز ہوگیا۔ میری سرد مہری اور خاموشی پر لڑکی پاگلوں کی طرح چیخنے لگی۔ ایک نوجوان شخص نے آگے بڑھ کر اس کے رخساروں پر زوردار طمانچہ رسید کیا اور اسے خاموش رہنے

کا حکم دیا۔لڑکی اس قدر حواس باختہ تھی کہ اس نے نوجوان کا شکستہ گریبان پکڑ کر پھاڑ دیا اور اس سے انگریزی میں اپنا گلا گھونٹنے پر اصرار کرنے لگی۔ میں وہاں سے ہٹ آیا۔دُور جا کر میں نے زارے کو حکم دیا کہ ''انھیں فی الحال کسی جھونپڑی میں قید کر کے ان کے لیے کھانے کا انتظام کیا جائے۔ہم مقدس اقابلا کے فیصلے کا انتظار کریں گے۔'' یہ کہتے ہوئے مجھے اپنی آنکھوں کے گوشوں میں نرمی محسوس ہوئی۔سریتا بھی خاموش میرے ساتھ تھی۔اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور راستے میں کچھ نہیں بولی۔

اپنے مکان میں آ کے میں دھڑام سے پیال کے بستر پر گر گیا۔اسی وقت نرماز میرے سرہانے آئی اور اس نے اطلاع دی کہ مجھے بارگاہ اقابلا میں طلب کیا گیا ہے۔

جب میں نے یہ سنا تو یہ سمجھا کہ شاید میں بے خوابی کا شکار ہوں۔قصرِ اقابلا کی ایک محترم کنیز حشر بداماں میرے سامنے کھڑی تھی، میں اچھل کر بیٹھ گیا۔مجھے یقین کر لینا چاہیے تھا کہ یہ میرے پریشان ذہن کی کوئی کرشمہ کاری نہیں ہے۔ایک عرصے بعد اس ماہ جمال نے مجھے اپنی بارگاہ میں طلب کیا تھا۔ایک عرصے بعد مجھے لذت گوش ملی تھی، لہٰذا اعتبار نہیں آتا تھا۔اس نے جابر بن یوسف کو طلب کیا تھا؟ پہلے کی بات اور تھی، پہلے مجھے اپنی کوتاہ قامتی اور اس کی شمشاد قامتی کا اندازہ نہیں تھا۔پہلے میں نے زارشی کے لق و دق صحرا کی خاک نہیں چھانی تھی اور بار گمان کے اندھیروں میں ٹھوکر نہیں کھائی تھیں۔پہلے میں نے انگرو ما میں جلاوطن عالموں کا جلال و کمال نہیں دیکھا تھا اور کاہن اعظم سمورال کی وہ فصیح تقریر نہیں سنی تھی، جو اس نے تاریک براعظم کی پراسرار سلطنت اور اس کی رفیع الشان ملکہ کے بارے میں میرے سامنے کی تھی۔پہلے میں نے اتنے دن نہیں گزارے تھے کہ مجھے اس کی شان و شوکت، عظمت و سطوت کا عرفان ہوتا، مگر اب کچھ دھندلے دھندلے نقوش واضح ہو رہے تھے۔میری آنکھیں روز کسی انکشاف، کسی غیر متوقع واقعے کے ظہور پر حیرت سے پھیل جاتی تھیں۔پہلے میں ایک جاہل شخص تھا۔پہلے میں ایک بڑا بچہ تھا، جس نے غیر معمولی طور پر اپنا جسم بڑھا لیا تھا۔

''کیا تم جھوٹ بھی بولتی ہو؟'' میں نے بے چینی سے کہا۔

نرماز نے وارفتگی سے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میرے سینے پر لٹکے ہوئے چوبی اژدہے پر ہاتھ پھیر کر بولی۔کیا کہہ رہے ہو؟ اس سرزمین پر، کوئی اس کے متعلق اتنا بڑا جھوٹ بولنے کی جرأت کر سکتا ہے؟''

''آہ'' میں نے وفورِ مسرت سے چیخ کر کہا۔''اب میرے سینہ چیرنے کا وقت آیا۔اس نے مجھے کب بلایا ہے۔''

''اسے اپنے حکم کی تعمیل میں تاخیر پسند نہیں ہے۔''

''اور تم اگر مجھے چند ساعت بھی مزید انتظار کے لیے کہتیں تو یقیناً میری روح مجھ سے جدا ہو گئی ہوتی۔شاید اسے احساس ہے کہ اس سیم بر سے رفاقت کے دعوے دار اس کے انتظار کا حوصلہ نہیں رکھتے مگر صرف چند لمحے۔مجھے اپنے جسم پر خوشبو میں تو مل لینے دو۔کیا میں اس طرح اس کے سامنے جاؤں گا؟ نرماز! میرے بالوں میں انگلیاں پھیر کر انھیں درست کر دو اور ذرا مجھے یہ تحائف اپنے سینے پر سجا لینے کی مہلت تو دو...... اور ہاں ہر بیکا کی مقدس آنکھیں بھی تو گلے میں لٹکا لینے دو۔''

اس مختصر وقت میں جنون کے کئی عالم گزر گئے۔نرماز نے میرے بالوں میں انگلیاں پھیریں اور میں نے سلیقے سے اپنے نوادر سینے پر

آراستہ کرنے شروع کردیے، میں شوخی میں نرماز کی چٹکیاں لیتا جاتا تھا۔ پھر میں نے ایک برتن میں رکھا ہوا خوشبودار تیل اپنے جسم پر لوٹ لیا۔ نرماز نے اسے جلدی جلدی میرے جسم پر خشک کردیا۔ میں پاؤں رکھتا کہیں تھا، پڑتے کہیں تھے۔ یہ وقت میں نے خود کو آراستہ کرنے میں لگا دیا، لیکن انہی لمحوں میں اداسیاں مجھ پر غالب آ گئیں۔ اقابلا کی اس وقت طلبی کا کیا مقصد ہے؟ اپنی خوش خیالیاں اور خوش فہمیاں دور کر کے مجھے دوسرے معاملات پر غور کرنا چاہیے۔ میں اسے اپنی شدتوں کا ثمر سمجھوں یا کچھ اور؟ گزشتہ دنوں سے میں اپنی نظر میں ایک مشکوک شخص تھا۔ کاہن اعظم سمورال سے میری بڑھتی ہوئی رفاقت اور ہوائیں بند کر کے اقابلا کے بارے میں گفتگو سے کہیں، وہ آگاہ تو نہیں ہوگئی؟ ہم نے اس کے خلاف کوئی سازش نہیں کی تھی۔ مگر سرنگا؟ سرنگا کے غار میں یقیناً مہذب دنیا کی واپسی کے منصوبوں پر کھل کر گفتگو ہوئی تھی...... اگر کچھ چیزیں اسے معلوم بھی نہیں ہیں تو یہ کیا کم ہے کہ وہ میرے شب و روز کے بعض مشاغل سے لاعلم ہے۔ اسے میرے سرکش اطوار سے کسی قسم کی وضاحت کی ضرورت تو نہیں محسوس ہوئی؟ میرے ہاتھ سست پڑ گئے اور ماتھے پر شکنیں نمودار ہوگئیں۔ ممکن ہے وہ میری موجودہ ذہنی افتاد پر مجھے سرزنش کرے یا ہوسکتا ہے جزیرہ اسرار جانے کے ارادے پر اپنی رضامندی کی مہر ثبت کردے؟ مبادا مہذب دنیا سے ایک قافلے کی آمد پر وہ میرا فیصلہ جاننا چاہتی ہو؟ کاش ان میں سے........... صرف ایک بات صحیح ہو کہ وہ اپنا دستِ شوق دراز کرے اور اپنے گلابی ہونٹ میرے سامنے کردے اور مجھے میرے صدق کا انعام مل جائے۔ کوئی مرتبہ' کوئی اعزاز اُس کی اس فیاضی کا بدل نہیں۔ میں شش و پنج کی حالت میں نرماز کے روبرو کھڑا ہوگیا۔ پھر میں نیم مایوسی اور نیم خوشی دلی سے کہا۔ ''نرماز! یقیناً کسی شخص کو اس حلیے میں اس کی بارگاہ میں جانے کا تصور نہیں کرنا چاہیے مگر میرے پاس جو کچھ ہے' وہ میں نے اپنے ساتھ لے لیا ہے۔ ان نوادر کے سوا، جو تم میرے سینے پر دیکھ رہی ہو' میرے پاس اور بہت کچھ ہے جو کسی کو نظر نہیں آتا جس کی بنا پر میں خود کو ان نوادر سے زیادہ آسودہ سمجھتا ہوں۔ وہ کیا ہے؟ وہ ہے میرا باطن............ جس میں صرف اسی کا جلوہ، صرف اس کا نقش ہے، میرا دعویٰ ہے کہ یہ نقش کسی کے قلب پر اتنا گہرا نہیں ہے............ اُس کے خیال نے مجھے زندہ رکھا ہے۔ اس کا چہرہ مجھے تاریک براعظم میں سرمستی پر اکساتا رہا ہے۔''

نرماز نے میرا ہاتھ تھام لیا اور خوش ادائی سے کہنے لگی۔ تم اپنے بہترین لفظ یہاں کیوں ضائع کررہے ہو؟ اپنے نطق سے کہو کہ وہ تمہارے قلب کے ساتھ تعاون کرے۔ اپنی آنکھوں سے کہو کہ وہ تمہارے باطن کی نمائندگی کریں۔ اب تمہیں ایک مرحلہ شوق درپیش ہے، آؤ۔ میں تمہیں وہاں لیے چلتی ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے۔ ہر طرف سفید دھواں پھیل گیا اور میرا امکان اس دھوئیں کی اوٹ میں کہیں چھپ گیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے زمین نے اپنی کشش کا وتیرہ چھوڑ دیا ہو اور آسمان نے زمین کی جگہ لے لی ہو، میں بلندیوں پر پرواز کررہا تھا یا بادلوں کے دوش پر تھا۔ مجھے نہیں معلوم یہ کیا ماجرا تھا؟ یہ کیا راز تھا؟ نرماز کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا اور ہر طرف بادل تھے۔ میں نے کچھ سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ کیونکہ اس کوشش میں مجھے اپنی ناکامی کا علم تھا۔ نرماز سے پہلے زولین اور اشار اسی طرح مجھے قصرِ اقابلا لے جاچکی تھیں، مگر اشار اور زولین کے زمانے کی بات اور تھی' اب آگہی کے عذاب سے گزرنے کے بعد میرے قلب و ذہن کی حالت متغیر تھی۔ میں نے بچشم خود انگروما' زارشی اور باگمان کے طلسم خانوں میں ایسے حیران کن مناظر کا مشاہدہ کیا تھا جن پر صرف اسی کی شخصیت کا سحر چھایا ہوا تھا۔ بادل میرے اردگرد چھائے رہے اور میں ایک غنودہ سی حالت میں سفر کرتا رہا۔

قصر اقابلا کے دلکش ماحول کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں۔ وہ ایک پرستان تھا جس کا ذکر مہذب دنیا کی دیو مالائی کہانیوں میں کیا جاتا ہے۔ دنیا کی حسین ترین دوشیزاؤں کا اتنا بڑا اجتماع کوئی دیکھ لے تو پاگل ہو جائے، میں ستونوں، ایوانوں، عجائب اور رنگوں کا حال بیان کر چکا ہوں۔ نرماز نے میرا ہاتھ دبایا تو مجھے اپنے بوجھ کا احساس ہوا۔ میں زمین پر کھڑا تھا اور بادل چھٹ رہے تھے۔ ان کے پیچھے سفید پتھر کے ستون نظر آ رہے تھے اور مرصّع فرش پر سفید اور سرخ جسموں کی دوشیزائیں رقص میں منہمک تھیں۔ ایک عجیب کیف آور موسیقی در و دیوار سے اُبل رہی تھی۔ درمیان میں ایک بڑا سا حوض تھا جس پر قندیلیں روشن تھیں۔ پہلے میں اس جگہ نہیں آیا تھا۔ قصر اقابلا کے کون کون سے گوشے ابھی میری نظروں سے اوجھل ہوں گے۔ میں نے اس ماحول میں قدم رکھا، تو میرا دل چاہا میں بھی پتھر کے ان مجسموں میں شامل ہو جاؤں، جو جگہ جگہ بکھرے ہوئے ہیں اور دوشیزائیں ان کے درمیان ایک ابدی رقص میں مصروف ہیں۔ نہ معلوم یہ رقص کب ختم ہو، وہ زمین کی حرکت اور وقت کی رفتار سے بے نیاز ناچ رہی ہیں۔ ان کے بدن لوچ کھا رہے ہیں اور وہ کبھی نہیں تھکتے، انہوں نے بس ایک سرخوشی سمجھی ہے کہ رقص کیا جائے۔ وہ ایک ایسی لازوال مسرت سے ہم کنار ہیں کہ اپنے گرد و پیش بھول گئی ہیں۔

ایک میں یہاں آیا ہوں اور میں بھی ابھی ادھر سے گزر جاؤں گا، میں ان کے سیماب صفتی کی ایک جھلک دیکھ کر اس ایوان رقص سے آگے چلا آیا۔ نرماز مجھے قصر اقابلا کی نئی نئی راہداریوں اور جلوہ گاہوں سے گزرتی رہی۔ ہر طرف حسن و جمال کا بازار گرم تھا، جس کا ذہن شاعرانہ ہو، وہ بھی ایسے خواب تک نہیں دیکھ سکتا۔ میری نگاہیں جدھر رخ کرتی تھیں، رنگ و نور کی ایک محفل سجی ہوئی نظر آتی تھی۔ یہاں آ کر احساس ہوتا تھا کہ مہذب دنیا سے آ کر ہم نے کسی زیاں کا سودا نہیں کیا ہے۔ میں جو چیختا تھا، فریاد کرتا تھا۔ وہ کس قدر ریچ تھا؟ میرا ہذیان بے سبب نہیں تھا۔ یہ اقابلا کا قصر زریں تھا۔ جو مہذب دنیا کے تمام شبستانوں کو شرماتا تھا۔ ہر سمت ایک جشن برپا معلوم ہوتا تھا، ظاہر ہے یہ بزم آرائی، آج اس وجہ سے نہیں تھی کہ سحر وافسوس کی سرزمین کا ایک ادنا سردار جابر بن یوسف اِدھر آیا تھا۔ جابر بن یوسف شہنشاہ نہیں تھا، وہ ایک غلام تھا، اس کا دل ہر وقت دھڑکتا رہتا تھا۔ وہ ایک مغلوب شخص تھا۔

قصر اقابلا کے بارے میں میرے گزشتہ بیانوں کی یاد تازہ کیجیے ممکن ہے اس وقت بیان کی کسی کوتاہی کا جرم مجھ سے سرزد ہو گیا ہو، مجھے اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کر لینا چاہیے۔ میں نے جو کچھ دیکھا اسے بیان کیا جائے، تو وہ یقین واعتبار کی اس حد سے تجاوز کر جاتا ہے جہاں تک انسانی ذہن کی رسائی ہے۔ یقیناً کوئی ایسی منزل ہو گی جہاں ذہن کی قبولیت ختم ہو جاتی ہو گی۔ میں کہتا ہوں کہ جہاں ذہن کی نفی کی منزل آتی ہے وہاں سے آغاز کیجیے۔ اس سے آگے کچھ بیان کرنا فضول ہے۔

ان گداز ایوانوں، رنگ رنگ کے بادلوں، موسیقی کی لہروں اور اٹھلاتے ہوئے جسموں اور خوشبوں اور لطیف ترین احساسات سے گزر کر میں ایک ایسے ایوان میں پہنچا جہاں کی دیواروں پر طلائی کام کیا گیا تھا اور جس کی فضا اب تک کے تمام ایوانوں سے زیادہ رنگین اور خواب ناک تھی، مجھے اس جگہ ٹھہرا کر نرماز رخصت ہو گئی۔ یہ ایک بڑا ایوان تھا، میں اس کی آرائش و زیبائش میں کھویا ہوا تھا اور آنے والے لمحوں کا منتظر تھا کہ ایک بار پھر نرماز نمودار ہوئی اور اس کے پیچھے پری جمال لڑکیوں کے ہیولے تیرتے نظر آئے۔ میں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ ایک ہواتھی جو ادھر سے آئی

تھی، اُدھر کہیں گم ہوگئی۔ اس نسبتاً سرد جگہ پر میں اپنی حیثیت کا کوئی تعین نہیں کر پایا تھا اور میں نے سوچ لیا تھا کہ میں ایک طالب صادق کے بجائے ایک سردار ایک غلام کی حیثیت سے خود کو پیش کروں گا۔ مبادا کوئی جسارت اس کی طبع نازک پر گراں گزر جائے؟

میں اپنا ذہن یک سُو کر کے تمام تر اشتیاق سے کھڑا ہوگیا۔ جابر بن یوسف نے اپنے پیروں میں ارتعاش سا محسوس کیا۔ میں نے خود کو ڈانٹا ''کم بخت! تمام منزلیں سر کرلیں، اب اس مرحلہ شوق پر لرزتا ہے؟ تیرا اعتماد کیوں ختم ہوگیا؟'' میں نے خود کو سمجھایا۔ ''اے بدبخت شخص! کیا ہوگا؟ وہ سامنے آئے گی تو کیا ہوگا۔ کیا تو ان نوادر کے ساتھ دوں، ہمتی کا یہ مظاہرہ کرے گا۔ اپنا خنجر اٹھا اور اگر تاب نظارہ نہیں ہے تو سینے میں اتار لے۔'' میں دو اشخاص میں تقسیم ہوگیا تھا بلکہ کئی اشخاص میں...... اور وہ سب اپنے شوق، اپنے جذبے، اپنے وسوسوں، اپنے اندیشوں کا اظہار کر رہے تھے۔ جواب دینے والا صرف ایک شخص تھا، جس نے آخر سب کو شکست دے دی اور ان تمام اشخاص کے ہجوم سے وہی شخص ابھرا جس کا نام جابر بن یوسف تھا۔ وہ باگمان کا سردار، زارشی کا فاتح، وہ توری کے دونوں قبیلوں کا سردار۔ وہ ایک مضبوط اور توانا شخص، جس کا لہجہ رسیلا اور جس کا انداز کٹیلا تھا۔ چند لمحوں بعد مجھے ایک مشروب پیش کیا گیا۔ وہی اقابلا کا مشروب خاص، جس کے پینے کے بعد آنکھ اپنے زاویے بدل دیتی ہے۔ میں نے نرماز کو جام خالی کر کے واپس کر دیا اور میرا دل چاہا کہ اس وقت عرب کی کوئی دل نواز دُھن چھیڑ دے میرے سوچنے کی دیر تھی کہ عربی موسیقی میرے رگ و پے میں سرایت کرنے لگی...... پھر میں نے چاہا، وہ دیر سے آئے تاکہ اس ایوان میں میرے قیام کی مدت طویل ہو جائے لیکن اسی وقت سامنے کی دیوار موسیقی کے زیر و بم کے ساتھ شق ہوئی اور خلا میں رنگین روشنیاں جھلملانے لگیں۔ وہ روشنی کے جھماکے تھے۔ روشنیوں کا منبع کہاں تھا؟ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر اس ہالے میں ایک تخت آتا دکھائی دیا۔ وہ آ رہی تھی۔ وہ آ رہی تھی۔

کون آ رہا تھا؟ اقابلا آ رہی تھی...... ہاں اقابلا آ رہی ہے۔ کیا یہ سچ تھا؟ ہاں یہ سچ تھا۔ آنکھوں کو یقین نہیں آتا تھا کہ اس کی سواری آ رہی ہے، حسن ایک زریں تخت پر جلوہ فگن ہے۔ وہ کاروان جمال آ رہا ہے، وہ رنگ و نکہت کا سیل اس طرف بڑھ رہا ہے۔ اس کا تخت جگمگا رہا ہے۔ آج اس کی تمکنت کی کچھ اور شان ہے۔ میرے قدم زمین سے اکھڑنے لگے۔ میں نے انھیں اور مضبوطی سے جمالیا اور اپنا سینہ آگے کرلیا۔ تخت دیوار کے اس طرف آنے کے بعد ایک فاصلے پر رک گیا اور اقابلا کے دائیں بائیں کھڑی ہوئی دوشیزائیں اتر کر فرش پر کھڑی ہوگئیں۔ ان میں نرماز بھی تھی۔ میرے اور اقابلا کے درمیان بہت کم فاصلہ تھا۔ لیکن مجھے یہ فاصلہ صدیوں، سمندروں اور سیاروں کا معلوم ہوتا تھا۔ اقابلا کا بدن پھولوں اور پتوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں اور چہرہ کھلا ہوا تھا۔ اس کے دراز سُرخ و سیاہ بال شانوں پر پھیلے ہوئے تھے۔ اسے کسی زیور کی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ آج اس کے بدن پر پتوں اور پھولوں کا لباس نسبتۃً مختصر ہے۔ یہ شاید میری نظر کا فریب ہو لیکن ان پھولوں اور پتوں کے درمیان اس کے بدن کا کوئی حصہ مجھے نظر آ جاتا تھا۔ اس کے آتے ہی میں تاریک براعظم کی روایت کے مطابق اظہار عقیدت کے طور پر زمین بوس ہوگیا۔ مجھے نرماز نے اپنی انگلی کے اشارے سے اٹھایا۔ پھر میں نے کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی۔ نظر ٹھہرتی ہی نہیں تھی تاہم میں نے دیکھ لیا تھا کہ اس کی نگاہوں میں ایک دل آویز شوخی اور اس کے لبوں پر ایک نظر فریب تبسم ہے۔ ان دونوں اشارات سے میرے حوصلے بڑھ گئے۔ وہ تیکھی نظروں سے میرے سراپا کا جائزہ لے رہی تھی اور اس کی چبھتی نظریں میرے جسم کے پار ہو رہی تھیں اور مجھے ایک نئی لذت سے آشنا کر رہی تھیں۔ میں

نے اپنا تمام کرب، اپنے دنوں، اپنی راتوں کا کرب، اپنے چہرے پر سمیٹ لیا تھا۔ میں نے کلام میں پہل نہیں کی تھی لیکن میری آنکھیں میرے بند لب، میرا چہرہ مجھے منتقل کر رہا تھا۔ یکایک روشنیوں میں ارتعاش سا ہوا اور اقابلا نے اپنے دست بہار آفریں کو ایک خاص ادا سے جنبش دی، میں مہر بہ لب کھڑا تھا۔ نرماز نے نہایت شیریں لہجے میں ابتدا کی۔ جزیرہ توری اور باگمان کے سردار جابر بن یوسف الباقر مقدس اقابلا تمہاری کامیاب واپسی اور تمہاری کامرانیاں پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے۔''

میں نے اپنا سر جھکا دیا۔

''تمہارا آراستہ سینہ بلاشبہ تمہاری برتری کی دلیل ہے۔'' نرماز نے میرے کانوں میں شہد ٹپکایا۔ میں نے جواب نہیں دیا۔ صرف حسرت بھری نگاہوں سے اقابلا کی طرف تکتا رہا۔

''مقدس اقابلا کو معلوم ہے کہ تم نے کہاں کہاں اس کا خیال تازہ رکھا اور کس کس جگہ شجاعت و ذہانت سے کام لیا۔ مقدس اقابلا تمہاری آئندہ فتوح دلچسپی کی نظر سے دیکھے گی۔'' نرماز نے شوخی سے کہا۔

میں نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور پہلی بار لب کھولے۔ ''مجھے کچھ کہنے کی اجازت عطا کی جائے۔'' میں نے تاثر انگیز آواز میں کہا۔

''گو وہ تمہارے جذبات اور احساسات سے آگاہ ہے، تاہم تمہیں اظہار کی اجازت ہے۔ تم سے توقع کی جاتی ہے کہ دوران کلام یہ احتیاط ملحوظ خاطر رکھو گے کہ تم کہاں موجود ہو؟'' نرماز نے باوقار لہجے میں کہا۔

''میں جانتا ہوں۔'' میں نے جذبات میں کہا۔ ''اے خوش اندام نرماز! میں جانتا ہوں مجھے معلوم ہے کہ سلطنت اقابلا میں کوئی بھی جگہ ،اس کی نظر فرحت اثر سے دور نہیں۔ میں اپنے شعور میں ہوں کہ میں کس حریم ناز کی جلوہ گاہ میں زمین پر ایستادہ ہوں۔ مجھے احساس ہے کہ پہلے مجھ سے سنگین گستاخیاں سرزد ہو گئیں تھیں۔ اس نے میرے لیے اپنی سرزمین کے مختلف طلسم خانوں کے مشاہدے کا اہتمام کر کے مجھے اپنی طاقت وحشمت سے متنبہ کر دیا ہے۔ میں نے یہاں آنے کے سفر کے دوران میں سوچا تھا کہ میں کس حیثیت سے جا رہا ہوں۔ پھر میں نے فیصلہ کیا کہ میں تین قبیلوں کے سردار کے سوا اور کیا حیثیت رکھتا ہوں؟ میں آسمان میں نہیں اڑ سکتا کیونکہ میرے جسم پر پر نہیں ہیں اور میں زمینوں پر انقلاب برپا نہیں کر سکتا، کیونکہ میرے علم و فضل کا دائرہ بہت مختصر ہے۔ میں نے خود کو سمجھایا کہ اس کی قربت کی طلب مجھے ایسے ناتواں شخص سے مناسبت نہیں رکھتی۔ مجھے ابھی سنگی دیواریں شق کرنا اور اشارے سے درخت اکھاڑنا نہیں آتا اور مجھ پر میری قدیم روایتیں تسلط جما لیتی ہیں۔ وہ میرا محبوب تھی۔ میں نے اس میں اضافہ کر دیا۔ وہ میری محبوب ملکہ ہے۔ میں نے اپنی شوریدہ سرخواہشیں زخمی کر دیں تاکہ وہ سر نہ اٹھا سکیں۔ میں نے اپنے آپ کو یہ باور کرایا کہ مجھ سے باعظمت وہ تخت ہے جس پر وہ جلوہ فگن ہے۔ وہ جام ہیں جو اس کے لب چھوتے ہیں، وہ پھول ہیں جو اس کا بدن ڈھانپتے ہیں، وہ پتے ہیں جو اس کے بدن کی چاندنی روکے رہتے ہیں۔ میں نے چاہا تھا کہ مجھے اس کا غلام بنا لیا جائے لیکن مجھے معلوم ہوا کہ اس کی غلامی بھی کتنی بڑی فضیلتوں کے بعد ممکن ہوتی ہے؟ میں نے اپنی طلب سے کنارہ کشی نہیں کی ہے۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ مجھے سرکشی کی اجازت دی جائے۔ اگر اسے طاقت کے تماشے پسند ہیں تو مجھے اپنی طاقتوں کی افزائش کے مظاہرے کی اجازت دی جائے اور میں اپنے طور پر یہ آرزو دل سے پیوستہ کر لیتا

ہوں کہ ایک دن وہ مجھے اپنے قریب جگہ دے گی۔''

میں نے جذبات سے لبریز پیرائے میں وہ تمام باتیں کہہ دیں جو میرے ذہن پر محیط تھیں۔ پھر میں نے اس کا ردعمل دیکھنے کے لیے اس کے چہرے پر نگاہیں جمادیں۔ وہ پوری توجہ اور دلچسپی سے میری باتیں سن رہی تھی۔ اس کی نگاہوں میں تجسس تھا اور اس کے چہرے پر کرب کے آثار نمودار تھے۔ اس کا انہماک دیکھ کر میں نے اپنے اظہار میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ میں بولتا رہا جب تک زرماز نے مجھے روک نہ دیا۔

''آہ!'' اے جزیرہ توری اور باگمان کے معزز سردار! تمہاری باتیں شریں اور تمہارا کلام پر اثر ہے۔ اس سرزمین پر تمھیں نوازا گیا ہے۔ جارا کا کا کی مقدس روح تم پر سایہ گستر ہے اور مقدس اقابلا تمہاری کامرانیوں کی نوید سے متاثر ہوتی ہے۔ تم نے اس سرزمین پر سربلند و سرخ رو افراد دیکھے ہیں۔ مقدس اقابلا کے وسیع نظام سلطنت میں ان کے لوگوں کے نمایاں ہونے کی گنجائش موجود ہے جو نمایاں ہونا چاہتے ہیں۔'' زرماز نے شگفتگی سے کہا۔

''اور مجھے یقین ہے کہ وہ کسی مقام پر کسی کی گرمئ جذبات سے ضرور پگھل جائے گی۔ میں اس بلندی پر پہنچنے کا خواہاں ہوں جہاں سے اس کا چہرہ مجھے نظر آ سکے اور وہ مجھے براہ راست تخاطب کی سعادت بخشے...... اسے اس کا احساس ہوگا کہ جابر بن یوسف کو عورتوں' غلاموں اور زمینوں پر حکمرانی میں لذت نہیں ملتی۔ اس کی انا ایسی طاقت و بلندی سے آسودہ نہیں ہوتی، جہاں اس کا جلوہ نظر نہ آتا ہو۔''

''ٹھہرو جابر بن یوسف!'' زرماز نے حکمیہ انداز میں کہا۔ ''تم ایسی گفتگو کر رہے ہو جو قبل از وقت ہے۔ تمہارے لہجے سے شکوک اور عدم اعتماد کی بُو آتی ہے۔ تم ابھی تک اپنے مشتعل جذبات کے توسط سے بول رہے ہو۔ آہ۔ تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے سامنے وضاحتیں کرے۔ یہ تمہاری کیسی نادانی ہے۔ تمہارا علم خام اور تمہارا شعور ناپختہ معلوم ہوتا ہے۔ تم نے اس کے جاہ جلال کا تخمینہ لگانے میں اب بھی کوتاہی کی ہے، بہتر ہے تم امسار جاؤ اور وہاں اپنا نفس اتنا سیراب کرلو کہ پھر تمہاری طلب میں کوئی آلودگی نہ رہے اور تم اس سرزمین سحر و اسرار کے رازہائے سربستہ کے متعلق از خود نتیجے اخذ کرنے کے قابل ہو جاؤ۔۔۔ تم شوالا اور کالارئی اسٹالا اور لوکاسا کے معیار کے ایک شخص ہو۔''

میں نے حیرت سے زرماز اور اقابلا کو دیکھا اور زرماز سے پوچھا۔ ''کیا تمہارے متعلق میں قطعی طور پر یہ سمجھوں کہ تم مقدس اقابلا کی ترجمانی کے فرائض بہ کمال و تمام انجام دے رہی ہو؟''

''میری حیثیت ایک ترجمان کے سوا کچھ نہیں'' زرماز نے جواب دیا۔

''میں اس کے بعد کوئی بات نہیں کروں گا...... میں اپنی زبان پر زنجیر ڈالتا ہوں۔ اب جو کچھ ہوگا وہ عظیم دیوتاؤں کی منشا کے مطابق ہوگا۔'' میں نے اپنی افسردگی چھپانے کی کوشش کی۔ ''مقدس اقابلا نے مجھے اپنے بارگاہ میں طلب کر کے میری عزت بڑھائی ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس کا بہترین جانور ثابت ہوں گا۔ میری درخواست ہے کہ مجھے تمام شکوک و شبہات سے بالا سمجھ کے اپنا راستہ بنانے کی اجازت دی جائے۔ میں اس کی نشست کے قریب آنے کے لیے اپنے باقی دن بھی صرف کردوں گا۔ میں مشروب حیات پینے کی لذت سے بہرہ ور ہوں گا اور تا ابد اس کے فراق میں جلنے اور تڑپنے کی سعادت سے ہم کنار ہوں گا'' میں نے جوشیلے انداز میں کہا۔ ''میری رہنمائی کی جائے اور اس جانور کو جنگل میں تنہا نہ چھوڑا

جائے۔ مجھے بتایا جائے کہ سمندر پار سے ایک نئے قافلے کی آمد پر مجھے کس قسم کے فیصلے صادر کرنے چاہییں۔

''جابر بن یوسف!'' زرماز حاکمانہ انداز میں بولی۔ ''تمہارے عزائم یقیناً سلطنت اقابلا میں تمہارا درجہ اور رتبہ متعین کریں گے اور تمہاری طلب جو اس کے سلسلے میں ہے، وہی تمہارے عزائم کے لیے مہمیز کا کام دے گی اور آنے والے وقتوں کے بارے میں دیوتا جانتے ہیں، مقدس اقابلا جانتی ہے جو جاراکاکا کی نمائندہ ہے' جس کی نظر ہر سمت ہے اور جو اپنے علاقے کے افراد اور درختوں اور زمینوں اور سمندروں کا تسلط رکھتی ہے۔ مقدس اقابلا کی نوازشیں تمہارے کارناموں پر منحصر ہیں جزیرہ توری میں اجنبیوں کی آمد کے متعلق تم توری کے ایک سردار کی حیثیت سے جو بھی فیصلہ کرو گے وہ تمہاری ذہانت کے اوصاف میں شمار کیا جائے گا...... ''جابر بن یوسف الباقر!'' پھر زرماز شاید گفتگو کے اختتام کے ارادے سے بولی۔ ''تم اپنے لیے رعایتیں خود حاصل کرو گے اور اپنا سر بلاؤں سے محفوظ رکھنے کے لیے اُسے اپنے جسم پر مضبوطی سے جمائے رکھو گے۔ مقدس اقابلا عظیم ہے۔''

''ہاں وہ عظیم ہے۔'' میں نے دہرایا اور اپنے برہم جذبات کی پردہ پوشی کی سعی کی لیکن میری کیفیتیں خود بخود منکشف ہونے لگیں۔ جب گفتگو ایسے مرحلے میں داخل ہوگئی۔ جہاں مجھے اپنے کسی سوال کے جواب کی امید نہیں رہی، تو میں نے دوبارہ اس کے حسن کا ذکر چھیڑ دیا اور اس کے سامنے اپنی وارفتگی و شیفتگی کے دریا بہائے۔ میں اس غنیمت موقع پر کہ وہ میرے رُوبرو تھی۔ کوئی منفی تاثر قائم کرنے کی غلطی نہیں کرسکتا تھا۔ اتنے عرصے کی آرزوؤں کے بعد کہیں جاکر مجھے اس کے قصر میں اس کی تجلی دیکھنی نصیب ہوئی تھی۔ اس وقت جب میں نے اسے ایک حسین دوشیزہ کے تصور میں دیکھا ہوگا تو میں کیا کہا ہوگا؟ میں نے کیا نہ کہا ہوگا؟ میں نے سوچا کاش یہ رنگین ماحول پتھروں میں اسی طرح منجمد ہوجائے میں انسانوں کو پتھروں میں منتقل کرنے کا عمل جانتا تھا...... میں نے والہانہ انداز سے اسے دیکھا۔ آہ اور کچھ نہیں تو یہی بہت ہے کہ وہ میرے سامنے ہے اور اس کے بدن سے نکلتی ہوئی شعاعیں مجھے جُھلسا رہی ہیں۔ یہ آگ کتنی فرحت بخش ہے۔ ایک لطیف خوشبو سارے ماحول میں رچی بسی ہے اور میرے اعصاب پر ایک لطیف نشہ طاری ہے، میں نے تمام ذکر چھوڑ دیے۔ صرف اس کے لازوال حسن کا ماجرا بیان کیا۔ میں کہتا رہا، وہ سُنتی رہی۔ میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوتی ہے، پھر وہ یکایک سخت اور سرد ہوجاتی ہیں۔ اس کی ذہین آنکھیں، اس کا تیز و طرار بدن کسمساتا ہے اور فوراً ساکت ہو جاتا ہے۔ اقابلا کی نظروں میں وہ تابانی تھی، جو ہمیشہ مردوں کو فتوحات کرنے پر اکساتی ہے۔ میرا بیان ختم نہیں ہوا تھا، لفظ نہ جانے کہاں سے ادا ہو رہے تھے۔ وہ رنگ رنگ فضاء عطر بیز، موسیقی ریز۔ مگر میں مستقل طور پر یہاں اقامت گزیں نہیں ہوا تھا۔ کسی وقت بھی زرماز واپسی کا حکم صادر کرسکتی تھی۔ اس لیے میں نے اس سے درخواست کی کہ مجھے اس کے دست بوسی اور قدم بوسی کی اجازت دی جائے۔ میری درخواست ایک عجب شان بے نیازی سے قبول کرلی گئی، پھر میرے قدم زمین پر نہیں ٹکے۔ میں برق رفتاری سے آگے بڑھا اور وفورِ شوق میں بے تحاشا، بے محابا اس کے مرمریں گداز، پیروں کو بوسہ دینے لگا۔

اس نے اپنا پاؤں آگے بڑھا دیا۔ مجھے اس کا چہرہ دیکھنے کی فرصت نہیں تھی لیکن میں نے اس کا پاؤں سینے سے لگالیا اور اپنا کرب ناک چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے کردیا۔ میں نے اُسے بہت نزدیک سے دیکھا۔ قریب تھا کہ میں اپنا دامن ہوش جلا بیٹھتا کہ میں بے حد دردانگیز لہجے میں کہا۔ ''مقدس اقابلا، اپنے ہاتھ سے میرا گلا گھونٹ دے۔''

اس نے اپنا چہرہ منقش چھت کی طرف کرلیا۔ میں نے اسکے پیروں پر آنکھیں رکھ دیں۔ ایسا سکون، ایسی نشاط، ایسی لذت الامان...... اس نے اچانک اپنی کلائی کو ایک دل رُبا انداز سے جنبش دی۔ چشم زون میں نرماز اور اس کے ساتھ کھڑی ہوئی دوشیزائیں منظر سے غائب ہوگئیں، پھر اچانک دیوار کا وہ خلا از سر تو تعمیر ہوگیا جو اس کی سواری کے وقت پیدا ہوگیا تھا۔ میں نے ایوان کے چاروں طرف دیکھا، وہاں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ بس رنگ تھے، روشنیاں تھیں اور موسیقی تھی اور ہم دونوں تھے۔ کئی خیال در آئے کہ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ شاید اس نے میرے باطن کا حال پڑھ لیا ہے؟ شاید میرے بیان کا اعجاز ہے کہ مجھے یہ خلوت نصیب ہوئی۔ میں نے سوچا۔ زندگی کا اختتام کتنے خوبصورت طریقے سے ہو رہا ہے۔ اس وقت میں دنیا کا سب سے آسودہ آدمی تھا۔ میں نے اقابلا کو دیکھا، اس کا چہرہ روشنیوں میں جذبات زدہ نظر آیا۔ پھر میں نے اس کا پاؤں پکڑلیا اور اس کے ساتھ اپنا چہرہ وحشت سے رگڑتا رہا۔ وہ خاموش رہی۔ اس کے چہرے پر تاثر ڈھونڈنے کے لیے میں نے دوبارہ اپنا چہرہ بلند کیا، جو اس کی زلفوں میں چھپا ہوا تھا۔ وہ التفات پر آمادہ تھی۔ پتھر پگھل رہا تھا۔ تاریک براعظم کی مقتدر ملکہ ایک عورت کے رُوپ میں جلوہ گر ہو رہی تھی۔ یہ میرا گمان تھا مگر کس قدر حسین گمان تھا۔ میں کچھ اور سوچنا نہیں چاہتا تھا میں اس اعزاز و کرم سے سیر ہونے کی ٹھان لی اور اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس کے پیروں کے اوپر کے پھول اور پتے وحشت میں نوچنے شروع کر دیے، مجھے اپنے حلق میں کانٹے چبھتے محسوس ہوئے، میں تپ رہا تھا۔ اس کی پنڈلی وہ ساق سیمیں، پھولوں اور پتوں سے لدی پھندی وہ شاخ گداز۔ میں نے عالم سرمستی و بے خودی میں اسکے پھول نوچ لیے اور اپنا چہرہ اس سے مس کر دیا۔ اقابلا، مقدس اقابلا۔ اپنے غلام جابر بن یوسف کو صرف ایک بار وحشتوں کا اظہار کرنے دو۔'' میں نے کہا۔ لیکن ابھی چند ہی پھول گرے ہوں گے کہ وہ تخت سے اٹھی۔ میں نے اس کی پنڈلی زور سے تھام لی۔ ''نہیں نہیں۔'' میں نے ہذیان بکا۔ ''نہیں نہیں''

ایوان کی موسیقی ایک شور میں تبدیل ہوگئی۔ چنگھاڑتی اور چیختی ناقابل فہم آوازوں کا شور...... میں نے اقابلا کا قد دیکھا۔ اس کا ترشا اور ڈھلا ہوا بدن۔ میرا فریب ہے کہ میں نے اس کے مضطرب چہرہ دیکھا اور کوشش کی کہ اچک کر اس کے بدن کے سارے پھول نوچ لوں۔ اسکے بعد موت بھی نصیب ہوتی مگر ایک آسودہ موت۔ میں نے اجازت چاہی لیکن اقابلا نے بے چینی سے اپنا پاؤں میری دسترس سے آزاد کرا لیا اور آخر وقت میں۔ میں نے اتنا سنا کہ شور ناقابل برداشت ہوگیا ہے اور اڑتے ہوئے بادلوں کی گھڑگھڑاہٹ نے ایوان کا سارا ماحول بدل دیا ہے۔ میں نے اپنے اردگرد منڈلاتے ہوئے مرغولے دیکھے۔ ساری روشنیاں بند ہوگئیں اور ایوان تاریکی میں ڈوب گیا۔ میری نبض ڈوبنے لگیں میں لرزتے ہوئے در و دیوار دیکھے، جیسے وہ سب مجھ پر گر رہے ہوں۔ اس کے بعد مجھے یاد رکھنے کا ہوش نہ رہا، میں فرش پر پھسل گیا اور میری سماعت و بصارت کچھ دیکھنے، کچھ سننے کی استطاعت کھو بیٹھی۔

☆==========☆==========☆

یہ سب کیا ہوگیا تھا۔

میرے سینے میں جلن ہو رہی تھی اور اعصاب پر تشنج کی کیفیت طاری تھی۔ جب تاریکی کا طلسم ٹوٹا اور میرے ذہن کی صبح ہوئی، تو مجھے اپنے نیچے بدلی ہوئی زمین کا احساس ہوا۔ میں اپنے جھونپڑی نما مکان میں پیال کے بستر پر بے ترتیب حالت میں پڑا ہوا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے رنگ و

نور کا ایک سیل رواں تھا۔ اب نہ وہ منقش دیواریں تھیں، نہ وہ رنگ برنگے بادل میں اپنی تمام حرماں نصیبوں کے ساتھ توری کے تخت فرش پر موجود تھا۔ وہ منظر ایک خواب کی طرح گزر گیا لیکن میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا تھا۔ میرے ہاتھ میں گلاب کا ایک تازہ پھول تھا۔ ایک گلابی پھول جسے اقابلا کے بدن کی زینیت بننے کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ میں نے کسی دیوانے کی مانند اسے آنکھوں سے لگایا۔ اس کی پتیاں اِدھر اُدھر بکھر گئیں۔ میں انہیں جمع کرنے کے لیے فرش پر لوٹتا رہا۔ ایک مدت کی جستجو اور طلب کا صلہ گلاب کی یہ پتیاں تھیں۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ آناً فاناً وہ پری وش اضطراب میں کھڑی ہوتی۔ ایوان کی روشنیاں معدوم ہوئیں اور بادلوں نے گرجنا شروع کر دیا۔ پھر سب کچھ بکھر گیا۔ وہ رنگین نقشہ پلٹ گیا۔ اس لمحے کون عقل و شعور کی پاس داری کر سکتا تھا۔ یقیناً میں نے اپنی حدوں کا خیال نہیں رکھا تھا۔ میری حدیں ایک سردار کی حیثیت سے متعین ہوتی تھیں۔ اس کا ہوش رُبا سراپا دیکھ کر کون صرف ایک سردار رہ سکتا تھا؟ میں نے تو اس کے جمال کو خراج پیش کرنے کے لیے اپنے جنون کی ابھی ابتدا ہی کی تھی۔

مگر اچانک یہ سب کیوں رونما ہو گیا؟ کیا تاریک براعظم کے برگزیدہ لوگوں کو یہ قربت شاق گزری؟ کیا انہیں خبر ہو گئی کہ اقابلا ان سے بے وفائی کی مرتکب ہو رہی ہے۔ اور صرف تین زمینوں کے سردار کو غیر معمولی عنایات سے نواز رہی ہے؟ کیا جارا کا کی مقدس روح اقابلا کے صاف وشفاف بدن پر کوئی داغ دیکھنا پسند نہیں کرتی؟ آہ اگر میں اس کے لمس لطیف اور نظارہ جہاں سوزہی پر قناعت کر لیتا اور انگروما اور باگمان کی طرح قصر اقابلا میں بھی اپنا نفس مطیع رکھتا تو مجھے اس طرح واپس نہ کیا گیا ہوتا۔ اب سامنے خلا ہی خلا نظر آتا ہے۔ جتنا قریب جایئے، اُس بت طناز کا دامن اتنا ہی دُور ہو جاتا ہے۔ تاریک براعظم کے ایک سرفراز اجنبی کا انجام قریب تھا کیونکہ اس نے ہوش کھو دیا تھا۔ مجھے دوبارہ یہاں بھیج کر معلق کر دیا گیا تھا، میں نے اس کے حسن کی توصیف میں بیان کیے جانے والے لفظ ضائع کر دیے میرے کلام نے جو اثر کیا تھا، میرے ہاتھوں نے اسے تباہ کر دیا۔ میرے عجز نے جو گنجائش پیدا کی تھی، میری وحشت نے اسے تاراج کر دیا۔ میرے بستر پر کانٹے بچھے ہوئے تھے اور ذہن سلگ رہا تھا۔ جابر بن یوسف یہ کیا ہو گیا؟ اب فیصلے کا انتظار کرو۔ تم اس کی مرضی کے بغیر مر بھی نہیں سکتے۔ تذبذب اور کشمکش دور کرنے کے لیے میں نے زور سے آنکھیں بھینچ لیں اور اپنا منہ بند کر لیا لیکن اس سے نزاع وفشار دور نہیں ہوا۔

اس وقت میری آہیں اور کرب ناک آوازیں سن کر دوسرے کمرے سے ہندی بوڑھے سرنگا کی لڑکی سریتا آئی۔ میرا بدن اینٹھا ہوا تھا اور میں بستر پر اضطراب میں کروٹیں بدل رہا تھا۔ سریتا نے چیخ چیخ کر اپنی خادماؤں کو آوازیں دے اور مجھے اپنے پہلو میں بیٹھا کر حلق میں کوئی مشروب انڈیلنے کی کوشش کرنے لگی۔ مشروب کا ذائقہ بے مزہ نہیں تھا لیکن سریتا کا پہلو نرم و گداز تھا۔ مجھے کچھ سکون سا ملا۔ میں نے بے تابانہ اپنا سر اس کی آغوش میں دھر دیا۔ اپنا چہرہ چھپانے کے لیے میں نے اس کی آغوش میں پناہیں ڈھونڈیں۔ سریتا میرا سر تھام کر ماتھا دبانے لگی۔ میں اس کے پہلو میں زاروقطار رونا چاہتا تھا لیکن میری آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی نہیں نکلا۔

"سیدی! تمھیں کیا ہو گیا؟" وہ میرے شانے جھنجوڑ کر بولی۔

"میں مر رہا ہوں۔" میں نے اکھڑی سانسوں سے کہا۔

اس نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ اُسے اپنے چہرے کے تاثرات کے اظہار میں مشاقی حاصل تھی۔ "سیدی شاید تم حوصلہ کھو بیٹھے۔ تمہارے

ساتھ کیا واقعہ پیش آیا ہے، جو تم اتنے دل شکستہ اور درماندہ نظر آتے ہو؟ سیاہ رات ڈھل جائے گی۔ تمہارے لبوں کو ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں۔''

''سریتا! ہم یہاں ہمیشہ اجنبی رہیں گے کیونکہ طویل زمانوں کا علم ہمارے مختصر عمر میں ہم تک منتقل نہیں ہوسکتا۔ ہماری جہالت کسی دن ہمیں ایک بڑی تباہی سے دوچار کرے گی۔ ہم ہمیشہ اذیتوں میں زندگی بسر کرتے رہیں گے۔ کیا تم میرا ایک کام کردو گی؟''

''کہو سیدی!'' اس نے تشویش سے کہا۔ ''مجھے حکم کیوں نہیں دیتے۔''

''میں اب اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ فرد کا زمانی و مکانی رشتہ اُس سے کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ شاید میری بات تمہاری عقل میں آجائے۔ ہم کسی دوسرے عہد اور دوسری زمین میں آگئے ہیں۔ ممکن ہے ہم کسی قبرستان میں مقیم ہوں۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ میرے شعور سے میرا راستہ منقطع کردو۔ میرے ہاتھ خود یہ کام انجام نہیں دے سکتے۔''

''سیدی!'' سریتا نے حیرت زدہ نظروں سے مجھے دیکھا اور میری گردن سے لٹکا ہوا خنجر پکڑ لیا۔ ''سیدی جابر! تمہارے اعصاب آرام کے مقروض ہیں۔ غالباً تم شدید تنہائی محسوس کررہے ہو۔ پھر وہ افسردگی سے بولی۔'' مگر تم نے خود کو تنہا کیوں سمجھ رکھا؟ تمہارے بلند تر مقام سے کچھ اور زندگیاں بھی وابستہ ہیں۔ تم نے کبھی ان کی طرف بھی غور سے دیکھا ہے؟''

میں نے سریتا کی ٹھوڑی پکڑ لی۔ اس کے چہرے پر آنسو رقصاں تھے۔ سریتا نے اس سے پہلے ایسی گفتگو کبھی نہیں کی تھی۔ ''سریتا! تم اپنے باپ کی طرح ایثار پیشہ ہو۔ تم رو رہی ہو؟'' میں نے دونوں ہاتھوں سے اس کا چہرہ تھام لیا۔ اقابلا کے گلاب کی پتیاں پھر بکھر گئیں۔

''تم اس سیاہ خانے میں ایک کرن ہو۔ جب یہاں سے تمام مرد اٹھ جائیں گے تو میری پناہ گاہ غیر مہذب وحشیوں کی آغوش ہوگی، جس سے خود تم نے کئی بار مجھے بچایا ہے۔ سیدی جابر! تم اتنے خود غرض ہو کہ تنہا مرنا چاہتے ہو؟ تم کہتے ہو کہ ماضی سے تمہارا تعلق نہیں ٹوٹا مگر تمہاری غیرت کہاں گئی؟۔''

اس کم سخن نازک اندام لڑکی نے پہلی بار ایسے دلکش اور گداز پیرائے میں مجھ سے باتیں کیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں اسے فراموش کرنے کا جرم کرتا رہا ہوں۔ میں نے زور سے اس کے ہاتھ پکڑ لیے اور انھیں بوسہ دیا۔

ذہن سے قصر اقابلا کے واقعے کا تاثر دور نہیں ہوا تھا لیکن سریتا نے ایک بکھرے ہوئے شخص کو سمیٹ دیا۔ وہ جابر بن یوسف میں دوبارہ زندگی کی حرارت پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ اس نے مجھے بستر سے اٹھایا، میں نے گلاب کا پھول ایک پتے میں محفوظ کر کے اس کے حوالے کر دیا۔ پھر توری کی حسین خادماؤں نے سرعت کے ساتھ میرا جسم معطر پانی سے دھویا۔ آج غسل کے بعد ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ میرے ساتھ کوئی سلوک کررہی ہوں۔ سریتا نے میرے بال درست کیے۔ میں نے جاراکا کی کھوپڑی ہاتھ میں لے کر توری کی دوشیزاؤں اور سریتا کے ساتھ اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کیا اور اس سے رہنمائی کی درخواست کی۔ پھر میرے سامنے بھنا ہوا گوشت پیش کیا گیا۔ دل غذا کی طرف مائل نہیں تھا مگر میں سریتا کے ہاتھوں سے بھنے ہوئے گوشت کے لقمے حلق میں اتارنے پر مجبور تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ طبیعت اعتدال کی طرف آرہی تھی۔ سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ نرماز غائب تھی جو قصر اقابلا کی طرف سے مجھے فرحت دیدہ راحت دل کے لیے عطیے کے طور پر سونپی گئی تھی۔ میں

نے اسے متعدد بار پکارا مگر میری آواز خلاؤں میں گم ہو گئی۔ ایک رات اشمار بھی اسی طرح غائب ہو گئی تھی۔ شاید اقابلا نے اپنا عطیہ واپس لے لیا تھا۔ کسے معلوم تھا کہ اقابلا اور کیا واپس لے گی؟ کاہن اعظم سموراں اور سرنگا کے پاس جا کر میں ان سے قصر اقابلا میں پیش آنے والے واقعے کی توجیہہ و تشریح کا خواہاں تھا لیکن اس مقصد کے لیے یہ مناسب موقع نہیں تھا۔ رات بھر سریتا اور خادمائیں میری دل جوئی کرتی رہیں اور میرا غبار دور کرنے میں منہمک رہیں۔ وہ میرے قریب بیٹھی رہیں اور میں فیصلے سوچتا اور مسترد کرتا رہا تا آں کہ میں ایک فیصلے پر پہنچ گیا۔

صبح ہونے سے پہلے میں توری کے سبزہ زار کی طرح تروتازگی محسوس کر رہا تھا۔ ہاں ذہن کے کسی گوشے میں ایک اجنبی خوف چھایا ہوا تھا۔ رات کی تاریکی، بے بس اور دل گرفتہ لوگوں کے لیے بڑی گراں ہوتی ہے۔ پنجرے میں دن کا اجالا برا نہیں لگتا۔ تاریک بر اعظم ایک بڑا پنجرا تھا جو رات کو اور خوف ناک ہو جاتا تھا۔ صیاد سے گداز کی توقع عبث تھی۔ دن کی روشنی پھیلی تو میں نے عزم کیا۔ جابر بن یوسف! باور کر کہ تو ایک درخت ہے، خود کو یہ تسلیم کرنے پر آمادہ کر کہ تو ایک بے پر پرندہ ہے۔ تیرے لیے مفر کی کوئی صورت نہیں۔ تیرا ہر سہارا بے بنیاد ہو گا۔ زمین پکڑنے کے لیے اپنی شاخیں دور دور تک پھیلا۔ آسمان پر اڑنے کے لیے اپنے بازوؤں میں دوبارہ پر بڑھا اور وقت کا انتظار کر۔ وقت یوں نہ گنوا۔ دیوتاؤں کا جو بھی رد عمل ہو گا وہ تیری مضبوطی اور تیرے علم کی دیانت کی بنیاد پر ہو گا۔ سرنگا کی عظیم دیوی بھی اس سرزمین پر بے بسی محسوس کرتی ہے ورنہ اب تک وہ ہم تیرہ بختوں کو یہاں سے نکال لے جاتی۔ تیرے لیے اطمینان کا یہی ایک ذریعہ ہے کہ تو خود کو ان سیاہیوں کا عادی بنا لے۔ آہ کیا تو نے پہلے غور نہیں کیا؟ کیا تو نے پہلے کچھ نہیں دیکھا؟ تو نے خود سے کہا کہ اس کا حصول مشکوک ہے لیکن ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہنے سے بہتر کسی امکان کی تلاش ہے۔ تیرا انتشار ارتفاع میں تبدیل ہو کر پھر اپنی راہ کیوں بھٹک جاتا ہے؟ چل حرکت کر۔ چل کہ سوچتے سوچتے تیرا دماغ پھٹ جائے گا اور بیٹھے بیٹھے تیرے جسم پر زنگ لگ جائے گا۔ اٹھ اور آسمان کی طرف مت دیکھ۔

مجھے یاد آیا کہ میں ایک راست سمت میں چل رہا تھا کہ اقابلا کی دید نے سارا سلسلہ درہم و برہم کر دیا۔ مجھے پھر وہیں سے ابتدا کرنی چاہیے۔ اقابلا کی بارگاہ میں جانے سے پہلے میں نے جزیرہ توری میں ابھرنے والے خطروں کا سر کچل دیا تھا۔ میں نے نوجوانوں کو ہاتھ پاؤں پھیلانے سے پہلے اپنے احکام کی زنجیروں میں باندھ لیا تھا۔ میں توری کا سب سے بڑا شخص تھا۔ اس زمرے سے وہ لوگ خارج کر دیے جائیں جو اقتدار میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے اور جنگلوں، غاروں میں آبادیوں سے دور دیوتاؤں کی خدمت میں مصروف ہیں۔ توری کا یہ سب سے بڑا شخص سب سے غم زدہ شخص تھا کیونکہ اسے غم کا عرفان حاصل تھا۔ اس کے احساسات نے اس ماحول میں پرورش نہیں پائی تھی۔ سارا قبیلہ سو رہا تھا۔ بے سدھ پڑے ہوئے لوگ...... عورتیں اور مرد ایک دوسرے کے جسموں پر تکیہ کیے ہوئے تھے۔ سکون اور اطمینان کی نیند...... انھیں دیکھ کر مجھے رشک آیا اور میں ان کے قدموں اور سروں سے بچتا ہوا گھنے جنگل میں پہنچ گیا۔ جنگل میں صبح کا منظر بڑا دلکش معلوم ہوتا ہے۔ پرندوں کے چہچوں اور درندوں کی گونج نے مجھے زندگی کا سبق سکھایا اور میں نے خود کو سمجھایا کہ میں یقیناً ان درندوں سے افضل ہوں۔ میں بول سکتا ہوں، سوچ سکتا ہوں لیکن یہی تو ایک نقص ہے، بولنے اور سوچنے کی وجہ سے انسان کائنات کی سب سے نحیف اور سب سے قوی مخلوق ہے۔ جنگل میں گزرتے وقت میں نے اب تک سیکھے ہوئے توری کے ظاہری و باطنی علوم سے اپنے لیے ایسا غار تلاش کرنا شروع کر دیا جسے میں سموراں کی طرح اپنی عبادت گاہ یا سحر خانہ بناؤں۔

سموراں کی تربیت سے مجھے ماورائی علوم پر دسترس حاصل ہوگئی تھی۔ میرے پاس نادر تحائف تھے۔ جارا کاکی کھوپڑی گرفت میں لے کر میں نے چوبی اژدھا متحرک کیا اور اسے زمین پر چھوڑ دیا۔ وہ زمین سونگھتا پھر رہا تھا۔ آخر میں نے اپنا موجودہ راستہ ترک کر کے اونچے درختوں کے درمیان چلنا شروع کر دیا۔ ایک جگہ اژدہا ٹھیر گیا۔ میں نے وہ دیوار جیسی اونچی زمین نرمی سختی کا اندازہ کرنے کے لیے ڈگی کے سینگوں سے کریدی۔ اُوپر کی مٹی ہٹی تو اندر پتھر کا ایک دیو قامت ٹکڑا نظر آیا۔ معلوم ہوتا تھا عرصے سے کسی نے اس غار کو نہیں چھیڑا ہے۔ جزیرہ توری میں ایسے غاروں کی کثرت تھی۔ ان میں ایک غار قصر اقابلا کو بھی جاتا تھا جہاں سب سے پہلے مجھے ژولین ملی تھی اور جو لمبی سرنگ کے بعد ایک عظیم الشان زمین دوز محل میں تبدیل ہو جاتا تھا۔ باگمان میں لوریما کے قصر تک پہنچنے کے لیے بھی مجھے ایک غار سے گزرنا پڑا تھا۔ میں نے پتھر کی جسامت ٹٹولنے کے لیے اپنے جسم کا سارا زور لگایا۔ میں اسے ہلا بھی نہیں سکتا تھا۔ اس کے اُوپر مٹی کی دبیز تہہ تھی۔ جس پر جھاڑ جھنکاڑ تھے اور جسے چھوٹے درختوں نے اپنا مسکن بنالیا تھا، سب سے پہلے میں نے جھاڑ جھنکاڑ صاف کیے۔ پھر دُور جا کر پتھر پر شپالی کا نشانہ بنایا اور احتیاط کے طور پر جارا کاکا عمل دہرایا، جو مجھے سموراں نے سکھایا تھا۔ اندر روحوں کی موجودگی بھی ممکن تھی۔ جیسا کہ مجھے انگروما میں سابقہ پڑا تھا۔ شپالی کے زور اور جارا کاکے عمل سے پتھر ٹکڑوں میں منقسم ہو گیا۔ میں نے اندر کی بھیانک روشنی میں جھانک کر دیکھا۔ بدبو کا ایک جھونکا میرے نتھنے زخمی کر گیا۔ میں ایک لمحے سوچتا رہا، پھر چوبی اژدہا آگے کر کے میں نے غار کے اندر قدم رکھا۔ شپالی کی روشنی میں غار کے اندر کا حصہ عریاں ہو گیا تھا، اندر کی فضا بڑی مسموم تھی۔ میں حفظ ماتقدم کے طور پر زارشی کے صحرا میں بوڑھے عبادت گزاروں کا عمل یاد کر رہا تھا، جسے میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔ ابھی میں غار کے اندر زیادہ دور نہیں پہنچا ہوں گا کہ اژدہا میری ٹانگوں سے لپٹ گیا۔ یہ خطرے کی علامت تھی۔ میں نے جارا کاکی کھوپڑی زور سے پکڑ لی۔ غار کی دیواریں ہموار نہیں تھیں۔ کہیں وہ تنگ اور کہیں فراخ تھیں اور اندر درختوں کے تنے نظر آتے تھے۔ طرح طرح کے جالے اور گرد۔ ان چیزوں سے اس کی کہنگی ثابت تھی۔

دفعتہً اندر سے خرخراہٹ سے مشابہہ کچھ ناقابل فہم آوازیں آنی شروع ہوئی۔ میں اپنی جگہ جم کر کھڑا ہو گیا۔ پھر میں نے ایک ہیولا اپنی طرف خاصا تیز بھاگتے ہوئے دیکھا۔ ہیولے کے قریب آنے پر شپالی کی روشنی میں اس کا چہرہ میری نظر کے دائرے میں نمایاں ہو گیا۔ وہ آنکھیں پٹ پٹا رہا تھا۔ نظروں میں حیرانی مترشح تھی۔ شپالی کی چمک اس کی آنکھیں خیرہ کر رہی تھی۔ اس کے سارے جسم پر بال اُگے ہوئے تھے اور وہ اتنا نحیف و نزار تھا کہ اس کے زندہ رہنے پر شبہ ہوتا تھا مگر اس کی اندر دھنسی ہوئی آنکھوں میں زندگی کی رمق موجود تھی۔ کیونکہ وہ شپالی کی روشنی میں ہیرے کی مانند چمک رہی تھی۔ یوں کہنا چاہیے کہ وہ ایک سیاہ منمنی گوریلا یا کوئی سیاہ ریچھ تھا۔ میں نے تاریک براعظم میں ایسے حلیے اور قدوقامت کا شخص کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ بات اس کے چہرے اور غار کی شکستہ حالت سے صاف تھی کہ وہ عرصے سے باہر نہیں نکلا ہے اور اس اندھیرے غار میں لامحدود مدت سے مقیم ہے۔ وہ مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا، میں فوراً کوئی رائے قائم نہ کر سکا۔ البتہ میں نے سوچا، اس میں شبہ نہیں ہے کہ یہ اس سرزمین کے ان عبادت گزاروں میں شامل ہے، جو اس طلسماتی دنیا کی روح ہیں، چنانچہ یہ ایک غیر معمولی ساحر بھی ہوگا۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہونے لگا لیکن یوں واپس ہونے کا اب کوئی امکان نہیں تھا۔ اس کے سکون استغراق اور ریاضت میں میرے مخل ہونے پر اس کے مزاج کا برہم ہونا فطری امر تھا۔ میں نے متوازن رویہ اختیار کرنے میں پہل کی اور نہایت احترام اور عزت سے اسے ریچھ کو مخاطب کیا۔ ان حالات میں یہی کیا جا سکتا تھا؟ میں اس

کے آگے جھک گیا اور عجز وانکسار سے اپنا تعارف کراتے ہوئے میں نے اسے معذرت چاہی۔ وہ میرا انداز تخاطب حیرت سے آنکھیں پٹ پٹاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے مجھے کوئی جواب دیے بغیر اشارہ کیا کہ میں اس کے پیچھے چلوں، انکار کا موقع نہیں تھا۔ میں اس کے پیچھے چلنے لگا لیکن اسی وقت سموراں کی مالا کے دانے مجھے اپنے سینے پر چبھتے ہوئے محسوس ہوئے۔ سموراں کی مالا پہلے بھی کئی خطرناک موقعوں پر مجھے اس قسم کی تنبیہ کر چکی تھی۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ اس بوڑھے کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ میں نے شپالی ہتھیلی پر رکھ دی۔ دور اندر جا کر غار ایک چوکور کشادہ جگہ میں تبدیل ہو گیا۔ دیواریں میلی کچیلی اور سیاہ تھیں۔ کوئی قندیل روشن نہیں تھی۔ کوئی مشعل بھی نہیں تھی۔ ایسی خوف ناک تاریکی میں وہ شخص نہ جانے کب سے اس غار میں محبوس تھا۔

بڑے دائرے والی جگہ ٹھیر کر اس نے مجھے بڑے برتن سے ایک جام پیش کیا۔ میں نے شپالی اپنی مٹھی میں بند کر لی۔ غار میں پھر تاریکی چھا گئی۔ جام پینے کے بجائے میں نے اسے زمین پر لوٹ دیا تھا۔ دوبارہ شپالی کی روشنی میں، میں نے خالی جام اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ ایک ثانیے بعد وہ میرے نزدیک آیا اور اس نے بالکل غیر متوقع طور پر ہاتھ بڑھا کر میرے گلے سے چوبی اژدہا چھین لیا۔ سموراں کی مالا کے دانوں کے انتباہ سے میں پہلے ہی محتاط ہو گیا تھا۔ لہٰذا میں نے چوبی اژدہا اس سے اسی طرح فوراً چھین لیا، جیسے اس نے چھینا تھا۔ میری اس جسارت پر اس کی آنکھیں قہر و غضب کی علامت بن کر دہکیں اور اس نے جھنجلا کر وہیں کھڑے کھڑے اپنا ہاتھ پشت کی طرف دراز کیا۔ دیوار دور تھی مگر اس کا چھوٹا سا ہاتھ وہاں پہنچ گیا۔ میں دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اچانک مجھے اپنے دائیں گال پر بیک وقت متعدد کیلیں سی چبھتی محسوس ہوئیں۔ کیلوں کی نوکیں اتنی سخت اور شدید تھیں کہ میری چیخیں نکل گئیں اور میں شدت درد سے زمین پر پیر پٹخنے لگا۔ مجھے بوڑھے شخص کا ہنستا ہوا چہرہ نظر آیا۔ اس بدہیئت کے دانت اس کے حلیے کے تمسخر اور مضحکہ خیزی میں اضافہ کر رہے تھے اور وہ کوئی شیطان معلوم ہو رہا تھا۔ میرے اوسان خطا ہو چکے تھے۔ بے شمار پیروں والا یہ زہریلا بچھو میرے گال میں پیوست ہو گیا تھا اور جیسے کوئی میری رُوح کھینچ رہا تھا۔

دردوکرب میں لڑھکتے پڑھکتے میں نے ایک بار پھر صحرائے زارشی کا عمل دُہرا کے شپالی اپنے جلتے ہوئے گال سے مس کی، جہاں کچھ پیوست تھا۔ بچھو نے اپنے پیر اچانک ڈھیلے چھوڑ دیے۔ دوبارہ جب اس نے میرے زخمی گال پر یہی عمل کیا تو میں اذیت سے بری طرح تڑپنے لگا۔ میں نے شپالی سمیت اپنا ہاتھ گال پر طمانچے کے انداز میں مارا اور تمام طاقت یک جا کر کے اپنے گوشت سے بچھو علیحدہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ گوشت کا مچا، بچھو اور شپالی یہ تینوں چیزیں میں نے زمین پر پھینک دیں اور اس وقت مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ شپالی زمین پر گرتے ہی بوڑھا ساحر بندر کی طرح پھرتی سے زمین کی طرف لپکا۔ مجھے آنے والے خوف ناک لمحوں کا اندازہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نے نتائج سے بے پروا ہو کر اپنے تحائف پشت پر ڈال کر ساحر پر ایک زقند لگائی اور اس کا نحیف و نزار جسم دبوچ کے شپالی سے دُور کر دیا۔ اس کے بکری جیسے جثے میں شیر جیسی طاقت تھی۔ تاریک براعظم میں اس وقت میں نے موت کی پرواہ کیے اور کوئی توقف کے بغیر اس کا سر زمین سے مارنا شروع کر دیا۔ میں کوئی پاگل تھا یا کوئی بھوکا درندہ تھا۔ اس نے بڑی شدید مزاحمت کی اور مجھے اپنی ٹانگوں کے زور سے دیوار پر دھکیل دیا۔ وہ پھر شپالی کی طرف لپکا، مجھے اتنی فرصت نہیں تھی کہ اپنا چوبی اژدہا زمین پر ڈال دیتا۔ اس بار میں نے زور سے چیخ ماری، بوڑھے نے حیران نظروں سے پلٹ کر دیکھا، اس کا میری طرف متوجہ ہونا

تھا کہ میں نے اچک کر اسے دبوچ لیا اور اسے لیے زمین پر لوٹ گیا۔ اس مصروف اور مشکل مرحلے میں میں نے کسی طرح یہ لمحہ بھی حاصل کر لیا کہ میں اپنے محسن اژدہے کو اشارہ کر سکوں۔ وہ شپالی کے حصول کے لیے زمین پر رینگنے لگا۔ بوڑھا شخص میرے جسم کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا اور میں اس کا سر زمین سے پاش پاش کر رہا تھا۔ اب کی بار میں نے اس کی دبلی پتلی مگر مضبوط ٹانگیں دبائی ہوئی تھیں۔ اژدہے نے شپالی نگل لی تھی۔ یہ اطمینان کرنے کے بعد میں کھڑا ہوا اور میں یہ عجلت تمام ڈگی کے سینگ گلے سے اتار کر بوڑھے ساحر کے سینے میں پیوست کر دیے۔ اژدہا میری ٹانگوں کے سہارے اوپر چڑھ رہا تھا۔ مجھے یقین تھا بوڑھا ساحر اب مشکل سے مزاحمت کرے گا لیکن میں نے اس گدھ کو کوئی موقع نہیں دیا اور شپالی اس کے جسم پر دے ماری، اس کی ہولناک چیخ سے سارا غار گونج گیا۔ وہ آخری چیخ تھی جس نے غار میں ایک گرج چمک سی پیدا کر دی تھی۔

اس کے بے دم ہوتے ہی مجھے احساس ہوا کہ میرا دم بھی نکل رہا ہے۔ میں نے غار سے بھاگنے کا ارادہ کیا۔ لیکن میرے قدم ڈگمگانے لگے اور میں ایک مقام پر بے سدھ گر گیا۔ وہ صبح تھی یا شام یا کئی دن گزر گئے۔ مستقل تاریکی اور مستقل روشنی میں وقت گزرتا محسوس نہیں ہوتا، وقت تو روشنی اور تاریکی کے نشیب و فراز سے عبارت ہے۔ جب میرے حواس خارجی اثر سے آزاد ہو گئے اور دوبارہ میرے جسم سے وابستہ ہوئے، تو میں نے دیکھا کہ میں غار کی نم زمین پر پڑا کراہ رہا ہوں اور میرا رفیق اژدہا میرا گال چاٹ رہا ہے۔ دفعتہً میرے ذہن میں سارا واقعہ کوند گیا' میں نے اپنے گال پر ہاتھ رکھ کے دیکھا۔ وہ حصہ زخمی ہو چکا تھا اور اژدہے کی رطوبت اور خون سے لتھڑا ہوا تھا۔ میں نے اژدہے کو وہاں سے ہٹا کے اُسے ایک بوسہ دیا اور کراہتا ہوا اٹھا۔ نقاہت سی محسوس ہو رہی تھی۔ جیسے کسی نے سارے جسم کا رس نچوڑ لیا ہو، پھر غار سے باہر جانے کی بجائے میں اندر کی طرف بڑھا۔ چوکور دائرے کے قریب بوڑھے ساحر کی لاش جلی ہوئی پڑی تھی اور سارا غار شپالی کی وجہ سے منور ہو گیا تھا۔ میں نے ہر چیز کا تفصیل سے جائزہ لیا۔ دیواروں پر لٹکے ہوئے نوادر مردہ جانوروں کی کھوپڑیاں اور طلسمی آلات دیکھ کر میری حیرت دوچند ہو گئی۔ دیواریں ٹھونک کے میں نے اندر کے راستے دیکھے، پتھر کی دیواریں میرے نوادر کی وجہ سے کھل گئیں اور میں کھوہ نما کمروں کے ایک سلسلے سے گزرا۔ یہ ایک بہت بڑی زمین دوز عمارت تھی۔ بہت بڑا طلسم خانہ۔ ہر کمرے میں نوادر کی ایک دنیا آباد تھی۔ عجب عجب شکل کی چیزیں۔ میں ان میں سے چند کا استعمال سیکھ چکا تھا اور ان کی اہمیت سے واقف تھا۔ میں مختلف کمروں کا جائزہ لیتا ہوا سرنگ پار کر کے غار سے باہر آ گیا۔ باہر بھی تاریکی تھی، اس کا مطلب یہ تھا کہ ایک سموچا دن یا کئی دن مجھے اس غار میں گزر گئے تھے۔ سرد ہوا کے جھونکے نے رخسار کے زخم سے اور زیادہ ٹیس پیدا کر دیں لیکن اتنا بڑا اثاثہ پا کر خوف اور مسرت کے ملے جلے جذبات مجھ پر غالب آ گئے تھے۔ میں اپنا تکدر بھول چکا تھا۔ نقاہت کی وجہ سے غار کا دہانہ بند کرنا مشکل تھا کیونکہ بڑا پتھر پہلے ہی کتنے حصوں میں منقسم ہو چکا تھا۔ دیر تک میں اِدھر اُدھر سے پتھر اور جھاڑ جھنکار جمع کر کے غار کے دہانے پر رکھتا رہا۔ میں اسے اس طرح تو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ جب دہانہ عام آدمیوں کی نظروں سے اوجھل ہونے کے لائق ہو گیا تو میں اپنا زخمی گال سہلاتا ہوا کچھ فتح مندی، کچھ سرشاری، کچھ شک اور کچھ خوف کے احساسات کے ساتھ جنگل سے واپس چلا۔ جگہ کی شناخت میرے لیے مشکل نہیں تھی، اس لیے کہ پتھر اس ترتیب سے رکھے گئے تھے کہ میں اسے بڑی آسانی سے شناخت کر سکتا تھا۔ میں تھکا تھکا آبادی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

توری میں رات کا شباب نمایاں تھا۔ میں ان سے چھپتا چھپاتا اپنی جھونپڑی میں واپس آ گیا، سریتا میرا زخم دیکھ کر چیخ پڑی۔ مجھے گہری نیند

آرہی تھی۔ مجھے معلوم نہیں کون جھونپڑی میں آیا، فزارو، زارمے، سریتا قبیلے کے اور معمر لوگ۔ طبیب جواد، میں گہری نیند سو گیا، اس لیے کہ یہ ایک محفوظ جگہ تھی۔ یہ میرا ٹھکانہ تھا۔

دوسرے دن صبح میرے مکان کے باہر قبیلے کے لوگوں کا اژدہام تھا، جو اپنے سردار کی خیریت معلوم کرنے آیا تھا۔ فزارو اور زارمے ایک طرف مودب کھڑے تھے اور سریتا خادماؤں کو احکام دے رہی تھی۔ باہر کے زبردست شور اور اندر کی سرگوشیوں سے میری آنکھ کھل گئی۔ سریتا کا اداس چہرہ کھل اٹھا۔ زارمے نے باہر جا کر اعلان کیا کہ ان کا سردار خیریت سے ہے۔ میں رات بھر بے ہوش رہا تھا اور رات بھر توری کے اطبا میرے زخمی گال پر مشق ستم کرتے رہے تھے۔ زخم پر لیپ لگا ہوا تھا اور ہلکی سوزش ہو رہی تھی۔ میرے جاگتے ہی سریتا نے طرح طرح کے سوال شروع کر دیے اور ناراض ہونے لگی کہ میں خطروں میں دانستہ کود پڑتا ہوں اور اتنے بہت سے غلام ہونے کے باوجود تنہا جنگل میں سفر کرتا ہوں۔ میں نے سریتا کی بات سُنی ان سُنی کر دی۔ میں اسی وقت اُٹھ کر سمورال کے پاس جانا چاہتا تھا تاکہ اسے کل کی مہم کا حیرت انگیز واقعہ سناؤں اور وہ نوادر دکھاؤں جو اب جزیرہ توری کی روایت کے مطابق میری ملکیت تھے۔ سمورال سے معلومات حاصل کیے بغیر میں ان نوادر کی اہمیت و افادیت سے پوری طرح واقف نہیں ہو سکتا تھا۔ ہر چند سمورال کو وہاں لے جانے میں پس و پیش بھی تھا مگر سمورال کو شریک راز کیے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ سرنگا بھی اس غار کی دریافت و بازیافت پر غیر معمولی ردعمل کا اظہار کرے گا، پھر مجھے خیال آیا اس معاملے کے انکشاف میں کسی عجلت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ ممکن ہے سمورال نے اپنے طلسمی کڑھاؤ میں خود میری کامیابی کا نظارہ دیکھ لیا ہو اور سرنگا کو بھی اپنی دیوی کی اعانت سے اس کی خبر ہو گئی ہو۔

اصل میں سب سے پہلا کام جزیرہ توری پر آئے ہوئے اجنبیوں کی قسمت کا فیصلہ کرنا تھا جو ابھی تک قید میں تھے، دیوتاؤں اور اقابلا کو لازماً اس امر سے دل چسپی ہوگی کہ مہذب دنیا کا ایک شخص اپنے لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتا ہے؟ یہ ایک تکلیف دہ مرحلہ تھا مگر یہاں مردم آزاری، دل آزاری جیسے روح فرسا رویوں کا کوئی احساس نہیں تھا۔ اِدھر مہذب دنیا کے لوگوں سے ملنے، باز پرس کرنے اور ان کی دردناک سرگزشت سننے کا اشتیاق دبانا، اپنے آپ پر جبر کرنے کے برابر تھا۔ میں جلد از جلد ان کا فیصلہ کر کے اپنا اعتماد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ جتنی دیر ان کے فیصلے میں تاخیر ہوتی، میرے سینے پر ایک بوجھ رہتا۔ تنہا جانے کے بجائے میں نے فزارو اور زارمے کو ساتھ لے لیا۔ مجھے بستر سے اٹھتے دیکھ کر انھوں نے روکنا چاہا لیکن میں نے انھیں دھتکار دیا اور ایک خادمہ کو راستے سے ہٹانے کے لیے ضرب لگائی، وہ تڑپ کر ایک طرف ڈھیر ہو گئی۔ فزارو، زارمے اور سریتا نے اس کے بعد کوئی لفظ ادا نہیں کیا۔ میرے باہر نکلتے ہی ڈاکٹر جواد سمیت قبیلے کے سارے لوگ زمیں بوس ہو گئے۔ دور تک انسانوں کی پشتیں نظر آتی تھیں۔ پھر فزارو کے حکم پر وہ اٹھ گئے اور میں نے اپنے قریب کھڑا ہوا درخت ایک جھٹکے سے گرا دیا۔ مجمع میں نعرہ ہائے تحسین کا شور بلند ہوا، میں فزارو اور زارمے کے ساتھ ان کے درمیان گزرتا ہوا اس سمت جانے لگا جہاں اجنبی لوگ سب سے الگ تھلگ قید رکھے گئے تھے۔ انھیں دوبارہ دیکھنے کے لیے میرے قدم خود بخود تیزی سے آگے بڑھنے لگے، پہلی بار میں نے انھیں سرسری طور پر دیکھا تھا لیکن اب میں ان سے آنکھیں ملا سکتا تھا کیونکہ میں یہاں کا سردار تھا اور مہذب دنیا سے میرا تعلق ختم ہو چکا تھا۔ فزارو اور زارمے کے اشارے پر سارا مجمع منتشر ہو گیا۔ ڈاکٹر جواد نے میرے ساتھ آنا چاہا، میں نے اسے روک دیا۔ سریتا بھاگ کر میرے پاس آ گئی، میں اسے روک نہیں سکتا تھا۔ وہ میرے پہلو سے لگی لگی چل رہی تھی۔

اجنبیوں کی جھونپڑیوں پر نیزے بردار حبشی تعینات تھے۔ اپنے سردار کے سامنے وہ سربسجود ہو گئے۔ میں نے سریتا کو منع کیا کہ وہ اجنبیوں کے سامنے انکی زبان میں گفتگو نہ کرے بلکہ خاموش رہے۔ قیدیوں کو باہر نکالنے کا حکم دیا گیا۔ اندر سے بڑی شکستہ حالت میں قیدی یکے بعد دیگرے برآمد ہوئے۔ ان کے لباس تار تار تھے اور چہروں پر غم واندوہ، امید وبیم کی کیفیتیں نمایاں تھیں۔ زارمے نے پھنکار کر کہا۔ ''ہمارا سردار جابن بن یوسف!''

انہوں نے مضمحل گردنیں اُٹھائیں اور چونک کر میری طرف دیکھا، میں زارمے، فزار اور دوسرے حبشیوں سے بہت مختلف تھا۔ سریتا کا چہرہ بھی توری کی لڑکیوں سے الگ تھا۔ وہ حیرت میں ڈوبے ہوئے تھے لیکن میرا حلیہ اتنا مقامی اور انداز اتنا وحشی تھا کہ وہ میرے اور سریتا کے بارے میں کوئی قطعی رائے قائم نہیں کر سکتے تھے۔ میرے نام کی ساخت بھی ان کے لیے چونکا دینے والی بات تھی۔ ہم سب بے لباس تھے، ہمارے جسم رنگے ہوئے تھے اور گلے میں متعدد قسم کے کڑے کنٹھے اور کھوپڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ قیدیوں میں سات مرد اور چار عورتیں تھیں۔ مردوں میں دو نوجوان کے سوا سب ادھیڑ عمر کے تھے۔ عورتوں میں تین نوجوان لڑکیاں تھیں اور ایک کوئی تئیس سالہ صحت مند بدن اور دلکش خدوخال کی عورت تھی۔ میں ان کی وحشت زدہ چہروں سے جھانکتی ہوئی قوتیں کس حد تک جان سکتا تھا۔ یونانی، اسپینی۔ مصری، امریکی اور ایرانی تینوں نوجوان لڑکیاں نہایت حسین تھیں۔ ایرانی اور امریکی...... نقش ونگار کی لڑکیاں، ان میں سب سے زیادہ حسین تھیں۔ میرے بارے میں زارمے کا تعارف سن کر وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ان کی ٹانگیں لرزنے لگیں۔

ان میں کوئی شخص تاریک براعظم کی زبان سے واقف معلوم نہیں ہوتا تھا، وہ آپس میں کھسر پھسر کرنے لگے۔ میرے خدوخال کے بارے میں ان کی رائے دلچسپ اور متضاد تھی۔ میں خاموشی سے ان کی گفتگو سننے لگا۔ ''یہ وحشی سردار تو اس سرزمین کا شخص نہیں لگتا۔'' ان میں سے ایک نے سرگوشی کی۔

''نہیں تمہارا خیال غلط ہے۔'' دوسرے نے رائے دی ''مہذب دنیا کا کوئی آدمی ایسا حلیہ اختیار نہیں کر سکتا۔''

''یہ تو بالکل وحشی ہے۔ حبشیوں کی کسی اعلا نسل سے اس کا تعلق ہے۔ مگر اس کا نام؟''

''اور یہ لڑکی؟'' انہوں نے کنکھیوں سے سریتا کی طرف دیکھا۔

''یہ لڑکی؟'' ادھیڑ عمر کا اسپینی کچھ سوچ کر بولا ''اس کے نقوش آرین ہیں مگر یہ تو برہنہ ہے۔ بہر حال بڑی خوبصورت لڑکی ہے۔''

''ہمیں آزادنہ گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ ان کے تیور اچھے معلوم نہیں ہوتے۔ ممکن ہے یہ ہماری زبان سے واقف ہوں۔''

''پاگل، یہ کس طرح ممکن ہے؟ کیا تمہارے خیال میں یہ شخص کیمرج اور آکسفورڈ میں گیا ہوگا؟''

''خدا ہم پر رحم کرے۔ ہم کس مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں؟ پتہ نہیں یہ ہمارے بارے میں کیا فیصلہ کریں؟''

''مجھے تو یہ زمین پراسرار معلوم ہوتی ہے۔'' ایرانی لڑکی نے کہا۔ ''اور ہو سکتا ہے یہ لوگ مردم خور ہوں۔''

''ہش۔ ہمیں بہتر حالات کی توقع کرنی چاہیے۔ انہوں نے ہمارے چار ساتھی مار دیے ہیں۔ ہماری ذرا سی لغزش سے کچھ اور ساتھی بھی ہم سے جدا ہو سکتے ہیں۔''

''کاش ہم ان کی زبان جانتے۔''

''کاش وہ ہماری زبان جانتے۔''

''ہمیں ان سے رحم کی بھیک مانگنی چاہیے۔''

میں ان کی سرگوشیاں پورے انہماک اور دلچسپی سے سن رہا تھا۔ میں نے زارے کو مزید گفتگو کرنے سے منع کر دیا تھا۔ ان کے خوف اور اندیشوں سے میرے دل و دماغ پر گہرا اثر کیا اور مجھے اپنے فیصلے میں ہچکچاہٹ ہونے لگی۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں تھی۔ میں نے زارے کو اشارہ کیا اور اس نے امریکی لڑکی کی لال قمیض پھاڑ دی پھر وہ اس کے سینہ پوش کی طرف بڑھا۔ امریکی لڑکی چیختی ہوئی پیچھے ہٹ گئی۔ ''خدا ہم پر رحم کرے۔ ہم درندوں میں گھر گئے ہیں۔ آہ شاید میں اپنی بیمار ماں کو اب کبھی نہ دیکھ سکوں گی۔''

''میرے بچے میرا انتظار کرتے رہیں گے۔'' اسپینی نے کہا۔

''انہوں نے کبھی تہذیب کی روشنی نہیں دیکھی۔ وہ گھور کر ہمارے لباس دیکھ رہے ہیں۔ ان کی نظروں میں خون ہے۔''

''کیا تمہارا کوئی شخص مقدس زبان سے واقف ہے؟'' زارے نے گرج دار آواز میں کہا۔ میں نے محسوس کیا اس کی نظریں سفید فام لڑکیوں کے بدن ٹٹول رہی ہیں۔

انہوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ایک تنومند نوجوان آگے بڑھ کر آیا اور اس نے مودبانہ ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں اٹک اٹک کر کہا۔ ''ہم بدنصیب لوگ تمہاری زبان نہیں جانتے۔''

''تم کہاں سے آئے ہو؟'' زارے نے درشتی سے پوچھا۔

''ہم ڈربن جا رہے تھے کہ ہمارا جہاز ڈوب گیا۔ ایک کشتی میں جان بچا کر ہم یہاں پہنچے ہیں۔ ہم بالکل بے ضرر لوگ ہیں۔ ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں۔'' نوجوان نے آدھی انگریزی، آدھی مقامی زبان میں بہ مشکل یہ جملے ادا کیے۔

''جزیرہ توری مقدس اقابلا کی قلمرو میں شامل ہے اور اقابلا جارا کا کی مقدس روح کی نمائندہ ہے اور جزیرے کا سردار جابر بن یوسف ہے۔ جزیرہ توری کی روایت کے مطابق یہاں اجنبی منحوس مردود سمجھے جاتے ہیں۔ تمہارے سر جارا کا کی کھوپڑی کی نذر کر دیے جائیں گے اور تمہاری عورتیں ہمارے سردار کی خدمت کریں گی۔'' میں نے زارے سے کہا۔ اس نے میرا حکم دہرایا اسی لمحے سریتا نے میرا بازو کھینچ کر مجھے مشتعل نظروں سے گھور کر دیکھا۔

نوجوان نے انگریزی میں زارے کا مطلب جس حد تک وہ سمجھ پایا تھا دوسروں کو سمجھایا۔ ان کے چہرے خوف سے زرد پڑ گئے۔ ''ہم یہاں آنا نہیں چاہتے تھے۔ ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔ یقیناً کوئی جہاز ادھر سے گزرے گا۔ ہماری کشتی خود بخود ادھر لگ گئی تھی۔'' نوجوان نے فریاد کے انداز میں کہا اور آہ و زاری کرنے لگا۔ دوسرے قیدی بھی رقت میں اس کے شریک ہو گئے۔ زارے نے ہاتھ اٹھا کر انھیں خاموش کیا۔

''ان کا سامان چھین لو اور ان کے کپڑے اتار دو۔'' میں نے حکم دیا۔ زارے نے سب سے پہلے امریکی لڑکی کے سینہ پوش پر ہاتھ ڈال دیا

اور اسے کھینچ کر توڑ دیا۔ امریکی لڑکی زمین پر گردن جھکا کر بیٹھ گئی اور بین کرنے لگی۔ زارمے سینہ پوش کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اسے سریتا کی طرف پھینک دیا۔ اس نے غصے سے سینہ پوش امریکی لڑکی کو واپس کر دیا۔

''سیدی جابر! کیا تم اتنی دور جا چکے ہو؟'' وہ مقامی زبان میں بولی۔ زارمے نے اب ایک مرد کی قمیض پھاڑ دی اور اس کی پتلون کے تمام بٹن توڑ دیے۔

''نہیں نہیں۔'' سریتا چیخنے لگی۔ ''ٹھہرو زارمے! ٹھہرو۔'' زارمے میری وجہ سے سریتا کا احترام کرتا تھا اس لیے ٹھہر گیا۔

''یہ سردار بڑا ظالم اور وحشی ہے اس سے ہمدردی کی امید کرنا بے کار ہے۔'' امریکی لڑکی روتی ہوئی میرے پاس آئی اور میرے ہاتھ پکڑ کر کھینچنے لگی۔ ''رحم اے معزز درندے رحم!''

میں نے اسے دھکا دے دیا۔ وہ لڑھکتی ہوئی زمین پر دور تک چلی گئی۔ اس کے منہ سے خون بہنے لگا۔ سریتا نے پھر زور سے میرا ہاتھ دبایا میرے اس وحشیانہ اقدام سے تمام اجنبی قیدی فریاد کرنے لگے۔ سریتا بھی ان میں شامل تھی۔

میں ایک مجسمے کے مانند بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ ''تم نے اگر کوئی فیصلہ کر لیا ہے تو اتنے شقی القلب نہ بنو۔'' سریتا نے نفرت سے کہا۔

''یہ لڑکی بڑی نیک اور رحم دل ہے۔ شاید وہ ہماری سفارش کر رہی ہے۔'' خوف زدہ عورت نے کہا۔ ''اور یہ شیطان اس سے متاثر بھی معلوم ہوتا ہے۔ ہمیں لڑکی کے توسط سے دوبارہ رحم کی درخواست کرنی چاہیے۔'' تھوڑی دیر میں آہ زاری اور فریاد و فغاں کا نا قابل اختتام سلسلہ شروع ہو گیا۔ امریکی لڑکی کا بدن جاذب نظر تھا۔ میں نے اسے قریب آنے کا اشارہ کیا اور اس کی کلائی میں بندھی ہوئی گھڑی اتار لی۔

''لے لو یہ تمہاری ہے۔'' وہ مسرت سے چلائی۔ ''مگر ہماری جان بخش دو۔'' اس کے ساتھ ہی ساتھ آٹھ مردانہ اور نسوانی گھڑیاں میرے قدموں میں ڈال دی گئیں جو سمندر کی طوفانی لہروں سے محفوظ رہ گئی تھیں۔ میں نے ایک مدت بعد گھڑی دیکھی تھی۔ زارمے اور فزارو یہ عجوبہ دیکھ کر کھل کھلانے لگے اور ان کی توجہ تھوڑی دیر کے لیے اجنبیوں کی طرف سے ہٹ گئی۔

''معزز سردار یہ کیا ہے؟'' زارمے نے اشتیاق سے کہا۔

''یہ تماشا ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''وقت کا تماشا۔''

''وقت؟'' زارمے حیرت سے بولا۔ ''کیا یہ کوئی سحر کارشے ہے؟ یہ بہت خوبصورت ہے۔''

''ہاں زارمے یہ مہذب دنیا کا سحر ہے۔'' میں نے افسردگی سے کہا۔ ''یہ جزیرہ توری اور یہاں کے مکینوں اور یہاں کی عظیم الشان ملکہ سے زیادہ خوب صورت نہیں ہے۔'' میں نے گھڑی کی ساخت پر نظریں جما دیں۔ ''یہ ایک احساس ہے۔ صبح و شام کا احساس۔'' زارمے نے اثبات میں گردن ہلائی۔ نوجوان بھی کچھ کچھ سمجھ رہا تھا، وہ اپنے ساتھیوں سے بولا۔ ''بلا شبہ یہ شخص ان میں سب سے مختلف ہے۔ اس میں سنجیدگی، متانت اور فکر کی جھلک نظر آتی ہے۔ ساتھیو! یہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ ہمیں صرف اس کے سامنے گڑگڑانا اور زندگی کی درخواست کرنا چاہیے۔''

''یہ بہت ظالم اور کمینہ شخص ہے۔ دیکھو اس کے چہرے پر کتنا بڑا زخم ہے۔ مگر اسے کوئی پروا نہیں۔'' ایرانی لڑکی نے کہا۔ میں نے سوچا وہ

یہ باتیں کس جوان رعنا کس طاقت ور شخص کے سامنے کہہ رہی ہے۔ کیا میں اتنا بدہیئت ہو گیا ہوں؟ کیا میری جلد اتنی کھردری اور خدوخال اتنے سخت ہو گئے ہیں؟ مگر یہ سب رنگ کا کرشمہ ہے جو میرے جسم اور چہرے پر لپا ہوا ہے۔

''ان سے کہہ دو۔ تمہاری عورتیں ہمارے جسم کی راحت کے لیے ہیں۔ اور تمہارے مرد دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے قربان کر دیے جائیں گے۔ ان مردوں کا فیصلہ جزیرہ توری میں برپا ہونے والے ایک بڑے جشن میں کیا جائے گا اور انھیں بتادو کہ اجنبیوں کے لیے یہ زمین تنگ ہے کیونکہ وہ نحوست اور بربادی کی علامت ہیں۔ ان سے کہو کہ تاریک براعظم میں طاقت اور علم کو عظمت حاصل ہے چنانچہ فرار کی کوشش محض بے سود ہوگی۔'' زارمے نے میرے احکام حرف بحرف دہرا دیے۔

پھر میں وہاں سے چلنے لگا۔ انہوں نے میری ٹانگیں پکڑ لیں اور رونے لرزنے لگے۔ میرے خصوصی محافظوں نے انہیں درندگی اور سفاکی کے ساتھ میرے جسم سے علیحدہ کیا اور روتی بین کرتی ہوئی عورتوں کو دھکے دے دے کے آگے بڑھانے لگے۔ میں نے اپنے مکان کے قریب ایک علیحدہ جھونپڑی میں عورتوں کے قیام کے انتظام کا حکم دیا اور ان کی آرائش اور حفاظت کے لیے توری کی خادمائیں تعینات کر دی گئیں۔ سریتا میرے رویے سے اتنی سخت ناراض تھی کہ مکان آکر اس نے مجھ سے بات تک نہیں کی۔

میرے ہاتھ میں کئی گھڑیاں تھیں صبح کے گیارہ بجے تھے۔ کیسا عجیب احساس تھا، میرے سامنے وقت گردش کر رہا تھا۔ گھڑیوں نے مجھے اپنی دنیا کے بہت سے مناظر یاد دلا دیئے وہ بڑی گھڑیاں جو بارونق اور جدید ترین شہروں کے چوکوں میں نصب تھیں۔ وہ سڑکیں، موٹریں، بھیڑ' دکانیں ریستوراں، کلب' بھاگتی ہوئی زندگی' مسکراتی ہوئی زندگی' گھڑی کی سوئی چل رہی تھی۔ ٹک ٹک اور میرے دل پر ہتھوڑے لگ رہے تھے۔ کبھی کبھی آدمی اپنے متعلق بھی اذیت ناک فیصلے کر لیتا ہے۔ آدمی اذیت پسند بھی تو ہوتا ہے۔ اجنبی لوگوں کے بارے میں اگر میں کوئی شدید رویہ اختیار نہ کرتا تو تاریک براعظم کے نادیدہ دیوتا یہ فیصلہ کر دیتے، جارا کاکا کی مقدس روح کر دیتی اور حبشیوں کے تیز نیزے کر دیتے' میں نے کیا کیا تھا۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ تاریک براعظم کیا ہے؟ میں نے اس کا مزہ چکھا تھا اور میں ہی جانتا تھا کہ اس سرزمین کی کتنی آنکھیں ہیں؟ کیسے دانت ہیں؟ کیا مجھے ان کی جاں بخشی کر کے خود بھی ان کے ساتھ موت کا جام پی لینا چاہیے تھا؟ ایسی صورت میں یہ چار پانچ آدمی بھی ختم ہو جاتے جن کی زندگی مجھ سے وابستہ تھی اور تاریک براعظم کے شب و روز میں کوئی فرق واقع نہ ہوتا۔ میں سرد ہو جاتا تو کسی تبدیلی، کسی سرگرمی کے سارے سوراخ بند ہو جاتے۔ میں کوئی دلیل نہیں دے رہا ہوں۔ میں کوئی جواز تلاش نہیں کر رہا ہوں۔ میں نے اس موضوع پر بہت سوچا تھا اور میں وہ تلخ حقائق بیان کر رہا ہوں جن سے مجھے محسوس کرنے والے بھی کبھی دوچار ہو سکتے ہیں۔

اس دن بارہ بجے آہ، وقت پہ میری نگاہ تھی۔ وقت میرے ہاتھ میں تھا۔ بارہ بجے میں نے اعلان کیا کہ دو روز بعد جزیرہ توری میں جارا کاکا کی مشترکہ عبادت کے جشن میں اجنبی لوگوں کی قسمت کا فیصلہ کیا جائے گا۔''

وقت گزر رہا تھا۔ میرے سامنے گزر رہا تھا۔ ٹک ٹک ٹک۔ یکساں رفتار سے۔ میں نے دیکھا سوئی نے ایک چکر کاٹ لیا ہے۔ پھر دوسرا چکر، تیسرا چکر۔ میں نے مشروب حیات نوش نہیں کیا تھا جو میں وقت کا یہ اژدہا پاؤں سے کچل دیتا۔ میں نے نظر ثانی کی اور سمورال کی اقامت گاہ کی

طرف روانہ ہوا۔ میں اس کی خدمت میں یہ گھڑی پیش کرنا چاہتا تھا۔ جب میں اس کی عبادت گاہ میں داخل ہوا تو وہ میری جانب لپکا میں نے اسے اپنی آوازیں محسور کرنے کے لیے اشارہ کیا۔ سورال نے بھڑکتی ہوئی آگ میں سیال مادہ جھونک دیا اور جب دھواں ہمارے چاروں طرف پھیل گیا تو میں نے اس کی خدمت میں مہذب دنیا کا تحفہ پیش کیا۔ وہ اسے الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا میں نے اسے وقت کا گورکھ دھندا سمجھایا۔ سورال کے چہرے پر اضطراب طاری تھا وہ کچھ اور باتیں کرنا چاہتا تھا، اس نے گھڑی ایک طرف رکھ دی۔ میں نے قصر اقابلا میں پیش آنے والے واقعے سے اسے آگاہ کیا۔ وہ حیرت میں پڑ گیا اور اس نے میرے قریب آ کر میری آنکھیں اس طرح دیکھنی شروع کیں۔ جیسے ان میں کوئی کنکر پڑ گیا ہو۔ پھر وہ میرے ماتھے پر ہاتھ پھیرنے لگا اور ایک طرف بیٹھ کر کچھ سوچنے لگا۔ ''جابر بن یوسف! وہ غنودگی کے عالم میں بولا۔ ''تم جانتے ہو کہ میں تمہارا اتالیق ہوں اور تمھیں میری تربیت اور تعلیم کی اشد ضروری ہے۔''

''میں اس حقیقت سے واقف ہوں اور اپنے محسن کا دل سے احترام کرتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''میری بات سنو۔ تمہارا اتالیق ہونے کی حیثیت سے میں تم سے وفاداری اور اطاعت شعاری کا عہد لینا چاہتا ہوں۔''

''میں کئی بار اس کا اظہار کر چکا ہوں کہ میں اس سرزمین میں تم سے کتنا قریب ہوں۔ میں نے کہا تھا کہ تم مجھے جمرال کی جگہ سمجھو۔ تمہاری بیٹی ترام کی شادی مجھ سے ہوئی تھی۔ سب سے پہلے تمھی نے مجھے اس جزیرے پر پناہ دی تھی۔ کیا میرے گزشتہ عہد کی تجدید کی پھر ضرورت پڑ گئی؟''

''میں جارا کا کی مقدس روح کو درمیان میں لانا چاہتا ہوں۔ کیا تم آمادہ ہو؟'' اس نے زور دے کر کہا۔

''کیا کاہن اعظم کو مجھ پر کوئی شبہ ہے؟'' میں نے ناراضگی سے کہا۔ ''اے مقدس کاہن! مجھے حکم دے کر دیکھو۔''

''میں ایک رسمی عہد چاہتا ہوں۔'' کاہن نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

''تم جس طرح چاہو اپنا اطمینان کر لو لیکن کیا یہ کام اس وقت ضروری ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں تم شاید کچھ اور سنانا چاہتے ہو۔''

''ہاں۔ شاید کاہن اعظم کے علم میں ہو یا شاید اس نے گزشتہ دن عبادت میں گزار دیا ہو۔ میں تمھیں بتاؤں۔'' میں نے کل دریافت ہونے والے غار کی پوری روداد اسے سنا دی۔ وہ بیٹھا ہوا تھا یکا یک کھڑا ہو گیا۔ اور کوئی ردعمل ظاہر کیے بغیر اس نے کہا۔ ''کیا تم وہ غار مجھے دکھا سکتے ہو؟''

''کیوں نہیں۔ میرا خیال ہے مقدس کاہن اسے دیکھ کر خوش ہو گا۔''

کاہن اعظم کا تجسس ناقابل فہم تھا۔ ہم دونوں اسی وقت گھنے جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابھی دھوپ تھی۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ چار بج رہے تھے۔ رات ہونے میں صرف چند گھنٹے باقی تھے۔ میرے ذہن میں اس وقت اجنبی لڑکیاں تھیں۔ میں انھیں قریب بٹھا کر باتیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ ایرانی اور امریکی لڑکیاں میرے حواس پر چھائی ہوئی تھیں۔ بہت دنوں بعد ایک رات آئی تھی جس کا مجھے انتظار تھا۔ غار کی تلاش میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ کاہن کی متجسس نگاہیں دہانے پر لگی ہوئی تھیں۔ ہم دونوں نے مل کر دہانہ صاف کیا اور اندر داخل ہو گئے میں نے شپالی سامنے کر لی۔ کاہن اعظم دیر تک غار کے ایک ایک کمرے اور نوادر کا جائزہ لیتا رہا اور پھر جب اس نے بوڑھے شخص کی لاش دیکھی تو وہ جھک گیا۔ پھر کاہن اعظم کسی ایسے

کمرے میں گھس گیا جو میں نے نہیں دیکھا تھا۔ ہم دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہو رہی تھی۔ غار اچھی طرح دیکھ کر ہم پھر باہر آ گئے اور میں اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس کے چہرے پر تردد صاف نظر آ رہا تھا۔

''تم نے اسے کیسے مارا؟'' اس نے سوال کیا۔

میں نے پھر پورا واقعہ دہرا دیا۔ وہ توجہ سے سنتا رہا۔ ''کیا میں نے کوئی غلطی کی؟ مگر میں اسے مارنا نہیں چاہتا تھا۔''

''یہ اس برگزیدہ شخص نے کیا کیا۔ وہ صحرائے زارشی جانے کے لیے تڑپ رہا تھا؟ اسے انتظار کرنا چاہیے تھا۔'' وہ بڑبڑایا۔

''تم کیا کہہ رہے ہو؟'' میرے سوال پر کاہن اعظم سنبھل گیا۔

''کچھ نہیں۔ جابر بن یوسف! ضروری نہیں کہ ہر سوال کا جواب دیا جائے۔'' وہ جھنجلا کر بولا۔

میں سمجھ گیا۔ وہ کھلی فضا میں گفتگو سے گریز کر رہا ہے۔ ''کیا تم مجھے ان نوادر کی تربیت دو گے؟ کیا یہ چیزیں اب میری ملکیت ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔'' اس نے مختصراً کہا اور جنگل کے کنارے مجھ سے جدا ہونے لگا۔ میں نے چلتے چلتے اس سے اجنبی لوگوں کے مستقبل کے بارے میں رائے پوچھی تو اس نے بھی وہی کہا جو اقابلا نے کہا تھا۔ کاہن اعظم غار کے ملاحظے کے بعد کچھ حواس باختہ سا نظر آ رہا تھا اور مجھے اس کے حواس باختگی پر لطف آ رہا تھا۔

جنگل میں اسے چھوڑ کر میں اپنے ہندی دوست سرنگا کے پاس گیا۔ سرنگا میری آمد کا منتظر تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے دہانے پر دیوی کا پہرا لگوا دیا اور مجھ سے کہا۔ ''تم چند خبریں لے کر آئے ہو مگر میں مختصر کلامی پسند کروں گا۔'' میں ایک طویل گفتگو کے لیے اس کے پاس آیا تھا لیکن سرنگا نے مجھے بحث و مباحثہ سے منع کیا۔ میں نے مختصراً اسے قصرِ اقابلا کی روداد سنائی۔ اس نے بھی سرزنش کی اور مشورہ دیا کہ مجھے توری کی وہ جڑی بوٹیاں استعمال کرنی چاہئیں جن سے جذبات کی آتش فشانی سرد کی جا سکتی ہے۔ اس نے ایک سردار۔ ایک مقتدر شخص کے اوصاف پیدا کرنے پر زور دیا اور کہا کہ مجھے اپنا اعتماد بحال کرنے کے لیے غیر معمولی قربانیاں پیش کرنی چاہئیں۔ میں نے اسے جزیرہ توری میں آنے والے لوگوں کے بارے میں رائے طلب کی تو وہ افسردگی اور اضمحلال سے بولا۔ ''جابر بن یوسف! تمہیں معلوم ہے میں نے ڈاکٹر جواد کی جاں بخشی کی منت کی تھی مگر تم نے جو سوچ رکھا ہے وہی ایک صحیح اور راست اقدام ہے۔'' اس نے ایک جھرجھری لی۔ ''میں ضرور اس خونیں تماشے میں شریک ہوں گا۔''

پھر میں نے غار کی دریافت کا واقعہ اس کے گوش گزار کیا۔ سمورال کی طرح سرنگا نے بھی اس واقعے میں گہری دلچسپی لی اور اس نے مجھ اسی وقت اس غار میں جانے کی خواہش ظاہر کی۔ میں بہت تھکا ہوا تھا میں نے گھڑی دیکھی۔ رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ ایک گھڑی میں نے سرنگا کو دے دی۔ اس نے اسے ایک طرف ڈال دیا اور کہنے لگا۔ ''سیدی جابر! تم پر ایک بہت بڑی ذمے داری آ پڑی ہے۔ متمدن دنیا کے لوگوں سے نمٹ کر تمہیں اس غار کی طرف توجہ دینی ہے۔ تمہیں شاید اس کا اندازہ نہیں ہے کہ تم نے کتنی بڑی مہم سر انجام دی ہے۔ آہ اگر وہ بوڑھا ریچھ اتنی کڑی ریاضت کے بعد ایک غلطی نہ کر بیٹھتا تو مجھے تمہاری صورت دوبارہ دیکھنی نصیب نہ ہوتی۔ کون جانے پھر کیا ہوتا۔''

''اس نے کیا غلطی کی؟'' میں نے تشویش سے پوچھا۔

''وہ تمہارے نوادر' خصوصاً شپالی دیکھ کر اپنا منصب بھول گیا ہوگا۔ اس نے حرص کی اور اپنے آپ کو کھو دیا۔''

سرنگا نے اپنی دیوی کو اشارہ کیا، غار کا دہانہ خالی ہوگیا۔ سرنگا حسب معمول اقابلا کی تعریف و توصیف میں مصروف ہوگیا۔ میں بھی اقابلا کے حسن و جمال اور اس کی نوازشوں کا ذکر کرتا ہوا وہاں سے رخصت ہوا۔ توری کی آبادی میں داخل ہوتے ہی مجھے فزار اور زارے نے گھیر لیا۔ رات شروع ہو چکی تھی۔ رات کا ہنگامہ گرم ہوگیا تھا۔ میں نے اپنے مکان جانے کے بجائے اس جھونپڑی کا رخ کیا۔ جہاں میرے حکم کے مطابق جزیرہ توری پر آنے والی لڑکیاں قید کی گئی تھیں۔ پہرے دار نے مجھے راستہ دیا اور میں اس کے ہاتھ سے مشعل لے کر اندر داخل ہوگیا۔ یہ جھونپڑی عام جھونپڑیوں سے بڑی تھی۔ اس میں پہلے سے مشعلیں روشن تھیں۔ اندر میں نے ایک ہوش ربا نظارہ دیکھا۔ توری کی عورتیں ایک طرف ہٹ گئیں۔

ایرانی لڑکی کی طرف اشارہ کر کے اس سے میں نے مقامی زبان میں نرمی سے پوچھا۔ ''تمہارا نام کیا ہے؟'' میں نے جان بوجھ کر ایسا لہجہ اختیار کیا کہ وہ نام پوچھنے کا مطلب سمجھ لے۔ اس نے کچھ سمجھنے نہ سمجھنے کے انداز میں اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ میں نے سوال دہرایا۔ امریکی لڑکی نے کہا۔ ''شاید وہ نام پوچھ رہا ہے۔ اس وحشی کی سمجھ میں تمہارا نام آ جائے گا؟'' اس نے طنز کیا۔ ''بتا دو میری مظلوم لڑکی بتا دو۔ ممکن ہے وہ یہی پوچھ رہا ہو۔''

''فروزیں۔'' ایرانی لڑکی نے سہم کر کہا۔

میں نے باری باری سب کی طرف اشارہ کیا۔

ایک عورت نے اپنا نام جولیا' اس کے برابر بیٹھی ہوئی جرمن (غالباً) لڑکی نے اپنا نام مارشا بتایا۔

میں نے امریکی کی طرف ہاتھ اٹھایا۔ ''جینا۔'' وہ نرمی سے بولی۔ فروزیں، جولیا، مارشا، جینا، میں نے دانستہ تلفظ بگاڑ دیا۔ ''اس نے نام کتنی جلدی یاد کر لیے۔'' جولیا نے کہا۔

میں نے توری کی لڑکیوں سے کہا کہ وہ ان کے لیے اعلیٰ غذاؤں کا اہتمام کریں۔ انہوں نے شکایت کی کہ ان لڑکیوں نے کپڑے اتارنے اور اپنے جسم کی مالش کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ میرے حکم پر فوراً عمل کیا گیا۔ ان کے سامنے بھنا ہوا گوشت پیش کر دیا گیا۔ انہوں نے میری طرف تشکر اور حیرت کی نگاہوں سے دیکھا۔ پہلی مرتبہ ممنونیت کے آنسو ان کے چہروں پر رقص کرنے لگے۔ میں ان کے حسن کا تذکرہ کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھتا ہوں، صبح کی ان لڑکیوں اور اس وقت کی لڑکیوں میں نمایاں فرق ہوگیا تھا۔ ان کے بدن چمک رہے تھے۔ ان کی جلد صاف تھی اور خدوخال بیحد دلکش اور تیکھے تھے۔ میں فروزیں کو ساتھ لے جانا چاہتا تھا لیکن پھر میں نے یہ خیال ترک کر دیا۔ ان کی سہمی ہوئی نگاہوں نے میرے اندر کے سوتے ہوئے آدمی کو متاثر کر دیا تھا۔ میں اس وقت وہاں سے چلا آیا اور میں نے اپنے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر رقص وسرود میں آدھی رات گزار دی۔ میں سریتا کے سونے کا انتظار کر رہا تھا۔

علی الصباح جب سریتا سو رہی تھی۔ میں اپنے مکان سے جنگل کی صبح کا نظارہ کرنے کے لیے چل پڑا۔ اصل میں میرا مقصد یہ تھا کہ سریتا

میرے سامنے اس وقت تک نہ آئے جب تک اجنبیوں کے سلسلے میں ہونے والا جشن ختم نہ ہو جائے.........توری قبیلہ سویا پڑا تھا.........میں آگے نکل گیا لیکن اس صبح مجھے جنگل کے پرندوں، درندوں کے ساتھ وقت گزاری کا دلچسپ مشغلہ ادھورا چھوڑنا پڑا۔ اس لیے کہ زارے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مجھے تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا اور اس نے یہ دلچسپ خبر سنائی کہ تھوڑی دیر پہلے گویا صبح کاذب کے وقت اجنبیوں نے اپنے پہرے داروں پر حملہ کر دیا اور دو کو موقع پر ختم کر کے جنگل میں گم ہو گئے۔ ان میں پانچ آدمی دوبارہ گرفتار کر لیے گئے ہیں، باقی دو گھنے جنگل میں کہیں روپوش ہو گئے ہیں۔ زارے اپنے سردار کے سامنے بہت خفیف تھا۔ یہ خبر سن کر میرا قہقہہ نکل گیا۔ ''فرار.........'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''فرار.........تاریک براعظم کی سرزمین سے؟''

''ہاں معزز سردار، لیکن ہم انھیں جلد پکڑ لیں گے۔''

''نہیں وہ خود تمہارے پاس آ جائیں گے اور اگر وہ کل تک نہ آئے تو ایک اور جشن برپا ہوگا۔ زارے! تم اطمینان سے اپنے قبیلے میں جاؤ اور کل منعقد ہونے والے جشن کی تیاری کرو۔ یہ جشن قربانی اتنے تزک و احتشام سے منایا جائے کہ جاراکا کی مقدس روح نہال ہو جائے۔''

زارے کے ساتھ میں بھی آبادی میں واپس آ گیا اور زارے کی زمین کی طرف چل پڑا جو کبھی شوالا کے زیر نگیں تھی۔ میں دن بھر وہاں رہا اور دن بھر زارے کی عورتیں اور جوانان رعنا میری خدمت میں مستعد رہے۔ میں نے سورال کو کل کے جشن میں شریک ہونے کے لیے ایک پیغام بھیجا۔ رات کو میں فزاروکی زمین پر چلا آیا جہاں میرا مکان تھا۔ اجنبی اسیر ابھی تک مفرور تھے۔ میری حالت عجیب تھی.........میں خود فرار ہو رہا تھا.........ادھر ادھر، خالی خالی.........میں اپنے اندر مفرور تھا۔ مجھے کل کا انتظار تھا۔

☆==========☆==========☆

اور کل آ گئی۔ توری کے وسیع میدان میں ہنگامہ برپا تھا دونوں قبیلوں کی عورتیں اور مرد یک جا تھے اور ان اسیروں کو دیکھ دیکھ کر شور مچا رہے تھے جو میدان کے درمیان درختوں کے تنوں سے بندھے بے بس کھڑے تھے۔ میری نشست کے لیے ایک اونچے پتھر کا اہتمام کیا گیا تھا۔ توری کے دوسرے معززین نے آج اپنے جسم نئے انداز سے رنگے تھے۔ قربانی کی رسموں میں حصہ لینے والے جوانوں کی ٹولی بڑی چاق و چوبند نظر آ رہی تھی۔ ان کے سیاہ جسم دھوپ میں چمک رہے تھے۔ انہوں نے اپنے نیزے بلند کر رکھے تھے اور دائرے کی صورت میں ناچ رہے تھے۔ میں مقررہ وقت پر اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔ سرنگا وہاں پہلے سے موجود تھا۔ پھر کاہن اعظم سموراں کی آمد کا غلغلہ ہوا اور ہجوم مودب کھڑا ہو گیا۔ سموراں نے بھی ایک اونچی نشست پر جگہ سنبھال لی۔ فزارو اور زارے میرے دائیں بائیں کھڑے تھے۔ سموراں کے بیٹھتے ہی نقاروں کا زور بڑھ گیا۔ نگ دھڑنگ وحشی دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے گا رہے تھے اور اپنی زمینوں کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ وہ میری بلند اقبالی اور سرفرازی کے لیے بار بار میرا نام لیتے تھے اور مجھے توری کے قوانین کی پیروی کے لیے تلقین کر رہے تھے۔

اور میرے سامنے وہ اسیر تھے جن کا جرم یہ تھا کہ وہ موت سے جدوجہد کرتے ہوئے سمندر کی آدم خور لہریں پھاڑ کر ادھر توری کی پراسرار زمین پر زندگی کی تلاش میں آ نکلے تھے۔ یہ محض اتفاق تھا کہ میں توری کا سردار تھا۔ میں ایک سردار تھا چنانچہ مجھے توری کی روایتوں کے مطابق ان کا خون دیوتاؤں کی خدمت میں پیش کرنا تھا۔ ہماری بات دوسری تھی۔ جب ہم یہاں آئے تھے تو ہمارے بیشتر رفقا مارے گئے تھے۔ مردوں میں صرف ڈاکٹر جواد، میں اور سرنگا بچے تھے۔ سرنگا اپنے علم و فضل اور دیوی کی مدد سے، میں اپنی شجاعت و ذہانت کے بل پر اور ڈاکٹر جواد نے طبیب ہونے کے باعث امان پائی تھی۔ اتنی مدت گزرنے کے بعد امان بھی نہیں تھی۔ میں نے صدق دل سے اس سرزمین میں سحر و اسرار سے مفاہمت کر لی تھی کیونکہ میں نے اسے دیکھ لیا تھا جس کے نظیر مہذب دنیا پیش نہیں کر سکتی۔

وحشیوں کے درمیان، درختوں کے تنے سے بھیڑوں بکریوں کی طرح بندھے ہوئے یہ لوگ اپنے آخری سفر پر روانہ ہوتے وقت بڑے دل گیر اور اداس نظر آتے تھے۔ ان کی جلدیں چند دنوں کے اندر ہی اپنی چمک کھو چکی تھیں۔ سریتا کی نظریں انھی پر جمی ہوئی تھیں۔ ہاں سموراں اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کبھی کبھی میری طرف دیکھ لیتا تھا۔ سریتا میری نشست سے کچھ فاصلے پر موجود تھی۔ میں نے دانستہ اس کی طرف نظر نہیں اٹھائی۔

سب سے پہلے میرے حکم پر قیدی لباس سے آزاد کیے گئے۔ مردوں نے کسی چون و چرا کے بغیر اپنے جسم برہنہ کر لیے۔ مخصوص دستے کے افراد نے انہیں اپنے نیزوں کے حلقے میں لے رکھا تھا۔ میں نے کھڑے ہو کر بلند آواز میں انھیں جرائم سے آگاہ کیا، پھر انھیں اپنے منتخب آدمیوں سے مقابلے کی دعوت دی لیکن وہ بری طرح خائف تھے۔ ان کے چہرے زرد تھے۔ وہ مقابلے کے لیے تیار نہیں تھے۔ ہاں ان میں کوئی جابر بن یوسف ہوتا تو ایسی موت ہرگز نہ مرتا۔ وہ بار بار رحم کے لیے ہاتھ اٹھاتے تھے لیکن ان میں سے ایک نوجوان ایسا بھی تھا جس نے اب تک بزدلی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ یہ وہی نوجوان تھا جو مقامی زبان میں کسی قدر رشد بدر رکھتا تھا۔ اس کے قویٰ مضبوط تھے، وجاہت اور صحت کے اعتبار سے بھی وہ دوسرے اسیروں سے برتر تھا۔ میں نے سموراں کی طرف دیکھا اور اچانک کھڑے ہو کر فزارو کو حکم دیا کہ مردوں کے جسموں میں نیزوں سے سوراخ کر کے ان کا خون اکٹھا کیا جائے، پھر جارا کاکا کی مقدس کھوپڑیوں کو ان کے خون سے غسل دینے کی مقدس رسم ادا کی جائے۔

میرے حکم کی دیر تھی۔

قربانی کی رسم میں حصہ لینے والے لوگوں کی ٹولی پہلے ہی پوری طرح چاق و چوبند تھی ان کے سیاہ برہنہ جسم دھوپ میں چمک رہے تھے۔ نیزوں کی انیاں جھلملا رہی تھیں۔ وہ دائرے کی صورت میں ڈھول اور تاشوں کی تھاپ پر وحشیانہ رقص کرتے ہوئے مقدس قربانی کے مخصوص جملے ایک ساتھ ادا کر رہے تھے۔ جارا کا کام کی کھوپڑی ایک اونچے پتھر پر ایستادہ تھی جس کے نیچے ایک بڑا سا کڑھاؤ جیسا برتن رکھا تھا۔ میں اونچی نشست پر ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا۔ ان کی موت میرے ہاتھ کی جنبش کی منتظر تھی۔ میں نے ان پانچوں اسیروں کو دیکھا۔ مہذب دنیا کے یہ لوگ تصویر عبرت بنے کھڑے تھے۔ کاش میں ان کی نجات کا حکم دے سکتا مگر میں ایک بااختیار شخص ہونے کے باوجود بہت بے اختیار آدمی تھا۔

ان کی نجات میری ہلاکت تھی اور میری ہلاکت کے بعد بھی اس بات کی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ وہ زندہ رہیں گے۔ انہیں مرنا ہی تھا کیونکہ وہ سحر و افسوں کی سرزمین پر آ گئے تھے اور یہی اچھا بھی تھا کہ وہ مر جاتے۔ کیونکہ زندگی کے اس ہولناک تجربے سے گزرنے کے بعد ان کے پاس اسے بیان کرنے کا وقت بھی نہ رہتا۔ دراصل وہ اسی دن مر گئے تھے جب طوفانی موجوں نے ان کا جہاز اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اب تو ان کے جنازوں کی رسم ان کے سامنے ادا ہونی تھی۔ میں نے سمورال اور سرنگا کی طرف دیکھا پھر میری نظریں خود بخود آسمان کی طرف اٹھ گئیں اور میں نے جابر بن یوسف کو مجبور کیا کہ وہ اپنا ہاتھ نیچے گرا دے۔ جابر بن یوسف نے مجبوراً ایسا ہی کیا اور میرے دل میں ایک لمحے کے لئے رحم کے جو فاسد خیالات آئے تھے میں نے ان سے کنارہ کشی کی اور اپنے برہنہ جسم اور اپنے گلے میں لٹکے ہوئے نوادر کی طرف نگاہ کی۔ میں جابر بن یوسف کے خول سے جزیرہ توری کے سردار کی شکل میں جلد ہی واپس آ گیا میرے ہاتھ کی جنبش نے رقص میں اور زیادہ شدت پیدا کر دی اور توری کے مغلوب الغضب لوگوں کا دائرہ اجنبیوں کے گرد تنگ ہوتا گیا۔ اجنبی اسیر گڑگڑانے لگے مگر ایک قیدی، ایک نوجوان قیدی ابھی تک گنگ کھڑا تھا۔ اس نے کسی بزدلی اور کم ہمتی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ وہ حسرت اور حیرت سے مجھے دیکھے جا رہا تھا۔ میں بیٹھ گیا۔ اب مجھ میں کھڑے ہونے کی تاب نہیں تھی میرے بیٹھتے ہی لوگوں کی ایک ٹولی اپنے نیزے لہراتی ہوئی اسیروں پر ٹوٹ پڑی۔ انہیں گھسیٹ کر اس مقام پر لایا گیا جہاں جارا کا کی کھوپڑی اور ایک بڑا برتن رکھا ہوا تھا۔ ایک ادھیڑ عمر کا قیدی سب سے زیادہ شور مچا رہا تھا۔ سب سے پہلے اسے گھسیٹ کر برتن پر اس طرح اوندھا کر دیا گیا کہ اس کا سر برتن کے اندر ہو جائے۔ اس کے بعد جو شخص بھی رقص کرتا ہوا اس کے قریب سے گزرا، اس نے نیزے سے قیدی کا جسم چھیدنا شروع کر دیا۔ چار اشخاص اسے پکڑے ہوئے تھے۔ زخمی شخص پچھاڑیں کھا رہا تھا لیکن اس کی ہر چیخ نیزے چھونے والے افراد کے غضب میں اور شدت پیدا کر دیتی۔ جب نیزوں سے اس کا جسم بالکل چھلنی ہو گیا تو نوجوانوں نے باری باری آگے بڑھ کر اس کی گردن پر وار کرنے شروع کر دیئے۔ ہر وار پر قیدی کا جسم اس طرح تڑپ جاتا جیسے اسے بجلی کے جھٹکے دیئے جا رہے ہوں پھر قیدی کی سانس ٹوٹنے سے پہلے اسے پیروں سے پکڑ کر برتن میں لوٹ دیا گیا تاکہ اس کا سارا خون برتن میں جمع ہو جائے۔ کچھ ہی دیر میں ادھیڑ عمر کے قیدی کا جسم خون سے خالی ہو گیا اور اسے زندگی سے بھی نجات مل گئی۔ پھر اس کا جسم میدان میں پھینک دیا گیا۔ برتن میں نہایت احترام سے جارا کا کی کھوپڑی ڈال دی گئی اور خون میں نہلانے کے بعد دوبارہ اونچے پتھر پر رکھ دی گئی۔

زارے اور فزارو تیزی سے ہجوم چیر کر برتن کے قریب پہنچے اور انہوں نے اپنے ہاتھ برتن میں ڈال کر چلوؤں سے خون چکھا اور پھر زمین

پر لوٹنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد میری اور سمورال اور سرنگا کی خدمت میں خون کا جام پیش کیا گیا۔ میں نے سرنگا کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ سرنگا کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر ہیجان برپا تھا لیکن اس نے نہایت سکون کے ساتھ اپنا ہاتھ بلند کر کے جام اٹھایا اور آنکھیں بند کئے کیسے اسے ہونٹوں تک لے گیا۔ میں نے اور سمورال نے کسی جھجک کے بغیر ادھیڑ عمر مہذب اجنبی کے تازہ خون کا جام نوش کیا پھر اس متبرک خون سے سارے ہجوم کو فیض یاب ہونے کا اشارہ کیا قبیلے کے تمام افراد ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ ہر شخص خون کا ایک قطرہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ برتن ہجوم کی اوٹ میں ہو گیا تھا۔ عورتیں اور مرد چیخ پکار کے ساتھ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی فکر میں تھے۔ لوگ اس قدر زیادہ تھے کہ انہیں ایک ایک قطرہ نصیب ہونا بھی مشکل تھا، بہت سے لوگ برتن تک نہیں پہنچ سکے اور مایوس ہو کر پیچھے ہٹ گئے کیونکہ برتن اب خشک ہو چکا تھا۔

جارا کا کی اس متبرک قربانی کے وقت خون کے قطرے تقسیم نہیں کیے جاتے تھے۔ انہیں حاصل کرنے کے لئے لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا جو بازی لے جاتا، وہ خون کے زائد قطرے حاصل کر لیتا، جس نے اپنا دہن اس مقدس سیال سے تر کیا، اس نے جارا کا کی روح سے قربت حاصل کر لی۔ خون کے بڑے برتن کے گرد ابھی تک چھینا جھپٹی ہو رہی تھی حالانکہ اس میں ایک قطرہ خون باقی نہیں رہا تھا۔ جو آگے تھے وہ جھک کر اپنی زبانوں سے چاٹ رہے تھے۔

پھر دوسرا قیدی لایا گیا، وہ یہ منظر دیکھ کر پہلے ہی نیم جاں ہو چکا تھا، اس کی آنکھیں دہشت سے باہر نکل آئی تھیں اور چہرے پر زردی چھا گئی تھی۔ اس کے سارے جسم پر لرزہ طاری تھا، وحشی مقامی نوجوان جو اولین قیدی کے خون سے مست ہو گئے تھے وہ اب اور زیادہ سرشوری کا اظہار کر رہے تھے۔ دوسرے قیدی کا بھی وہی حشر ہوا جو پہلے کا ہوا تھا۔ اس کے گرم خون میں بھی جارا کا کی کھوپڑی کو غسل دیا گیا۔ اور میری اور سمورال اور سرنگا کی خدمت میں اس کا لبالب جام پیش کیا گیا۔ پھر وہی طوفان اٹھا اور چشم زدن میں خون کا برتن پھر خالی ہو گیا۔ تیسرا شخص، چوتھا شخص، یکے بعد دیگرے چاروں اشخاص کے جسموں سے خون کا ایک ایک قطرہ نچوڑ لیا گیا، ہر بار قبیلے کے لوگ برتن خالی ہو جانے کے بعد جارا کا کی روحانی عظمتوں کے متعلق توری کی زبان کے بہترین لفظ ادا کرتے، یہ شاعری نہیں تھی مگر لفظوں کا ایسا مرکب تھا جس میں آہنگ تھا، ترنم تھا اور گرج، چمک تھی۔ ساری شعری خوبیاں موجود تھیں، یہ دن توری میں جارا کا کی عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت کا دن تھا کیونکہ دیوتا نے خود اپنے لیے قربانی کا سامان فراہم کیا تھا۔ میری نظریں اس آخری قیدی پر مرکوز تھیں جو نہ کپکپا رہا تھا، نہ فریاد کر رہا تھا۔ نوجوانوں کا گروہ وحشت ناک انداز میں رقص کرتا ہوا اس کی جانب بڑھا لیکن اس سے قبل کہ وہ اسے گھسیٹتے ہوئے مقتل تک لاتے وہ از خود قدم بڑھاتا ہوا گڑھے کے قریب جا کر ٹھہر گیا۔ اس کی یہ جسارت میری نظریں چکا چوند کر گئی۔ اس کی آنکھوں سے خوف و دہشت کے بجائے خون جھلک رہا تھا۔ اس کی دلیری دیکھ کر نوجوانوں کے گروہ کا رقص اور تیز ہو گیا۔ مقتل میری نگاہ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اس کا سینہ ابھرا ہوا تھا اور بازوؤں کی مچھلیاں تڑپ رہی تھیں۔ وہ قد و جسامت اور رنگ کے اعتبار سے ایک دلکش اور قابل رشک صحت کا نوجوان تھا۔ اسے قتل کرنے سے پہلے پھر جارا کا کی عبادت کی رسمیں ادا کی گئیں لیکن وہ اپنی جگہ ثابت قدم کھڑا رہا۔ میں نے سمورال کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ اندرونی جذبات کی ترجمانی سے یکسر عاری تھا، سرنگا پہلو بدل رہا تھا اور اس آخری قیدی کو والہانہ انداز سے دیکھ رہا تھا، میں نے اشارہ کیا، چار افراد آگے بڑھ کر نوجوان کی جانب بڑھے تا کہ اسے پچھاڑ کر برتن میں اوندھا کر سکیں لیکن اس

لمبے نوجوان چیخ پڑا، خون کی تمازت سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے اپنی جانب بڑھتے ہوئے آدمیوں کو حقارت سے دور رہنے کا اشارہ کیا۔ معاً مجھے خیال آیا کہ شاید یہ بدقسمت نوجوان مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گیا ہے۔ یہ کھیل جارا کا کی مقدس روح کے لیے یقیناً دلچسپی کا باعث ہوتا۔ قبیلے کے لوگ اور خون خوار ہو گئے، قریب تھا کہ ان کے نیزے نوجوان کے جسم کو نشانہ بنا دیتے مگر میں نے بلند آواز میں انہیں روکا اور اپنی نشست سے اٹھ کر تیزی سے آگے بڑھنے لگا، نوجوان کی مضطرب آنکھیں میرے چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔ اس کی آنکھوں سے رحم کی درخواست کے بجائے نفرت کا اظہار نمایاں تھا، چہرہ لہولہو تھا اور اس کا جسم پھڑک رہا تھا، میں اس کے قریب جا کر تھم گیا۔ ''کیا چاہتے ہو؟'' میں نے اسے سرد آواز میں مخاطب کیا۔

''میں تم سے رحم کی درخواست نہیں کروں گا کیونکہ تم ایک ایسے جانور ہو جسے اتفاق سے بولنا آتا ہے۔'' اس نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں زہر خند سے جواب دیا۔ ''درندوں سے زندگی کی بھیک مانگنا فضول ہے۔ لاؤ مجھے اپنا خنجر دے دو۔''

''خوب! گویا تم مقابلے پر آمادہ ہو؟'' میں نے سرد مہری سے کہا۔ ''میرے قبیلے کے افراد اس کھیل سے لطف اندوز ہوں گے۔''

''آہ! میں جانتا ہوں کہ اگر میں مقابلہ جیت بھی گیا تو تم میرے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرو گے۔ میں غلامی کی زندگی پر موت کو ترجیح دیتا ہوں۔'' اس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''تمہارے لہجے سے گستاخی کی بو آتی ہے۔'' میں نے گرج کر کہا۔ ''اجنبی نوجوان! تم خوش قسمت ہو کہ تمہیں ایک متبرک موت نصیب ہو رہی ہے۔ تم اس سرزمین میں جارا کا کی عظیم روح پر قربان ہو رہے ہو، جارا کا کی روح تمہاری اس قربانی سے خوش ہو گی اور تمہیں جلد ہی زندگی کی اذیتوں سے نجات مل جائے گی۔''

''میں اپنے آپ کو قربان کر رہا ہوں، اے سنگ دل سردار! تمہیں اپنے دیوتا کے لیے میرا خون درکار ہے نا! میں یہ خون اپنے ہاتھوں سے فراہم کروں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ مرتے وقت تم سیاہ فام درندوں کے غلیظ ہاتھ میرے جسم سے لگیں، کیا کوئی شخص خود اپنے آپ کو قربان نہیں کر سکتا؟'' اس نے جرات سے کہا۔

''یہاں تمہیں فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ فیصلہ کرنے کا حق، دیوتاؤں، مقدس اقابلا اور سردار کو ہے، جس زمین پر تم کھڑے ہو، وہ تمہاری زمین سے مختلف ہے۔ البتہ اگر تمہاری خواہش کو درخواست کا درجہ دیا جائے تو اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ تم قربانی کے لیے منتخب کر لیے گئے ہو۔ یہ فلاح اور عافیت کا راستہ ہے۔'' میں نے کہا۔

''ہاں' یہ فلاح اور عافیت کا راستہ ہے۔'' نوجوان نے طنزاً کہا۔ ''میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم اپنے وحشیوں کو اپنے نیزے آزمانے کا حکم دو، میری زبان بند رہے گی۔''

کاش اس نوجوان کو معلوم ہوتا کہ میں اس کے حق میں زندگی کا مژدہ سنانے کے لیے کس قدر مضطرب ہوں۔ اس کی دلیری نے مجھے متاثر کیا مگر میرے متاثر ہونے سے کیا ہو سکتا تھا؟ تاریک براعظم کے قانون کا احترام مجھ پر فرض تھا، میری زبان کی ایک معمولی سی لغزش مجھے مقدس اقابلا کی نظروں میں گرا سکتی تھی۔ میرے قریب کھڑے ہوئے ننگ دھڑنگ وحشی درندے میرے اشارے کے منتظر تھے۔ قبیلے کے لوگوں کی آوازیں مدھم

پڑ چکی تھیں، انہیں بے چینی سے میرے فیصلے کا انتظار تھا۔ میں مہذب دنیا کے نوجوان کے سامنے ایک درندے کی حیثیت سے کھڑا تھا، درندوں کے فیصلوں میں کسی لچک کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میں چند ثانیوں تک سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔ ’’تمھاری درخواست منظور کی جاتی ہے۔‘‘

میں نے اپنا خنجر نکال کر اس کی جانب اچھال دیا۔ مشتعل گروہ میرا اشارہ پا کر پیچھے ہٹ گیا، انہیں میرے فیصلے سے مایوسی ہوئی تھی لیکن میری ہیبت انہیں خاموشی اور اطاعت پر مجبور کر رہی تھی۔

’’میری روح تمہارا یہ احسان یاد رکھے گی۔‘‘ نوجوان نے مجھے مخاطب کر کے جواب دیا، پھر خنجر والا ہاتھ فضا میں بلند کر کے آسمانوں کی سمت دیکھتے ہوئے پراعتماد لہجے میں بولا۔ ’’اے مقدس جاراکا کی عظیم روح! میں تجھ سے ناآشنا ہوں اور تو میرے قلب سے آشنا ہے۔ تیرے عبادت گزار میرا خون طلب کر رہے ہیں۔ میں انہیں اپنا خون پیش کرتا ہوں۔ اگر مجھے زندگی دی جاتی تو میں یہاں کا سب سے بڑا عبادت گزار ہوتا لیکن تیری خوشنودی اگر میری قربانی میں پنہاں ہے تو یہی سہی۔ میں اپنی جان تیری مقدس روح کی نذر کرتا ہوں۔‘‘ نوجوان کا لہجہ میرے لہجے کی طرح فصیح نہیں تھا اس لیے کہ وہ مقامی زبان سے بہت معمولی واقفیت رکھتا تھا لیکن اس نے جس جرات اور دلیری سے مرتے وقت یہ اعلان کیا۔ اس نے سب کو چونکا دیا۔ نوجوان کے اس جذباتی انداز اور مسکراتے ہوئے چہرے نے مجھے کشش و پیچ کی کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے ایک جھٹکے سے خنجر اپنے پیٹ میں اتار لیا۔ میری آنکھیں بچ گئیں۔ لیکن اسی وقت فضا میں ایک شدید تڑاکا ہوا، میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول لیں۔ نوجوان کا ہاتھ اس کے پیٹ پر ٹکا ہوا تھا اور وہ سکتے کی حالت سے دوچار تھا۔ میرے قبیلے کے افراد اوندھے منہ زمین پر لیٹ گئے۔ میں نے اطراف میں نظر ڈالی۔ یہی حال سموراال اور سرنگا کا تھا۔ اچانک میری نظر آسمان پر گئی اور میں تیزی سے پیچھے ہٹ کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ کھلے آسمان سے سیاہ ذرات کا بھنور نیچے اتر رہا تھا، یہ جاراکا کی روح کی آمد کے آثار تھے۔ نوجوان کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور وہ پتھر کی طرح اپنی جگہ ساکت وجامد کھڑا تھا۔ سیاہ ذرات کا بھنور ہر لمحے اس کے قریب تر ہو رہا تھا، اس نے بھاگنے کی کوشش بھی نہیں کی، اپنی جگہ جما کھڑا رہا، مجھے جھرجھری آ گئی۔ میں سیاہ ذرات کی آندھی کا کرشمہ کئی بار دیکھ چکا تھا۔ نوجوان کا جسم اس کی زد پر آ کے راکھ بن جاتا۔ میں نے سیاہ ذرات کا بھنور نوجوان کے سینے پر رکتے دیکھا تو نگاہیں زمین پر جھکا لیں۔ میرے قبیلے کے تمام افراد زمین بوس تھے، ہر طرف ایک ہولناک سکوت طاری تھا، میں سر جھکائے زمین کی چھاتی سے چمٹا رہا۔ لمحوں میں کیا ہو جائے؟ یہ کسی کو خبر نہیں تھی۔ میں چند لمحوں تک نظریں جھکائے خاموش پڑا رہا۔ پھر جب فضا سے ذروں کی بھن بھناہٹ کی مخصوص آواز دور ہونے لگی اور میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو میری آنکھوں پر دھند چھا گئی! مہذب نوجوان راکھ کے ڈھیر کی بجائے اپنی جگہ صحیح سلامت کھڑا تھا، اس کا خنجر دور پڑا تھا اور جس برتن میں مقدس کھوپڑی کو غسل دینے کی خاطر انسانی خون جمع کیا گیا تھا، اس میں سے دھواں اٹھ رہا تھا، ابھی میں اس اسرار پر ششدر ہی تھا کہ سموراال تیزی سے چلتا ہوا میرے پاس آیا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی مسلط تھی۔

’’جزیرہ توری کے مقدس کاہن! اسرار کا پردہ چاک کر۔‘‘ میں نے اسے مخاطب کیا۔ ’’کیا مجھ سے پھر کوئی لغزش سرزد ہو گئی؟‘‘

’’جابر بن یوسف! تمہارے اعتماد کو کیا ہو گیا؟ سنو اے مردِ توانا!‘‘ سموراال کنکھیوں سے نوجوان کی سمت دیکھ کر بولا۔ ’’مقدس جاراکا کی عظیم روح نے قربانیاں قبول کر لی ہیں، تم سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی۔‘‘

''پھر یہ نوجوان قیدی؟'' میں نے تشویش سے پوچھا۔

''اسے زندگی بخش دی گئی ہے۔'' سمورال نے جواب دیا۔ ''کون جانتا ہے، کہ جارا کا کا کی روح کب اور کس پر مہربان ہو جائے۔ یقیناً اس نوجوان نے جرات کا ثبوت دیا تھا، جرات جارا کا کا کو پسند ہے۔''

یقیناً اس کا فیصلہ سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔'' میں نے نیازمندی سے کہا اور حیرت سے نوجوان کی طرف دیکھا جو ابھی تک سراسیمہ کھڑا تھا۔ وہ میری اور سمورال کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ میدان میں ہجوم ابھی تک دم بخود تھا۔ قربانی کی رسم ادا کرنے والا گروہ اپنے نیزے پہلے ہی پھینک چکا تھا۔ ''اے خوش بخت شخص!'' میں نے بلند آواز میں کہا۔ ''مژدہ ہو کہ جارا کا کا کی مقدس روح نے تجھے زندگی کی نوید دی ہے اب تو ہمارے لوگوں میں شامل ہے اور اس زمین پر تیرا بھی اتنا ہی حصہ ہے جتنا ان عبادت گزاروں کا۔'' میں نے ہجوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ '' لیکن یاد رکھ۔ جارا کا کا نے اس زمین پر ایک سردار مقرر کیا ہے جو مقدس اقابلا کا غلام ہے۔ وہ سردار دیوتاؤں کے برگزیدہ لوگوں کے سوا سب پر فوقیت رکھتا ہے۔ تیرے لیے لازم ہے کہ تو سرداری اور تاریک براعظم کے مقدس رسم و رواج کی پابندی کرے، تو ایک جانور ہے، اگر تو نے اپنے ریوڑ سے سرکشی کی تو ہمیشہ کے لئے ریوڑ سے علیحدہ ہو جائے گا اور تو نے سر جھکا کر چلنا سیکھا تو تجھے لذیذ شرابیں اور معطر عورتیں مہیا کی جائیں گی۔ قبیلے کے سردار کا ہر حکم ہر سلسلے میں آخری ہوگا۔''

نوجوان نے احتراماً سر جھکا لیا اور چمکتی ہوئی آنکھوں سے جواب دیا۔ ''میں نے نئی زندگی پائی ہے۔ لہٰذا میں مقدس جارا کا کا کی اطاعت اور اس کی روح کی خوشنودی کے لئے ہمیشہ ایک وفادار اطاعت شعار شخص ثابت ہوں گا۔''

شخص کے بجائے کتا کہہ۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ اگر میں ہوتا تو یہی کہتا۔ ''یہ وحشی درندے اب تیرے عزیز ہیں۔'' میں طنزاً کہا۔

نوجوان نے کچھ کہنا چاہا مگر خاموش ہو گیا۔ وہ ایک ذہین صلح جو شخص نظر آتا تھا، اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور بالوں میں سرخی شامل تھی۔ اس کے زندہ رہنے پر مجھے خوشی تھی۔ میں نے اسے زارمے کے حوالے کیا اور تاکید کی کہ وہ اسے اپنی رعایا میں شمار کرے۔ جشن ختم ہونے سے پہلے کاہن اعظم نے توری کے تمام افراد کو ایک جگہ کھڑا کر کے جارا کا کا سے الفت اور رفاقت کی دعائیں مانگیں پھر میدان رفتہ رفتہ خالی ہونے لگا۔ سرنگا نے اپنے غار کی، سمورال نے اپنی اقامت گاہ کی اور میں نے فزارو کے ساتھ اپنے مکان کی راہ لی۔ جارا کا کا کی روح نے عین موقع پر نمودار ہو کر نوجوان کو زندگی کی جو نوید دی تھی وہ ایک غیر متوقع بات تھی۔ مہذب دنیا کا یہ قافلہ اپنے چار مردوں سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا، دو افراد ابھی تک مفرور تھے۔ عورتیں میری تحویل میں تھیں۔ میں واپسی میں راستے بھر اپنے متعلق سوچتا رہا۔ گو نوجوان کی جاں بخشی سے قربانی کا تکدر کسی حد تک کم ہو گیا تھا لیکن یہ کیسا عجیب نظارہ تھا؟ مہذب دنیا کے آدمیوں کا خون مجھے اپنے سینے پر جما ہوا معلوم ہوتا تھا، میں اسے اگل بھی نہیں سکتا تھا۔ مجھے اسے ہضم کر لینا چاہیے تھا۔ فزارو میرے ہمراہ تھا اور پیچھے ایک ہجوم تھا۔ سرتیا بستی میں تنہا رہ گئی تھی۔ وہ مجھے بستی کے قریب ہی مل گئی۔ اس نے زہریلی مسکراہٹ سے مجھے دیکھا۔ میرا جی چاہا، اس کا گلا گھونٹ دوں۔

''کیا وہ سب ختم ہو گئے سیدی؟'' اس نے قریب آ کر پوچھا۔

''نہیں، ایک بخش دیا گیا ہے، دو مفرور ہیں۔ عورتیں سب کی سب زندہ ہیں۔'' میں نے جھینپتے ہوئے جواب دیا۔

''گویا ایک بار پھر بزم آرائی ہوگی۔''

''ہاں۔ اور بار بار ہوگی۔'' میں نے زچ ہو کر کہا۔ ''انسانی خون کا ذائقہ بہت دلچسپ ہوتا ہے۔ میرے منہ کو خون لگ گیا ہے۔''

''اب تم مکمل طور پر یہیں کے ایک فرد معلوم ہوتے ہو۔''

''اور تم اس وقت تک پریشان رہو گی، اپنے دن اپنی راتیں ضائع کرتی رہو گی۔ اور جو لباس تم نے اپنی دانست میں اوڑھ رکھا ہے، وہ صرف تمھاری اندرونی بصارت تک محدود ہے جب تمہارے دن گزر جائیں گے وقت تمہیں بتائے گا کہ تم نے فریب خوردگی میں کیسی حسین ساعتیں گنوا دیں؟ اس جزیرے سے آگے سمندر ہے، راستے گم ہیں۔ ضمیر کیا ہے؟ یہ ضمیر تمھاری مخصوص روایات کا مرہون منت ہے۔ اس طلسم خانے میں ہی اگر اس کی پرورش ہوتی تو تمہیں یہ لباس نظر نہ آتا۔ میں جو کچھ دیکھ چکا ہوں، وہ تمہیں نظر نہیں آسکتا۔ اب خون کی یہ تلخی ہی میرا ضمیر ہے۔ جس سے میرے منہ کا مزا کڑوا ہو رہا ہے مگر میں نے اسے اپنے حلق میں اتار لیا ہے۔ تم توری کی حسین لڑکیوں سے اپنے بدن پر مالش کراتی رہو اور شکار کے عمدہ گوشت کی لذتوں سے بہرہ ور ہوتی رہو۔ توری کی جڑی بوٹیاں تمہارا بدن ایک عرصے تک محفوظ رکھیں گی، یہاں شباب کی عمر طویل ہوتی ہے پھر ایک دن تم بھی اس نتیجے پر پہنچو گی جس پر میں تم سب سے پہلے پہنچ گیا ہوں۔ بھولی لڑکی! کیا تم ہواؤں میں اڑ رہی ہو؟ ذرا اپنے قدموں کی طرف دیکھو کہ وہ کس زمین پر جمے ہوئے ہیں۔''

سرتیا نے میرا طویل بیان غور سے سنا اور میرا ہاتھ تھام لیا۔ ''سیدی!'' وہ سسکتے ہوئے بولی۔ ''شاید مجھ پر میری زمین کا نقش بہت گہرا ہے۔ میرا ضمیر ہمیشہ میرے ساتھ رہتا ہے اور تم بھی صحیح کہتے ہو کہ ضمیر تو زمین سے وابستہ ہوتا ہے۔ زمین بدل گئی تو ضمیر بھی بدلنا چاہیے۔ آہ، میں خود فریبی میں مبتلا ہوں مگر یہی تو میرے جینے کا جواز ہے۔''

''تم بعض اوقات کتنی اچھی باتیں کرتی ہو۔ سرتیا، میرے محسن سرنگا کی لڑکی سرتیا۔ جب تم ناراض ہوتی ہو تو مجھے اپنے وجود سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ تم میرے بیان پر یقین کرو، میں ابھی تک یہاں کا ایک مثالی آدمی نہیں ہوں۔ ابھی مجھے بہت سے سحر و اسرار نہیں آتے' مجھے رحم آنے لگتا ہے کبھی کبھی ایک خلش سی ہوتی ہے۔ کبھی کبھی ایک درد سا سینے کے اندر اٹھتا ہے۔ مجھے عورتوں کو روندتے ہوئے اب بھی جھجک ہوتی ہے۔ میں اب بھی انتہا پسندانہ فیصلے کرتے ہوئے گھبراتا ہوں لیکن یہ سب کوتاہیاں ہیں۔ دعا کرو کہ یہ کوتاہیاں سرزد نہ ہوا کریں، یہ خامیاں مجھ سے دور ہو جائیں اور میں مقدس اقابلا کا ایک بہترین غلام بن جاؤں۔'' سرتیا نے لاشعوری طور پر معنی خیز انداز میں میرا ہاتھ دبایا۔ ہم جلد ہی مکان پر پہنچ گئے۔ میں نے اس ادھیڑ عمر شخص کی گھڑی دیکھی جس کا خون ابھی ابھی پیا تھا۔ سہ پہر کے تین بج رہے تھے۔ اجنبیوں نے اپنی گھڑیوں کی سوئیاں توری کے وقت کے مطابق کر دی تھیں۔ میں اپنے بستر پر ڈھیر ہو گیا اور خادماؤں کو حکم دیا کہ وہ کمرے میں اطلاع کے بغیر نہ آئیں۔ بستر پر لیٹتے ہی پھر وہی کثافتیں، مجھ پر حاوی ہو گئیں جو جشن سے پہلے تھیں اور جو اس وقت سے تھیں جب اقابلا کی بارگاہ سے میں ناقابل فہم انداز میں یہاں پھینک دیا گیا تھا۔ جشن نے کچھ دیر کے لیے ذہن مصروف رکھا۔ مہذب دنیا کے قافلے کا فیصلہ کر کے میں نے خود کو دیوتاؤں کی نظر میں سرخ رو کر لیا تھا، یقیناً مہذب

دنیا کی عورتوں نے بھی اپنے ساتھیوں کا حشر دیکھا ہوگا اور انہیں احساس ہوگا، انہوں نے اپنا کتنا وقت کرب میں گزار دیا۔ انہیں اپنی مخالف جنس سے مختلف ہونے کی جو رعایت ملی تھی یعنی زندگی، وہ کچھ کم نہیں تھی، شاید زندگی سے بڑی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ آدمی ہر حال میں زندہ رہنا چاہتا ہے۔ موت کے جذبے ہوا کے جھونکے کی طرح آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ ان عورتوں کو جارا کا کی بڑی عبادت میں لے جایا گیا ہوگا کیونکہ جارا کا کا کی عبادت میں شرکت قبیلے کے ہر فرد کے لیے لازم تھی۔ صرف سرتیا یہاں اکیلی رہ گئی تھی۔ وہ جشن میں شرکت کے لیے ضرور گئی تھی مگر جب اس نے خون خوار چہرے اور موت کا رقص دیکھا ہوگا، وہ وہاں سے اٹھ کر چلی آئی ہوگی۔ میں اپنے فرائض میں اتنا منہمک تھا کہ بہت سے لوگوں کے چہرے میری نظروں سے اوجھل رہے۔ دونوں قبیلوں کی ساری آبادی وہاں موجود تھی، جارا کا کی عبادت کے درمیان میں اٹھ کر چلا آنا ایک ناروا بات تھی، سرتیا یہ جرات کرسکتی تھی کیونکہ وہ سرنگا کی عظیم دیوی کی امان میں تھی اور سرنگا جیسے صاحب اسرار شخص کی بیٹی تھی۔

میں نے اس ماحول کے حوالے سے اس کے تیکھے اور طنز بھرے رویے سرد کر دیئے تھے۔ میں نے لفظوں کی شعبدہ گری دکھائی تھی لیکن خود میرا کیا حال تھا؟ لفظ میرے ذہن میں بھی ابھرتے ہیں۔ میری ذہنی کیفیتیں لفظوں کے قالب میں ڈھل کر ادا ہو رہی ہیں مگر ماہ و سال کا عذاب کون رقم کرسکتا ہے یا بیان کرسکتا ہے۔ میرا حال کیا تھا؟ میں ایک ایسا تنور تھا جو کبھی سرد پڑ جاتا ہے، کبھی سرخ ہو جاتا ہے۔ جشن کی مصروفیت بھی گزر گئی۔ یہ میرے شباب کی عمر تھی اور سیرابی کے لیے توری کی دوشیزاؤں کے چشمے بہتے تھے، باہر طرف ہریالی تھی، زندگی کے اتنے بکھیڑے نہیں تھے جو مہذب دنیا میں ہوتے ہیں، نہ ٹریفک کا شور تھا، نہ فضا میں آلودگی۔ پھر بھی یہ مکان محبس معلوم ہوتا تھا۔ سرتیا دوسرے کمرے میں ہوتے ہوئے بھی دور تھی۔ سرنگا غار میں فرار کے منصوبے بنا رہا تھا۔ فلورا پیٹرنار کے سرکشوں کے قبضے میں تھی۔ ہر طرف شک اور ابہام کی دیواریں تھیں۔ ایک تنہائی تھی اور ایک ہی خیال تھا۔ ہاں اس کا خیال۔ اس زہرہ جمال کا خیال جس کا نام اقابلا ہے۔ اور کیا تھا؟ وہی تو تھی جس نے ویرانی میرے شب و روز کے لیے تفویض کر دی تھی مگر اس کا ذکر چھوڑیے۔ یہ ذکر وحشت میں مبتلا کرتا ہے اور سکون غارت کرتا ہے، وہ غارت گر تمکین و ہوش ہے مگر اس کا خیال تحریک کا سبب ہے وہ ایک ایسی چیز، معلق چیز ہے جسے چھونے کے لیے جتنا دوڑے، جتنا اچھلیے وہ دور ہو جاتی ہے اور آدمی تھک کر ہمت کھو بیٹھتا ہے، تاریک براعظم کے نہ جانے کتنے لوگوں نے حوصلہ کھو دیا تھا اور انہیں دور تک بھاگنے کا یہ صلہ ملا تھا کہ وہ جہاں تھے، وہیں رک گئے تھے۔ میں سرداری پر ٹھہر گیا، اس کا خیال آیا تو میں نے اپنے آپ کو چھیڑا کہ اے جابر بن یوسف! ابھی تیرا سفر شروع ہوا ہے۔ تیری منزل ابھی دور ہے، وحشتیں جھٹک کر جہاں تک بھاگ سکتا ہے، بھاگ۔ جشن سے پہلے میں نے ایک عہد کیا تھا۔ توری کے ایک جلیل القدر شخص کو مسخر کر کے میں نے اس کے جس غار پر قبضہ کیا تھا، وہاں سے میں اپنی نئی منزل کا آغاز کرسکتا ہوں۔ اس غار میں بیش بہا نوادر تھے جن میں سے بیشتر کے متعلق میرا علم ناپختہ اور خام تھا اور مجھے اس میں سمورال کی اعانت درکار تھی۔

انھی خیالوں میں رات ہوگئی اور بستی میں رات اپنی پوری تابناکیوں کے ساتھ آئی۔ آج بستی کے لوگ بہت خوش تھے۔ انھوں نے جارا کا کا کی مقدس روح کا دیدار کیا تھا اور اس نے نمودار ہو کر ان کی قربانی کی قبولیت کی سند دی تھی۔ میں نے سوچا، مجھے مہذب دنیا کی عورتوں کے پاس جانا چاہیے اور رات ان کے بدن کی خوشبو سے مہکانی چاہیے، لیکن میں سرنگا کے غار کی طرف چلا گیا اور میں نے چند رسمی جملوں کے بعد اسے غار سے

باہر نکلنے پر آمادہ کرلیا۔ سرنگا اپنی دیوی کی مورتی جیب میں رکھ کر اور اپنے غار پر انگلیوں سے چند نشانات بنا کر میرے ساتھ اندھیرے جنگل میں چلتا رہا۔ ہم جلدی ہی اس غار تک پہنچ گئے جو میں نے جشن سے پہلے دریافت کیا تھا، میرے ہاتھ میں روشن شپالی تھی۔ غار کا دہانہ صاف کر کے ہم سرنگ نما راستے سے اندر داخل ہوئے۔ بوڑھے شخص کی لاش حیرت انگیز طور پر سوکھ گئی تھی۔ میں نے اسے ہٹایا، میں سرنگا کے چہرے کے تاثرات دیکھنا چاہتا تھا۔ شپالی کی روشنی میں اس کا چہرہ دیکھ کر مجھے کسی قدر فخر کا احساس ہوا، وہ بہت انہماک اور حیرت سے پہلے کمرے کے نوادر دیکھ رہا تھا۔ میں اسے دوسرے اور تیسرے کمرے میں لے گیا پھر میں نے اسے پورے غار کا معائنہ کرادیا۔ سرنگا اس درمیان میں کچھ نہیں بولا۔ وہ صرف ہوں ہاں کرتا رہا اور میں اسے بتاتا رہا۔ ''ابھی میں نے اور کاہن اعظم سمورال نے صرف یہی کمرے دریافت کیے ہیں۔ ممکن ہے اندر کوئی اور دنیا بھی ہو۔''

اس نے تارک الدنیا بوڑھے کی خانقاہ دیکھی جہاں جارا کا کی متعدد کھوپڑیوں کا انبار تھا، سرنگا نے سمورال سے زیادہ وقت لیا، غار کی سب سے حیرت انگیز خوبی یہ تھی کہ اندر گھٹن اور حبس کا گمان تک نہیں گزرتا تھا۔ اس نے دیوار سے ٹنگی ہوئی کسی جانور کی کھال زمین پر بچھائی اور اس پر ایک مخصوص انداز میں بیٹھ گیا۔ کچھ توقف کے بعد اس نے ایک جانب اشارہ کیا، میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کسی جانور کے کٹے ہوئے سر کی آنکھیں روشن ہوگئی ہیں، یہ سر اسی کھال سے متعلق معلوم ہوتا تھا جس پر سرنگا بیٹھا تھا۔ جانور کی روشن آنکھوں کے ساتھ اس کی زبان بھی باہر نکل آئی تھی۔ سرنگا نے چند لمحے اس عمل میں گزار دیئے۔ مجھے نہ جانے کیا خیال آیا کہ میں نے منور شپالی دیوار پر لٹکے ہوئے ہیبت ناک جانور کی طرف کردی۔ جانور کی آنکھیں بجھ گئیں اور اس کی باہر نکلی ہوئی زبان اندر دھنس گئی اور سرنگا جانور کی کھال پر کسمانے لگا، وہ جلد ہی اٹھ گیا، جانور کی کھال کا رواں رواں کھڑا ہوگیا تھا۔ غار کے تفصیلی معائنے کے بعد میں نے سرنگا سے پوچھا۔ ''کیا ہم واپس چلیں؟''

''ہا۔ آں۔ چلیں۔ چلیں۔'' سرنگا نے چونک کر کہا۔

''کیا رائے ہے محترم سرنگا!'' میں نے غار کے اطراف نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔ ''تمھاری خاموشی گراں گزر رہی ہے۔''

''میں تم سے کہتا کہ تم کچھ دن کے لیے یہ غار میرے حوالے کردو۔'' سرنگا نے خوابیدہ لہجے میں کہا۔ ''لیکن میں تم سے نہیں کہوں گا۔''

''بخوشی۔ تم چاہو تو یہیں قیام کرو۔''

''نہیں۔ یہ غار تم نے حاصل کیا ہے اور اصل میں تمھی ان نوادر کے مالک ہو۔ سیدی جابر! یہ غار تمہارا منتظر ہے۔ مقدس کاہن اعظم کو مجبور کرو کہ وہ تمھارے ساتھ یہاں آئے۔''

''اس نے ہامی بھر لی ہے اور میں عنقریب یہاں بیٹھنے والا ہوں۔ سنا ہے ان غاروں میں درازی عمر کا کوئی افسوں موجود ہے؟'' میں نے اشتیاق سے پوچھا۔ ''نہ معلوم یہاں کے اسرار سمجھنے میں کتنی دیر لگے؟''

''جتنا بھی وقت صرف ہو۔ یہ غار تمھاری سرفرازی کے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے عزیزم جابر!'' سرنگا نے رازدارانہ لہجے میں کہا۔ ''میں ادھر اپنے غار میں مصروف ہوں۔ ادھر تم تکمیل علم کرو۔ کیا تمھیں میری پہلی باتیں یاد ہیں۔ میں یہاں ان کی تکرار مناسب نہیں سمجھتا۔''

''کون سی باتیں؟'' میں نے اچانک پوچھا، پھر مجھے خیال آگیا کہ سرنگا کے ذہن میں کیا ہے۔ ''ہاں۔'' میں نے بجھے ہوئے انداز میں

کہا۔ ''اگر وہ نہ سہی تو زندگی میں خود سے کوئی شکوہ تو نہیں رہے گا۔ بہر حال محترم سرنگا! ممکن ہے تمہارا قیاس درست ہو۔ تم اپنے غار میں جو وقت صرف کر رہے ہو، وہ میرے دل پر شاق گزرتا ہے لیکن میں تمہیں منع نہیں کر سکتا۔ میں تمھاری غیر معمولی خوبیوں کا قائل ہوں اور تمھارے ساتھ جو لوگ ہیں، انہیں بھی میں دیکھ چکا ہوں۔''

''سیدی! تمھاری آنکھیں شمال جنوب غرب و شرق کی جانب کھلی رہنی چاہئیں، اپنی سانس کی طہارت کا تعین کرنے کے بعد کوئی قدم اٹھایا کرو۔ ہر شخص مقدس اقابلا کا غلام ہے اور ہر شخص اس کی قربت کا خواہاں ہو سکتا ہے، میں بھی اس کی قربت کا متمنی ہوں لیکن تمھارے اور تاریک براعظم کے بیشمار لوگوں کے، اور میرے جذبات میں فرق ہے۔ تم سمجھ رہے ہو میں کیا کہہ رہا ہوں؟ میں تو بڑی صاف گفتگو کر رہا ہوں۔''

''میں سمجھ رہا ہوں اور تم جانتے ہو کہ مقدس اقابلا نے اس بات کی اجازت دے رکھی ہے کہ کون اس کی طلب میں ذہنی وجسمانی مظاہرے کر کے آگے بڑھ جاتا ہے۔ میں نے خود کو شناخت کرانے کے لیے عملی اقدام کیے ہیں۔''

''لیکن کسی وقت کوئی اور بھی کہیں سے نمودار ہو سکتا ہے۔''

''کون! کیا تم کچھ سونگھ رہے ہو؟''

''میں تمھاری قوت شامہ تیز دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''میں ہمیشہ تمھارے مشوروں اور رہبری کا طالب رہا ہوں۔ آہ تم نہ ہوتے تو......'' میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سرنگا نے روک دیا۔

''وہ نوجوان کیسا ہے؟''

''کون؟''

''وہی۔ وہی۔'' سرنگا نے الجھتے ہوئے کہا۔ ''جس نے امان پائی ہے۔''

''وہ۔ وہ۔'' میں نے حیرت سے کہا۔ ''وہ مہذب نوجوان؟''

''ہاں ہاں، وہی، وہ ایک ذہین اور صحت مند شخص ہے۔''

''تم۔ تم۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟'' میں نے بے تابی سے پوچھا۔

سرنگا نے بیزاری سے پہلو بدلا۔ ''اوہ سیدی جابر! عزیزم، تم نے اس سے کوئی بات کی؟''

''نہیں۔'' میں نے تشویش سے کہا۔ نہیں، اس کا موقع نہیں ملا۔''

''آؤ چلتے ہیں۔'' سرنگا نے میری پیٹھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''بلاشبہ تم نے یہ غار دکھا کے مجھے خاصا متاثر کیا ہے۔''

''مگر تم کوئی اور بات کر رہے تھے۔'' میں نے برہمی سے کہا۔

''میں کوئی خاص بات نہیں کر رہا تھا۔ یہاں لفظ اتنے ہی بولنے چاہئیں جتنی اجازت دی گئی ہے۔'' سرنگا نے مجھے خشمگیں نظروں سے دیکھا۔ میں اس کے ساتھ ساتھ واپس ہونے لگا۔ سرنگا وضاحت سے گریز کر رہا تھا لیکن وہ یقیناً کسی اہم بات کی نشاندہی کر رہا تھا جو اس نوجوان سے

متعلق تھی۔ سرنگا نے غار میں کوئی ایسا حصار قائم نہیں کیا تھا جس سے ہماری گفتگو ہم ہی تک محفوظ رہتی۔ واپس ہوتے وقت وہ مجھے کسی بچے کی طرح تاکید کرنے لگا کہ مجھے کاہن اعظم سمورال سے اس غار کے اسرار سمجھنے میں مدد لینی چاہیے۔ وہ مجھے تاریک براعظم کے روشن پہلو دکھاتا رہا اور یہاں کے دیوتاؤں کی شان میں قصیدے پڑھتا رہا۔ مجھے معلوم تھا، وہ اس قدر فیاضی سے کیوں کام لے رہا ہے؟ سرنگا ایک بہت زیرک اور ہوش مند شخص تھا۔ ہوش مندی کا تقاضا یہی تھا کہ میں اپنی تشویش کے باوجود صرف اس کے جوابات پر قناعت کروں جا ہے، وہ کتنے ہی مبہم اور علامتی کیوں نہ ہوں، تاریک براعظم علامتوں کی دنیا تھی، ایک تجریدی

دنیا۔ یوں تجرید مہذب دنیا میں بھی موجود ہے لیکن انسانوں نے صدیوں کی تگ ودو سے وہاں کے خدوخال تراش لیے ہیں، وہ صاف، سیاہ اور چکنی سڑکیں۔ وہ بلند وبالا عمارتیں اور رفتار کا جادو۔ ان سب خیرگیوں کے باوجود مہذب دنیا میں سوچیے تو ہر قدم پر تجرید ہے۔ میں بھٹک گیا۔ یہ وقت فلسفیانہ موشگافیوں کا نہیں ہے۔ آدھی رات گزر چکی تھی۔ جنگل میں ایک خاص موڑ پر جا کر میں اور سرنگا علیحدہ ہو گئے۔ میں بستی کی طرف چل دیا اور سرنگا اپنے تنگ وتاریک غار کی طرف۔ میں زندگی کی طرف لوٹ آیا، وہ زندگی کے حصول کی جدوجہد میں چلا گیا۔ قبیلے کے لوگ اونگھنے لگے تھے، ایک جگہ میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر جواد تین چار عورتوں کے درمیان سرمست پڑا سو رہا ہے۔ راستے میں مہذب دنیا کی قیدی لڑکیوں کی جھونپڑی بھی نظر آئی جہاں نیزہ بردار مستعدی سے پہرا دے رہے تھے۔ میرے قدم بہکنے لگے۔ نیزہ بردار مجھے راستہ دینے کیلئے زمین پر لیٹ گئے لیکن میں اندر سے ان کی ایک جھلک دیکھ کر چلا آیا۔ وہ سہمی ہوئی ایک دوسرے سے لپٹ کر سو رہی تھیں۔ اس سکوت میں گھڑی کی ٹک ٹک کی آواز آ رہی تھی جو مجھے بری معلوم ہو رہی تھی۔ وقت کی یہ بار بار تنبیہ زندگی کے زیاں کا احساس دلاتی تھی۔ میں نے گھڑی ایک دیوار سے ٹانگ دی، توری کی خادمائیں میرے سامنے صف میں کھڑی ہو گئیں میں نے ان سے ایک قدح مشروب طلب کیا، نیند آنے کی ایک یہی صورت تھی، نیند پھر بھی نہیں آئی۔ میں نے ایک قدح اور حلق میں اتار لیا۔ پھر وہ مجھے اس وقت تک پلاتی رہیں جب تک میری آنکھیں بوجھل نہ ہو گئیں اور انہوں نے میری کھلی پلکیں ڈھک نہ دیں۔

اب جزیرہ توری کی زمین مجھے تنگ لگتی تھی اور یہاں کے تمام باشندے بونے معلوم ہوتے تھے، جتنے وسائل موجود تھے، ان کے مطابق گلیاں، پختہ جھونپڑیاں، نت نئے سانچوں کے برتن اور پہیوں کی گاڑیاں بنادی گئی تھیں۔ ہر رات سرمستی کرنے کا اعلان کر دیا گیا تھا، جو لڑکیاں جوان نہیں ہوئی تھیں ان کا انتظار بے سود تھا، شوالا اور کالاری کے قبیلوں کی منتخب عورتیں یکساں نظر آتی تھیں، مجھے کہنا چاہیے کہ مہذب دنیا اور جاہل دنیا میں صرف اشیاء کی کثرت اور کمی کا فرق ہے، اشیا کا زیادہ سے زیادہ علم مہذب ہونے کی علامت ہے اور اشیا کا کم سے کم علم غیر مہذب ہونے کی نشانی، درندگی وسفا کی اردگرد زیادہ اشیا کے ہجوم سے کم ہو جاتی ہے جیسے جیسے اشیا بڑھتی جاتی ہیں، فرد کا ذہن بھی اسی نسبت سے بدلتا رہتا ہے، اگر یہ بات میں نے پہلے نہیں کہی ہے تو اس کا سبب یہ تھا کہ میرا مشاہدہ نتیجے اخذ کرنے کی صلاحیت سے محروم تھا، میں اسرار وکمالات، سحر وطلسم کے ان تذکروں میں یہ کیسا ذکر لے بیٹھا ہوں؟ میرا خیال ہے، میں اپنے موجودہ حلیے اور ماحول کا جواز پیش کرنے کے لئے منطق اور استدلال کا سہارا ڈھونڈ رہا ہوں، شاید میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ فرد میں ذہنی طور پر کوئی ارتقا نہیں ہوا، جو ہوا ہے وہ اضافی ہے اور وہ اسی مخصوص ماحول کے سبب سے ہے جس میں انسانوں کے مختلف گروہ آنکھیں کھولتے اور سانس لیتے ہیں مگر نہیں یہ تو مابعد الطبیعی ماحول تھا۔ انسانوں کے رویے وہی تھے جو مہذب دنیا میں نظر

آتے ہیں لیکن یہ ایک ایسے تار و پود میں جکڑے ہوئے تھے جن کا سرا کہیں نہیں ملتا تھا، ایسی دنیائیں کبھی موجود رہی ہوں۔ میری نظروں کے سامنے یہ لہلہاتا سبزہ تھا۔ پانی تھا اور مٹی تھی اور چلتے پھرتے لوگ تھے مگر یہ ماحول اپنی بعض صفات کے اعتبار سے معلومہ تاریخ سے پہلے کے کسی زمانے سے تعلق رکھتا تھا، میں پھر نیچے آتا ہوں اور نتیجے اخذ کرنے کا کام لوگوں پر چھوڑتا ہوں، میں اس ماحول کا اسیر تھا اور میری حیثیت ایک سیاح ایک سائنس دان کی نہیں تھی، میں کسی سماجی مطالعے کے لئے بھی یہاں نہیں آیا تھا۔ سرنگا کا اطمینان ظاہر کرتا تھا کہ وہ ان پیچ در پیچ گتھیوں میں دلچسپی لیتا ہے۔

دوسرے دن صبح زارمے نے مجھے اطلاع دی کہ جزیرہ توری کے کسی ظاہر حصے پر دونوں مفرور آدمیوں کا وجود نہیں، ممکن ہے وہ کسی برگزیدہ شخص کے ہاں پناہ گزین ہو گئے ہوں۔ اس صورت میں جب تک وہ خود واپس نہیں آجاتے، انھیں تلاش کرنا مشکل ہے، وہ فرار نہیں ہو سکتے تھے۔ مگر وہ کسی غار میں کیسے چلے گئے؟ یہ ایک تشویش ناک بات تھی۔ میں بھی پناہ لینے کی غرض سے کاہن اعظم کے غار میں چلا گیا تھا۔ غار تلاش کرنا آسان کام نہیں تھا، اس خبر سے یہ مراد تو نہیں کہ کسی عالم شخص نے ان کی حالت پر ترس کھا کر یا اپنے کسی مفاد کی خاطر انھیں بطور چارہ استعمال کرنے کے لیے پناہ میں لے لیا ہو؟ ادھر ان دونوں کی گم شدگی ادھر مہذب نوجوان کے متعلق سرنگا کا ناقابل وضاحت رویہ میرے دماغ پر ہلکی ہلکی ضرب لگا رہا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ بوڑھے عالم کے دریافت شدہ غار میں ریاضت کرنے اور علوم سیکھنے سے پہلے مجھے بعض امور طے کر لینے چاہئیں اور سرنگا کے ادا کیے ہوئے مبہم جملوں کی صراحت کر لینی چاہیے۔ چنانچہ میں سورج طلوع ہونے کے کچھ دیر بعد زارمے کے قبیلے کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں جہاں جہاں سے گزرتا رہا، توری کے باشندے میرے آگے پیچھے رہے اور لکڑی، پتھر کے عجیب و غریب باجوں کے ذریعے میری آمد کی اطلاع دور دور پھیلتی رہی۔ ''سردار آ رہا ہے۔ سردار کے لیے جھک جاؤ۔ اپنے کام چھوڑ دو اور اس سے عقیدت کا اظہار کرو۔'' یہ طریقہ زارمے نے حال ہی میں ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے میں سردار کی منتقلی کی اطلاع پہنچانے کے لیے ایجاد کیا تھا۔

زارمے کے مکان پر پہنچ کر میں نے خلوت کی خواہش کی۔ زارمے نے اپنی بیویاں میری خدمت اور خاطر داری کے لیے پیش کر دیں۔ میں نے ان سب کو رخصت کر دیا اور مہذب نوجوان کی طلبی کا حکم دیا۔ زارمے نے کچھ دیر بعد اسے میرے سامنے حاضر کر دیا۔ نوجوان کے چہرے پر نیازمندی مرقوم تھی۔ وہ بہت خوش تو نہیں معلوم ہوتا تھا لیکن زندہ رہنے کی ایک طمانیت اس کی آنکھوں سے مترشح تھی۔ میں نے سر سے پیر تک اس کا جائزہ لیا اور زارمے کو وہاں سے جانے کا حکم دیا۔ جب ہم دونوں تنہا رہ گئے تو میں نے اس سے بیٹھ جانے کو کہا، وہ کسی قدر جھجک کے ساتھ اسٹول نما پتھر پر بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے پھر مقامی زبان میں گفتگو کی ابتدا کی۔ ''مقدس اقابلا عظیم ہے۔ کہو کہ وہ ہماری رہبر اور ہماری عقلوں کی کلید ہے۔''

نوجوان نے کچھ سمجھنے کے انداز میں میری طرف دیکھا اور شکستہ لہجے میں دہرایا۔ ''وہ عظیم ہے، بلاشبہ وہ ہماری رہبر اور ہماری عقلوں کی کلید ہے۔''

''اور یہ کہ تاریک براعظم میں اسی کی سلطنت، اسی کی برتری ہے۔'' میں نے نہایت احترام سے کہا۔ نوجوان نے پھرتی سے یہ جملے بھی دہرا دیے۔

''نوجوان! میں نے اس جزیرے کے رسم و رواج کے متعلق پہلے ہی تمہیں بتا دیا ہے۔ تم نے جان لیا ہوگا کہ یہاں کی آب و ہوا تمھارے شہروں اور ان کی روشنیوں سے مختلف ہے۔'' میں نے آہستگی سے کہا۔

نوجوان کے چہرے پر حیرت چھا گئی وہ آنکھیں بند کرتا اور کھولتا رہا پھر بولا۔ ''میں نے اطاعت کا عہد کیا ہے۔''

''تمہارا عہد مجھے یاد ہے۔ تم ایک ذہین اور بہادر نوجوان معلوم ہوتے ہو لیکن کیا عجب کہ یہی خوبیاں اس سرزمین پر تمھارے لیے اذیتیں بو دیں۔ تمھارے خیال میں ہم سیاہ فام، جن کے جسم بے لباس، بدن رنگے ہوئے اور مکان کچے ہیں، عقل وفہم کے اعتبار سے بھی اتنے ہی پست ہوں گے لیکن یہاں ایسے عالموں کی کمی نہیں جو مادے کو حرکت میں لا سکتے ہیں اور شکلیں بدل سکتے ہیں اور قلب کے اندر گھس کر بیٹھ سکتے ہیں۔ تاریک براعظم کا یہ حصہ دنیا کی نظروں سے اوجھل ہے تو کیوں ہے؟ کیا تم نے اس پر غور کیا؟'' میں نے باوقار انداز میں کہا۔

''میری آنکھیں کھل رہی ہیں لیکن ابھی میں نے شاید بہت کم دیکھا ہے۔ امید ہے کہ مجھے کچھ سمجھنے کے لیے مہلت ضرور دی جائے گی۔''

نوجوان نے محتاط لہجے میں جواب دیا۔

میں نے اپنا چوبی اژدہا متحرک کر کے کمرے میں چھوڑ دیا۔ نوجوان کی آنکھوں میں اضطراب پیدا ہوا، وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔ ''یہ کرشمہ تو خوب ہے۔'' اس نے ادب سے مجھے داد دیتے ہوئے کہا۔

مجھے اس کے برجستہ جوابات اور ردعمل سے اس کی طبیعت کا اندازہ ہو گیا۔ وہ بلا کا تیز، حاضر جواب، معاملہ فہم، نگاہ شناس اور باعزم شخص تھا، اس کا مظاہرہ وہ پہلے ہی کر چکا تھا لیکن مجھے کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی جس کا اشارہ سرنگا نے کیا تھا، میں نے سوچا ممکن ہے، سرنگا نے ازراہ احتیاط کسی خدشے کا اظہار کر دیا ہو۔ اس نے بہت مبہم بات کی تھی۔ میں نے کئی منزلیں سر کی ہیں۔ یہ نوجوان تو ابھی تازہ وارد ہے، اگر اس نے رخنہ اندازی کی غلطی کی تو اسے باز رکھنا کوئی مشکل کام نہیں ہو گا۔ میں اسے توری کے دوسرے نوجوانوں کی طرح کسی عہدے پر فائز کر سکتا ہوں اور آزمائشوں میں ڈال سکتا تھا لیکن مجھے اس کی گفتگو بھا رہی تھی اور انداز پسند آ رہا تھا۔ وہ میرا بہترین مقرب ثابت ہو سکتا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر اپنے حلق سے ایک مخصوص قسم کی آواز نکالی، زارمے آ کر میرے سامنے مودّب کھڑا ہو گیا۔ زارمے کے احترام میں نوجوان بھی اپنی نشست سے اٹھ گیا۔ زارمے میرے اشارے سمجھتا تھا۔ چند لمحوں میں متعدد حسین لڑکیوں کی خوشبو کمرے میں پھیل گئی۔ میں نے زارمے سے کہا۔ ''ان کے ہاتھ خالی ہیں۔''

توری کے نفیس ترین مشروبات ہمارے سامنے پیش کر دیئے گئے۔ زارمے پھر چلا گیا اور میں نے نوجوان سے کہا۔ ''تمہیں زندگی مل گئی۔ مگر تنہا زندگی کیا ہوتی ہے۔ بتاؤ تمہیں ان عورتوں میں کون سی پسند ہے؟''

نوجوان ہچکچانے لگا، وہ شرمانے کے انداز میں مسکرایا۔ ''معزز سردار!'' وہ جھک کر بولا۔ ''میں تمھارے انتخاب کو ترجیح دوں گا۔''

''میں کیا کہہ رہا ہوں؟'' میں نے اچانک غصے سے کہا۔ ''فیصلہ کرو۔''

''اچھا اچھا۔'' وہ گھبرا کر بولا۔ ''وہ۔''

اس نے متوازن بدن کی ایک نوخیز لڑکی کی طرف اشارہ کیا تھا، لڑکی اس کے پہلو سے چپک کر بیٹھ گئی۔ اس نے اسے ایک جام پیش کیا جسے نوجوان نے میری طرف دیکھ کر حلق میں انڈیل لیا، اس کی آنکھوں میں سرخی تیر گئی۔ جام کا نشہ تیز تھا۔ اس نے لڑکی کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور بولا۔ ''میں اس عنایت کو کیا سمجھوں؟ میں ایک ستم رسیدہ آدمی ہوں۔''

میں نے اس کی بات نظر انداز کر کے پوچھا۔ ''تم امریکی ہو؟''

وہ اچھل گیا اور اسے اپنے محتاط لہجے پر قابو نہیں رہا۔ ''امریکی! کیا تم باہر کی دنیا کے متعلق جانتے ہو۔ کیا کوئی امریکی پہلے بھی ادھر آیا ہے؟''

میں مسکرانے لگا، ایک مقتدر مسکراہٹ، جو اعتماد ہی سے ممکن ہو سکتی ہے وہ مجھ سے جواب کے لیے اصرار نہیں کر سکتا تھا، میری خاموشی سے اس کا چہرہ رنگ بدلنے لگا۔ ''میں سمجھتا ہوں، میں چند لمحوں میں حیران کن اور ناقابل یقین باتیں سن سکتا ہوں۔''

''یہاں ہر قدم ہر پل پر ایک حیرانی ہے اور صرف یہ ہے کہ مقدس اقابلا عظیم ہے۔'' میں نے عقیدت جتاتے ہوئے کہا۔

''ہاں وہ عظیم ہے۔'' کسی بازگشت کی طرح نے اس دہرایا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''شراڈ۔'' اس نے متجسس لہجے میں جواب دیا۔

''شراڈ؟ مگر یہ امریکی نام تو نہیں ہے۔''

اس کی آنکھیں یکا یک روشن ہو گئیں اور پھر فوراً بجھ گئیں۔ ''یقیناً تم ان سب سے بہتر ہو۔'' اس نے پھٹی ہوئی آواز میں کہا۔ ''تم کیسے جانتے ہو؟ یہاں ضرور امریکی آئے ہوں گے اور تم نے ان کے ساتھ کئی سال گزارے ہوں گے اور۔'' وہ جذباتی ہو کر بولا۔ ''اور وہ سب جارا کا کی مقدس روح پر قربان ہو گئے ہوں گے۔''

''اگر ایسا کبھی ہوا ہے تو ان سب کی روحوں نے ابدیت کی جانب سکون سے پرواز کی ہو گی۔'' میں نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔

نوجوان کا ہاتھ پہلو میں بیٹھی ہوئی لڑکی کے بدن پر پھیلا ہوا تھا، اس نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا۔ وہ تذبذب میں تھا کہ مجھ سے کہاں سے گفتگو کرے۔ میں اسے ٹٹول رہا تھا۔ اس کے لہجے میں کرب سمٹ آیا اور وہ رقت انگیز آواز میں بولا۔ ''کئی دن تک ہم سمندری موجوں سے سینہ سپر رہے پھر یہاں پناہ ملی تو محسوس ہوا کہ زندگی تو کھو گئی ہے۔ یہ تو کوئی اور چیز ہے۔''

''ہاں!'' میں اس کی باتوں سے متاثر ہو گیا۔ ''بہر حال تم اب یہیں کے ایک شخص ہو۔ اگر تم نے اچھی اطاعت کا اظہار کیا اور محنت کی تو زندگی یہاں ایسی کوئی بے کیف شے نہیں ہے۔''

''تم مجھے اپنے ساتھ لے چلو، میں تمھاری خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ خدا گواہ ہے کہ تم سے مجھے کوئی اجنبیت محسوس نہیں ہوتی۔''

''تم نے مقامی زبان کس طرح سیکھی؟'' میں نے پوچھا۔

وہ مجھے سمجھانے کے انداز میں بولا۔ ''میں امریکہ کا شہری ہوں لیکن میرے باپ امریکی وزارت خارجہ سے متعلق ہونے کی وجہ سے دنیا کے مختلف ملکوں میں رہے ہیں، میں آکسفورڈ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا وہاں افریقہ کی مختلف زبانوں کے طالب علم موجود ہیں۔ ان میں ایک لڑکی تھی جس نے مجھے تھوڑی بہت زبان سکھائی۔''

''تم آکسفورڈ میں پڑھتے تھے؟'' اچانک میرے منہ سے نکل گیا۔

''کیا؟ کیا تم آکسفورڈ سے واقف ہو؟'' وہ میرے قریب آ گیا۔ ''تمھاری شخصیت بڑی پراسرار ہے۔''

آکسفورڈ کے ذکر پر مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے پوچھا۔ ''پروفیسر رچرڈ کیسے ہیں؟'' وہ امریکی گدھا ڈاکٹر برائٹن کیسا ہے؟''

''بخدا۔ معزز سردار، کیا یہ کوئی ساحرانہ گفتگو ہے؟'' وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ''تم مہذب دنیا کے آدمی ہو۔ مگر۔ مگر نہیں، تم کیسے ہو سکتے ہو۔ میں نے جارا کا کا کی قربانی کے موقع پر تمھیں دیکھا ہے۔'' وہ کہنا چاہتا تھا کہ تمھاری درندگی دیکھی ہے؟ وہ مضطرب ہو گیا اور اس نے بے اختیار میرے ہاتھ پکڑ لیے۔ ''بتاؤ تم کون ہو؟ تمھارے خط وخال اس علاقے جیسے نہیں ہیں۔ تم مجھ سے انگریزی میں بات کرو۔''

میں نے اس کے ہاتھ جھٹک دیے۔ ''مقدس اقابلا عظیم ہے تم ایک سردار سے مخاطب ہو نوجوان شراڈ!''

شراڈ نے اپنی عجلت محسوس کی اور مجھ سے کسی قدر فاصلے پر کھڑا ہو گیا اور انگریزی میں کہنے لگا۔ ''شاید میں پاگل ہو جاؤں گا۔''

''نہیں۔'' پہلی بار میں نے انگریزی میں کہا۔ ''زبان قابو میں رکھو۔ تمہارا کوئی بھی آوارہ جملہ تمھارے لیے تباہیاں لا سکتا ہے۔ اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔''

میری فصیح انگریزی اور آکسفورڈ کے لہجے سے اس کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ وہ بیتاب ہو گیا۔ اس اجنبی سرزمین پر آکسفورڈ کا ایک طالب علم، انگریزی، اور یہ حلیہ اور اس کے گلے میں یہ عجیب وغریب قسم کی چیزیں؟ ''میرے معزز سردار! میں کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں۔ اعتماد کرو کہ میں تمھارے باب میں ہمیشہ محتاط رہوں گا۔'' وہ جذبات زدہ انداز میں بولا۔ ''یہ سب کیا ہے؟ تم کون ہو؟ مجھے بتاؤ تم کون ہو؟ اف یہ کتنا بڑا انکشاف ہے۔ کیسا سسپنس ہے تم مجھے اپنا ساتھی، اپنا دوست، اپنا بھائی سمجھو۔''

''میں کسی کا دوست، ساتھی اور بھائی نہیں ہوں۔ تم جزیرہ توری کے ایک عام شہری ہو اور میں تمہارا سردار ہوں۔ میں نے وہ آئینہ توڑ دیا ہے جو مجھے ماضی کا عکس دکھاتا تھا۔ تم بھی اس سے کنارہ کش ہو جاؤ اور دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کرو۔''

''درست ہے۔'' وہ ایک دم اداس ہو گیا۔ ''مگر تمھاری داستان میرے لیے باعث عبرت ہوگی۔ جب تم باہر نہ جا سکے تو میں کس طرح جا سکتا ہوں؟ میں تمھیں دیکھ رہا ہوں مجھے پہلی ہی مرتبہ شک ہوا تھا کہ تم ان میں سے نہیں ہو اور میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا بھی تھا۔ میں تم پر کوئی طنز اور لعن طعن کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا مگر آکسفورڈ کا کوئی طالب علم اتنا سنگ دل نہیں ہو سکتا۔ تم حالات سے مجبور ہو گئے ہو۔''

اس کی باتوں میں لطف آ رہا تھا۔ وہ بار بار آکسفورڈ کے حوالے دے کر مجھے متاثر کرتا رہا۔ میں نے اس کے شدید اصرار پر اپنے بارے میں چند جملوں میں اسے مختصراً بتایا اور اقابلا کا ذکر احترام سے کیا اور اسے تاکید کی کہ اس بات چیت کے بعد میری اور اس کی درمیانی خلیج کا فاصلہ کم نہیں ہوا اور وہ مہذب دنیا سے متعلق ہونے کے سبب سے میری سفارش اور کسی خصوصی کرم کا بھی مستحق نہیں ہوا۔ اس نے ایک بار پھر مجھے یقین دلایا اور مجھ سے اجازت لے کر بے تحاشا مشروب پینے لگا۔ پھر اس نے توری کی حسین لڑکی کو سر پر اٹھا لیا۔ وہ ناچنے لگا اور میرے پاس آ کر کہنے لگا۔

''معزز سردار! مجھے شک سے بالا سمجھو! میں واقعات کی تہہ تک پہنچ چکا ہوں۔''

''واقعات کی تہہ؟'' میں نے قہقہہ لگایا۔

''سیاہ رات کی آندھی جسے تم جارا کا کا کی مقدس روح کہتے ہو، اس نے دوبارہ مجھے امان دی ہے۔ بے فکر رہو، میں دیوتاؤں کو ہمیشہ راضی رکھوں گا۔''

''دوبار؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں۔ایک بار جہاز پر۔''

''جہاز پر؟ گویا تمھارے ساتھ واقعات مختلف انداز میں پیش نہیں آئے؟''

''ہاں، مگر معزز سردار کیا جارا کا کا کوئی عورت ہے؟''

''عورت۔وہ تو ایک نیولا دیوتا ہے۔''

''نیولا۔مقدس نیولا۔'' وہ ہنسا۔''مگر میں نے کل ان سیاہ ذرات میں ایک انتہائی حسین وجمیل عورت کی شبیہ دیکھی ہے ایسی عورت کی شبیہ جو میں نے دنیا میں کہیں نہیں دیکھی۔''

''کیسی عورت؟'' میں نے بیتابی سے پوچھا۔

''اس کے خدوخال اور اس کا حسن لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔وہ شاید کوئی پری، کوئی حور تھی۔اس کا بدن پتوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس نے ایک ایسی نگاہ سے مجھے دیکھا کہ مجھ پر سکتہ طاری ہوگیا۔اس کا سرخ وسفید رنگ میری آنکھوں میں تجلیاں بھر رہا تھا۔''

میں اپنی نشست سے کھڑا ہوگیا۔''تم مجھے اس عورت کے بارے میں اور کچھ بتاؤ۔'' میں نے اس کے قریب جا کر پوچھا۔

''تم اسے جانتے ہو؟ معزز جابر بن یوسف! میں اس کی ایک نگاہ پر دنیا کا خطرناک سے خطرناک عزم کرنے کو تیار ہوں۔اے کاش میں دوبارہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں اور سیاہ ذرات کی آندھی میں وہ روشن جمال نمودار ہو۔جابر بن یوسف! ممکن ہے تمھارے ذہن میں ماضی کی لطافتیں کسی قدر محفوظ رہ گئی ہوں، میں بتاؤں کہ وہ سر بسر لطافت، سرتاپا نزاکت تھی۔''

شراڈ بڑی روانی اور فصاحت سے انگریزی بول رہا تھا اور میں سن رہا تھا مجھے سرنگا کی بات شدت سے یاد آئی اور ایک سلسلہ سا خود بخود میرے دماغ میں وضع ہوتا گیا۔میرے سامنے امریکی نوجوان شراڈ کھڑا تھا۔

اس کی بہت سی باتیں مجھ سے مشابہ تھیں۔اسے ابھی کچھ معلوم نہیں تھا لیکن وہ اپنی اعلیٰ صفات کی وجہ سے سب کچھ جاننے پر قادر ہوسکتا تھا، میں اس کی صورت دیکھتا رہا۔اسے امان ملی تھی۔جارا کا کا کی روح کے ساتھ اقابلا بھی موجود تھی جس کا جلوہ بڑا مہنگا تھا، وہ ایک مہذب نوجوان کے لیے آئی تھی۔میں اس نوجوان کو توری کے عام نوجوانوں کی طرح نہیں برت سکتا تھا۔مجھے دیکھ کر شراڈ نے بے تکلفی سے ایک بات کی۔''معزز جابر بن یوسف! کیا میں ایک درخواست کرنے کی جسارت کرسکتا ہوں؟''

''کہو۔'' میں نے آہستگی سے کہا۔

''کیا میں چند لمحوں کے لیے جینا سے مل سکتا ہوں؟''

''مقصد بیان کرو۔'' میں جھنجلا کر کہا۔

''وہ میری منگیتر ہے معزز جابر! ہم دونوں افریقہ کے سفر پر ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے آئے تھے۔''

''مہذب دنیا کے رشتے بھول جاؤ شراڈ'' اس کے اس انکشاف سے مجھے کچھ مسرت سی ہوئی۔ ''جینا اور اس کی ساتھی لڑکیاں اب توری کے سردار کے قریب آنے کا اعزاز حاصل کریں گی۔ توری کا سردار اسی وقت اسے تمھارے حوالے کر سکتا ہے جب وہ اپنے تصرف سے دستبردار ہو جائے۔''

''تم اتنا ظلم کرو گے؟ وہ مر جائے گی مگر یہ کبھی گوارا نہیں کرے گی۔''

''تم ایک سردار سے گفتگو کر رہے ہو۔'' میں نے درشت لہجے میں کہا۔

''مگر کیا یہ بات تمھارے اختیار میں نہیں ہے؟'' وہ جھنجلا کر بولا۔

''میرے اختیارات کے بارے میں تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم بے تکلفی اور گستاخی سے کام لے رہے ہو۔ سردار سب سے افضل ہے، اس کی خواہش سب سے مقدم ہے۔ اب تم یہاں سے جاؤ۔'' یہ کہہ کر میں نے زارے کو اندر بلایا اور نوجوان شراڈ کو باہر بھجوا دیا۔ وہ مڑ کر میری صورت دیکھتا رہا اور میں نے توری کی ایک لڑکی کو ہاتھوں پر اٹھا کر شراب کے بڑے برتن میں لوٹا دیا۔ شراڈ نے رک کر یہ مظاہرہ دیکھنا چاہا مگر زارے اسے باہر لے گیا اور میرا جسم ایک صحرا بن گیا۔ ایک صحرا جہاں کوئی آندھی آئی ہوئی ہو۔

☆==========☆==========☆

جزیرے کے دوسرے حصے کی طرف واپس ہوتے وقت بھی میرے لیے تپاک کا وہی حال تھا جو جاتے وقت تھا لیکن مجھے یہ سب کچھ مصنوعی معلوم ہو رہا تھا۔ قبیلے کے لوگ رشک اور فخر کی نظر سے میری جانب دیکھتے تھے مگر میں خود اپنی نظر میں گر گیا تھا مجھے اپنے وجود سے نفرت ہونے لگی تھی۔ کبھی سیاہی، کبھی سفیدی، کبھی روشنی، کبھی تاریکی، کبھی زندگی، کبھی موت، وہی زمین کھسک رہی تھی جس پر میں نے بہ دقت قدم جمائے تھے، وہی درخت سر پر آ رہا تھا جس کی چھاؤں میں میں نے سکون کا ایک سانس لینا چاہا تھا۔ میں ایک پُر خیال شخص تھا۔ میری نظریں آنے والے وقت کے گرد تانا بانا بننے کی قوت رکھتی تھیں، میں نے واپس چلتے ہوئے راستے میں اپنے گرد آگ کی لپٹیں محسوس کیں۔ مجھے نقاہت کے عالم میں سرنگا یاد آیا۔ شام کے قریب میں اپنے مکان پہنچ چکا تھا۔ میں نے سرتیا سے گلاب کا وہ پھول مانگا جو ایک پتے میں اس کے پاس محفوظ کر دیا گیا تھا۔ گلاب کی پتیاں مرجھا چکی تھیں لیکن ان کی خوشبو باقی تھی۔ میں نے انھیں آنکھوں سے لگا لیا اور میری نظروں میں اقابلا کا سراپا گھوم گیا۔ یہ اقابلا کی ساق سیمیں سے حاصل کیا ہوا گل تھا۔ یہ پھول میری ملکیت تھا۔ اس کے مرجھائے ہوئے پتے دیکھ کر مجھے ہر طرف خزاں سی محسوس ہونے لگی۔ میں بھی مرجھانے لگا۔

اسی وقت مجھے اطلاع دی گئی کہ باہر فزارو میرا منتظر ہے۔ میں باہر آیا تو مکان کے سامنے قبیلے کے بہت سے افراد جمع تھے۔ انھی میں ایک مفرور مہذب شخص بھی تھا اسے دیکھ کر میرا خون کھولنے لگا۔ اس کا چہرہ ستا ہوا تھا اور اس کے گلے میں متعدد پھل لٹکے ہوئے تھے۔ جلد کی رنگت زرد پڑ چکی تھی۔ جسم پر جابجا خراشیں تھیں۔ غالباً وہ اس غار سے بھی فرار ہو گیا تھا جہاں اسے پناہ ملی تھی۔

''معزز سردار!'' فزارو کی غضب ناک آواز گونجی۔ ''ہم نے اسے ساحلی جنگلوں سے پکڑا ہے، یہ اپنے دوسرے ساتھی کے بارے میں کوئی نشان دہی نہیں کر رہا ہے، کہتا ہے کہ فرار ہوتے وقت ہم جنگل میں بچھڑ گئے تھے۔ اس نے ایک غار میں پناہ لی تھی جہاں ایک بوڑھا شخص رہتا ہے، لیکن یہ بند غار سے بھی فرار ہو گیا۔ اب یہ ایک اذیت ناک موت کا مستحق ہے۔''

مفرور قیدی تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس کی عمر 40 سے اوپر ہو گی۔ اسے پیروں پر کھڑا ہونا مشکل ہو رہا تھا۔ قبیلے کے افراد میرے فیصلے کے منتظر تھے۔ فزارو نے میری خاموشی محسوس کرتے ہوئے دوبارہ کہا۔ ''معزز سردار! حکم ہو تو اسے آدم خور چیونٹیوں کے حوالے کر دیا جائے۔''

''رحم رحم۔'' اس نے فریاد و فغاں سے آسمان سر پر اٹھا لیا اور اپنے آپ کو چھڑا کر میرے قدموں سے لپٹ لیا۔ اس کے کھردرے چہرے کی کھال میرے پیر پر لگی اور میں نے اسے ایک حقیر کتے کی طرح اپنے پیر چاٹتے دیکھا۔ میں نے اس کے منہ پر ٹھوکر مار دی۔ وہ بلبلاتا ہوا ایک طرف لڑھک گیا۔ پھر میری دوسری ٹھوکر اتنی شدت سے پڑی کہ اس کے منہ سے خون کا فوارہ چھوٹا۔ اس کا خون دیکھ کر مجھ سے برداشت نہ ہوا۔ میں نے آگے بڑھ کر فزارو کے ہاتھ سے وہ عصا لے لیا جو جنگلی جانوروں کو تابع بنانے کے لیے مخصوص تھا۔ قیدی کرب ناک انداز میں چیخنے لگا۔ اس کی خوف زدہ آنکھیں حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں۔ میں نے پوری شدت سے عصا کی مٹھ اس کے جسم پر برسانی شروع کر دی۔ اس کی ہر فریاد پر، رحم کی ہر چیخ پر میرا ہاتھ تیز ہو جاتا۔ شاید میری سماعت مفلوج ہو چکی تھی۔ اس کی آہ و بکا میرے کانوں میں نہیں پہنچ رہی تھی۔ شاید میں اندھا ہو گیا تھا۔ مجھے اس کے خون آلود جسم کے زخم دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ اس کی کھال جگہ جگہ سے اکھڑ گئی تھی۔ میری وحشت شباب پر تھی۔ قبیلے کے بہت سے افراد خوف زدہ ہو کر واپس چلے گئے۔ فزارو بھی کچھ نہیں بولا۔ مفرور قیدی کے جسم نے مزاحمت چھوڑ دی تھی۔ میں اس کی ساری کھال جسم سے علیحدہ کر دیتا مگر

فزارو کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ ''معزز سردار! دیوتاؤں کی نوازشیں تم پر سایہ فگن رہیں۔ بس کرو۔ اب اس کا جسم سڑا پا چکا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ اب اسے سمندر کی گرم ریت پر پھنکوا دو تا کہ توری پر اڑنے والے پرندے اس کے گوشت سے لذت یاب ہوں۔'' یہ کہہ کر میں نے نفرت سے اس کے ادھڑے ہوئے جسم کی طرف دیکھا جو خون میں رنگ گیا تھا اور جس کی روح نکل چکی تھی، اور اگر اس کی روح اب تک اس کے ساتھ تھی تو وہ اس شکستہ جسم کا کب تک ساتھ دے سکتی تھی؟ جب جنگلی پرندے اس پر یلغار کریں گے تو اس کی روح کو اپنا یہ قالب خالی کرنا پڑے گا۔

قبیلے کے چند لوگ جب اس کا بکھرا ہوا جسم اٹھانے لگے تو میں فزارو کو واپس کر کے اپنے مکان میں چلا آیا۔ میرا سارا جسم پسینے میں شرابور تھا، یوں لگ رہا تھا جیسے مسامات سے شعلے پھوٹ رہے ہوں۔ سرتیا نے مجھے دیکھا اور خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

☆==========☆==========☆

سرتیا رات کا کھانا لے کر میرے پاس آئی تو خاموش بیٹھی رہی۔ میں نے گوشت کے چند پارچے حلق میں اتار لیے اور مکان سے باہر آ گیا۔ باہر رات بیدار ہو رہی تھی اور گلیوں کے دونوں طرف مشعلیں ایستادہ تھیں۔ جھونپڑیوں کے باہر بنے ہوئے چبوتروں پر لوگ رات منا رہے تھے۔ ڈاکٹر جواد بھی ان میں موجود تھا۔ اس کی جھونپڑی کے باہر بڑے سلیقے سے شراب کے برتن رکھے ہوئے تھے اور ایک طرف گوشت سینکا جا رہا تھا اور دوسری طرف سے عورتوں کے قہقہے سنائی دے رہے تھے۔

''آج رات ہمیں میزبانی کا شرف بخشو، معزز جابر!'' ڈاکٹر جواد نے دور سے ہانک لگائی۔

''شکریہ جواد!'' میں نے نرمی سے جواب دیا۔ '' ان سرمستیوں میں خود کو فراموش مت کر دینا اور دوبارہ کوئی غلطی نہ کر بیٹھنا۔''

''معزز جابر! دنیا میں اس سے زیادہ اچھی زندگی کون سی ہوگی؟ میں اب تک پاک وصاف شخص ہوں اور مجھے تم سے محبت ہے۔''

میری طبیعت ڈاکٹر جواد کی دلچسپ باتوں سے لطف لینے پر مائل نہیں تھی۔ چلتے چلتے جب میں مہذب لڑکیوں کے زندان تک پہنچا تو میری رگیں تن گئیں۔ آج صبح شراڈ نے اپنی امریکی منگیتر جینا کا ذکر کیا تھا۔ میں اندر داخل ہو گیا، توری کی عورتیں احترام سے ایک جانب کھڑی ہو گئیں۔ مہذب عورتوں نے بھی ان کے سردار کو تعظیم دینے کے لئے ان کی تقلید کی۔ کل صبح انہوں نے جاراکا کی عبادت کا ہولناک منظر دیکھا تھا۔ اس لیے آج ان کے انداز سے خوف نمایاں تھا۔ جرمن عورت مارشا نے ایرانی لڑکی فروزیں کو ٹھوکا مار کر کہا۔ ''اسے کسی دن بالا رادہ ہمارے پاس آنا تھا۔ مزاحمت بے کار ہے خاموشی سے اس کی آغوش میں جانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔''

''میں اس درندے کو ضرور مزہ چکھاؤں گی، میں اپنے تیز دانتوں سے اس کی بوٹی بوٹی نوچ لوں گی چاہے بعد میں کچھ بھی ہو۔ اس زندگی سے تو موت اچھی ہے۔'' امریکی لڑکی نے سرگوشی میں کہا۔

''آج اس سے رحم کی توقع فضول ہے۔'' جولیا نے کہا۔

''لڑکیو! میرا کہا مانو۔ خود کو خندہ پیشانی سے اس کے سپرد کر دو۔'' تیس سالہ عورت مارشا نے کہا۔

میں ان کے خوف اور اندیشے سن رہا تھا، امریکی لڑکی خوف زدہ ہونے کے باوجود تیز لہجے میں بات کر رہی تھی، میں نے اسے توجہ سے دیکھا اس کے نقش و نگار بے حد پُرکشش اور تیکھے تھے، وہ ایک تیز و طرار اور چست و چالاک لڑکی تھی۔ لانبا قد، رخساروں پر سرخی، ہونٹوں کے ساتھ بال بھی تراشیدہ، ستواں ناک، اس کی آنکھیں ہرن کی آنکھوں جیسی تھیں اور وہ ہرن کی طرح چوکڑی بھرتی تھی کیونکہ اس کا بدن ہلکا تھا۔

ایسا لگتا تھا جیسے وہ بین الاقوامی مقابلہ حسن میں منتخب ہونے والی تین لڑکیوں میں سے ایک ہے۔ میں یہاں اس کے قریب کھڑی ہوئی ایرانی لڑکی کے حسن کا ذکر نہیں کروں گا کیونکہ میری نظریں صرف امریکی لڑکی کے بدن کا احاطہ کر رہی تھیں۔

''وہ صرف مجھے دیکھ رہا ہے۔'' اس کی آواز میں لرزش تھی۔

''میری پیاری دوست: ہمت سے کام لو۔ اس کا دل جیتنے کی کوشش کرو۔''

میں نے انگلی سے اس کی طرف اشارہ کیا۔ ''ادھر آؤ۔''

میرے بلانے پر اس کی ساری تیزی و طراری رخصت ہوگئی، مارشا نے اسے آگے بڑھنے پر اکسایا، وہ سہمی سہمی اپنی جگہ سے ہلی اور میرے سامنے آکر کھڑی ہوگئی اتنے قریب کہ میں اس کی سانس تک سن سکتا تھا۔ ''آؤ میرے ساتھ۔'' میں نے اشارہ کیا۔

''نہیں نہیں مجھ پر رحم کرو۔'' وہ ہذیانی انداز میں چیخی۔

''چلو۔'' میں نے گرج کر کہا۔ وہ سہم گئی۔

''چلی جاؤ جینا۔ بدنصیب جاؤ۔ ہم تمھاری سلامتی کے ساتھ واپسی کے لیے دعا کریں گے۔'' مارشا نے عاجزی سے کہا۔

جینا نے گردن ڈال دی۔ جھونپڑی سے باہر آکر میں آگے آگے چلنے لگا میرے پیچھے جینا اور اس کے پیچھے ایک نیزہ بردار محافظ تھا، میں نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ میں بستی کے آخری کنارے کی ایک جھونپڑی کے پاس جا کے بیٹھ گیا اس حصے کے تمام لوگ میرے احترام کے لیے گلی میں آ گئے۔ میں ایک جھونپڑی میں داخل ہوگیا۔ میرے پیچھے پیچھے جینا بھی اندر آ گئی۔ نرم پتوں کے ڈھیر لمحوں میں فرش پر بکھیر دیئے گئے اور مشعلیں زمین میں گاڑ دی گئیں اور مشروبات کے مٹکے سجا دیئے گئے اور گوشت پھلوں کے تھال جھونپڑی میں ایک کونے میں رکھ دیئے گئے۔ میں نے شپالی چھوڑ کر اپنے تمام نوادر گلے سے اتار دیئے اور چوبی اژدہا متحرک کر کے ان کی حفاظت کے لئے متعین کر دیا۔ اژدہا جھونپڑی میں دیکھ کر مہذب امریکی دوشیزہ جینا کی چیخ نکل گئی تھوڑی دیر بعد میرے حکم پر جھونپڑی خادماؤں سے خالی ہوگئی۔ میں نرم پتوں پر دراز ہوگیا ان نرم پتوں کے مقابلے میں گداز سے گداز قالین ہیچ تھے۔ جینا کھڑی رہی اور لرزتی رہی۔ ''بیٹھ جاؤ۔'' میں نے مقامی زبان ہی میں کہا۔

وہ کھڑی رہی مجھے خیال آیا کہ اس سے مقامی زبان میں گفتگو نہیں ہو سکے گی چنانچہ میں نے انگریزی میں کہا۔ ''سنو لڑکی!'' میں نے ابھی کہنا شروع کیا تھا کہ اس کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ ''تم نے سردار کا درجہ اور فضیلت دیکھ لی ہے۔ اپنا ذہن صاف کر لو۔ یہاں ایک ایسی سوسائٹی قائم ہے جہاں عورتیں، سردار اور چند برگزیدہ لوگوں کے سوا کسی کی ملکیت نہیں ہوتیں۔ اپنے ماضی کے تمام سلسلے محو کر دو اور وہ ڈور کاٹ دو جو تمہارا رابطہ سمندر پار سے قائم کیے ہوئے ہے، تم نہ امریکی ہو، نہ برطانوی، نہ ایشائی ہو، نہ یورپی۔ تم صرف ایک دوشیزہ ہو جس کا کام توری کے باشندوں اور اس کے سردار

کو خوش کرنا ہے، اسی میں تمھاری خوشی مضمر ہے، مہذب دنیا کی اقدار مصنوعی ہیں، وہ انسانوں پر سماج کا ایک غیر فطری جبر ہے۔ آؤ! میرے قریب آ جاؤ اور سردار کی رفاقت سے عزت و مرتبہ حاصل کرو۔''

اسے جیسے سکتہ ہو گیا تھا، وہ حیرانی سے میری فصیح و بلیغ انگریزی سنتی رہی۔ ''میرے خدا!'' وہ کانوں پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ''تم۔ تم کون ہو''؟

''میں نے تمہیں جو حکم دیا ہے، اس پر عمل کرو۔''

وہ تیزی کے ساتھ پلٹ کر مٹکے سے مشروب انڈیل لائی اور جب میرے قریب آئی تو میں نے اس کا ہاتھ کھینچ لیا۔ مجھے انگریزی میں مخاطب دیکھ کر اسے کچھ ڈھارس سی ہو گئی تھی۔ اب وہ بہتر انداز میں مجھ سے رحم کی بھیک مانگ سکتی تھی، گڑگڑا سکتی تھی۔

''رحم۔ کس بات پر رحم؟ میں تمہیں زندہ تو نہیں جلا رہا ہوں۔''

''میں اپنی عصمت کی بھیک مانگتی ہوں۔'' وہ عاجزی سے بولی۔

''عصمت؟ امریکی لڑکی کے منہ سے یہ بات اچھی نہیں لگتی۔ یہاں عصمت کا کوئی تصور نہیں ہے، تم تاریک براعظم میں ہو۔''

''میں اس نوجوان سے منسوب ہوں جسے زندگی بخش دی گئی ہے۔ وہ میرا منگیتر ہے۔ وہ میرے بغیر نہیں رہ سکتا۔''

''اس کے اعصاب پر ایک اور عورت سوار ہے۔''

''تم جھوٹ کہتے ہو۔'' وہ تیزی سے بولی پھر ایک دم نرم پڑ گئی۔ ''مجھے افسوس ہے کہ ہم نے لاعلمی میں تمھارے خلاف نہ جانے کیا کیا گستاخیاں کی ہیں۔ میں معذرت خواہ ہوں۔''

''میں ایک درندہ ہوں۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''مجھے افسوس ہے۔''

''اور تم ایک خوبصورت ہرنی ہو۔ تم میرا شکار ہو۔'' میں نے اس کے ہاتھوں کا بوسہ لیتے ہوئے کہا۔

میرے اس اقدام سے وہ برہم ہو گئی اور مچلنے لگی۔ ''میں اس کی منگیتر ہوں۔ خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو۔''

''منگیتر۔ اے آہو چشم۔ آہو بدن۔ یہاں کوئی کسی سے وابستہ نہیں ہے۔ مجھے دیکھ۔ کیا میں اپنے چہرے کا رنگ چھڑاؤں اور اپنی جلد کی اصل رنگت دکھاؤں کہ میں کون ہوں اور کیا ہو گیا ہوں؟ نرمی سے بات کرو اور گداز پیدا کرو۔ میں ایک سردار ہوں اور اس درجے پر کسی برتری ہی کے سبب پہنچا ہوں۔ میں تم سے آخری بار کہتا ہوں کہ سردار جابر بن یوسف الباقر کا احترام کرنے کی عادت ڈالو اور شگفتگی سے گفتگو کرو۔''

امریکی لڑکی خاصی ذہین نکلی۔ اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش ترک کر دی۔ شاید اسے میرے عزم کا یقین ہو گیا تھا۔ اس نے مشروب میرے ہاتھ سے چھین کر غٹاغٹ پی لیا۔ اور بولی۔ ''تم نے میری زبان میں گفتگو کر کے مجھے کچھ جرات کرنے کی ترغیب دی ہے۔ میں تمھارے شکنجے میں ہوں اور تم سے کسی رعایت کی توقع بے کار ہے۔ اب میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ ہمارے ساتھ اتنا سلوک بھی کیوں کیا گیا؟ یقیناً وہ تمھاری وجہ سے ہوا ہو گا ورنہ یہ درندے پہلے ہی دن ہماری بوٹیاں نوچ لیتے۔''

''میں نے تمھارے ساتھ کوئی سلوک نہیں کیا۔'' میں نے تیزی سے کہا۔ ''یہ تمھارا خیال ہے۔ بہرحال اب تم نے خود ہی سپر ڈال دی ہے تو میں تمہیں کچھ دل نشین باتیں کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ آؤ میری آغوش میں آجاؤ۔ اب شراڈ سے تمہارا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ طاقت سب سے بڑا رشتہ ہے لیکن اگر تم مجھے ایک پسندیدہ آدمی کی نظر سے دیکھنا چاہو تو تمہیں نقصان کا کوئی احساس نہیں ہوگا۔ میں نے شہزادوں کی سی زندگی بسر کی ہے۔ میں بیروت جیسے بڑے شہر کے کلبوں کا ایک مقبول شخص تھا۔ میں نے آکسفورڈ میں تعلیم پائی ہے۔ میں شخصیت، علم اور وجاہت میں سب سے یکتا تھا۔ ایک برطانوی لڑکی فلورا میری محبوبہ تھی۔ جب میں بالکل تمھاری طرح یہاں آیا تھا تو اسے توری کے ایک سردار نے اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔ اور اس نے مجھے ٹھکرا دیا تھا کیونکہ میں ایک کمزور شخص تھا، رفتہ رفتہ میں نے طاقت حاصل کی اور میں نے توری کے دونوں قبیلوں کی سرداری حاصل کر لی۔ فلورا آج کل جزیرہ بیزنار کے سردار کے پاس ہے۔ ہم پانچ آدمی زندہ رہ گئے تھے اور وہ بھی اس وجہ سے کہ ہم نے کسی اکراہ کے بغیر یہاں کی زندگی جوں کی توں قبول کر لی تھی۔ یہاں آنے کے راستے بہت سے ہیں، جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ سمجھیں نازک دوشیزہ؟'' میں یہ باتیں اس سے کہنا چاہتا تھا حالانکہ مجھے ان کے کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہو کہ میں شراڈ کے مقابلے میں اسے محبت سے جیتنا چاہتا تھا۔ میری اداس گفتگو نے اس پر گہرا اثر کیا۔ وہ مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرتی رہی اور میں ایسے جوابات دیتا رہا جو جزیرہ توری میں رہ کر دیئے جا سکتے تھے۔''

''تم خوب زندہ رہے۔'' وہ افسردگی سے بولی۔

''تم میری قدرت میں ہو۔'' میں نے کہا۔ ''شراڈ کو بھول جاؤ۔''

''تمھاری روداد نے مجھے متاثر کیا ہے۔'' وہ غنودہ لہجے میں بولی۔ ''شراڈ تو اب ایک خواب معلوم ہوتا ہے۔''

''اس نے اپنے لیے توری کی ایک دوشیزہ پسند کر لی ہے۔ میں اس سے صبح ملا تھا۔''

''کیسا ہے وہ؟''

''وہ تم سے زیادہ ذہین ہے۔ اس نے بہت جلد ماحول سے مفاہمت کر لی۔''

''کیا وہ میرا ذکر کر رہا تھا؟''

''ہاں۔ اس نے تمہیں مانگا تھا۔''

''اچھا۔ پھر تم نے کیا جواب دیا؟''

''میں نے ڈانٹ دیا۔''

''کیوں؟ تم مجھے اس کے حوالے کر سکتے تھے۔ یہ کوئی غلط بات نہ ہوتی۔ تمہیں اس کا اختیار تھا'' وہ میری آغوش سے نکل گئی۔ پھر اس نے اپنا چہرہ میرے سامنے کر لیا۔

''میں نے تمہیں دیکھ لیا تھا مجھے معلوم تھا کہ میرے نائبین زارمے اور فزارو میں سے کوئی بھی تمہیں اس سے کسی وقت بھی مانگ سکتا ہے۔ اسے ہر حال میں تمہیں عارضیتاً یا مستقل طور پر دینا پڑتا۔ میں سوچا کہ میں خود ہی تمھارے شباب سے حظ کیوں نہ اٹھاؤں اور بہتر ہے کہ تم تقسیم ہونے

کے بجائے صرف ایک مرد کے تصرف میں رہو کیونکہ تمہیں حاصل کرنے کے لئے کسی کو مجھ سے مقابلہ نہیں کرنا پڑے گا۔ دور ونزدیک ایسا کوئی فرد نہیں ہے جو جابر بن یوسف کا ہم سر ہو سکے۔'' میں نے جواز تلاش کر لیا تھا جو بڑا کارگر ثابت ہوا، وہ موم کی طرح نرم ہو گئی۔

''کیا یہ ضروری ہے کہ ہم آج ہی ایک دوسرے سے ذہنی وجسمانی طور پر وابستہ ہو جائیں؟'' اس نے خلاف توقع سوال کیا۔

''نہیں۔تم اس کے بعد بھی اپنا ذہن آمادہ کر سکتی ہو۔''

وہ جھونپڑی کے فرش پر لوٹتی رہی۔ مجھے اس کا یہ انداز اچھا لگا، اگر وہ میرے حکم پر فوراً مجھ میں تحلیل ہو جاتی تو مجھے آسودگی کا شکوہ رہتا۔ وہ مچل رہی تھی اور میں اسے اپنے شکنجے میں جکڑ رہا تھا۔ میں نے ایسی صورت پیدا کر دی تھی کہ وہ نفرت واذیت سے چیخیں مارے، رحم کی درخواست کرے لیکن وہ نفرت واذیت کو بھول گئی۔ شاید اس سبب سے کہ اسے جابر بن یوسف جیسے شجیع شخص کا قرب نصیب ہوا تھا۔

وہ ابھی سوئی ہوئی تھی کہ میں اپنے نوادر گلے میں ڈال کر چلا آیا۔ وہ گہری نیند میں تھی اس لیے اسے خبر نہ ہو سکی۔ میرا خیال ہے۔ بہت دنوں بعد اسے ایک مطمئن نیند ملی۔ اس مبارک وقت کی نیند جب فیصلے ہو جائیں اور ذہن کشمکش سے نجات حاصل کر لے۔ یوں تو جزیرہ توری میں عورتوں کا حصول اور نشاط وصل کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ قصر اقابلا کی منتخب لڑکیاں، اشمار اور نرماز میری شدتوں کے سپرد کر دی گئی تھیں اور انگروما میں نیشا، کیشا سے رابطہ رہ چکا تھا مگر جینا کی بات ہی اور تھی۔ مجھے فتح کا احساس ہوا، ہاں جینا کے گلزار بدن میں ذہن ودل کی فرحت کے تمام سامان موجود تھے۔ اسے آداب آتے تھے۔ مجھے رات بھر فلورا یاد آتی رہی۔ بے وفا فلورا۔ علی الصباح میں اپنے مکان میں پہنچ گیا اور احساس ہوا کہ خلش ابھی ختم کہاں ہوئی ہے؟ کوئی چیز ابھی تک چبھ رہی ہے۔ میں نے فزارو کو طلب کر کے حکم دیا کہ وہ شراڈ کو شکاری ٹولی کے ساتھ جنگل میں لے جایا کرے۔ فزارو سر جھکا کے جانے لگا۔ مجھے اچانک ایک خیال آیا، میں نے اسے روکا اور اپنا پہلا حکم منسوخ کر کے کہا۔ ''نہیں، جنگل میں نہ جانے دینا۔ زارمے سے کہا جائے کہ وہ اسے توری کی حسین لڑکیاں فراہم کرنے میں بخل سے کام نہ لے اور ہر وقت اس کی خدمت میں شراب پیش کی جائے اور توری کی نفیس غذائیں اسے فراہم کی جائیں۔ خدمت گار اس کی جھونپڑی پر متعین کیے جائیں اور اس سے کوئی کام نہ لیا جائے۔'' پھر مجھے ایک اور خیال آیا۔ میں نے جھنجھلا کے فزارو سے کہا۔ ''کچھ نہیں۔ شراڈ کی نقل وحرکت پر نگرانی رکھی جائے اور اسے شراب کشید کرنے کے کام پر لگا دیا جائے۔''

کئی دن یوں ہی گزر گئے۔ میں سمورال کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن تین روز زارمے کے قبیلے میں جاتا رہا اور شراڈ کو غلیظ ترین تالاب پر کام کرتے ہوئے دیکھتا رہا۔ وہ سخت جان اس کام سے بہت خوش تھا۔ اس نے کئی بار مجھ سے بات کرنی چاہی۔ میں نے رسمی طور پر اس سے کلام کیا اور اسے ساحل سمندر پر مچھلیاں پکڑنے والے گروہ میں شامل کر دیا۔ پھر میرا رخ سمندر کی طرف ہو گیا اور میں نے دیکھا، اس نے جلد ہی مچھیروں میں مقبولیت حاصل کر لی ہے اور ایک طرح سے ان کا سربراہ بن گیا ہے۔ میں نے توری میں بننے والی مزید گلیوں اور جھونپڑیوں کی تعمیر کے کام پر اسے لگا دیا، وہ خندہ پیشانی سے پتھر ڈھوتا اور تعمیر کرتا رہا۔ اس نے تعمیر آسان کر دی اور مختلف قسم کی گاڑی بنا کر توری کے لوگوں کو حیرت زدہ کر دیا اور آخر میں، مجھے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنی پڑی۔ میں نے زارمے کو حکم دیا کہ اس سے کوئی کام نہ لیا جائے، عورتیں اور مشروبات اس کی خدمت میں پیش کیے جائیں۔ وہ دن بھر سرمست رہنے لگا اور اتنے دنوں کی تکان کے بعد اس نے خوب پی۔ اسے توری کی اعلیٰ درجے کی لڑکیاں پیش کی جانے

لگیں، اس کی جھونپڑی پر عورتوں کا ہجوم رہنے لگا۔ اس نے باہر نکلنا کم کر دیا اور اپنی جھونپڑی میں ہی عیش ونشاط میں گم رہنے لگا۔ میں اس کی طرف سے کسی قدر مطمئن ہوگیا۔

ایک دن میں نے دیکھا کہ وہ اور زیادہ صحت مند ہوگیا ہے اور اس کے گالوں پر سرخی دوڑنے لگی ہے کبھی کبھی میرا اور اس کا سامنا ہو جاتا تو وہ جینا کے بارے میں پوچھتا اور میری فیاضیوں کے سلسلے میں ممنونیت کا اظہار کرتا، وہ ہر بار کوئی خدمت تفویض کرنے کے لیے اصرار کرتا اور میں کہتا۔ ''ابھی تمھاری عمر خوشہ چینی کی ہے، جھوم جانے کی ہے، تھرکنے کی ہے، سرشار ہونے کی ہے۔ کام کا وقت آئے گا تو میں کام بھی سونپا جائے گا۔''

شراڈ کی نقل وحرکت کی کڑی نگرانی کی جا رہی تھی مگر کوئی ایسی بات دیکھنے میں نہیں آئی جو مجھے تشویش میں مبتلا رکھتی۔ میں اب سکون سے سموراں کے پاس جا سکتا تھا، اس عرصے میں اقابلا کی طرف سے کوئی سلسلہ جنبانی نہ ہوا۔ نرماز بھی واپس نہیں آئی۔ میں مہذب دنیا کی لڑکیوں کے پاس دوبارہ نہیں گیا۔ تیس روز گزر گئے تھے اور ایک پل ایک صدی معلوم ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ میرے بے قرار ذہن کو قرار آنے لگا اور میں نے اپنے وہموں اور وسوسوں سے بڑی حد تک چھٹکارا حاصل کر لیا۔ میں نے خود کو باور کرایا، یہ تو طلب صادق کی بات ہے۔ وہ اگر کسی اور جانب مائل ہے تو یہ محض وہم ہے۔ انگروما کے فاصل اسے حاصل نہیں کر سکتے، تاریک براعظم میں سموراں کے بقول کون کون کہاں کہاں اس کی قربت کا دعوے دار ہے۔ اس کا حصول سب سے مشکل کام ہے، اسے مجھ سے ربط خاص ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو میرے ساتھ خصوصی نوازشیں کیوں جاری رہتیں۔ میرے عزائم کہاں گئے؟ ابھی تو میں ایک بہت کوتاہ قد شخص ہوں۔ میں نے توجہ کی لگام ہر طرف سے کھینچ کر سموراں کی قیام گاہ کی طرف موڑ دی۔

☆==========☆==========☆

(**اقابلا** کی داستان ابھی جاری ہے، اس دلچسپ اور پراسرار کہانی کا حصہ سوئم آئندہ ہفتے پیش کیا جائے گا)